بزم اولیاء
ترجمہ
علامہ بدر القادری
ہالینڈ
www.maktabah.org

روض الریاحین

امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۶۷۸ھ / ۷۶۸ھ

ترجمہ:- علامہ بدر القادری مدظلہ العالی (ہالینڈ)

رضا دار الاشاعت لاہور

نام کتاب ———— روض الریاحین

تصنیف ———— امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ ———— علامہ بدر القادری ہالینڈ

ناشر ———— رضا دار الاشاعت لاہور

قیمت ———— -/۱۸۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضامینِ بزمِ اولیاء

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقدیم و تعارف	۱۸	اثباتِ کراماتِ اولیاء	۹۰
عرض بدر	۳۹	کتاب اللہ اور اثباتِ کرامت	۹۱
سوانح مصنف (امام یافعی رضی اللہ عنہ)	۴۱	احادیث اور اثباتِ کرامت	۹۲
خطبۃ الکتاب	۴۸	کراماتِ صحابہ کم ہونے کی وجہ	۹۵
فضائلِ اولیاء و فقراء قرآن میں	۵۲	حکایات الصالحین	۱۰۱
فضائلِ اولیاء و فقراء احادیثِ صحیحہ میں	۵۶	خشیتِ ربانی	۱۰۱
کچھ اور احادیثِ کریمہ	۶۲	تارکِ دنیا	۱۰۳
فضائلِ اولیاء و فقراء آثارِ سلف میں	۷۲	وہ جنہیں دامنِ محبوب چھپا لیتا ہے	۱۰۴
حق گوئی و بے باکی	۸۱	تحفۂ ابدال	۱۰۵
حضرت شیبان کا علم	۸۳	غیرِ خدا سے پناہ	۱۰۵
امتحان و اعتراف	۸۴	غیبی معالج	۱۰۶
برکتِ صحبت	۸۵	شب زندہ داروں کے لئے	۱۰۶
شانِ علم	۸۵	نورانی راتیں	۱۰۷
علمِ باطنی کیسے ملا؟	۸۶	خوابِ رُبا	۱۰۸
نگاہِ صوفی	۸۶	شکستہ صراحی	۱۰۸
تعجبِ صوفی عرشِ الٰہی پر	۸۷	تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا	۱۰۹
غلام کے غلام	۸۸	جلوۂ جنت	۱۱۲
علمِ لدنی	۸۹	نومسلم عارف	۱۱۲

مضمون	صفحہ
نمونۂ قدرت	۱۱۴
جنت کی بیع	۱۱۷
نالۂ عیش شکن	۱۱۹
صالح شہزادہ	۱۲۳
بہلول دانا اور ہارون رشید	۱۳۰
حضرت سعدون اور ہارون رشید	۱۳۱
حضرت سعدون اور دعائے باراں	۱۳۲
جنونِ عشق	۱۳۲
جیسے آگ لگی ہو دل میں	۱۳۳
یکے از مردانِ غیب	۱۳۵
ایک متحیر نوجوان	۱۳۶
رفیقِ جنت	۱۳۷
اہلِ ناز و نیاز کی راتیں	۱۳۸
کشتۂ خنجرِ تسلیم	۱۳۹
کوہِ لکام کا عارف	۱۴۰
عشقِ حقیقی کی صداقت	۱۴۲
غذائے روح	۱۴۳
ناز و نیازِ عشق	۱۴۵
اہلِ جذب اور حکیمانہ کلام	۱۴۶
مقامِ محبوبیت	۱۴۶
تو کبھی جدا نہیں ہے	۱۴۷
لباسِ قرب	۱۴۸
حضرت شیبان مصاب رضی اللہ عنہ	۱۴۹
دخترِ زہرا، ولہانہ رضی اللہ عنہا	۱۵۱
سیدہ ریحانہ کوفیہ رضی اللہ عنہا	۱۵۲
اجر و طلب سے بے نیاز	۱۵۵
عالم ارواح کا تعارف	۱۵۶
طواف رب البیت	۱۵۷
گوشہ نشینی	۱۵۸
گناہوں کا معالج	۱۶۰
نسخۂ روحانی	۱۶۱
اہلِ عزیمت	۱۶۲
اولیاء اللہ کا شہر	۱۶۳
دودھ اور شہد دینے والی بکری	۱۶۶
ڈوبا ہوا فرزند زندہ نکلا	۱۶۷
دو مضطرب روحیں	۱۶۹
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا	۱۷۱
شیخ ابو عبید خواص رضی اللہ عنہ	۱۷۴
ذبیحِ عشق	۱۷۵
چوں عشق شود زندہ	۱۷۸
.... چاہت کی قسم	۱۷۹
عالمِ پیری اور کثرتِ ریاضت	۱۸۰
آں را کہ خبر شد	۱۸۱
کمسن عارف	۱۸۲

مضمون	صفحہ
جن صحابہ کا مسکن	۱۸۶
اور بو پہونچ گئی	۱۸۸
اولیاء اللہ کا مرکز	۱۹۰
چھ کے صدقے چھ لاکھ مقبول	۱۹۱
وہی جاتا ہے اس در تک جسے مولا بلاتا ہے	۱۹۲
زمزم کی لذتیں	۱۹۲
کعبۂ روحانیوں کا مرکز	۱۹۳
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۹۵
امام باقر رضی اللہ عنہ	۱۹۸
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰۱
امام جعفر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور	۲۰۲
جوان صالح	۲۰۴
نگاہِ کشف	۲۰۶
تو نے جیب سے لیا اور میں نے غیب سے	۲۰۷
مقصود ترا جلوہ ہے	۲۰۷
صبر و توکل	۲۰۸
آبِ نیل سے زیادہ شیریں	۲۰۹
دولتِ یقیں	۲۱۰
رب کھلاتا ہے	۲۱۲
تلقین میت	۲۱۲
طیِ ارض	۲۱۳
گریۂ شکر	۲۱۴
پاس عہد	۲۱۶
مردانِ غیب	۲۱۷
مدد کو آگئے جب بھی پکارا یارسول اللہ	۲۱۸
صبر کا پھل	۲۱۹
خواجہ خضر علیہ السلام	۲۲۰
سرکار کی میزبانی	۲۲۰
تصوف کیا ہے؟	۲۲۱
پیادہ حجاج کا رتبہ	۲۲۲
حج کے ایصالِ ثواب کی عظمت	۲۲۲
اللہ جن کی قسم پوری فرماتا ہے	۲۲۳
بندگی کیا ہے، کچھ نہ ہونا ہے	۲۲۴
چہار خصائلِ درویشی	۲۲۵
کیف روحانی	۲۲۶
متوکلوں کا رزق	۲۲۷
عجب ہے تری شانِ حاجت روائی	۲۲۸
وصفِ محبت	۲۲۸
اسرار روحانی	۲۲۹
وسیلۂ رزق	۲۳۱
موسم سے بے نیاز	۲۳۲
اللہ کے مستور بندے	۲۳۳
کارمرداں	۲۳۴

مضمون	صفحہ
حج ٹیکس	۲۳۵
مصاحبتِ حج کی شرطیں	۲۳۶
دنیا اولیاء اللہ کی خادمہ	۲۳۷
اولیاء اللہ کا علم	۲۳۸
نام خدا کی غیرت	۲۳۸
محبتِ مال باعثِ ذلت	۲۳۹
شیخ خواص اور راہب	۲۴۰
نگاہِ باطن	۲۴۱
جس کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے	۲۴۲
جس سر میں تراسودا وہ سر گراں نہیں ہے	۲۴۳
غلام حق آگاہ	۲۴۴
عارفہ کنیز	۲۴۶
قرآن کی تاثیر	۲۵۰
حق آشنا تحفہ	۲۵۳
سورۂ والشمس کی برکت	۲۶۰
دنیا بدل گئی	۲۶۲
اہلِ مراقبہ	۲۶۳
حقیقی انسان	۲۶۴
ظن کی شکستگی	۲۶۵
خدا سے تعلق والے	۲۶۶
نگاہِ صدیق	۲۶۶
ینظر بنور اللہ	۲۶۸

مضمون	صفحہ
اِحسان کے بدلے اِحسانِ عظیم	۲۶۹
طبیب روحانی	۲۷۰
صدق توکل	۲۷۱
حضراتِ ابدال	۲۷۳
مردانِ بے نفس	۲۷۳
خدا رسیدہ غلام	۲۷۴
عبد عارف کی آزادی اور جہنم سے رہائی	۲۷۶
اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سبق	۲۷۷
بے غبار دل والے	۲۷۷
کتوں سے سبق آموزی	۲۷۸
سید التابعین خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ	۲۷۹
نگاہِ کشف	۲۸۸
شانِ درویش	۲۸۹
ترک ماسوا اللہ	۲۹۱
حضرت ابراہیم بن ادہم اور ترک بادشاہی	۲۹۴
دنیا بندگانِ حق کی باندی	۲۹۴
حضرت مالک بن دینار کی توبہ کا سبب	۲۹۵
بدعملی قبر کا سانپ	۲۹۹
قبلہ سے منحرف موحدین	۲۹۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
برتن میں جو ہو وہ ٹپکے	۳۰۰	مُوتوا قبلَ اَن تموتوا	۳۱۹
جیسا جینا ویسا مرنا	۳۰۱	قابلِ رشک زندگی	۳۲۰
ایصالِ ثواب کا فائدہ	۳۰۲	تول میں کمی کا وبال	۳۲۰
اولادِ صالح ذریعہ ثواب	۳۰۳	امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عالمِ برزخ میں	۳۲۱
ایصالِ ثواب	۳۰۴	ماں کی خدمت کا صلہ	۳۲۳
ایمان بھرا دل	۳۰۶	عظمتِ بشر رضی اللہ عنہ	۳۲۳
مقاماتِ قبر	۳۰۷	مرتبۂ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ	۳۲۴
قبر میں تخت اور نہر جاری	۳۰۹	شانِ سفیان رضی اللہ عنہ	۳۲۴
شہید تیغ قرآں	۳۰۹	جنازہ پر نزولِ ملائکہ	۳۲۵
امام یافعی کی والدہ ماجدہ	۳۱۰	سیدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا	۳۲۵
اہلِ قبر کے لئے سفارش	۳۱۱	سیدہ رابعہ شامیہ رضی اللہ عنہا	۳۲۶
قبر سے نکل کر بیعت لی	۳۱۲	سیدہ شعوانہ رضی اللہ عنہا	۳۲۸
اہلِ قبر سے بات چیت	۳۱۲	سیدہ عمرہ رضی اللہ عنہا	۳۲۹
بیٹا باپ کی قبر پر	۳۱۲	سیدہ جوہرہ رضی اللہ عنہا	۳۲۹
درویش مر کے زندہ	۳۱۳	فقیر خصلت شہزادی	۳۳۰
اولیاء مرتے نہیں زندہ ہیں	۳۱۳	شکم سیری کا وبال	۳۳۱
سمندری مقبرہ	۳۱۵	ابدال	۳۳۲
غیبی روشنی	۳۱۵	جسے اللہ عزت دے	۳۳۳
قائم بحق	۳۱۵	کھارا پانی شیریں ہو گیا	۳۳۴
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست	۳۱۶	وضو کے لئے غیب سے پانی	۳۳۵
مشتاق روح	۳۱۷	قصرِ اولیاء	۳۳۶
اہلِ قرب	۳۱۸		

مضمون	صفحہ
یک وقت دو جگہ موجود	۳۳۸
واعظ حق نما	۳۳۸
حسرت و شوق	۳۴۰
نالۂ عشق	۳۴۰
غذائے روح	۳۴۱
اصل کام	۳۴۲
دعائے منصور کا اثر	۳۴۲
عظمت ذکر	۳۴۴
موت ناصح ہے	۳۴۵
غیبی ناصح	۳۴۶
لا الٰہ الا اللہ کی برکت	۳۴۷
شہر لافانی	۳۴۸
ناصح فاتح	۳۴۹
تین صالح بھائی	۳۵۰
دنیا کی حقیقت	۳۵۴
حصولِ مقصد کی دُھن	۳۵۶
گوشہ نشیں عابد	۳۵۶
کام کا وقت	۳۵۸
نشانِ عارف	۳۵۹
دیکھنا اور لحاظ رکھنا	۳۶۰
تو ہی میرے دل کا حبیب ہے تو ہی میرے غم کا طبیب ہے	۳۶۱
لکڑیاں سونا بن گئیں	۳۶۲
اللہ کے خاص بندے	۳۶۳
اللہ کی دعوت	۳۶۴
حق گوئی و بے باکی	۳۶۵
گدڑی میں لعل	۳۶۷
درویش کا کشف	۳۶۷
اہل جنت کی آنکھ	۳۶۸
ذکر اللہ سے غافل مچھلیاں	۳۶۹
ظاہری اور باطنی اطاعت	۳۶۹
کمسن اولیاء اللہ	۳۷۰
اے مرے دل کے دوست	۳۷۲
ایک شرابی پر اللہ کا کرم	۳۷۴
ولی اللہ کے صدقے	۳۷۵
توقیر بسم اللہ کی برکت	۳۷۶
دروازۂ حکمت	۳۷۶
حضرت بشر حافی کی توبہ	۳۷۷
توقیر اطاعت	۳۷۷
احترامِ ولی کا ثمرہ	۳۷۸
کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر	۳۷۹
ریاضت میں تدریج کا لحاظ	۳۸۰
پایا لمحوں میں منصب ابدال	۳۸۱
خود خدا جس کا باطن سنوارے	۳۸۲
پہلے خود کو نصیحت	۳۸۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
لوگوں کی تباہی کے ذمہ دار	۳۸۵	حیرت انگیز سیب	۴۰۲
خدارس درویش	۳۸۶	اہل رضا	۴۰۳
محرمانِ اسرار	۳۸۷	اونٹ کا گوشت	۴۰۳
صلاحیت بھی تو پیدا کر اے دل ناداں	۳۸۹	یاقوت کا پیالہ اور چاندی کی مسواک	۴۰۴
ایک راہب	۳۹۱	ترک توکل کا وبال	۴۰۵
عشق نے خاک کر دیا عقل کی کائنات کو	۳۹۱	اندھی چڑیا سے عبرت	۴۰۶
گریۂ اشتیاق	۳۹۲	درس توکل	۴۰۷
اندازِ اطاعت	۳۹۳	ڈاکو نیک بن گئے	۴۰۷
گناہوں سے پاک اعمال نامہ	۳۹۴	دیناروں کی بارش	۴۰۸
خلوت نشیں	۳۹۵	دعائے والدین کی کرامت	۴۰۹
کانٹوں کے بیر میں کھجور	۳۹۵	جن کو حق سے قرار ملتا ہے	۴۱۱
ببول کے درخت سے کھجور	۳۹۶	اِنقطاع اور یکسوئی	۴۱۲
ریحانۃ العابدین	۳۹۶	شیر نے بات مان لی	۴۱۴
مخالفت نفس کا ثمرہ	۳۹۷	شیر کی روٹیاں	۴۱۴
ریت کا ستو	۳۹۷	شیر کی گوشمالی	۴۱۵
پانی کا چشمہ اور شیشے کا پیالہ	۳۹۸	شیر پہچانتا ہے عارف کو	۴۱۶
کنکریاں میرا بن گئیں	۳۹۸	اصلاحِ باطن	۴۱۶
کنکری سونا بن گئی	۳۹۹	پرندے اور حق آگاہی	۴۱۷
جواہرات کا جنگل	۳۹۹	پرندے کی بشارت	۴۱۸
غیرتِ فقر	۴۰۰	وجد و کیف	۴۱۸
حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی مزدوری	۴۰۰	تاب ضبط	۴۲۰
روزی رساں خدا ہے	۴۰۱	سماع	۴۲۱
		ہوائیں رقص	۴۲۲

مضمون	صفحہ
وجد و مستیٔ الست	۴۲۳
حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا وجد	۴۲۴
شیخ نوری رضی اللہ عنہ کا حال	۴۲۴
وجد و حال امتِ مسلمہ کے خواص اولیاء کا حصہ	۴۲۵
نااہل مجلس بدر	۴۲۶
آسمان با صوفیاں ہم محو رقص	۴۲۶
شیخ ذوالنون مصری اور وجد و حال	۴۳۰
جلالت کیف	۴۳۱
انکشاف راز	۴۳۱
عالی مرتبت ابو یزید	۴۳۳
قوت کشف	۴۳۴
بحر آشام	۴۳۵
بے ادبی کا وبال	۴۳۵
بدظنی کی سزا	۴۳۶
ٹوٹے دانت جڑ گئے	۴۳۷
غدود غائب	۴۳۷
گم شدہ بیل کا سراغ	۴۳۸
گم شدہ دستاویز مل گئی	۴۳۸
حضرت شبلی اور غسال	۴۳۹
بترس از آہ مظلوماں	۴۴۰
مظلوم صیاد کی بد دعا	۴۴۱

مضمون	صفحہ
عالم اسباب	۴۴۳
سمندر کے طوفان سے جس نے بچایا	۴۴۴
غیبی مدد	۴۴۶
اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا مؤکل	۴۴۷
قیمتِ عفت	۴۴۹
موتی کے چار ٹکڑے	۴۵۰
ہر قید سے نجات کا ذریعہ	۴۵۲
دعائے ملائکہ	۴۵۳
حاجت روا رسول	۴۵۶
شیخ شاذلی کی پانچ خلعتیں	۴۵۸
تو میرا ہو جا	۴۵۸
توفیق ذکر اللہ کی یاد فرمائی کا ثمرہ ہے	۴۶۰
اونٹ نے کلام کیا	۴۶۰
درخت نے بات کی	۴۶۰
تریاق مجرب	۴۶۱
بیڑیاں کٹ گئیں	۴۶۱
ظالم سے نجات	۴۶۲
دعائے باراں	۴۶۴
خاص راستہ	۴۶۵
تازہ مچھلی	۴۶۵
ستون، سونے چاندی کا	۴۶۶
تخت از خود حرکت میں	۴۶۶

مضمون	صفحہ
جبلِ منیٰ ہلنے لگا	۴۶۶
مہر ناپسند	۴۶۷
بیتُ السباع	۴۶۷
شیر سوار	۴۶۷
شیر کی پشت پر لکڑیاں	۴۶۸
نذر فقراء	۴۶۸
روحانی انگریز	۴۶۹
شراب خالص گھی میں تبدیل ہوگئی	۴۷۰
موت وقتِ تہنیت	۴۷۱
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مستقر	۴۷۱
حبِ دنیا	۴۷۲
دنیا کی حقیقت	۴۷۳
غیب سے روزی	۴۷۶
ایک صدقہ کی برکت	۴۷۷
ایک کے عوض دس	۴۷۹
صدقہ نے بیٹے کی حفاظت کی	۴۷۹
سعی اور محاسبہ کا بدلہ	۴۸۰
صدقۂ عاشورہ	۴۸۱
حبیب عجمی اور ان کی شان تصدق	۴۸۲
شانِ رزاقی	۴۸۳
بہشت کی ضمانت	۴۸۵
روٹی اور کباب	۴۸۶
توکل علی اللہ	۴۸۷
عباد الرحمٰن	۴۸۸
درس توکل	۴۸۸
تحریر توکل	۴۸۹
نماز دہرائی	۴۹۰
مقام سری رضی اللہ عنہ	۴۹۰
راضی برضا عابد	۴۹۳
پانچ نعمتیں	۴۹۴
اخلاص دعا	۴۹۴
عیب پوش خلق	۴۹۵
کمسن صوفیہ	۴۹۵
مجاہدہ خاتون	۴۹۶
اہل عشق و وفا	۴۹۷
سرشار محبت	۴۹۸
احساس بندگی	۴۹۹
حضرات ابو حازم رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن عبد الملک	۵۰۰
حضرت ابو حازم کی نماز	۵۰۱
حق آگاہ ضعیفہ	۵۰۱
شراب محبت اور نور معرفت	۵۰۳
لطافت قرآن	۵۰۴
حکمتِ الٰہیہ	۵۰۵
صاحبِ کشف نوجوان	۵۰۷

مضمون	صفحہ
رابطۂ روحانی	۵۰۸
روحانی دستک	۵۰۹
آخرت کی تیاری	۵۰۹
اولیاء اللہ کی شان	۵۱۰
اخفائے کرامت	۵۱۱
حضرت ابوعبداللہ صبیاد رضی اللہ عنہ	۵۱۱
ایک نظر میں دل زندہ	۵۱۵
خوفِ خدا کا نشتر	۵۱۶
پاکیزہ محبت	۵۱۷
نہر سے آواز آئی	۵۱۹
توبہ کی راہ	۵۲۰
کلامِ ربانی کی تاثیر	۵۲۱
صحرا کے نمازی	۵۲۳
اپاہج چور صحت یاب ہوگیا	۵۲۴
بے گناہ برخ	۵۲۵
سچی توبہ کی برکت	۵۲۶
تین دعا کرنے والے	۵۲۷
صالح حکمراں کی برکت	۵۲۸
شیخ عمری اور ہارون رشید	۵۲۹
دولت دنیا	۵۳۰
پرہیزگاری کا عملی درس	۵۳۱

مضمون	صفحہ
مناجات شبلی	۵۳۲
موت کی وادیاں	۵۳۳
فقیر صابر	۵۳۴
سارے پینگن سونے کے بن گئے	۵۳۵
سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور ترک دنیا	۵۳۶
چار کام	۵۳۷
حضرت فضیل بن عیاض کی خلوت	۵۳۷
جن کی نیت کا محافظ ہو خدا	۵۳۹
وبال نفس	۵۳۹
محبوبانِ حق اور مخالفت نفس	۵۴۰
خواب میں حلّۂ ریشمی دیئے گئے	۵۴۱
اپنا یہ کفن واپس لے	۵۴۲
شانِ ستّاری تری	۵۴۳
اسم اعظم	۵۴۴
خداشناس کنیز	۵۴۴
دنیا سے دور	۵۴۵
خسفِ قلوب	۵۴۶
روشن ضمیر	۵۴۷
امن کا گھر	۵۴۸
ایک نظر کا وبال	۵۴۹
رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا اور تجار	۵۵۰
وجہِ فوقیت	۵۵۱

مضمون	صفحہ
خدا دیکھ رہا ہے	۵۵۱
نیکی میں لگے رہو	۵۵۲
اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت	۵۵۳
کم گوئی	۵۵۵
آگ کا طوق	۵۵۶
ہرنی نے پرورش کی	۵۵۷
صدق التجار	۵۵۹
اہلبیت	۵۵۹
مریض عشق	۵۶۰
جس کا خدا ہو پاسباں	۵۶۱
غیبی نعمتیں	۵۶۳
دو سعید روحیں	۵۶۵
فقرا اور قوتِ تحمل	۵۶۹
فیض روحانی	۵۷۱
حیرت پر حیرت	۵۷۲
جسم لطیف والے	۵۷۳
مشرق کے اہل روحانیت	۵۷۳
حضرت خضر علیہ السلام کا سلام	۵۷۴
مردِ غیب	۵۷۴
ارادت اور دنیا طلبی	۵۷۵
اہلِ توکل	۵۷۷
بندۂ عباد الرحمٰن	۵۷۸

مضمون	صفحہ
حقیقی توکل	۵۷۹
خدا کے سپرد	۵۸۰
	۵۸۲
مسلمانوں کی خیر خواہی میں	۵۸۲
مددگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۵۸۳
عارف باللہ حضرت ابراہیم کرمانی رضی اللہ عنہ	۵۸۵
مومن کے سات قلعے	۵۹۱
سرکار کے زائر کا رضوان نگہباں	۵۹۶
سلاطینِ روحانی	۵۹۶
شفاعتِ اولیاء	۶۰۰
غیبی رزق	۶۰۱
غوث کی سواری	۶۰۱
فرشتوں سے ملاقات	۶۰۲
بیت المعمور کی زیارت کے دن	۶۰۲
سانپ کی طبابت	۶۰۳
صحبت ابدال	۶۰۴
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عیادت روحانی	۶۰۶
مشکی بزرگ	۶۰۷
برزخی منظر	۶۰۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
روحانی بوٹ	۶۱۰	معلم عرفاں	۶۳۲
قدرت کے نظارے	۶۱۰	معرفت کی باتیں	۶۳۳
بیت المقدس کی ولیہ	۶۱۲	مرشد کامل اور تعمیر انسانیت	۶۳۵
غیبی معاون	۶۱۳	کشفی قوت	۶۳۷
ولی کا ہمشکل فرشتہ	۶۱۴	علم لدنی سے جواب	۶۳۸
حضرت الیاس خضر علیہما السلام	۶۱۵	السّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن	۶۳۹
مسلم اور نصرانی متوکلین	۶۱۶	موت کے تحائف	۶۳۹
جس کی جوتی اتنی حسین ہے	۶۱۷	شارح رحماں	۶۴۰
شہید کی لاش کا جواب	۶۱۷	مجلس ذکر کی برکت	۶۴۰
اخروی کی نعمت دنیا میں	۶۱۸	پتھر کی بات چیت	۶۴۱
مشروب جنت	۶۱۹	غیبی سکہ	۶۴۱
کلمہ طیبہ لکھا پھل	۶۲۰	امتحان ارادت	۶۴۲
لوح محفوظ کا لکھا ہوا	۶۲۱	شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ	۶۴۶
قبول اسلام کا سبب	۶۲۲	حرام فرش	۶۴۸
مرغی بازار میں اونٹ کی فروخت	۶۲۴	ولی را ولی می شناسد	۶۴۹
سیر عارفاں	۶۲۶	ہریسہ اور گھی	۶۵۰
پتھر سے چشمہ جاری	۶۲۶	کھجور وہاں ہے	۶۵۱
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کرامت	۶۲۷	طیر و سیر	۶۵۲
حبشی عارف	۶۲۸	جب تک یہ سر سلامت ہے	۶۵۳
خلوت باخدا	۶۲۹	مجذوبہ	۶۵۳
سونے کی زمین سونے کا آسمان	۶۳۰	نقاب سمٹ گیا	۶۵۴
اللہ کا عاشق	۶۳۱	شیخ سفیان یمنی رضی اللہ عنہ	۶۵۵

مضمون	صفحہ
اپنی حفاظت اٹھالی	۶۵۷
انکار کا وبال	۶۵۸
سلطان گر	۶۵۸
عجائب	۶۵۹
چکی خود چلتی رہی	۶۶۰
مصر کی مصیبت ٹلی	۶۶۲
تصرف شیخ	۶۶۳
سادہ ورق	۶۶۶
خزینۂ سلیمان علیہ السلام کی سیر	۶۶۷
شیخ یعقوب مغربی	۶۶۹
نور کی رسی	۶۷۱
قلم پر قط	۶۷۲
فتح دمیاط	۶۷۲
شہید ناطق	۶۷۳
جانور مانوس	۶۷۴
رجعت اور کمال	۶۷۵
ظہور کرامات	۶۷۵
بے ادبی کی سزا	۶۷۶
بے توفیقی	۶۷۷
بحر و بر پر ولی کا تصرف	۶۷۸
اضطراب قلبی کا علاج	۶۸۰
ارادت میں پہلا قدم	۶۸۲

مضمون	صفحہ
شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ	۶۸۴
شیخ رفاعی رضی اللہ عنہ کا کشف	۶۸۷
عارفِ حق ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا	۶۸۸
لیلۃ القدر سے فرار	۶۹۰
اٹھائیسویں شب کی خفگی	۶۹۱
حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہ	۶۹۲
نورانی نوشتہ	۶۹۴
بہشت کا بیعنامہ	۶۹۶
اک نگاہِ اہل دل	۶۹۹
شک مکن در عز و شانِ اولیاء	۷۰۰
خدا کے لئے ریاضت	۷۰۳
حور سے منگنی کے عوض	۷۰۴
خدمتِ شاہی کے لائق	۷۰۷
چار قسم کے پینے والے	۷۰۸
اللہ کی پیاری	۷۱۰
کمسن ناصحہ	۷۱۲
شہزادی کا فقر	۷۱۴
حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات	۷۱۷
شیخ خراسانی اور دو راہب	۷۲۰
نماز کی اہمیت	۷۲۳

مضمون	صفحہ
خیر خواہی	۷۲۴
مقامات علیین	۷۲۴
واعظ مخلص کا اجر	۷۲۵
تین روز کا سجدہ	۷۲۶
فانی دنیا کے نظارے	۷۲۸
رہزنوں سے حفاظت	۷۳۰
چوہے کو سزا	۷۳۲
شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ اور دنیا	۷۳۳
مسلمانوں کی خیر خواہی	۷۳۶
سمندر سے میٹھا پانی	۷۳۸
چشم و نگاہ دل	۷۳۹
تعلیم فقر	۷۴۱
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است	۷۴۲
شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ	۷۴۴
مشتبہ سے اجتناب	۷۴۶
اولیاء اللہ ملت کے نگہبان	۷۴۷
سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ	۷۴۹
خدا والے نوازش کرتے ہیں احسان نہیں لیتے	۷۵۱
وفائے عہد کا امتحان	۷۵۲
تو صرف خدا کا ہوجا	۷۵۵
شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ اور صالح جوان	۷۵۶
جسم زمین پر اور روح عالم قدس میں	۷۵۸
اہل حضور	۷۵۹
دنیا فانی ہے	۷۶۰
سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اہل بقیع	۷۶۳
خاتمہ: اعتراضات و جوابات	۷۶۵
شیخ حمزہ کی حکایت پر اعتراض و جواب	۷۶۵
اہل توکل کی پہلی قسم	۷۶۷
اہل توکل کی دوسری قسم	۷۶۷
تیسری قسم	۷۶۹
حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے عمل پر اعتراض و جواب	۷۶۹
شیخ احمد بن ابوالحواری کے واقعہ پر اعتراض و جواب	۷۷۰
صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض،	۷۷۱
خبردار!	۷۷۲
حضرت قطب احمد بن عبداللہ بلخی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا انکار	۷۷۲
منکرین کی بات کا جواب	۷۷۲
اہل جذب و تجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ	۷۷۶

تقدیم و تعارف

بقلم حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور
رکن المجمع الاسلامی مبارکپور

ترجمہ "روض الریاحین" موسوم بہ "بزم اولیا" از: مولانا بدر القادری

اللّٰھم لک الحمد حمداً یوافی نعمک، ویکافی مزید کرمک، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبک الانور وعلی آلہ وصحبہ السرج الغرر:

المجمع الاسلامی کے لئے یہ امر باعث فخر و سعادت ہے کہ مولانا بدر القادری رکن المجمع الاسلامی کے قلم سے علامہ جلیل عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی (۶۷۸ھ/۷۶۸ھ) کی معتبر و مستند اور مشہور آفاق کتاب "روض الریاحین فی حکایات الصالحین" کا دلکش ترجمہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یقیناً صالحین کے واقعات و حالات میں اہل نظر کے لئے بڑی ہی عبرت و بصیرت کا سامان ہوتا ہے۔ ان سے دلوں کو روشنی، روحوں کو تازگی اور فکر و نظر کو بالیدگی ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں اور اسرار و حکم اور شرائع و قوانین کی عقدہ کشائی کی ہے، وہیں انبیائے سابقین اور اقوام ماضیہ کے حالات و واقعات بھی بڑی اثر انگیزی اور فیاضی سے بیان کیے ہیں۔ اور ہمارے لیے انہیں سامان عبرت و بصیرت قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

(۱) لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (ت ۱۱۱ یوسف پ۱۳)

بیشک ان کے واقعات میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے —

(۲) آیات ربانیہ کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے،

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
(ت ۱۷۶، اعراف، پ ۹)

وہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو واقعات سُنا دو، تاکہ یہ غور کریں ۔

(۳) فرعون کی سرکشی اور دعوائے الوہیت بتانے کے بعد فرمان ہے :

فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الاٰخِرَۃِ وَالاُوْلٰی ہ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی (نازعات پ۳۰)

تو خدا نے اسے دنیا و آخرت کی عبرت ناک سزا میں گرفتار کیا۔ یقیناً اس سے خوف والوں کی آنکھیں کھلتی ہیں ۔

(۴) انبیائے کرام کے واقعات کو ثباتِ قلب کا ذریعہ بتایا گیا۔ اور ان کی خبروں پر مشتمل آیاتِ قرآنیہ کو نصیحت اور موعظت بتایا گیا ۔

کُلًّا نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ ، وَجَاءَکَ فِی ھٰذِہِ الحق وموعظۃ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ہ (۱۲۰ ہود، پ۱۲)

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو ثبات بخشیں اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا اور اہل ایمان کے لئے پند و نصیحت ،

(۵) ربّ کریم نے اپنے خاص بندوں پر انعامات فرمائے ہیں ۔ انہیں ابتلار و آزمائش سے بھی گزارا ہے ۔ اور پھر اس کے ثمرات و فوائد بھی دنیا و آخرت میں رکھے ہیں ۔ اسی طرح سرکش اور نافرمان قوموں کو تباہی و بربادی سے بھی دوچار کیا ہے ۔ اور ان کی حالت زار کو بھی سامانِ عبرت و نصیحت قرار دیا ہے ۔ ایسی قوموں کی ہلاکت کے تذکرے کے بعد فرمان ہے

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (۳۶ ق، پ۲۶)

یقیناً اس میں اس کے لئے نصیحت ہے جو دل رکھتا ہو یا متوجہ ہو کر کان لگائے ۔

(۶) درج ذیل آیات کریمہ ملاحظہ ہوں، جن میں دعوت عبرت کے ساتھ اس مسلک اولیا کی پوری ہدایت بھی موجود ہے جس کے دل کش مناظر اس کتاب کے ورق، ورق پر جلوہ گر نظر آئیں گے ۔

قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا ، فئۃ تقاتل فی سبیل اللّٰہ واخریٰ کافرۃ یرونھم مثلیھم رای العین ط واللّٰہ یؤید بنصرہ من یشاء ط اِنَّ فی

ذٰلك لعبرةً لاُولی الابصار ہ زین للنّاس حبّ الشهوات من النّسآء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسوّمة والانعام والحرث ط ذٰلك متاع الحیٰوة الدنیا ج والله عنده حسن المآب ہ قل اؤنبئکم بخیر من ذٰلکم للذین اتقوا عند ربهم جنّٰت تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها وازواج مطهرة ورضوان من الله ط والله بصیرٌ بالعباد ہ الذین یقولون ربنا اننا اٰمنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار ہ الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار ہ

(۱۳، ۱۷، آل عمران، پ ۳)

ان دو گروہوں میں جو برسرپیکار ہوتے تمہارے لئے نشانی تھی، ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے، اور دوسرا کافر کہ انہیں بچشم سر اپنے سے دونا دیکھ رہا ہے۔ اور اللہ اپنی مدد سے جسے چاہتا ہے قوت دیتا ہے۔ یقیناً اس میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے۔ لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت آراستہ کی گئی۔ عورتیں اور بیٹے، اور نیچے اوپر لگے ہوئے سونے چاندی کے ڈھیر، اور نشان زدہ گھوڑے، اور چوپائے، اور کھیتی، یہ دنیاوی زندگی کا سرمایہ ہے۔ اور اللہ ہے جس کے پاس عمدہ ٹھکانا ہے۔ تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتا دوں؟ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنّتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور پاک بیویاں، اور اللہ کی خوشنودی، اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ صبر والے، اور سچے اور ادب والے، اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے، اور پچھلے پہر میں معافی مانگنے والے۔

آیاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ذکر شدہ گزشتہ امتوں کے واقعات ہمارے لئے درسِ عبرت اور باعثِ نصیحت ہیں۔ اور یہ قرآن کا عظیم مقصد ہے، ان واقعات کو ذکر فرمانے کا ——— بلاشبہ امتِ محمدیہ (علٰی صاحبہا افضال الصلوٰة والتحیة) وہ بہترین امت ہے جو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ظاہر ہوئی۔ ممکن نہیں کہ اس کا دامن عبرت

دموعظت کے ان آبدار موتیوں سے خالی ہو، اس میں جہاں ظاہری علوم وفنون کے تاجدار صنعت وحرفت کے ماہرین اور سیاست وجہاں بانی کے شناور پیدا ہوئے وہیں علم باطن کے رمز شناس، قلب وروح کے معالج، حکمت ومعرفت کے امام، ربانی اسرار وحقائق کے امین، اور مخلوق کا رشتہ خالق سے مربوط ومضبوط کرنے والے عارفین واصلین بھی پیدا ہوئے۔

ان کی حیات، عالم لمحہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا ہے۔ ان کی حکمرانی بحر وبر پر نظر آتی ہے۔ وہ بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی منٹوں میں کسی کو تاج شاہی سے سرفراز کرتے ہیں۔ کسی کو تختہ دار پر پہونچاتے ہیں۔ اقلیم دل کی فرماں روائی ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے جبّار ومغرور بھی ان کے آستانے پر لرزتے کانپتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور ناچار یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اصل حکومت آپ کی ہے۔

ان کی زندگی کا عجیب پہلو یہ ہے کہ آخرت کی رعنائیاں، جنت کی بہاریں، عقبیٰ کی مسرتیں، اور حسن حقیقی کے دیدار کی لذتیں ان کے قلب ونگاہ میں نہ صرف تصوّر وتخیل بلکہ مشاہدہ اور چشم دید مناظر وواقعات کے ناقابل شکست یقین محکم کی حد تک بسی ہوتی ہیں ظاہری نگاہوں کو ظلمتِ شب کا پردہ چاک ہونے کے بعد خورشید عالم تاب کے ضیا بار ہونے کا جو یقین ہو سکتا ہے، اسی قدر یا اس سے زیادہ ان محرمانِ راز، اور عارفانِ ذات کو اِس دلفریب دنیا کے زوال اور اُس عالم جاوداں کے قرار وثبات کا یقین ہوتا ہے۔ اور اُس جہانِ باقی کی آبادکاری کے لئے وہ اسی طرح منہمک نظر آتے ہیں، جیسے ظاہر شناس انسان اِس دنیائے فانی کی آبادکاری کے لئے ہر لمحہ بے قرار نظر آتا ہے، اور اس یقین سے ہر آن بے تاب نظر آتا ہے کہ اگر میں نے ذرا بھی غفلت کی تو اپنے ہمسروں سے بہت پیچھے ہو جاؤں گا، تھوڑی سی چوک ہوئی تو میرا متوقع نفع خسارے میں تبدیل ہو جائے گا، ذرا لاپروائی ہوئی تو آسائشِ حیات مکدر ہو جائے گی، فکر ونظر نے خطا کی تو حکومت وقیادت کی باگ ڈور ہاتھ سے چھن جائے گی، سعیِ پیہم اور جہد شب وروز میں معمولی کوتاہی نے راہ پائی تو ہمیشہ کی پستی اور اپنے ہم چشموں کے سامنے ذلت وخواری کا مزہ چکھنا پڑیگا،

علم وفن کے اشہب برق رفتار کی لگام ذرا ڈھیلی ہوئی تو برقی توانائیوں کی چکا چوند مدھم پڑ جائے گی اور بزم زمین کی آرائشوں میں بڑا فتور آجائے گا ــــــــ یہ دنیائے ظاہر کے وہ یقینیات ہیں جن کے بل پر اس کی ساری چہل پہل کا وجود ہے۔ اور ان ہی سے اس کی ساری بہاریں قائم ہیں ــــــــ ان یقینیات سے سارے عقلائے روزگار بجد سرشار ہے اور وہ ان سے انحراف کو جنون و بے عقلی، کوتاہ بینی و ناعاقبت اندیشی کے سوا دوسرا کوئی نام دینے کو تیار ہی نہ ہوں گے۔

یہ وہ طرز فکر ہے جس سے آخرت کو ماننے والے اکثر افرادِ عالم بھی بچ نہیں سکتے۔ فرق یہ ہے کہ ان میں جن کو نورِ آخرت اور دانشِ یزدانی کا حصہ حاصل ہے وہ اپنی دنیاوی تگ و دَو میں فکر آخرت کو بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ان میں جنہیں کچھ اور زیادہ حصہ ملا ہے وہ ان ساری کوششوں کو اس دین کی سربلندی کے ارادے سے وقف کرتے ہیں جسے پوری زمین میں عام کرنے اور اس کا کلمہ بلند رکھنے کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے ــــــــ مسبّب الاسباب کو کارساز جانتے، اور اس کی رضا کو اصل مقصود بناتے ہوئے اسباب کا سہارا لینا اور وسائل و ذرائع کو عمل میں لانا یہی وہ درمیانی راہ ہے جس پر اکثر اہل دین کاربند ہوئے ــــــــ اور عام حالات میں اکثر انبیائے کرام نے بھی ــــــــ محض عامۃ امت کی آسانی، اور اس کے لئے اتباع و اقتدا کی سہولت کی خاطر، اسی راہ کو اپنایا ــــــــ اگرچہ وہ سبھی حضرات کلیۃً ترک دنیا اور تجرد کی راہ اپنانے پر بلاشبہہ قادر تھے۔ اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اسے عملاً اپنا کر بھی دکھا دیا

مگر انبیائے کرام اور سیدالانبیاء علیہ وعلیہم السلام سے ہر لمحہ اکتسابِ قوت و فیض کرنے والے متبعین میں ہی ایسے بلند حوصلہ اور عالی نظر افراد بھی پیدا ہوئے جنہوں نے صرف مسبب الاسباب سے کام رکھا۔ اور صرف اس کی ذات کو اپنا مقصود بنایا۔ ان کے سامنے صرف آخرت ہی آخرت ہے۔ انہیں یقین ہے کہ دنیاوی علائق و روابط اور لذت و آسائش میں منہمک ہونے تو ہماری ابدی زندگی ویران ہو جائے گی۔ وہ زندگی جس کا ایک دن یہاں کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ سو سالہ زندگی کی رعنائیوں، لذتوں اور آسائشوں میں پھنس کر اس حیاتِ دائمی

کو بے رونق و بے کیف بنانا یقیناً بے عقلی اور جنون ہے۔ فکرِ آخرت نے انہیں ایسا بے تاب وسیماب صفت بنا رکھا ہے کہ انہیں نہ یہاں کے فانی ایوان وقصور بھاتے ہیں، نہ سیم وزر کی کھنک انہیں فریفتہ کرتی ہے، اور نہ عیش وتنعّم کے یہ ہزار ہا ہزار میل میں پھیلے ہوئے مظاہر انہیں اپنی جانب مائل کرتے ہیں، دراصل وہ ان ایوانوں سے زیادہ پُرشکوہ اور پُرکیف ایوان وقصور دیکھ چکے ہیں، جن پر کبھی گردشِ ایام اثر انداز نہیں ہو سکتی، جن کے مکینوں میں کسی سرائے کے مکینوں کی طرح آئے دن تبدیلی نہیں ہوتی، جن کی آسائشوں میں کسی رنج وغم اور خوف وخطر کی آمیزش نہیں ہوتی، بلکہ ان میں عارفانِ حق، اور عاشقانِ ذات کی ہمتیں تو شوقِ بہشت اور خوفِ نار سے بھی بالاتر ہیں۔ ان کے لئے جمالِ حقیقی اور حُسنِ ازلی کے دیدار کے سوا کوئی لامحدود اور لافانی کیف وسرور بھی سکون بخش نہیں، وہ اسے چھوڑ کر جنت لینے کو بھی تیار نہیں، اس فانی دنیائے دُوں میں الجھا کیا جائیں۔

بلاشبہ ان کے حالات وواقعات میں ہمارے لئے درسِ عبرت ہے۔ ان کے اسرار وافکار میں ہمارے لئے سامان بصیرت ہے۔ ان کے حقائق ومعارف میں ہمارے لئے گنجینۂ حکمت ہے۔ اگر ہم ان کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتے تو اپنی نیتوں اور اپنے معاملات کی دنیا تو سنوار سکتے ہیں۔ مولائے حقیقی کی ناراضی مول لے کر اپنے نفس کی خوشنودی کے سَودوں سے تو باز رہ سکتے ہیں، آخرت کا خسارہ سہہ کر دنیا کا نفع کمانا تو چھوڑ سکتے ہیں، حلال وحرام کی تمیز، آخرت کے سُود وزیاں اور ربّ قدیر کے غضب ورضا سے بے نیاز ہو کر محض دنیائے دَنی کی خوش نما لذت وآسائش، سرمایۂ فانی کے نفع وضرر، اور خواہشِ نفس کی رضامندی وناراضی میں سرگردانی کا وطیرہ تو ترک کر سکتے ہیں، اور کم از کم اُس درمیانی راہ پر تو چل سکتے ہیں جس میں فکرِ دنیا کے ساتھ آخرت سے بے فکری نہ ہو، آبادیٔ دنیا کی دھن میں عقبیٰ کی ویرانی نہ ہو، لذتِ نفس کی فراہمی میں احکامِ مولا سے روگردانی نہ ہو، مومن اگر صرف آخرت کا نہیں بنتا تو صرف دنیا کا بن کر بھی نہیں رہ سکتا ——— ہاں! کافر کے لئے یہ راہ بہت کشادہ ہے، اس کی جنت یہی ہے، اس کا سب کچھ یہی ہے، مومن اگر ان عُــرفا کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتا تو ان سُفَہا کے قدم بہ قدم چلنے کی بھی فکر نہ کرے، اور کم از کم وہ راہ اپنائے جو

دونوں کے درمیان ہو، یہ راہ اگرچہ ان خاصانِ خدا کے جادۂ بلند سے کمتر ہو مگر ان نادانوں کی ڈگر سے برتر وبہتر ضرور ہوگی۔

کتاب: رَوْضُ الرَّیَاحِیْنِ فِی حِکَایَاتِ الصَّالِحِیْن (واقعاتِ صالحین میں گلوں کے چمنستان) کا لقب "نزھۃ العیون النواظر وتحفۃ القلوب الحواضر فی حکایات الصالحین والاولیاء والاکابر" ہے۔ یعنی صالحین، اولیا، اور اکابر کے واقعات میں بینا آنکھوں کا سامان فرحت اور حضوری والے دلوں کا تحفہ"

اِس کتاب کے شروع میں قرآن وحدیث اور آثارِ سلف سے فقر وفقرا اور اولیا کے فضائل اور کراماتِ اولیا کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے، جس سے مصنف کے رسوخِ علم کا اندازہ ہوتا ہے ——— پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جو عام صالحین، درمیانی درجے کے اولیا، اور بلند مرتبہ اکابر عرفا سبھی کے منتخب واقعات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس میدان کی معتبر کتابوں اور مستند رجال کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تعبیرات اور بیانِ حالات میں ان کے قلم پر شروع سے آخر تک علم وعرفان کی گرفت مضبوط نظر آتی ہے۔ ان کا شعری ذوق بھی بڑا بلند ہے۔ کثرت سے اشعار بھی درجِ کتاب فرمائے ہیں۔ اور خود ان کے اشعار کی بھی وافر مقدار شاملِ کتاب ہے۔

اِن واقعات میں جو کیف ولذت مستور ہے ان کا لطف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب حضورِ قلب اور اکتسابِ فیض کے ارادے سے ان کا مطالعہ کیا جائے، یقیناً ان میں روح کی بالیدگی، یقین کی پختگی اور ایمان کی ترقی ومضبوطی کا کافی سامان موجود ہے۔ مصنف نے نمبروار پانچ سو حکایات تحریر فرمائی ہیں۔ اور بعض نمبروں کے تحت کسی خاص مناسبت کی وجہ سے ضمناً متعدد واقعات ثبت فرمائے ہیں۔

آخر میں حضرت مصنف نے بعض واقعات پر بعض علمائے ظاہر کے اعتراضات کا شافی جواب رقم فرمایا ہے ——— پھر ذات وصفات سے متعلق عقائدِ اولیا، امام ابو القاسم قشیری کے رسالے سے مختصراً نقل کئے ہیں۔ اور یہ دکھایا ہے کہ اولیائے کرام اس باب میں بھی جادۂ تحقیق پر گام زن ہیں، اور ہر بدعت وضلالت سے دور ونفور ہیں۔

اس کے بعد چار قصیدے درج فرمائے ہیں۔

پہلا قصیدہ: مدح اولیا میں، دوسرا قصیدہ: باعمل اور متّبع سنت علما کی مدح میں، تیسرا قصیدہ: اقدامِ اولیا کے ذکر میں، چوتھا قصیدہ: عام مؤمنین کے لحاظ سے جنت کی تشویق اور دوزخ سے تخویف میں،

اس کی تذییل میں آیاتِ کریمہ اور احادیث مبارکہ بھی ذکر فرمائی ہیں تاکہ مزید شوق وطلب اور کمالِ یقین کا ذریعہ ہو سکیں۔

آخر میں پانچواں قصیدہ: سیّد الابرار، رسول مختار، حبیب کردگار، علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدح میں،

کتاب میں جو واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔ ان میں سوانح نگاری کا طرز نہیں کہ کسی ایک بزرگ کا نام لکھ کر ان کے حالات و واقعات، پھر دوسرے کے حالات و واقعات یکجا کر دیئے گئے ہوں۔ نہ ہی یہ طریقہ ہے کہ ایک دور کے اولیا اور ہم عصر بزرگوں کے حالات الگ الگ بیان کرنے کا التزام ہو۔ نہ ہی یہ کہ ایک شہر یا ملک کے صالحین کے احوال جمع کئے گئے ہوں۔ بلکہ اندازِ نگارش میں عام موعظت اور عبرت انگیزی کا عنصر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے مختلف ادوار و بلاد کے اولیاء کے چیدہ چیدہ واقعات کچھ تسلسل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں تاہم ان میں بھی کچھ ترتیب کارفرما ہے ـــــ مثلاً یہ کہ:

(۱) بہت سی صالح خواتین اور مجاہدہ کیش عارفات کے احوال ایک جگہ زیادہ مقدار میں جمع ہیں (۲) بہت سے غلام عرفا کے واقعات ایک جگہ (۳) باندیوں کے حالات ایک جگہ (۴) ایسے ہی کمسن اور خرد سال عارفوں کی حکایات (۵) مجاہدہ کیش اور شوق و عرفان سے لبریز جوانوں کے مناظر (۶) مشتاقانِ حور و قصور اور طالبانِ جنت کی حکایات (۷) عالمِ برزخ، اور منزلِ قبر کی حکایات (۸) بے ثباتیٔ دنیا، عشرتِ ناپائدار اور عیش کیش دولت مندوں، بادشاہوں کے لق و دق محلوں کی ویرانی کے مناظر (۹) مجذوبوں کے حالات (۱۰) طالبانِ ذات، عاشقانِ جمالِ لایزال اور اکابر اہلِ عرفان کے اخبار و افکار،

مصنّف کا مقصد یہ نہیں کہ کسی ایک دور یا چند ادوار، کسی شہر یا بلاد، کسی طبقہ یا طبقات کی زمانی

تاریخ مرتب کی جائے۔ اور فنِّ تاریخ کا کوئی علمی شاہکار تصنیف کیا جائے، بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو وہ خلوتیں اور جلوتیں دکھائی جائیں جو فکرِ آخرت اور ذکرِ حبیب کی لذتوں سے سرشار ہیں، ان فرزانوں کی داستان سنائی جائے۔ جن کے سامنے دنیا ایک بے ثبات اور ناپائدار سائے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ جن کی نگاہوں میں منزل جاوداں کے پُرکیف مناظر اسی طرح بسے ہوئے ہیں جیسے اہل دنیا کی نگاہوں میں یہ فنا پذیر مناظر، بے ثبات رعنائیاں اور دل فریب عشرتیں چھائی ہوئی ہیں کہ نکالے نہیں نکلتیں ساتھ ہی ان مغرور اور فریب خوردہ نادانوں اور مجنونوں کا انجام بھی دکھایا جائے جنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ دنیا ہی دارالبقا ہے۔ اور چند روزہ زندگی کے لئے سج دھج ایسی اپنائی کہ گویا ہزار ہا ہزار سال رہنے کا سودا سر میں سمایا ہوا ہے، محلوں پر محل تیار ہو رہے ہیں۔ سیم وزر کا ڈھیر لگ رہا ہے۔ خدم وحشم کا جم غفیر ہے۔ عیش وتنعم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے سرور انگیز نغموں کی موجیں رواں ہیں۔ خُم پر خُم اور پیمانوں پر پیمانے چھلک رہے ہیں۔ مگر چند دنوں میں ایسا سناٹا کہ "ہُو" کا عالم ہے۔ ویرانی ہی ویرانی، تاریکی ہی تاریکی،

حضرت مصنف قدس سرہ العزیز نے ان سچے واقعات سے غفلت شعار دلوں کی بیداری، مشتاق طبیعتوں کی شوق افزائی اور "عاقبت اندیش" قلوب کے حوصلے بلند سے بلند تر کرنے کو اپنا مطمح نظر بنایا ہے۔ جس میں ان کا جذب دروں، اخلاص فزدں، اور جوہرِ علم قلم بھی پوری طرح کارفرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل دل اس کتاب کو صدیوں سے چراغِ راہ اور حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں —— ہم بھی اس کتاب کے ذریعہ اولیا کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھ سکتے ہیں۔ اور ان مجلسوں اور ان خلوتوں کا کچھ نظارہ کر سکتے ہیں۔ جن کو دیکھنے کو اب نگاہیں ترستی ہیں۔ روحیں تڑپتی ہیں۔ اور دل بے قرار ہیں۔

ترجمۂ کتاب: ایسی عبرت انگیز کتاب کے ترجمے کے لئے ایک ایسے صاحب قلم کی ضرورت تھی جو خود دل درد مند رکھتا ہو۔ زبان وبیان کی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے آشنا ہو، اور قرطاس وقلم کا طویل تجربہ بھی رکھتا ہو —— اس لحاظ سے برادرِ گرامی مولانا بدر القادری کی ذات اس کام کے لئے بہت موزوں ثابت

ہوئی ــــــ میں نے ان کا ترجمہ اصل کتاب کے ساتھ مکمل پڑھا ــــــ میں نے دیکھا کہ مترجم پر بھی وہی کیفیت طاری ہے جو ان واقعات کی روح میں جاری وساری نظر آتی ہے۔ طرزِ ادا کی شگفتگی بھی ہے، زبان کی سلاست وروانی بھی اور بیان کی دلکشی واثر انگیزی بھی، اِن سب پر مُستزاد یہ کہ شاعرانہ طبیعت بھی پائی ہے۔ اور جا بجا اپنے اشعار سے بھی اُس کیف کو تقسیم کیا ہے، جو واقعات کی زمین میں کارفرما ہے۔ کتاب میں حضرت مصنف قدس سرہٗ کا بھی یہ طرز ہے کہ بہت سے واقعات یا ان میں ذکر شدہ اشعار کی مناسبت سے اپنے اشعار بھی درج فرمائے ہیں۔ جس سے نثر ونظم دونوں میں مصنف کا کمال عیاں ہے۔

اردو زبان کے تعلق سے برادر مترجم زید فضلہٗ کے بارے میں قارئین کو علم ہوگا کہ نثر ونظم دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اور غالباً نظم میں پہلے اور نثر میں اس کے بعد، کیونکہ اوائل عمر ہی سے ان کے اشعار مشاعروں اور محفلوں کی زینت بننا شروع ہوگئے۔ جب کہ نثر کو یہ مقام بہت بعد میں ملا۔ اس خصوص پر نظر کی جائے تو ہمیں ترجمۂ "روض الریاحین" کے لئے مولانا موصوف سے موزوں شخصیت ملنا بہت دشوار تھا۔

ترجمہ کا انداز کیا ہے اس سلسلے میں قدرے تفصیلی تعارف کرا دینا چاہتا ہوں، تاکہ قارئین پر حقیقت واضح رہے۔ اور وقت ضرورت طالبانِ تحقیق اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکیں۔

ترجمہ کا مقصد یہ رکھا گیا ہے کہ قارئین تک وہ کیفیت منتقل کی جائے، جو ان واقعات میں جلوہ فگن ہے۔ اس لئے بعض واقعات میں چند تمہیدی جملے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ترتیب بھی بدل دی گئی ہے۔ اور بعض واقعات حذف بھی کر دیئے گئے ہیں ــــــ حذف ہونے والے واقعات ایسے ہیں جن میں نتائج بہت مبہم نظر آتے ہیں۔ یا اس موضوع کے سابقہ شاندار واقعات جو گزر چکے ہیں اُن کے مقابلہ میں "یہ زیادہ عبرت آموز نہیں رہ جاتے یا شعری مکالموں کی ایسی کثرت ہے جس کے لئے ان اشعار کو ہی سننا اور سمجھنا وہ کیفیت پیدا کر سکتا ہے جو ان واقعات سے مصنف کو مقصود ہے۔ اور اردو داں قارئین کو ان سے کماحقہ لطف اندوز ہونا بہت مشکل ہے۔ ان سب کے باوجود ایسی ترجمانی نہیں کی گئی ہے

جس سے واقعات کی صورت مسخ ہو جائے۔ اور مصنف یا عبارت کا مقصود و مفہوم ہی بدل جائے۔ مزید توضیح کے لئے چند مختصر واقعات کی اصل عبارتیں، پھر ان کے لفظی ترجمے، پھر شاملِ کتاب ترجمے پیش خدمت ہیں۔

① عبارت کتاب:

الحکایة التاسعة عشرة عن عبد الله بن مهران رحمه الله تعالیٰ ـــــ قال حج هارون الرشید فوافی الکوفة، فاقام بها ایامًا، ثم ضرب بالرحیل، فخرج الناس، وخرج بهلول المجنون رضی الله تعالیٰ عنه فیمن خرج، فجلس بالکناسة، والصبیان یوذونه، ویولعون به، اذا قبلت هوادج هارون، فکف الصبیان عن الولوع به، فلما جاء هارون نادی البهلول باعلیٰ صوته، یا امیر المؤمنین! یا امیر المؤمنین! فکشف هارون السجاف بیده، وقال لبیك یا بهلول، لبیك یا بهلول، فقال: یا امیر المؤمنین! حدثنا ایمن بن نائل عن قدامة بن عبد الله العامری، قال رأیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بمنیٰ علیٰ جمل وتحته رحل رث فلم یکن ضرب ولا طرد، ولا الیك الیك، وتواضعك فی سفرك هذا یا امیر المؤمنین! خیر لك من تکبرك وتجبرك، فبکیٰ هارون حتی سقطت الدموع علی الارض، ثم قال یا بهلول زدنا یرحمك الله تعالیٰ، فقال:

هب انك قد ملکت الارض طرًا ودان لك العباد فکان ماذا

الیس غدًا مصیرك جوف قبرٍ ویحثو التراب هذا ثم هذا

فبکی هارون، ثم قال احسنت یا بهلول، هل غیره قال، نعم یا امیر المؤمنین رجل آتاه الله مالاً وجمالاً فانفق من ماله وعف فی جماله، کتب فی خالص دیوان الله تعالیٰ من الابرار، فقال احسنت یا بهلول مع الجائزة فقال اردد الجائزة علیٰ من اخذتها منه، فلا حاجة لی فیها، قال یا بهلول ان یکن علیك دین قضیناه فقال یا امیر المؤمنین لا یقضی دین بدین، اردد الحق الیٰ اهله، واقض دین نفسك من نفسك، فقال یا بهلول فنجری علیك ما یکفیك، فرفع

بھلول راسہ الی السّماء ، ثم قال یا امیر المؤمنین انا وانت من عباد اللہ ،
فمحال ان یذکرک وینسانی ، فاسبل ھارون السجاف ومضیٰ :

لفظی ترجمہ :
انیسویں حکایت ، حضرت عبداللہ بن مہران رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے ۔ فرماتے ہیں ہارون رشید حج کو نکلے تو کوفہ پہنچ کر وہاں چند دن قیام کیا ۔ پھر کوس رحلت بجا تو (جلوس شاہی کے نظارے کے لئے) لوگ باہر نکل پڑے ۔ نکلنے والوں میں بہلول مجنون رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تھے ۔ یہ کوڑا کرکٹ کی جگہ آبیٹھے ۔ بچے ان کو ستاتے اور ان سے پٹتے رہتے ۔ اتنے میں ہارون رشید کے محمل اور اس کی سواریاں آپہونچیں ۔ تو بچوں نے بہلول سے لگنا چھوڑ دیا ۔
جب ہارون رشید آ گئے تو بہلول نے زور سے چلا کر پکارا ، " امیر المومنین ! امیر المومنین ! " ہارون نے محمل کا پردہ ہٹایا اور کہا لبیک بہلول لبیک بہلول ، بہلول نے کہا اے امیر المومنین ہم سے ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منیٰ میں ایک اونٹ پر اس حالت میں دیکھا کہ ان کے نیچے ایک بوسیدہ سا کجاوہ تھا ۔ تو نہ مار پیٹ تھی نہ ہٹو بچو ——— امیر المومنین اس سفر میں آپ کی خاکساری کبر و نخوت اور شان و شکوہ سے بہتر ہے ۔ یہ سنکر ہارون رشید ایسا روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے ۔ پھر کہا بہلول مزید فرمائیے ، خدا آپ پر رحمت فرمائے ، بہلول نے کہا :

فرض کر لیجئے کہ آپ ساری روئے زمین کے مالک ہو گئے ——— اور تمام بندے آپ کے تابع فرمان ہو گئے تو کیا ہوا ، کیا کل آپ کا ٹھکانا قبر کا شکم نہ ہوگا ۔ جب کہ آپ کے اوپر یہ ، پھر یہ ، مٹی ڈالتا ہوگا ؟

اس پر ہارون رشید روئے پھر کہا بہت خوب کہا بہلول ! کچھ اور بھی ہے ؟ فرمایا ہاں اے امیر المومنین ایک شخص کو اللہ نے دولت اور حسن سے نوازا تو اس نے دولت راہ مولا میں خرچ کی اور حسن کے معاملہ میں پارسائی اختیار کی تو اللہ تعالےٰ کے خاص دفتر میں ایسا شخص ابرار کی فہرست میں درج کر لیا جاتا ہے ۔ ہارون نے کہا بہت خوب ، اس کے ساتھ انعام بھی لو ، بہلول نے کہا ——— انعام تو اسی کو واپس کر دیجئے جس سے لیا ہے مجھے

اس کی ضرورت نہیں، کہا، بہلول اگر آپ پر قرض ہو تو ہم ادا کر دیں۔ جواب دیا امیرالمومنین دَین سے دَین ادا نہیں کیا جاتا۔ حق، حق دار کو واپس کیجئے۔ اور خود اپنی ذات کا دَین اپنے سے ادا کرایئے ——— کہا اے بہلول: آپ کے لئے ہم اتنا وظیفہ جاری کر دیتے ہیں جو آپ کے لئے کافی ہو، اس پر بہلول نے آسمان کی طرف سر اٹھایا، پھر یوں کہا، امیرالمومنین میں اور آپ دونوں ہی خدا کے بندے ہیں۔ اور یہ محال ہے کہ آپ کو وہ یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ اس پر ہارون نے محمل کا پردہ گرایا اور آگے بڑھ گئے۔

شامل کتاب ترجمہ:

بہلول دانا اور ہارون رشید

خلیفہ ہارون رشید ایک بار حج کرنے گئے، ان کے ہمراہ بغداد کے حاجیوں کا ایک بڑا قافلہ تھا۔ واپسی کے وقت کوفہ میں ہارون رشید کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں حضرت بہلول دانا (مجذوب) کو بچے پریشان کر رہے تھے خلیفہ کی سواری نزدیک پہونچی تو لڑکے دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور گلیوں میں چھپ گئے۔ ہارون رشید ایک شاندار اونٹنی پر ہودج میں سوار تھے۔ شاہی گردو غبار دگرد تھا۔ اور ہودج پر پردہ پڑا ہوا تھا ——— حضرت بہلول نے دیکھا تو باآواز بلند پکارا یاامیرالمومنین! یاامیرالمومنین! ہارون رشید نے ہودج کا پردہ ہٹایا۔ اور کہا لبیک یا بہلول! حضرت بہلول! اے امیرالمومنین! ہم سے ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کیا قدامہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا جس پر بوسیدہ کجاوہ تھا۔ اور حضور کی سواری کے باعث نہ لوگوں میں بچو، نہ مار، دھاڑ، لہٰذا اے امیرالمومنین! آپ کے لئے تواضع اور انکساری، تکبر اور برتری جتانے سے بہتر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سُنکر رونے لگا، اس کے اشکوں کے قطرات زمین پر گرے، اور عرض کیا۔ اے بہلول! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے دو شعر سُنائے جن کا مفہوم یہ ہے ؎

نعمتِ دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا ✲ عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا ؎

لے کے میّت جو چلا گورِ گریباں تو آج ✖ بس اسی طرح تجھے کل کوئی پہونچائے گا

یہ سُنکر خلیفہ اور رونے لگا ـــــــ اور مزید کہنے کی درخواست کی۔

حضرت بہلول! امیرالمومنین! جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور حسن و جمال سے نوازے، اور وہ اپنی دولت راہِ مولا میں خرچ کرے، اور حسن و جمال کو حرام سے بچائے۔ دفترِ مولا میں اس کا نام ابرار کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

خلیفہ: آپ نے نہایت قیمتی بات فرمائی اور انعام کے لائق کلام کیا۔

حضرت بہلول: انعامی مال اسی کو واپس کر دیں، جس سے لیا ہے۔ مجھے ضرورت نہیں

خلیفہ: اگر آپ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو میں ادا کر دوں۔

حضرت بہلول: دَین سے دَین کی ادائیگی کیا ہوگی؟ آپ حق داروں کا حق انہیں دیں اور اپنے نفس کا حق ادا کریں۔

خلیفہ: اگر قبول کیجئے تو کچھ وظیفہ مقرر کر دوں۔

حضرت بہلول: (آسمان کی طرف سر اٹھاتے ہوئے) امیرالمومنین! ہم اور آپ دونوں اللہ ہی کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یاد رکھے اور مجھے فراموش کر جائے۔

ہارون رشید نے یہ سُنکر محمل کا پردہ گرا دیا۔ اور سواری آگے روانہ ہوئی۔

(اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

② عبارت کتاب:

الحکایۃ الثالثۃ عنہ ایضًا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــ قال بینما اسیر فی بعض جبال بیت المقدس اذ سمعت صوتًا وھو یقول، ذھبت الآلام عن ابدان الخدام، ولھت بالطاعۃ عن الشراب والطعام، والفت ابدانھم طول القیام، بین ایدی الملک العلام، قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتبعت الصوت، فاذا بشاب امرد قد علا وجھہ اصفرار یمیل مثل الغصن اذا امالتہ الریح، علیہ شملۃ قد اتزر بھا، واخریٰ قد اتشح بھا، فلمّا رآنی تواری عنی بالشجر، فقلت لہ ایھا الغلام لیس الجفاء من اخلاق المؤمنین،

فكلمني واوصني، فخر ساجدالله تعالى، وجعل يقول: هذا مقام من لاذ باك واستجار بمعرفتك، والف محبتك، فياالٰه القلوب، ومامحويه من جلال عظمتك، احجبنی عن القاطعين لى عنك، ثم غاب عنى فلم اره، رضى الله تعالىٰ عنه

لفظی ترجمہ: تیسری حکایت، ان ہی حضرت ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں میں بیت المقدس کے ایک پہاڑ پر چل رہا تھا، اچانک ایک آواز سنائی دی، کوئی یوں کہہ رہا تھا:

خدمت گزاروں کے جسم کی تکلیف دور ہوئی، وہ طاعت کی تشنگی میں خورد و نوش سے بے پروا ہو گئے۔ اور ان کے جسم کو بادشاہ علام کے حضور طول قیام کا انس مل گیا ہے۔"

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں، میں آواز کی سمت چلا، دیکھا کہ ایک بے ریش جوان ہے، جس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی ہے۔ یوں لرزتا، ہلتا ہے جیسے تیز ہوا میں شاخ ہلے، جسم پر ایک کمبل ہے، جسے تہبند بنالیا ہے اور دوسرے کو اوڑھ رکھا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ میں نے کہا لڑکے! جفا و بے رخی مومن کی سیرت نہیں، مجھ سے ہم کلام ہو اور مجھے کچھ نصیحت کر، اس پر وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ اور یہ عرض کرنے لگا:

"یہ اس کی جگہ ہے جس نے تیری پناہ لی۔ تیری معرفت کی امان میں آیا، اور تیری محبت سے انس رکھا، تو اے دلوں کے معبود! اور دلوں میں موجود جلال و عظمت والے معبود!

جو میرے اور تیرے درمیان قطع تعلق کریں ان سے تو مجھے روپوش رکھ۔"

یہ کہہ کر وہ میری نگاہوں سے ایسا غائب ہوا کہ پھر میں اسے دیکھ ہی نہ سکا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شامل کتاب ترجمہ: وہ جنہیں دامن محبوب چھپالیتا ہے

بیت المقدس اور اس کی نواحی پہاڑیاں ہزاروں انبیائے کرام اور صاحبان باطن کے خروش روحانی سے معمور ہیں۔ آج بھی اس سنگلاخ خطۂ ارض کی خاک میں خوف خدا سے پگھلنے والے قلوب کی نزہت جاں فزا کا احساس ہوتا ہے، ایک بار حضرت ذوالنون مصری انہیں سنگ زاروں میں عشق و عرفان کے گل بوٹے چن رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی جس کا مفہوم یہ تھا۔

"بندوں کے اجسام سے مصائب کی کلفتیں دھل گئیں، وہ طاعت ربانی میں کھو کر خورد و نوش سے بے نیاز ہو گئے، اور ان کے پیکر جسمانی مالک حقیقی کے حضور قیام کی عادت سے آشنا ہو چکے"۔

حضرت ذوالنون نے اس آواز کا تعاقب کیا تو ایک نوجوان کو پایا جس کے رخسار پر ابھی جوانی کا غازہ بھی نمودار نہ ہوا تھا۔ نحیف بدن، زردی مائل، شاخ نازک کی طرح لچکتا قد، جسم پر دو چادروں کا لباس، آہٹ پاکر چھپنے لگا، حضرت ذوالنون نے آواز دی، اس درجہ اظہار تنفر اور بد خلقی شان مومن کے خلاف ہے۔ مجھ سے ہم کلام ہو اور مجھ کو کچھ نصیحت کر، یہ سنکر وہ سجدے میں گر کر مناجات کرنے لگا، جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ قرار پکڑا، تیری پناہِ معرفت میں آیا، تیری محبت کا شیدا ہوا، تو اے مالک قلوب، اور دلوں میں بسنے والے جلال و عظمت کے مالک، جو مجھے تجھ سے الگ کرنے والے ہیں تو مجھے ان سے پوشیدہ رکھ؛

شیخ ذوالنون فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

(۳) عبارت کتاب: الحکایۃ الثلاثون عن ذی النون المصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ــــــ قال وصف لی رجل من اھل المعرفۃ فی جبل لکام، فقصدتہ، فسمعتہ یقول بصوت حزین فی بکاء وانین:

یا ذا الذی انس الفؤاد بذکرہ ؟   انت الذی ما ان سواک ارید

تفنی اللیالی والزمان باسرہ   وھواک غض فی الفؤاد جدید

قال ذوالنون: تبعت الصوت، فاذا فتی حسن الوجہ حسن الصوت، وقد ذھبت تلک المحاسن، وابقیت رسومھا، نحیل قد امتحن واستترق وھو کالشبہ الوالہ الحیران، فسلمت علیہ، فرد علیّ السلام وبقی شاخصًا یقول:

اَعمیتَ عینی عنِ الدنیا وزینتھا   فانت والروح منی غیر مفترقٖ

اذا ذکرتک وافیٰ مقلتی ارقٌ   من اول اللیل حتی مطلع الفلقٖ

وما تطابقتِ الاحداق عن سِنۃ   الا رأیتک بین الجفن والحدقٖ

ثم قال یا ذاالنون مالك وطلب المجانین، قلت او مجنون انت؟ قال قد سمعت به، قلت مسئلة، قال سل، قلت ماالذی حبب الیك الانفراد و قطعك عن الموانسین، وهیّمك فی الاودیة والجبال؟ فقال حبی له هیّمنی، و شوقی الیه هیّجنی، ووجدی به اَفرَدنی، ثم قال یا ذاالنون! اعجبك کلامُ المجانین؟ قلت إی واللہ، واَشجانی، ثم غاب عنی، فلاادری این ذهب رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

لفظی ترجمہ: تیسویں حکایت، حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھ سے جبلِ لکام میں رہنے والے ایک صاحبِ معرفت کا حال بیان کیا گیا۔ جس کے بعد میں نے اس سے ملنے کا قصد کیا۔ گیا تو وہ آہ و بکا اور درد بھری آواز میں یہ کہہ رہا تھا۔

"اے وہ جس کی یاد سے دل کو الفت ہو چکی ہے، تو ہی وہ ہے جس کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں، راتیں ختم ہو جائیں گی، سارا زمانہ فنا ہو جائے گا، مگر تیری محبت دل میں تر و تازہ رہے گی۔"

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ آواز کی سمت جا کر میں نے دیکھا تو ایک خوبرو، خوش آواز نوجوان ہے جس کا حُسن و جمال رخصت ہو چکا ہے اور نشانات باقی ہیں۔ دُبلا قد، زرد رُو، سوختہ صورت، جیسے کوئی سرگرداں عاشق شیدا، میں نے سلام کیا، سلام کا جواب دیا، اور آنکھیں پھاڑے یہ کہتا رہا۔

"تو نے دنیا اور اس کی آرائش و زیبائش سے میری آنکھیں اندھی کر دیں، تو تیری ذات اور میری جان میں کبھی جدائی نہ ہوگی، جب تجھے یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں میں بے خوابی آجاتی ہے جو اول شب سے طلوعِ صبح تک قائم رہتی ہے۔ اور نیند سے جب بھی آنکھیں بند ہوئیں تجھے میں نے پتلیوں اور پلکوں میں دیکھ لیا ہے۔ (اور آنکھیں بند ہوتے ہی تیرا دیدار نصیب ہوا)"

پھر اس نے کہا۔ اے ذوالنون! تمہیں مجنونوں کو ڈھونڈنے سے کیا غرض؟ میں نے کہا

آپ کیا مجنون ہیں؟ کہا یہ تو سن ہی چکے ہو۔ عرض کیا ایک سوال ہے فرمایا پوچھو۔ بتائیے وہ کون سی چیز ہے جس نے تنہائیوں کو آپ کے لئے محبوب بنا دیا ہے، اور اہل انس سے الگ تھلگ کر کے وادیوں اور پہاڑوں میں سرگرداں کر رکھا ہے۔ فرمایا، اس سے مجھے جو عشق ہے اسی نے سرگرداں بنا دیا ہے، اسی کے شوق نے مجھے بھڑکا دیا ہے، اور اسی کی وارفتگی نے لوگوں سے الگ تھلگ کر دیا ہے، پھر فرمایا۔ ذوالنون تمہیں مجنونوں کی بات پسند آئی۔ میں نے عرض کیا ہاں! خدا کی قسم، پسند بھی آئی اور سوز و غم بھی پیدا کر دیا، اس کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کوہِ لکام کا عارف

شامل کتاب ترجمہ: کوہِ لکام کے نشیب و فراز میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے، جس کے سوزِ نفس کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ یک بیک ان کے کانوں سے نالہ و شیون، اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز ٹکرائی کوئی دل جلا یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

یا ذا الذی انس الفؤاد بذکرہ　　انت الذی ما ان سواک ارید
تفنی اللیالی والزمان باسرہ　　وھواک غض فی الفؤاد جدید

ہے ترا ذکر ہی تسکین مری　　رضا ہی تری، مرا مستقر ہے
فنا ہوتا ہے دن مٹتی ہیں راتیں　　چمن ہے عشق کا جو تازہ تر ہے، بدر

حضرت ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز سنکر قدم آگے بڑھائے، قریب جا کر دیکھا تو ایک شکیل نوجوان بیٹھا ہے۔ لاغری اور کمزوری سے اس کا جسم دبلا ہو رہا ہے۔ چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھیں حلقۂ چشم میں دھنس گئی ہیں، ذوالنون رضی اللہ عنہ کا سلام سنکر جواب دیا، اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم کچھ اس طرح تھا ؎

ساری دنیا سے پھیر کر آنکھیں　　دل میں تجھ کو بسا لیا میں نے
نیند کیا، رات کیا، اندھیرا کیا،　　ذکر کا نور پا لیا میں نے
نیند آئی تو اپنی آنکھوں میں　　ترا جلوہ جما لیا میں نے　　بدر

اس کے بعد کہا، اے ذوالنون! آپ کو مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت، کیوں یہاں آنے کی زحمت کی۔

ذوالنون: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔

نوجوان: پوچھئے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی، اور گوشہ نشینی پر آمادہ کیا۔

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں، جنگلوں، اور پہاڑیوں میں سرگرداں کیا۔ شوق نے مجھے آمادہ کیا۔ اور عشق نے مجھے سب سے علاحدہ کر دیا۔

ذوالنون: کیا آپ کو دیوانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟

نوجوان: بخدا! مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان باتوں سے مجھے رقّتِ قلبی میسر آتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے، فرمایا کہ اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور پھر اسے کہیں نہ پا سکا۔

یہ تین نمونے میں نے پیش کر دیئے جن میں روض الریاحین کی اصل عربی عبارت ہے پھر اس کا مناسب "لفظی ترجمہ" جو میں نے کیا ہے، پھر اس کا وہ ترجمہ جو مولانا بدر القادری کے قلم سے شاملِ کتاب ہے ــــــــ ان نمونوں سے، مولانا کی ترجمانی کا دل پذیر انداز بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ:

(۱) واقعات میں جو مکالمے آئے ہیں، انہیں مکالمات کے جدید طرز پر دائیں صاحبِ کلام پھر کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ جس سے بار بار "اس نے کہا" "میں نے کہا" کی تکرار نہیں ہوتی، اور ضمیروں کی ہر بار صحیح تعیین کے لئے ذہن پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ عبارت میں روانی، بیان میں شگفتگی، اور فہم مقصود میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) بہت سی جگہوں میں اشعار کی ترجمانی شعروں ہی میں کی گئی ہے۔ یہ مترجم کے شاعرانہ کمال کی

روشن دلیل ہے ـــــــ عربی عبارتوں کو دلکش اردو میں ڈھالنا ہی بڑا مشکل کام ہے اور انہیں شعری پیکر میں اتارنا اس سے بھی مشکل تر، مگر جو زود گو، کہنہ مشق اور باکمال شاعر ہوتے ہیں وہ بڑی مہارت سے یہ مشکل سر کر لیا کرتے ہیں۔

(۳) واقعات کے آغاز و اختتام میں کہیں کہیں روایتی لطافت و دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مناسب تمہیدی جملے لکھ دیئے ہیں۔ کہیں مزید وضاحت اور واقعہ کی جانب شوق انگیزی کے لئے عربی کے ایک دو جملوں کے عوض زیادہ جملے لکھے گئے ہیں۔

(۴) چوں کہ یہ ترجمانی و تلخیص ہے اس لئے حکایتوں پر کتاب کے مطابق نمبر نہیں ڈالے گئے ہیں، مگر ہر حکایت کے لئے ایک مناسب اور شوق انگیز سرخی قائم کی گئی ہے جو پوری حکایت کا حاصل کہی جا سکتی ہے۔ ان عنوانات کے انتخاب میں مترجم کی مہارت اور شگفتہ طبعی کا جوہر عیاں ہے۔

(۵) اِن سب کے باوجود واقعات کی اصل زمین بعینہٖ باقی رکھی گئی ہے۔ اور مکالمات خصوصاً اولیاء و عُرفا کے عبرت انگیز اور نصیحت آموز الفاظ کو تقریباً اصلی حالت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، بلکہ بہت سی حکایات ایسی ہیں جو مکمل طور پر بامحاورہ اور سلیس ترجمہ ہی پر مشتمل ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی تفہیمی اور توضیحی اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔ اور یہ بات شروع سے آخر تک ملحوظ ہے کہ واقعات کی صورت ہرگز مسخ نہ ہو، اور ان کی جو اصلیت ہے وہ کامل طور پر محفوظ رہے۔ اور اعتماد کے ساتھ کہا جا سکے کہ حکایت وہی ہے جو مصنف نے بیان کی،

(۶) نقل و بیان میں امانت و دیانت، زبان میں روانی و شگفتگی، طرز ادا میں لطافت و دلکشی حذف و اضافہ، تقدیم و تاخیر، تفہیم و توضیح میں روایت بالمعنی کی ساری پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نصیحت و موعظت کی روح عبرت انگیزی، شوق آفرینی اور اہلِ شوق کی ہمت افزائی اِن ساری خصوصیات کے ساتھ ترجمانی کو نبھانا ـــــــ مولانا بدر القادری کا وہ کمال ہے جس پر وہ بجا طور پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

جب کہ ایک زبان کا دوسری زبان میں صحیح لفظی ترجمہ کرنا بھی، دونوں زبان سے پوری واقفیت، محاورات کی معرفت اور عبارتوں میں جاری و ساری روح سے مکمل آشنائی کا مقتضی ہے جو بجائے خود ایک مشکل کام ہے۔ پھر اتنی ضخیم کتاب کے ترجمے یا ترجمانی میں جو محنتِ

شاقہ ہے وہ ہر صاحب نظر پر عیاں ہے۔ اِس لحاظ سے بھی برادر محترم دام ظلہٗ، ہمارے اور تمام اردو داں قارئین کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ محنتِ شاقہ جھیل کر ایک عظیم سرمایے کو اردو میں منتقل کیا۔ اور ہمارے اردو ذخیرے میں اضافہ بھی فرمایا۔

ربِّ کریم انہیں ان کی محنتوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ انہیں دین وعلم اور قرطاس وقلم کی خدمات کے میدان میں نمایاں مقام بخشے، دارین کی سعادتوں سے ہم کنار فرمائے، اور ان کے ادارہ المجمع الاسلامی کو بھی فروغ واستحکام مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یاأکرم الاکرمین بجاہ حبیبک سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم الیٰ یوم الدین۔

محمد احمد مصباحی
رکن المجمع الاسلامی مبارکپور

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
شب دوشنبہ، ۱۷ رجب ۱۴۱۳ھ

عرضِ بدر

قرطاس وقلم ہی میرا سرمایہ ہے ـــــ یہی میری دولت ہے ـــــ اور یہی وہ شمشیر وسناں ہیں جو میرے آقائے نعمت حضور حافظ ملت (میرے استاذ و مربی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ہند) علیہ الرحمہ نے عطا کرکے رزم گاہ حیات میں اتارا ہے یہ میرے فریضہ اور شوق دونوں کی تکمیل کے ذرائع ہیں. کوشش کرتا ہوں کہ روز و شب کی ڈائری کا کوئی صفحہ خدمت لوح وقلم کے بغیر نہ گزرے ؎

مجھ پہ یارب! ترے پیاروں کا ہے کس درجہ کرم　　میری دولت مرا سرمایہ بنے لوح وقلم
تیرے محبوب کی میں مدح وثنا کرتا ہوں　　کرتا ہوں شبلی وعطار کی توصیف رقم (بدرؔ)

دوران مطالعہ کبھی کوئی ایسا آبدار موتی نظر میں آجاتا ہے جس کی تابانیوں سے استفادہ کئے بغیر قدم بڑھانا دشوار ہوجاتا ہے. روض الریاحین کی زیارت کے بعد بھی کچھ ایسا ہی ہوا ـــــ ارد گرد متعدد بکھرے ہوئے عنوانات، ناقص مسودات پڑے کے پڑے رہے ـــــ اور میں اس کتاب میں گم ہوتا چلا گیا ـــــ. عارف باللہ امام یافعی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ گویا مجھے حرمین طیبین، بغداد و بصرہ، شام و مصر، اردن لبنان وعدن کے اولیاء اللہ، درویشان حق کے قدموں کی آہٹ سنائی دینے لگی کوہ لکام کے سناٹوں سے حق ہو کی دلنواز صداؤں کی بازگشت موصول ہونے لگی ـــــ جزیرۃ العرب کے ویرانوں میں فنا وبقا کی منزلیں سر کرنے والوں سے اُنس بڑھنے لگا. محبوبان حق کی روحانی سلطنت کے نظام سے دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا. پھر ایسا ہوا کہ اس گلستان معرفت کے جو پھول میری اپنی نگاہ کو بھاتے گئے میں انہیں سمیٹنے کی کوشش کرنے لگا ـــــ اللہ کے مقرب بندوں کی شان بہت بلند ہے ـــــ اولیاء اللہ کی زبان پر حق تعالٰی کلام فرماتا ہے. ان عظیم اور جلیل القدر، اولیاء اللہ کے واقعات وفرمودات کا ترجمہ اور ترجمانی ان میں سے میں کسی کا اہل نہیں، مگر پھر بھی ایک انجانی قوت تھی جس نے مجھے روض الریاحین سے لگائے رکھا. روض الریاحین کا جو نسخہ

میرے سامنے ہے یہ "موسسہ عمادالدین قبرص" سے طبع شدہ ہے۔ محبِ گرامی مولانا محمد عبدالمبین نعمانی نے اس سلسلہ میں میرے رہوارِ شوق کو اور مہمیز لگائی ــــــ اور کچھ اہم نکات کی جانب متوجہ فرمایا ــــــ پھر کیا تھا۔ ــــــ امام یافعی رضی اللہ عنہ کے لگائے ہوئے اس باغ عرفان میں تیں کئی ماہ تک گم رہا ــــــ خدا کرے یہ گمشدگی ایک حیاتِ نو کی دریافت کا مقدمہ ثابت ہو ــــــ (آمین)

میں نے عامۃ المسلمین کے خیال سے کچھ واقعات اور سلوک و معرفت کی دشوار ترین بحثوں کو جان بوجھ کر ترجمہ میں حذف کر دیا ہے۔

حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ عربی زبان کے عارفانہ اشعار سے اپنی کتاب کو مزین فرمایا ہے ــــــ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند بھلا تو نہیں لگتا ــــــ مگر میں نے یہ جسارت کی ہے کہ موقع بموقع اردو زبان کے اشعار قلمبند کر دیئے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کرام مزید شوق اور دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں۔

یہ کتاب ایک بہت جلیل الشان بزرگ کی ہے ــــــ اور اس کے اندر واقعات و فرمودات بھی اکابر اولیائے امت کے ہیں، جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جملہ جملہ کا نہایت دیدہ وری سے ترجمہ کیا جاتا ــــــ اور یہ کام کوئی اس راہ کا آشنا ہی کرتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں نہ علم و فضل کے لحاظ سے اس کا اہل ہوں اور نہ اس فن شریف کی جہابت و بزرگی کے لحاظ سے ان واقعات و فرمودات اور حال و قال کے بیان کی اہلیت رکھتا ہوں ــــــ جس جذبہ نے مجھے اس کام پر ابھارا وہ اولیاء اللہ اور محبوبانِ حق کی عقیدت و محبت کے سوا کچھ نہیں ــــــ اس لئے سب سے پہلے تو روحانیت کے شہسواروں کی بارگاہ میں، اس کے بعد اہلِ علم و دانش اور صوفیۂ کرام سے اپنے قصور فکر و نظر کا اقرار کرتے ہوئے اصلاح اور افادہ کی درخواست کرتا ہوں۔

؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست

بدر القادری غفرلہٗ

دی ہیگ، ۱۷؍ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ / ۱۷؍۸؍ ۱۹۹۲ء

سوانح امام یافعی رضی اللہ عنہ

اسم گرامی: عبداللہ بن اسعد بن علی بن عثمان بن فلاح الشافعی، یافعی
لقب: عفیف الدین، امام
کنیت: ابوالسعادۃ وابوالبرکات
پیدائش: ۶۷۸ھ اور بعض روایات کی رو سے ۷۰۰ھ / ۱۳۰۰ء
وفات: ۷۶۸ھ / ۱۳۶۹ء (۱۹؍جمادی الآخرہ/۲۰؍فروری)

سرزمین یمن اولیاء اور صلحاء سے معمور ہے۔ اور بقول شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمہ "اس پاکیزہ خاک سے اس قدر اولیاء اللہ ابھرتے ہیں جس طرح زمین سے گھاس" امام یافعی رضی اللہ عنہ اسی ارضِ پاک پہ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد الدہانی البصال سے تعلیم پائی ــــــ نیز عدن کے قاضی احمد بن علی الحرازی سے بھی علمی استفادہ کیا ــــــ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک کا دور اسلام اور ایمان کی فصلِ بہار کا دور تھا مسلم ممالک میں علم و فضل کے چرچے اور اہل اللہ کی عقیدت و محبت کا رجحان عام تھا ــــــ بڑے بڑے صوفیۂ کرام اور درویش باحیات تھے سلوک و معرفت کے لئے خانقاہیں آباد تھیں ــــــ اور سیدالتابعین خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولد و مسکن یمن کا تو کہنا ہی کیا ــــــ حق ہو، اِلّا اللہ کی سرمستیوں میں سارا ماحول ڈوبا ہوا تھا۔

امام یافعی یمنی رضی اللہ عنہ نے ہوش کی آنکھیں کھولتے ہی سلوک اور تصوف کی چاشنی پائی، اور فقر و درویشی، ریاضت و مجاہدہ کا کیف حاصل کیا ــــــ عارفانِ حق کی مجالس کے حاضر باش رہے۔ اور بزرگانِ دین کے احوال و کوائف کے دلدادہ بن کر اسی راہ میں چل پڑے ــــــ تعلیمی مشاغل سے فارغ ہو کر دس سال متواتر صرف عبادت میں مشغول رہے ــــــ ۷۱۲ھ / ۱۳۱۲ء میں انہوں نے پہلا حج کیا۔ اور

مکہ معظمہ میں عارف باللہ حضرت شیخ علی الطواشی رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کر لی۔ راہِ تصوف کے اس راہرو کو حضرت علی الطواشی کی شکل میں ایک خضرِ جہاں دیدہ مل گیا۔ —— امام یافعی کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کی سیاحانہ طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔ اور یوں بھی فقراء اور اولیاء اللہ سیاحتِ ارض کو مجاہدہ کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔ پہلے حج کے بعد وہ لوٹ کر اپنے وطن کب گئے —— اور کہاں کہاں کا سفر کر کے دوبارہ سرزمین حرمین میں واپس آئے اس کی تفصیل ہمیں نہیں ملی —— البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ پہلا حج کرنے کے چھ سال بعد ۷۱۸ھ میں امام یافعی رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی —— اور یہیں نکاح بھی کر لیا تھا —— اور کچھ روز بعد مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے تھے، جہاں انہوں نے چند سال کا زمانہ گزارا۔

۷۳۴ھ / ۱۳۳۵ء میں انہوں نے بیت المقدس اور دمشق کا سفر کیا —— اور وہاں کے اولیاء اللہ اور صاحبان معرفت سے حصولِ برکات و فیوض کیا۔ اس کے بعد مصر پہونچے اور وہاں کے اولیاء اللہ اور بزرگوں سے استفادہ کیا۔ روض الریاحین کے مطالعہ سے آپ بھی محسوس کریں گے کہ حضرت شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کی بزرگی کا امام یافعی پر بہت گہرا اثر ہے —— اور وہ ان سے بےحد متاثر نظر آتے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے اتنے کثیر واقعات کی فراہمی کے لئے انہیں مصر میں کافی وقت دینا پڑا ہوگا۔ سوانحی ذخائر ہمیں قیامِ مصر کی حتمی مدت نہیں بتاتے۔ البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور خلوت و تنہائی کو عزیز رکھتے تھے۔ مصر سے واپسی پر مکہ معظمہ اور پھر مدینہ طیبہ گئے۔ اور وہاں جاکر دوبارہ نکاح کیا —— اس عرصہ میں امام یافعی حضرت شیخ طواشی رضی اللہ عنہ سے برابر استفادہ کرتے رہے۔ مدینہ طیبہ میں نکاح کر لینے کے بعد بھی یہ سلسلۂ ارادت قائم رہا۔

۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء کے موسم حج میں حضرت علامہ سبکی علیہ الرحمہ نے امام یافعی سے ملاقات

کی اور دونوں نے علمِ تصوف و احوالِ صوفیہ کے سلسلہ میں باہم تبادلۂ خیالات کئے۔
امام یافعی رضی اللہ عنہ نے مرآۃ الجنان میں امام سبکی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور کے متعدد مشائخ کرام سے خرقہ تصوف پایا۔ اور علمِ تصوف کی دولت نہایت فیاضی سے لوگوں پر تقسیم کی۔ آپ کے اہل ارادت آپ کے خُلقِ کریمانہ اور شفقت و مہربانی کے دل سے شیدائی تھے۔ آپ کے علمی تبحر اور بزرگی کا چرچا آپ کی زندگی ہی میں عالم اسلام کے اندر ہو گیا تھا۔ دورانِ سیاحت کبھی حج نہیں چھوڑا۔ ایک بار مدینۃ النبی کے دروازے پر اس خیال سے ۴ا روز رکے رہے کہ حضور اجازت دیں گے اس کے بعد شہر میں جاؤں گا۔ بالآخر زیارت سے مشرف ہو کر اجازت پائی اور حاضر ہوئے۔ قائم اللیل صائم الدہر، فقیر دوست اور علم پرور تھے۔ ساری عمر انہی مشاغل میں بسر فرمائی۔ مکہ معظمہ میں وصال پایا۔ اور امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:

امام یافعی رضی اللہ عنہ عمر بھر فقرِ محمدی کی تعلیمات کو عام کرتے رہے خود بھی اسی پر عامل تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے اس وقت چونکہ ابن تیمیہ جیسے منکرِ فضائلِ انبیاء اور منکرِ اولیاء کے خیالات مشتہر ہو چکے تھے اس لئے فقرِ محمدی کے حامیوں میں جو لوگ تصنیف و تالیف سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے ابن تیمیہ وغیرہ کے فاسد نظریات کی تردید بھی فرمائی۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ مسلکاً امام اشعری رضی اللہ عنہ کے حامی اور نظریۂ تصوف میں امام ابنِ عربی رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے ______ یہ کہنا غلط ہے کہ امام یافعی رضی اللہ عنہ نے ابنِ تیمیہ کے خلاف ایک کتاب لکھی تو اس کے حامی آپ پر بہت برافروختہ ہوئے۔ سوال یہ ہے کہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ابنِ تیمیہ کا حامی اور پیروکار کون تھا؟ ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم کو تو ابنِ عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں نے شہرت دی ہے۔ ورنہ اس دور کے اکابر علمائے اہلِ سنت اور مشائخ کرام کے سامنے ان لوگوں کی وقعت کیا تھی؟

(۱) **روض الریاحین فی حکایات الصالحین:** امام یافعی کی مشہور ترین

تصنیف ہے جسے بعد کے صوفیۂ کرام نے خاص طور سے اپنا ماخذ اور مرجع قرار دیا
آپ کا بنیادی مشن اور مقصد چونکہ عام مسلمانوں کو عرفانِ حق کی راہ دکھانا ہے اس لئے
روض الریاحین میں تاریخی تسلسل کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی غرض وغایت
یہ ہے کہ روحانیت کے روشن چراغوں سے کچھ نئے چراغ جلائے جائیں۔ اسی لئے
امام موصوف نے بہت سے واقعات میں صاحبانِ واقعہ کے نام ظاہر نہیں فرمائے ہیں
——— حالانکہ بعض جگہ قرائن ظاہر کر دیتے ہیں کہ مصنف ان سے بخوبی واقف
ہیں۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ درویشانِ حق اپنی شخصیت کو دنیا سے چھپاتے ہیں
انہیں اپنی تاریخ مرتب کروانے کا کوئی شوق نہیں ہوتا۔——— امام یافعی رضی اللہ
عنہ کی اس عظیم الشان کتاب سے اولیاء اللہ کے محبین کو ایک نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ عرب
دنیا میں یہ کتاب ہر زمانے میں صوفیہ کے لئے حرزِ جاں بنی رہی۔ کئی بزرگوں نے اس کے خلاصے
بھی کئے۔ اور حضرت الشیخ عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان بزرگ نے بلند و
بالا انداز میں روض الریاحین کی تعریف فرمائی ہے، اور اپنی کتاب میں اس سے استشہاد
فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی رضی اللہ عنہ نے جامع
کراماتِ اولیاء میں جو دو جلدوں پر مشتمل حالاتِ اولیاء میں نہایت وقیع کتاب ہے
روض الریاحین سے استفادہ فرمایا ہے۔ جامع کرامات اولیاء ۱۳۲۹ھ میں قاہرہ سے طبع ہوئی

(۲) مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان: امام یافعی رضی اللہ عنہ کی دوسری اہم تصنیف
ہے۔ یہ کتاب تاریخ اور سوانح سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ نے اس کتاب میں اپنی ذاتی
تحقیقات ومعلومات کے علاوہ ابن اثیر، ابن خلکان، اور الذہبی کی تصانیف سے بھی استفادہ
کیا ہے۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں اپنے شیوخ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔
مرأۃ الجنان حیدرآباد دکن سے ۱۳۳۷ھ / ۱۳۳۹ھ کی مدت میں چار جلدوں میں شائع ہو چکی
ہے۔ ——— اس کتاب کی بھی کئی لوگوں نے تلخیص کی ہے۔ اور اقتباسات لئے ہیں،

(۳) نشر المحاسن الغالیۃ فی فضل المشائخ الصوفیۃ: یہ بھی روض الریاحین کی
طرح صوفیائے کرام کے حالات میں ہے۔ اس میں حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے شریعت و

طریقت کا انطباق دکھایا ہے ـــــ اس رسالہ کا دوسرا نام ہے کفایۃ المعتقد فی نہایۃ المنتقد۔ جو علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی جامع کرامات اولیاء کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے ـــــ اس کا ذکر خود مصنف رضی اللہ عنہ نے مرآۃ الجنان جلد ۵، ص ۳۳۵ پر بھی کیا ہے۔

④ مرهم العلل المعضلة فی الرد علیٰ ائمة المعتزلة بالبراهين القاطعة المفصلة:
امام یافعی رضی اللہ عنہ نے یہ کتاب معتزلہ کی تردید میں شیخ نجم الدین عبدالرحمٰن بن یوسف (متوفی سنہ ۸۰ھ) کی خواہش پر تحریر فرمائی۔ اور دلائل و براہین کے ذریعہ ان کا بطلان ثابت کیا۔

⑤ الارشاد والتطریز فی فضل اللہ وتلاوۃ کتابه العزیز: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب تلاوت قرآن کے فضائل میں ہے۔ آپ کے سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق یہ کتاب مرأۃ الجنان سے پہلے کی تصنیف ہے۔

⑥ الدر النظیم فی فضائل القرآن العظیم وآیات الذکر الحکیم: یہ بھی نماز اور تلاوتِ قرآن کے بارے میں ایک رسالہ ہے۔ سنہ ۱۲۸۲ھ، ۱۳۱۲ھ وغیرہ کے اندر قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے۔

⑦ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ کو سیدنا غوث الاعظم محی الدین الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت و محبت تھی۔ جیسا کہ انہوں نے خود "روض الریاحین" میں بھی لکھا ہے کہ یمن کے اکثر مشائخ آپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں بھی ان کی ایک مستقل کتاب کا سراغ ملتا ہے جس کا نام اسنی[1] المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہے۔

---

[1] خلاصۃ المفاخر کے نام سے امام یافعی نے اس کتاب کی تلخیص بھی تحریر کی ہے، جس کا شاندار اردو ترجمہ مولانا سید محمد فاروق قادری صاحب کے قلم سے المعارف لاہور سے سنہ ۱۹۸۲ء میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ ب

(۸) الرسالة المکیۃ فی طریق السادۃ الصوفیۃ، یہ رسالہ صوفیۂ کرام کے طرق کے ذکر میں ہے۔ مگر اب تک اس کو دریافت نہیں کیا جاسکا ہے۔

(۹) نور الیقین واشارۃ اھل التمکین، بھی امام یافعی کی ایک کتاب کا نام ہے۔

(۱۰) شمس الایمان وتوحید الرحمٰن وعقیدۃ الحق والاتقان، امام یافعی رضی اللہ عنہ کا یہ رسالہ کئی مخطوطات کے ساتھ منسلک پایا گیا ہے۔

امام یافعی رضی اللہ ایک باوقار صوفی اور مصنف ہونے کے ساتھ عربی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ چنانچہ آپ خود ملاحظہ کریں گے کہ روض الریاحین میں جگہ جگہ انہوں نے اپنے اشعار لکھے ہیں۔ روض الریاحین کے صرف مقدمہ کی دو فصلوں میں جو صفحہ ۴۲ تک ہے انہوں نے ۱۳۲ اشعار قلم بند کئے ہیں جن میں معدودے چند کے سوا سب ان کے اپنے ہیں ـــــ اور کتاب کے خاتمہ پر شاندار طویل قصائد بھی شامل ہیں امام موصوف کی متعدد منظوم کتب کا بھی پتہ چلتا ہے جن میں سے کچھ دریافت ہوئی ہیں اور مخطوطات میں موجود ہیں۔ اور کچھ ایسی ہیں جن کے صرف نام معلوم ہیں۔ دو کے اسماء یہ ہیں۔

(۱۱) باھیۃ المھیا فی مدح شیوخ الیمن الاصفیا؛ (۱۲) مھجۃ الاشجان فی ذکر الاحباب واھل الاوطان:

ہالینڈ لیڈن میں عربی مخطوطات کے قدیم مرکز "بریل" کی فہرست میں امام یافعی کی تصانیف کے ضمن میں کچھ اور اسماء بھی ملتے ہیں۔

(۱۳) خلاصۃ المفاخر (۱۴) نصر المحاسن (۱۵) اسس الملام (ص: ۵۳۸)

اِن تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ علم تصوف کے مسلم الثبوت امام ہیں جنہوں نے اس مقدس فن کو عملاً اور تحریراً اپنا کر رہتی دنیا تک کے معتقدین اولیاء اللہ کے لئے مشعلِ راہ چھوڑی ہے۔ رضی اللہ عنہ

آسماں ان کی لحد پر گوہر افشانی کرے
حشر تک شانِ کریمی فیض ارزانی کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزمِ اولیاء

بدرُ القادری

المجمع الاسلامی

پوسٹ بکس ۱۹۱۳۲- ۲۵۰۰ سی سی دی ہیگ ہالینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله المعروف بالمعروف، الموصوف بالكمال فى الآزال والآباد، المتقدس عن النقص والمثل، والشريك والضد، والزوجة والاولاد، المنفرد بالعظمة والكبرياء، والعزة والبقاء، الملك الحنان المنان، الجواد الذى هدى بفضله من شاء، واضل بعدله من شاء من العباد، ونبه فى كتابه الكريم على وفق ماسبق فى علمه القديم من الاشقاء والاسعاد، فقال عز من قائل (مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ) وقال تعالىٰ، (وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ) الذى اذاق حلاوة طاعاته ولذاذة مناجاته، مَن شغله به من الزهاد والعباد، وخص بفضله العظيم مَن اصطفاه للحضرة القدسية، وصفاه من كدورات الصفات النفسية، فابعد عنه الهجر والابعاد، ونور قلوب اوليائه بنور معرفته، وسقاهم بكأس محبته شراب الوداد فسكروا براح الهوىٰ ولم يسقوا مداما بحلى لهم فشاهدوا جمال المحبوب، وعجائب الملك والملكوت و الغيوب، وتنعمت بالمشاهدة منهم عين الفؤاد، واجلسهم على بساط الانس متقربين فى حضرة القدس، وصرفهم فى ملكه، فهم الملوك فى الحقيقة فى جميع البلاد،

اماتوا نفوسهم، فأحياها الحى القيوم الحياة الطيبة، قبل يوم المعاد، واطعمهم من تحف فواكه جنات الوصل، وطُرف هدايا فيض الفضل، فى روضات رضوان رب العباد، فسبحان من انعم عليهم بفضله، ومن عليهم بسنى العطايا وجاد، احمده على ماهدانا للاسلام، وخصنا بسيد الانام، وسراج الظلام، سيدنا محمد الماحى بنوره ظلام الكفر والعناد، المخصوص بالمقام المحمود واللواء المعقود، والحوض المورود، والشرف المشهود ليوم يقوم الاشهاد، واشهد

ان لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، شہادۃً خالصۃ التوحید، خالیۃ من الشرک
والالحاد، واشہد ان سیدنا محمدا عبدہ المصطفیٰ، ورسولہ المرتضیٰ، الھادی
الیٰ سبیل الرشاد، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الغر الکرام، واصحابہ النجباء الامجاد
اما بعد: میں چونکہ اولیاء اللہ اور صالحین کا محب، اور صوفیۂ عارفین، ذوق
شوق، عزلت اور خلوت والے بزرگوں کا عاشق، اور جو بہترین کتابیں، حقائق ودقائق
احوال، اقوال اور کرامات وغیرہ سے پُر نور ہیں ان کا فدائی ہوں ـــــ اس لئے
ان پاکیزہ نفوس کی محبت نے مجھے اس جانب توجہ دلائی کہ ان کے ذکر میں ایک کتاب
لکھوں ـــــ جس کے اندر اذکار و واقعات کا انتخاب، اولیاء اللہ کی کرامات،
ان کے اعمال وفرمودات کا خلاصہ، مقامات عالیہ کا بیان ہو، کہ وہ حضرات کس طرح
انوار کے قبوں میں، بلندیوں کی چوٹی پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور آسمانِ مجد پر کس طرح
مثل شہاب چمکتے ہیں۔ ان کی بلندی کے سامنے آسمان کس طرح سرنگوں ہے۔ بارگاہ قدس
میں ان کی حاضری کا کیا انداز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ارواح جمال ربانی کو بے حجاب
دیکھتی ہیں۔ ان کے واقعات سنگ دلوں کے لئے زندگی بخش ہیں۔ اور ان کے احوال و
کوائف کی بادۂ ناب تشنہ لبوں کی پیاس بجھا دیتی ہے۔ میں چُن چُن کر اور انتخاب کر کر کے
عاشقینِ اولیاء ـــــ محبینِ صلحاء اور خوشبوئے عشق کے فدائیوں کی خدمت میں
بطور ہدیہ یہ مستند حکایات پیش کرتا ہوں۔ (مفہوم ملخص) اور اس کا نام روض الریاحین

ـہ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ عربی زبان کے نہایت قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے عارفانہ ذوق کے مطابق اس کتاب میں عربی اشعار کے ذریعہ اسلامی اخلاق اور تعلیم فقر کو دلنشیں بنا کر پیش فرمایا ـــــ آپ نے اپنے مافی الضمیر کو نہایت آسانی سے جگہ جگہ نثر کے بجائے نظم کا جامہ پہنایا ہے، جو غالباً اس دور کا پسندیدہ اندازِ نگارش بھی تھا۔ مقدمۂ کتاب میں بھی بار بار آپ نے عربی زبان کے اعلیٰ معیاری اشعار سے کام لیا ہے جسے ہم اردو قارئین کے خیال سے قلم انداز کر کے صرف لازمی مفاہیم پر قناعت کرتے ہیں ـــــ ت

فی حکایات الصالحین رکھتا ہوں۔ اور اس کا لقب "نزھة النواظر و تحفة القلوب والخواطر فی حکایات الصالحین والاولیاء والاکابر" منتخب کرتا ہوں۔ میں نے اس کتاب کو جن عظیم ائمہ اور افاضل بزرگوں کی کتابوں سے انتخاب و تلخیص کر کے جمع کیا ہے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

① حجۃ الاسلام امام غزالی ② امام ابوالقاسم قشیری ③ شیخ شہاب الدین سہروردی ④ محمد بن ابراہیم خیری ⑤ امام تاج الدین بن عطاء اللہ شاذلی سکندری ⑥ شیخ احمد بن علی قسطلانی ⑦ علامہ ابوالفرج بن جوزی ⑧ شیخ محمد بن قدامہ مقدسی ⑨ شیخ ابواللیث نصر محمد سمرقندی ⑩ شیخ ابوالعباس احمد بن علی معروف ابن الطریانی، رحمہم اللہ تعالے اجمعین۔

کتاب میں واقعات اولیاء اللہ کے علاوہ دو فصلوں پر مشتمل مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل خاتمہ بھی شامل ہے۔ (مقدمہ روض الریاحین، ص ۶)

امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے واقعات و حکایات سے مریدین کو کیا فائدہ پہونچتا ہے؟ فرمایا۔

الحکایات جند من جنود اللہ تعالیٰ تقوی بھا قلوب المریدین	بزرگانِ دین کے واقعات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں ان سے اہل ارادت کے دل مطمئن اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔

سائل نے عرض کیا حضور آپ کے اس قول کی کوئی دلیل بھی ہے؟ آپ نے دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ (ہود ۱۱، ۱۲۰)	اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے آپکے دل کو ثابت قدمی بخشیں،

اسی طرح صالح کبیر عارف باللہ شیخ ابوسلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے

ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے نصائح انسانی قلوب کو رب ذوالجلال کی جانب متوجہ کرتے ہیں۔

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نے ایک وعظ کی مجلس میں شرکت کی جب تک مجلس میں رہا مجھ پر وعظ کا اثر رہا۔ مجلس سے آیا تو اثر جاتا رہا۔ دوبارہ مجلس وعظ میں حاضری دی، تو اس کا اثر مجلس سے اٹھ کر آنے کے بعد راستے تک رہا اور تیسری بار حاضرِ مجلس ہوا تو اس کا اثر گھر جانے کے بعد بھی مجھ میں باقی رہا۔ چنانچہ میں نے راہ حق سے دور لے جانے والے تمام امور کو خیرباد کہا۔ اور معاصی کے وسائل کا خاتمہ کر ڈالا۔ اور اللہ تعالیٰ کا راستہ اختیار کیا۔

فرماتے ہیں کہ یہ حکایت شیخ عارف یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا۔ "چڑیا نے کلنگ کا شکار کر لیا"۔ اس مقولہ میں چڑیا سے مراد واعظ اور کلنگ سے مراد حضرت شیخ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔

اسی طرح ہم تک یہ روایت بھی پہونچی ہے کہ

ان الرحمة تنزل عند ذكر الصالحين — یقیناً ذکر صالحین کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

واقعات کی سند کو میں نے اختصار کے خیال سے حذف کر دیا کیونکہ جو بزرگوں کا معتقد نہیں اسے سند بھی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اور جو معتقد ہیں وہ بغیر سند کے بھی حصول فیض کریں گے ——— اور ان حکایات کے لئے احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی طرح قوی اسناد کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ ان سے احکام شرعیہ کے استنباط کا تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف ناصحانہ حکایتیں ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان سے پند وموعظت حاصل کی جائے ——— اور انکار نہ کیا جائے۔ کیونکہ مشائخ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

اقل عقوبة المنكر على الصالحين ان يحرم بركتهم — بزرگوں کے منکر کی کمتر سزا یہ ہے کہ وہ ان کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

نیز فرمایا۔
ویُخشیٰ علیہ سوءُ الخاتمۃ۔ اور ایسے شخص کے سوء خاتمہ کا خوف ہے

(نعوذ باللہ من سوء القضاء)

شیخ عارف ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
قلب جب اللہ تعالیٰ سے اِعراض کا عادی ہو جاتا ہے تو اولیاء اللہ کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے۔

اور شیخ عارف ابو الفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
اولیاء اللہ کی محبت سے افضل کوئی ریاضت نہیں، کیونکہ ان کی محبت حبِّ خدا کی نشانی ہے۔

امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم لوگوں کو جو علم عطا ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا ولایت (صغریٰ) ہے۔

امام یافعی فرماتے ہیں بمسلک صوفیہ میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔
(۱) جنہیں صوفیہ کا علم، ان کی طریقت، اور ان کے ذوق و احوال کی تصدیق، اور ذوق، سب کچھ حاصل ہو۔
(۲) جن لوگوں کو تصدیق اور علم تو حاصل ہو مگر ذوق نہ ہو۔
(۳) جنہیں صرف تصدیق حاصل ہے مگر وہ علم اور ذوق سے محروم ہیں۔
(۴) وہ لوگ جنہیں نہ تصدیق حاصل ہو، نہ علم نہ ہی ذوق۔

نعوذ باللہ من الحرمان ونسئلہ التوفیق والغفران

میں اس بات کا معترف اور مُقِر ہوں کہ میں حضرات اولیائے کرام کے احوال و ذوق سے ۔۔۔، اور ان کی علمی تحقیقات سے ناواقف، اور ان کے طریق پر چلنے سے عاجز ہوں ——— ہاں! البتہ ان حضرات کا فدائی و شیدائی ضرور ہوں۔ اور ان کی سچائی کا دل سے یقین رکھتا ہوں۔

اس کے بعد امام یافعی رضی اللہ عنہ اپنے عجز وانکسار کا اظہار اللہ کے بندے حضور نبیِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل واصحاب اور اولیاء اللہ کے توسل سے دعا کرتے ہیں ـــــــــ آخری چند اشعار یہ ہیں۔

الٰھی الفقیر الیافعی لیس عندہ　　　سوی حبھم زاد اً دو رکابہ

اے اللہ! فقیر یافعی کے پاس محبتِ اولیاء کے علاوہ سفرِ آخرت کے لئے کوئی زادراہ اور سواری نہیں ہے۔

الٰھی بذاک انفعہ واحشرہ معھم　　　وعمر بنا قلباً تناھی خرابہ

اے اللہ! محبتِ اولیاء سے اس کو نفع پہونچا، اس کا حشر ان کے ساتھ فرما، اور ہمارے ویران قلب کو آباد فرما

فقیر بدر القادری عرض گزار ہے۔

آباد انہی گلوں سے ہے گیتی کا گلستاں
ہیں اولیاء صداقتِ اسلام کی دلیل
ہے معرفت کا راستہ شمشیرِ برہنہ
کانٹوں کی راہ چلتا ہے ہر عاشقِ جلیل
خود سیدالرسل پہ تھے کفار خشت زن
ڈالے گئے تھے آگ میں اللہ کے خلیل
دکھلاتے ہیں زمانے کو راہِ محمدی
ہر ایک اپنی ذات میں ہے مثلِ سنگِ میل

اے رہروانِ راہِ طریقت خدا گواہ
ٹکرائے گا جو تم سے وہ ہو جائے گا ذلیل

فضائل اولیاء و فقراء قرآن میں

ارشاد رب العالمین ہے۔

(١) فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا ۭ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النساء ٤، ٦٩)

تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل، اللہ کی طرف سے ہے ——— اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

(٢) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس ١٠، ٦٢، ٦٤)

خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ——— یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(٣) اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۝ (بنی اسرائیل ١٧، ٦٥)

بیشک جو میرے خاص بندے ہیں، ان پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔

(٤) وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت ٢٩، ٦٩)

اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا۔ ضرور ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بیشک اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(٥) وَيُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ ٥، ٥٤)

اور اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

(٦) رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا

وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو

اللہَ عَلَیْہِ۔ (الاحزاب ۳۳، ۲۳)

جو اللہ سے کیا تھا۔

⑦ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝

(حٰمٓ السجدہ ۴۱ ۳۰، ۳۲)

بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو، مہمانی، بہت بخشش والے بیحد رحم فرمانے والے کی طرف سے

⑧ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ ۝ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

(آل عمران ۳ ۱۱۳، ۱۱۴)

کتاب والوں میں سے کچھ لوگ حق پر قائم ہیں، رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں، اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، اور نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں، ——— اور وہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔

⑨ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا۔

(الکہف ۱۸، ۲۸)

اور روکے رکھئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو عبادت کرتے ہیں اپنے رب کی، صبح اور شام اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں، اس حال میں کہ آپ حیات دنیا کی زینت چاہتے ہوں، اور آپ اس کا کہا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا،

۱۰ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمَاهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ٥

(بقرہ ۲۵، ۲۷۳)

(یہ خیرات) ان محتاجوں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے، وہ نہیں طاقت رکھتے زمین میں چلنے کی، ناواقف انہیں غنی سمجھتا ہے (ان کے) سوال سے بچنے کے سبب (اے سننے والے!) تو ان کی صورت سے انہیں پہچان لے گا، وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اولیاء پر خدا کی رحمت ہے — ان کو ہر فکر سے برارت ہے
بادشہ ہیں وہ دونوں عالم میں — ان کو اللہ کی بشارت ہے — بدر

یوں تو اولیاء اللہ اور فقراء کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی آیات مبارکہ ہیں مگر ہم نے اختصار کے خیال سے صرف ان ہی دس پر قناعت کی ہے۔

احادیث صحیحہ میں فضائل اولیاء و فقراء:

(۱) صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان الله تبارك و تعالیٰ قال، مَنْ عادیٰ لی ولیًا فقد اٰذنته بالحرب، وما تقرب الی عبدی بشیٔ احبّ الیّ ممّا افترضت علیه و ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی اُحِبّه فاذا احببتُه کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور جن اعمال کے ذریعہ میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے، ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ

التی یمشی بہا وان سألنی اعطیتہ	ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ
ولئن استعاذ بی لاعیذنہ [1]	ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں
- - - -	ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے
- - - -	سوال کرتا ہے تو میں دیتا ہوں ـــــ اور اگر پناہ
- - - -	مانگتا ہے تو پناہ بخشتا ہوں۔

تیرا محتاج نہ ہر ب کا جو پیارا ہوگا اس کا دل خالقِ مطلق نے سنوارا ہوگا

منکرِ اولیاء اللہ! سنبھل جا ورنہ، کس کو آذنتہ بالحرب کا یارا ہوگا

(بدر)

---

② صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بہت
وسلم رُبَّ اشعثَ اغبرَ، مدفوعٍ	سے پراگندہ سر، غبار آلود، دروازوں پہ دھکے
بالابواب لا یؤبہ لہ، لو اَقسم	دیئے جانے والے جنہیں کوئی حیثیت نہ دی جائے

علی اللہ لاَبرَّہٗ۔ ایسے ہیں کہ اگر اللہ پر اعتماد کرکے کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور سچ کردے

بکھرے بال آزردہ صورت ہوتے ہیں کچھ اہلِ محبت

بدر مگر یہ شان ہے، ان کی بات نہ ٹالے ربُّ العزّت

③ بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ	ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص
عنہ قال قدجاء رجل فقال یارسول	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور
اللہ ایّ الناس افضل؟ قال مؤمن	عرض کیا یارسول اللہ! لوگوں میں افضل شخص
یجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ	کون ہے؟ حضور نے فرمایا۔ افضل وہ ہے جو

---

[1] امام یافعی علیہ الرحمہ نے یہاں اور دوسری احادیث کے بعد بھی تشریحاً اشعار تحریر فرمائے ہیں، جنہیں ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔ ت

تعالیٰ، قال، ثم من؟ قال: ثم رجل یعتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربه ـــــ وفی روایة یتقی اللّٰه ویدع الناس من شرہ۔

اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے، اس نے عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا۔ پھر وہ جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے

خدا جس کو نوازے ذکر کی لذت وہ پلتے ہیں
کیا تھا وعدہ جو روز ازل اس کو نبھاتے ہیں
خدا والے کچھ اس نیت سے بھی اپناتے ہیں خلوت
کہ اپنے نفس کے شر سے جہاں کو ہم بچاتے ہیں
(بدرؔ)

④ صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال اخذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بمنکبی و قال کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں پردیسی یا راہ گیر کی طرح رہو۔

اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اور تندرستی میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے سامان کرو۔

بدرؔ آ ہوش میں اور نفس کے دھوکے میں نہ جا
راحت و عیش و طرب کیا ہے نظر کا دھوکا
زندگی کاٹ مسافر کی طرح دنیا میں!
شانۂ ابن عمر تھام کے آقا نے یہ کہا

⑤ جامع ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدخل الفقراء الجنة قبل الاغنیاء بخمس مأة عام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فقرا جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بعد بھی اپنے طریقہ کے مطابق اشعار تحریر فرمائے ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں ـــــ میں نے ایک ولی اللہ کو

وجد و حال کی کیفیت میں زار و قطار روتے ہوئے یہ فرماتے سُنا۔

قال لنا حبیبنا — الیوم لهم غداً لنا

ہم سے ہمارے حبیب نے فرمایا ہے کہ آج کا دن ان کا ہے (اور دن گا ہے) اور کل کا دن ہمارا ہے

(۶) بخاری و مسلم میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال قمت على باب الجنة فكان عامة من دخلها المساكين، و اصحاب الجد محبوسون غير ان اهل النار، قد امر بهم الى النار ــــــ و قمت على باب النار فاذا عامة من دخلها النساء۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر مساکین ہیں۔ اور سب مالداروں کو روک رکھا گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو دوزخ کے قابل تھے انہیں دوزخ میں لے جانے کا حکم ہوگیا۔ اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے داخل ہونے والوں میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔

(۷) بخاری و مسلم میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال مر رجل بالنبي صلى الله عليه وسلم فقال لرجل جالس عنده، ما رأيك في هذا؟ فقال رجل من اشراف الناس، هذا والله حرى ان خطب ان ينكح، و ان شفع ان يشفع فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم مر رجل اخر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ما رأيك في هذا؟ فقال يا رسول الله هذا رجل من فقراء

انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، یہ معزز لوگوں میں سے ہے، اور بخدا یہ اس لائق ہے کہ اگر کسی کو پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے، کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنکر خاموش رہے۔ اس کے بعد ایک اور شخص وہاں سے گزرا، آپ نے پوچھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے

المسلمين هذا احری ان خطب ان لا ینکح، وان شفع ان لا یشفع، وان قال لا یسمع لقوله، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا خیر من ملأ الارض مثل هذا۔

ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ غریب فقرا مسلمین میں سے ہے۔ اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو قبول نہ کیا جائے، سفارش کرے تو کوئی شنوائی نہ ہو، اور اگر گفتگو کرے تو کوئی کان نہ دھرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (یہ نہ صرف یہ کہ اس پہلے شخص سے بہتر ہے بلکہ) اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی پوری دنیا سے بھی بہتر ہے۔

- - - -

- - - -

- - - -

⑧ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحًا طیبةً ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحًا منتنةً۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اچھے ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے کی طرح ہے اور برے ہمنشین کی مثال بھٹی جلانے والے کی طرح ہے۔ مشک والا یا خود تجھے کچھ اس سے دیگا یا تو خود اس سے خریدے گا۔ ورنہ خوشبو ہی سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور بھٹی والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا، یا بدبو سے پریشان کرے گا۔

علم دیتے ہیں نور دیتے ہیں اور قلبی سرور دیتے ہیں
اولیاء اپنے ہمنشینوں کو عشقِ ربِ غفور دیتے ہیں (بدر)

⑨ ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت:

قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول، قال الله عزوجل المتحابون فی جلالی لهم منابر من نور یغبطهم النبیون

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، جو لوگ میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں، ان کے لئے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے، ان کے

والشهداء۔ درجہ پر انبیاء و شہداء بھی رشک کریں گے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کی مؤطا میں سند صحیح سے مروی ہے

یقول اللہ تبارك وتعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان کے لئے میری محبت واجب ہو گئی جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں۔ اور میرے لئے ایک دوسرے کی ہمنشینی اختیار کرتے ہیں۔ اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے لئے باہم خرچ کرتے ہیں۔

جو رب کے واسطے بندوں سے پیار کرتا ہے وہ آخرت کو سدا استوار کرتا ہے
اسی کے واسطے منبر بھی نور کا ہوگا اسی سے باری تعالےٰ بھی پیار کرتا ہے

(ابلاغ)

(۱۰) بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ تحت ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ، امام عادل، وشاب انشأ فی عبادۃ اللہ تعالیٰ ورجل قلبہ معلق بالمسجد ورجلان تحابا فی اللہ عزوجل اجتمعا علیہ وافترقا علیہ، ورجل دعتہ امرأۃ ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللہ تعالیٰ، ورجل تصدق بصدقۃ فاخفاھا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ایسے اشخاص ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اس روز اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس روز اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (۱) عادل بادشاہ (۲) وہ جوان جس نے اپنی تمام عمر اللہ کی عبادت میں گزار دی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو (۴) وہ دو شخص جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، خدا ہی کے لئے ملیں اور خدا ہی کے لئے جدا ہوں (۵) وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بلائے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو خیرات کر کے اس طرح چھپائے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی نیکی کو بایاں ہاتھ بھی نہ جانے ——— (۷) جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے ——— تو اس کی

یمینہ ورجل ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ ۔ آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔

شاہِ عادل، جوان عابد، مسجد سے دل جوڑنے والا
دو للہ محبت والے، زنا سے خود منہ موڑنے والا
کرے جو صدقہ چھپا کے، خلوت میں جو روئے سب سات توں
پائیں گے ظلِ رب محشر میں جو دن ہے جاں توڑنے والا
(بزاز)

کچھ اور احادیث کریمہ:

فضائل اولیاء میں ہم نے یہ دس صحیح احادیث بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ہم کچھ احادیث ذکر کرتے ہیں جنہیں ائمہ حدیث نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بُدلاء امتی اربعون رجلاً، اثنان وعشرون بالشام، وثمانیۃ عشر بالعراق، کلما مات منھم واحد ابدل اللہ مکانہ اخر فاذا جاء الامر قبضوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے چالیس ابدال ہیں۔ ان میں کے بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں ہیں۔ جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم مقام کر دیتا ہے۔ جب قیامت قریب آئے گی، تو سب اٹھا لئے جائیں گے۔

(۲) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تبارک وتعالیٰ فی الارض ثلث مأۃ رجل قلوبھم علیٰ قلب آدم علیہ السلام، ولہ اربعون قلوبھم علیٰ قلب موسیٰ علیہ السلام، ولہ سبعۃ قلوبھم علی قلب ابراھیم علیہ السلام، ولہ خمسۃ قلوبھم علیٰ قلب جبریل علیہ السلام ولہ ثلاثۃ قلوبھم علیٰ قلب میکائیل علیہ السلام، ولہ واحد قلبہ

علیٰ قلب اسرافیل علیہ السلام، فاذا مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلاثۃ، واذا مات من الثلاثۃ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ واذا مات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہ من السبعۃ، واذا مات من السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الاربعین، واذا مات من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من الثلاث مأۃ، واذا مات من الثلاث مأۃ ابدل اللہ مکانہ من العامۃ یدفع اللہ بھم البلآء عن الامۃ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ کے تین سو بندے روئے زمین پر ایسے ہیں کہ ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور چالیس ایسے اشخاص ہیں کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے مثل ہیں۔ اور پانچ ایسے ہیں کہ ان کے دل جبرئیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور تین ایسے ہیں کہ ان کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ اور ایک مرد خدا ان میں کا ایسا ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل جیسا ہے ــــــــ جب ان میں کا کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تین میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر تین میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ پانچ میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر پانچ میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ سات میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان ساتوں میں کا کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ چالیس میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان چالیس حضرات میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ ان کی جگہ تین سو میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر ان تین سو میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں سے کسی کو مقرر فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان حضرات کی برکت سے امت کی بلا اور مصائب دور فرماتا ہے۔

اور بعض روایتوں میں عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا بلکہ ان کی جگہ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی جگہ جبرئیل علیہ السلام کا، جبرئیل علیہ السلام کی جگہ میکائیل علیہ السلام کا، میکائیل

علیہ السلام کی جگہ اسرافیل علیہ السلام کا، اور اسرافیل علیہ السلام کی جگہ عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے ـــــــ حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ایک بندۂ خدا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے "قطب" کی ذات مراد ہے۔ اور وہ غوث ہوتے ہیں، اولیاء میں ان کا مقام و مرتبہ مرکز دائرہ کے نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام عالم کا نظم ونسق ان سے متعلق ہوتا ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں قلوب انبیاء وملائکہ کے ساتھ اپنے قلب اطہر وانور کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ قادر مطلق نے آپ کے قلب شریف، کے مثل تو کسی کا قلب پیدا ہی نہیں فرمایا۔ شرافت ولطافت اور ہر اعتبار سے آپ کا قلب مبارک تمام انبیاء وملائکہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے قلوب کے بالمقابل بزم انجم میں خورشید تاباں کے مثل ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

شیخ عارف ابوالحسن النوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے تمام قلوب پر نظر فرمائی تو قلب پاک سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی قلب کو اپنی طرف شوق میں وارفتہ نہ پایا۔ تو انہیں معراج کا شرف بخشا تاکہ دیدار وہم کلامی کی لذت سے انہیں جلد تسکین مل سکے" ص ۱۶

اور غریق بحر معرفت شیخ کامل ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس روحوں نے میدان عرفان میں دوڑ کی تو ان میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سبقت لے گئی۔ اور گلشن وصال تک رسائی پائی"

سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے۔

انہ قال البدلاء بالشام، والنجباء بمصر، والعصائب بالعراق، والنقباء بخراسان، والاوتاد بسائر الارض، والخضر علیہ السلام سید القوم،

انہوں نے فرمایا، ابدال شام میں، نجباء مصر میں، عصائب عراق میں، نقباء خراسان میں، اوتاد تمام روئے زمین میں ہیں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سب کے سردار ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔

انہ قال، ثلاث مأۃ ھم الاولیاء وسبعون ھم النجباء واربعون ھم اوتاد الارض وعشرۃ ھم النقباء وسبعۃ ھم العرفاء وثلاثۃ ھم المختارون وواحد منھم ھو الغوث۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

انہوں نے فرمایا، اولیا تین سو ہیں۔ نجبا ستر ہیں، اور روئے زمین میں اوتاد چالیس ہیں، نقبا دس ہیں، عرفا سات ہیں، مختار تین ہیں، اور ایک ان میں سے غوث ہے ـــــ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انہ قال، ان للہ عباداً یقال لھم الابدال لم یبلغوا ما بلغوا بکثرۃ الصوم والصلوٰۃ، والتخشع وحسن الحلیۃ ولکن بلغوا بصدق الورع وحسن النیۃ وسلامۃ الصدور والرحمۃ لجمیع المسلمین اصطفاھم اللہ بعلمہ واستخلصھم لنفسہ، وھم اربعون رجلاً علیٰ مثل قلب ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت الرجل منھم حتی یکون اللہ قد انشأ من یخلفہ واعلم انھم لا یسبون شیئاً ولا یلعنونہ ولا یؤذون من تحتھم ولا یحتقرونہ ولا یحسدون من فوقھم، اطیب الناس خیراً والینھم عریکۃ، واسخاھم نفساً، لا تدرکھم الخیل المجراۃ، ولا الریاح العواصف فیما بینھم وبین ربھم، انما قلوبھم تصعد فی السقوف العلیٰ ارتیاحاً الی اللہ تعالیٰ فی استباق الخیرات (اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)

وہ فرماتے ہیں، اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں، وہ حضرات اپنے اس مرتبہ پر روزہ و نماز، خشوع و عاجزی کی کثرت اور حسن حلیہ کی وجہ سے نہیں پہونچے ہیں، بلکہ اپنے ورع و تقویٰ کی سچائی، نیت کی بہتری، سینے کی سلامتی، اور تمام مسلمانوں سے بھرپور ہمدردی کی وجہ سے انہیں یہ مقام ملا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کے لئے انہیں منتخب

کرلیا۔ اپنی ذات پاک کے لئے خاص کرلیا ہے ـــــ وہ چالیس حضرات ہیں، ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح ہیں۔ ان میں سے کوئی اسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی جانشینی کے لئے کسی کو پروان دے چکا ہوتا ہے۔
یہ جان لو! کہ وہ کسی چیز کو نہ گالی سے یاد کرتے ہیں، نہ ہی اس پر لعنت کرتے ہیں، بُرا کہتے ہیں، نہ اپنے ماتحتوں کو ایذا دیتے ہیں، نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں، نہ اپنے اوپر والوں سے حسد کرتے ہیں، بھلائی میں سب سے بہتر ہیں، طبیعت میں سب سے نرم، مزاج کے اعتبار سے سب سے سخی ہیں، تیز رفتار گھوڑے تند ہوائیں اپنی تیزی کے باوجود ان کے رتبہ کو نہیں پا سکتیں ان کے دل خدا کی خوشنودی کے لئے اور اس کی جانب اشتیاق کے باعث نیکیوں کی مسابقت میں اونچی اونچی چھتوں کو زیر کر دیتے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے۔ باخبر رہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح وکامیابی پانے والا ہے۔
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔
قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان للّٰہ خواص یسکنھم الرفیع من الجنان کانوا اعقل الناس، قال قلنا یا رسول اللّٰہ! فکیف کانوا اعقل الناس؟ قال: کان ھمتھم المسابقۃ الی ربھم عزوجل والمسارعۃ الیٰ مایرضیہ، وزھدوا فی الدنیا وفی فضولھا وفی ریاستھا ونعیمھا فھانت علیھم، فصبروا قلیلاً واستراحوا طویلاً۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں وہ جنتوں میں بلند مقام پر رکھے گا۔ اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ وہ سب سے عقلمند کس طرح ہوئے؟ فرمایا، ان کی تمام سعی وہمت اللہ کی طرف مسابقت، اور اسے خوش کرنے والے کام میں تیزی و سرعت ہوتی تھی۔ دنیا اس کی فضولیات، اس کی ریاست وعیش سے انہیں بالکل بے رغبتی ہے۔ جس کے باعث دنیا ان کے نزدیک حقیر ٹھہری تو انہوں نے اس دنیا میں مختصر عرصہ صبر کیا۔ مگر اس کے بعد طویل راحت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال بعثت الفقراء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً، فقال یارسول اللہ! انی رسول الفقراء الیك، فقال مرحبًا بك وبمن جئت من عندھم، جئت من عند قوم احبھم، فقال یارسول اللہ! ان الفقراء یقولون لك ان الاغنیاء قد ذھبوا بالخیر کلہ، ورواہ بعضھم ذھبوا بالجنۃ، ھم یحجون ولا نقدر علیہ، ویتصدقون ولا نقدر علیہ، ویعتقون ولا نقدر علیہ، واذا مرضوا بعثوا بفضل اموالھم ذخراً لھم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلّغ الفقراء عنی، ان لمن صبر واحتسب منھم ثلاث خصال لیس للاغنیاء منھا شیئ، اما الخصلۃ الاولیٰ، فان فی الجنۃ غرفًا من یاقوت احمر ینظر الیھا اھل الجنۃ کما ینظر اھل الدنیا الی النجوم فی السماء لا یدخلھا الا نبی اوفقیر اوشھید فقیر اومؤمن فقیر، والخصلۃ الثانیۃ: تدخل الفقراء الی الجنۃ قبل الاغنیاء بنصف یوم وھو مقدار خمسمأۃ عام، والخصلۃ الثالثۃ: اذا قال الفقیر، سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مخلصًا، وقال الغنی مثل ذلك لم یلحق الغنی بالفقیر فی فضلہ وتضاعف الثواب وان انفق الغنی معھا عشرۃ آلاف درھم وکذلك اعمال البر کلھا، فرجع الیھم الرسول فاخبرھم بذلك فقالوا رضینا یارب رضینا۔

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فقراء نے اپنا ایک قاصد بھیجا، اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقراء کا قاصد ہوں۔ حضور نے فرمایا، مرحبا! تمہارے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے میں محبت رکھتا ہوں۔ قاصد نے عرض کیا کہ فقراء خدمت اقدس میں عرض گزار ہیں کہ تمام نیکیاں مالداروں ہی کے حصہ میں آگئیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح

آیاہے کہ مالدار جنت حاصل کرلے گئے۔ وہ لوگ حج کرتے ہیں اور ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے، وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم اس پر قادر نہیں، وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو اپنے آخرت کی جانب اپنا زائد مال بطور ذخیرہ کے بھیج دیتے ہیں، (یعنی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری جانب سے فقراء کو یہ بات پہونچا دو کہ تم میں جو صبر کرکار بند اور ثوابِ آخرت کے آرزو مند ہیں ان کے لئے تین ایسے مخصوص درجے ہیں جو مالداروں کے لئے نہیں ہیں —— پہلا درجہ: یہ کہ جنت میں یاقوتِ سرخ کے کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کو اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے اہل دنیا آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ان میں سوائے نبی، یا فقیر، یا شہید فقیر، یا مومن فقیر کے اور کوئی نہیں جائیگا دوسرا درجہ: یہ کہ فقراء مالداروں سے نصف یوم پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس آدھے دن کی مدت پانچ سو برس ہے —— تیسرا درجہ: یہ ہے کہ جب فقیر سبحان اللہ والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر خلوص کے ساتھ کہے، اور مالدار انسان بھی اسی طرح کہے تو مالدار اس فقیر کی فضیلت اور ثواب کو نہیں پہونچے گا۔ خواہ مالدار ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کر ڈالے۔ اور تمام اعمالِ حسنہ کا یہی معاملہ ہے۔ جب قاصد نے جاکر انہیں یہ خبر دی تو سب نے کہا کہ ہم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اکثروا من معرفۃ الفقراء واتخذوا عندھم الایادی، فان لھم دولۃ، قالوا، یارسول اللہ! ما دولتھم؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمۃ، قیل لھم انظروا الی من اطعمکم کسرۃ او کساکم ثوبا او سقاکم شربۃ فی الدنیا فخذوا بیدہ ثم امضوا بہ الی الجنۃ۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھو، ان سے اچھا سلوک کرو، کیونکہ ان کا بھی ایک دور آئے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ!

ان کا دور کیا ہے؟ ——— فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا تو ان سے کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں روٹی کا ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا تمہیں ایک کپڑا پہنایا ہو ——— یا کچھ پلا کر سیراب کیا ہو، اسے تلاش کرو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یؤتی بالعبد الفقیر یوم القیٰمة فیعتذر الله عزوجل الیه کما یعتذر الرجل الی الرجل فی الدنیا، فیقول الله عزوجل وعزتی وجلالی ما زویت الدنیا عنك لهوانك علیّ ولكن لما اعددت لك من الكرامة والفضیلة، ولكن یا عبدی اخرج الیٰ هذه الصفوف وانظر الیٰ من اطعمك او كساك داراد بذلك وجهی، فخذ بیده فهولك والناس یومئذ قد الجمهم العرق فیتخلل الصفوف وینظر من فعل به ذلك فی الدنیا فیأخذ بیده ویدخله الجنة۔

قیامت کے روز بندۂ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس طرح اعتذار فرمائے گا جیسے آدمی آدمی سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم! میں نے دنیا تجھ سے اس لئے جدا نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا۔ بلکہ یہ اس لئے کیا کہ تیرے لئے بڑی بڑی فضیلتیں، اور بزرگیاں تیار کر رکھی تھیں، اور اے میرے بندے! یہ تیرے سامنے جو صفیں لگی ہیں ان میں جا کر ان لوگوں کو دیکھ جنہوں نے تجھے کھلایا، پہنایا، اور اس سے میری خوشنودی چاہی۔ اسی کا ہاتھ تھام لے کہ وہ تیرا ہے ——— اس وقت لوگوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ پسینہ منہ تک آیا ہوگا وہ فقیر یہ ارشاد سنکر صفیں چیرتا ہوا داخل ہوگا، اور ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بہشت میں لے جائے گا۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فانظر الی من اطعمك او سقاك او كساك، ثم ذكر الحديث
اسے دیکھ جس نے تجھے کھلایا یا پلایا، یا کپڑا پہنایا، اس کے بعد حدیث کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا۔
اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی۔
یا موسیٰ ان من عبادی من لو سألنی الجنة بحذافیرها لاعطیته، و
لو سألنی علاقة سوط من الدنیا لما اعطه، ولیس ذلك من هوان
له علیّ، ولکنی ارید ان اذخرله فی الاٰخرة من کرامتی واحمیه من
الدنیا، کما یحمی الراعی غنمه من مراعی الذئب۔
اے موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے ساری جنت کا سوال کریں تو میں
انہیں عطا کر دوں اور اگر دنیا میں کوڑا لٹکانے بھر جگہ مانگیں تو نہ دوں، اور میرا یہ نہ دینا
اس لئے ہرگز نہیں کہ وہ میرے نزدیک ذلیل ہیں، بلکہ اس لئے کہ میں آخرت میں ان
کے لئے اپنی عنایات ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں، اور دنیا سے انہیں ایسے بچانا چاہتا ہوں،
جیسے چرواہا بکریوں کو بھیڑیئے سے بچاتا ہے۔
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شیئ مفتاح، ومفتاح الجنة
حب المساکین والفقراء الصادقین الصابرین، هم جلساء اللہ
یوم القیامة۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر شئے کی ایک کنجی ہے، اور جنت کی کنجی مسکینوں،
سچے فقیروں اور صادقین وصابرین کی محبت ہے۔ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہمنشین
ہوں گے۔
اور روایت ہے۔
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال اللّٰهم احینی مسکیناً وامتنی
مسکیناً واحشرنی فی زمرة المساکین۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا،

اور مسکینوں کے زمرے میں میرا حشر فرما،
میں کہتا ہوں کہ مساکین کی فضیلت کے لئے یہ حدیث شریف کافی ہے۔ سرکار اگر یہ ارشاد فرماتے کہ مساکین کا میرے زمرے میں حشر فرما تو ان کے لئے یہ فضیلت بھی بہت تھی، مگر جب خود سرکار ارشاد فرمارہے ہیں کہ میرا حشر زمرۂ مساکین میں فرما، پھر بھلا مساکین کے فضائل و مراتب کا کیا کہنا؟۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النور اذا وقع فی القلب انشرح الصدر وانفسح، قیل یا رسول اللّٰہ ھل لذلک من علامۃ؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم، نعم التجافی عن دار الغرور، والانابۃ الی دار الخلود، والاستعداد للموت قبل نزولہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب انسان کے دل میں نور اترتا ہے تو اس وقت اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی کوئی پہچان ہے؟ سرکار نے فرمایا، ایسا شخص غرور کے مکان (دنیا) سے بھاگتا ہے۔ اور ہمیشگی کے مکان (آخرت) کی طرف لوٹتا ہے۔ اور موت آنے سے قبل اس کی تیاری کرتا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پاک کی رُو سے یہ نور دنیا میں زاہدوں کے قلب کو ملتا ہے۔
ترمذی وغیرہ میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حسن مروی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الکیّس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے، اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے۔ اور عاجز و ناسمجھ وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی میں لگائے، اور اللہ تعالےٰ سے بہت ساری تمنائیں لگا رکھے۔
حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا اخرج رجل غنیٌ

من عرض ماله مأة الف درهم فتصدق بها، واخرج رجل فقير درهمًا واحدًا من درهمين لا يملك غيرهما طيبة به نفسه صار صاحب الدرهم الواحد افضل من صاحب مأة الف درهم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کوئی دولت مند اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ دے، اور کوئی فقیر شخص صرف ایک درہم صدقہ دے جبکہ اس کے پاس محض دو ہی درہم ہوں، اور اس میں سے وہ خوشی خوشی دے، تو ایک درہم دینے والا فقیر لاکھ درہم صدقہ کرنے والے سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہو رہی ہے جسے امام عبد الرحمٰن نسائی نے اپنی سنن میں بیان کیا۔

سبق درهم مأة الف درهم

ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔

اور فقیر کے صدقہ کی فضیلت اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے، ارشاد رب العٰلمین ہے،

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (التوبہ: ۹، ۸۰)

اور جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

افضل الصدقة جهد المقل " افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تنگدست اپنی مشقت سے کرے"

ہم یہاں اتنے ہی پر بس کرتے ہیں ——— باوجودیکہ فقرا کی فضیلت میں احادیث کریمہ بے شمار ہیں۔

فضائل اولیاء و فقراء آثارِ سلف میں:

اس بارے میں حضرات سلف صالحین، اور ائمہ عاملین رضی اللہ عنہم کے آثار بکثرت موجود ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔ مگر یہاں ہم سندیں چھوڑتے ہوئے مختصر کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اگر کوئی بازار میں گیا، اور اس نے کوئی ایسی شئے دیکھی جسے اس کا دل چاہتا ہو، اور وہ اس شئے کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا ـــــ تو اس نے صبر کیا اور اس سے ثواب کی امید رکھی، تو اس کا یہ عمل راہ خدا میں ہزار دینار خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔

شیخ ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

اپنی خواہش پوری نہ ہونے کے باعث، کسی فقیر کا ٹھنڈی سانس لینا مالدار کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

امام المتقین ابو نصر بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فقیر کی عبادت حسین عورت کے گلے میں موتیوں کے ہار کی طرح ہے، اور مالدار کی عبادت اس سرسبز پودے کی طرح ہے جو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر اگ آئے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے۔

لباسِ فقراء یعنی بالوں کا موٹا لباس، گدڑی اور پیوند لگے کپڑے اگر زاہد لوگ پہنیں، تو ان کے لئے حُسن و خوبی ہے۔ مگر وہی لباس دوسروں کے لئے بدنمائی ہے۔

حضرت ابن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کے قبیلے میں ایک بار آگ لگ گئی، مکانات جلنے لگے، لوگوں نے شور مچایا۔ دوڑو! مالک بن دینار کے گھر کی خبر لو! ـــــ لوگ آگ بجھانے لگے ـــــ اس عالم میں خود حضرت مالک بن دینار کا یہ عالم تھا کہ تہبند زیب تن کئے، ہاتھ میں وضو کا لوٹا اٹھائے نہایت بے نیازی کے ساتھ آگ بجھاتے ہوئے نوجوان کے قریب آئے اور فرمایا ـــــ سُبک رو قیامت کے روز نجات پائیں گے اے دولتمندو! تم فکر دنیا میں جز بز ہوتے رہو، فقراء حقیقی عیش والے ہیں، اور حقیقی عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ فقیر کا درہم (چاندی کا سکہ) غنی کے دینار (اشرفی) سے افضل ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مالدار بھی کھاتے ہیں اور ہم لوگ بھی کھاتے پیتے ہیں، وہ بھی پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں، اور

ان کے پاس جو ضرورت سے زائد ملکیت ہے نہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور نہ ہم ——— وہ لوگ بھی اسے دیکھتے ہیں اور ہم بھی، قیامت کے روز ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اور ہم لوگ اس سے بری الذمہ ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا۔

ہمارے دولتمند بھائیوں نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ وہ ہم سے خدا واسطے کی محبت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی دولت کے معاملہ میں ہم سے علاحدگی اختیار کرتے ہیں۔ ان پر ایک ایسا دن آئے گا کہ وہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے ——— مگر ہمیں یہ خواہش نہیں ہوگی کہ ہم ان کی جگہ ہوتے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

وہ ایک روز اپنے احباب میں بیٹھے تھے، ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں، آپ یہاں ان لوگوں میں بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور بخدا گھر میں مٹھی بھر بھی آٹا نہیں ہے ——— انہوں نے جواب دیا یہ نہ بھولو! کہ ہمارے سامنے ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے ہلکے سامان والوں کے سوا کوئی نجات نہیں پائے گا۔ یہ سُنکر وہ خوشی کے ساتھ واپس چلی گئیں۔

اکابر شیوخ میں سے کسی نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ حضور! اہل وعیال کی فکر نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میرے حق میں دعا فرمائیں ——— حضرت نے جواب دیا، تیرے اہل وعیال جب تجھ سے آٹا اور روٹی نہ ہونے کی شکایت کریں اس وقت رب تعالےٰ سے دعا کیا کر کہ تیری اس وقت کی دعا میری دعا سے بہتر اور قرینِ قبول ہے۔

کسی مرد صالح سے جب ان کے بال بچوں نے یہ کہا کہ آج کی رات ہم لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، تو فرمایا ہمارا ایسا مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھوکا رکھے ——— یہ درجہ تو وہ اپنے دوستوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ مشائخ میں سے بعض کا یہ حال تھا کہ انہیں جب تنگدستی پیش آتی تو فرماتے ——— اے

شعار صالحین! خوش آمدید،

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ فقر میں بہت ثواب ہے، جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے ــــــ انہوں نے فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے فقر سے پناہ مانگی ہے۔ ہاتھ کے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔ کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ دل فقیر ہو جس طرح مالداری یہ ہے کہ دل غنی ہو۔

امام الطائفہ شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دولتمند نے پانچ سو درہم حاضر کئے۔ اور کہا یہ اہل حاجت کو تقسیم فرما دیں۔

حضرت جنید نے فرمایا: کیا تیرے پاس اور بھی درہم ہیں؟

دولتمند: جی ہاں! درہم ہی نہیں، بہت ساری اشرفیاں بھی ہیں۔

شیخ جنید: کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے مال میں اور اضافہ ہو؟

دولتمند: کیوں نہیں!

شیخ جنید: پھر تو ان درہموں کی حاجت تجھی کو زیادہ ہے، لے تو ہی لے جا! ــــ

(یہ کہا اور درہم اسے واپس کر دیئے)

ایک شخص حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں آیا۔ اور دس ہزار درہم نذرانہ پیش کیا۔ شیخ نے اس کا نذرانہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔

تو چاہتا ہے کہ یہ لیکر میں فقراء کے دفتر سے اپنا نام خارج کرا لوں ــــ یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے تین سوالات کئے ــــ آپ نے مآل اور انجام کے لحاظ سے اس کو جوابات دیئے۔

○ حقیقی آدمی کون لوگ ہیں؟۔

جواب: علماء

○ بادشاہ کون حضرات ہیں؟۔

جواب : زاہدین ! (وہ لوگ جنہیں دنیا کی طمع نہیں)

○ کمینے کون لوگ ہیں ؟

جواب : دین فروش (جو اپنے دین کے عوض دنیا کمائیں)   ص : ۲۲

— اہل دنیا نے دنیا میں راحت تلاش کی مگر محروم رہے ، اگر انہیں دولتِ فقراء کی خبر ہوجائے تو اس کے لئے مارنے مرنے پر تیار ہوجائیں ۔ (حضرت ابراہیم ادہم)

زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں ۔ اور زاہد وہ فقراء ہیں جو عارف باللہ ہیں ——

(حضرت ذوالنون مصری)

حکومت و سلطنت کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک شہروں اور ملکوں کی ، دوسری لوگوں کے دلوں کی ، حقیقی حکمراں و بادشاہ وہی ہیں جو زاہد ہیں ۔ (شیخ کبیر ابویدین شہیر)

اگر کوئی شخص یہ وصیت کر کے مرجائے کہ یہ سو درہم سب سے عقلمند انسان کو دیئے جائیں تو وہ درہم زاہدوں کو دینا چاہیئے ۔ (امام شافعی و دیگر علماء)

فوائد فقر میں سے یہ بھی ہے کہ بھوک اور برہنگی کی تکلیف اٹھائے ، اور تکلیف کے ساتھ ساتھ ان میں آرام اور لذت بھی پائے ، اور ان چیزوں کو پسند کرے ۔ (شیخ کبیر ابوعبداللہ قرشی)

اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ جنت میں ان سے اپنا دیدار محجوب کردے تو وہ جنت سے بھی اسی طرح پناہ مانگیں گے جیسے دوزخی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں —

(قطب الاخوان شیخ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ)

العارف باللہ تضیئ لہ انوار العلم فینظر بہا عجائب الغیب ——

(شیخ ابوعثمان مغربی رضی اللہ عنہ)

عارف باللہ کے لئے علم کے وہ انوار چمکتے ہیں ، جن سے وہ غیب کے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے ۔

شیخ کبیر عارف باللہ حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی کی خاص کفالت و تولیت کرنا چاہتا ہے تو اس شخص پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے ۔ اور جب وہ ذکر سے لذت یاب ہونے لگتا ہے

تو اس پر قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے، حتیٰ کہ اسے مجلسِ انس میں لے جا کر توحید کی کرسی پر بٹھاتا ہے، پھر اپنے اور اس کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہے ــــــ اور اسے دارِ فردانیت میں داخل فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے جلال وعظمت کے حجاب اٹھا دیتا ہے، جب اس کی نگاہ جلال وعظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کو فنا کر دیتا ہے۔ اس وقت بندہ فنا ہو کر اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کی حفاظت میں نفس کی خواہشات سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا۔
کیا تو اللہ والا بننا چاہتا ہے؟ ــــــ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا، دنیا وآخرت کی کسی شئے کی رغبت نہ کر، اور اپنے نفس کو اللہ کے لئے خالی کرلے، اور نہ صرف اپنے چہرے بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو جا تاکہ وہ تجھ پر متوجہ ہو اور تجھے اپنا دوست بنالے۔

حضرت شیخ ابونصر سراج رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔
ادب میں لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اہل دنیا کا طبقہ: دینداروں کا طبقہ: خاصانِ حق کا طبقہ:

طبقۂ اولیٰ: کا ادب یہ ہے، زبان وبیان کی فصاحت، علوم، قصص حکایات اور اشعار کا حفظ،

طبقۂ ثانیہ: کا ادب، ریاضتِ نفس، اعضاء وجوارح کا ادب، حدودِ شرع کی رعایت، اور ترکِ شہوات،

طبقۂ ثالثہ: طہارتِ قلب، اسرار کی رعایت، وفائے عہد، وقت کی حفاظت، خطرات سے اِغماض، مقاماتِ طلب، اوقاتِ حضور اور مقاماتِ قرب کی رعایت،

امام السالکین شیخ ابو محمد سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
سارے نیک کام زاھدوں کے اعمال نامے میں درج ہیں۔
میں کہتا ہوں یہ ایسے عارفِ صدّیق کا ارشاد ہے جو تصدیق کے انتہائی بلند مرتبے پر

فائز ہیں ——— اور اس ارشاد کی مختصر توضیح یہ ہے۔

اہل دنیا میں بعض لوگ نیکی کی نیت سے کسی کو مال دیتے ہیں، مگر کثرتِ مال اور وسعتِ دنیا کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور یہ خواہش انہیں فتنہ میں ڈالتی ہے، اور اطاعتِ الٰہیہ سے روکتی ہے۔ اور زاہد حضرات محض اللہ کے لئے تمام موجودات سے عملاً برطرف ہیں، دنیا ان کے لئے ناپسندیدہ ہے، اور وہ اطاعتِ خداوندی کے لئے بالکل فارغ ہیں ——— انہوں نے عبادت قلبی، عبادت بدنی اور عبادت مالی سب کو جمع کرلیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ کو ان کے دل کی خبر ہے ——— اور وہ ان کے دل میں اپنے سوا کسی کی محبت نہیں پاتا۔ اس لئے اس نے زاہدوں کو اپنے قرب سے نوازا ——— اور انہیں اپنے فضل سے وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں ——— اللّٰھم لا تحرمنا خیرك لشرنا، وھب لنا من فضلك العظیم واجعل بك شغلنا بجاہ نبیك محمد الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم، انك الملك المنان ذوالفضل العظیم۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اولیاء اللہ اور صالحین کے دریائے فضیلت وکرامت سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں مگر اس سلسلہ میں احادیثِ صحیحہ بھی اس کثرت سے ہیں کہ وہی کافی ہیں، جن میں سے کچھ میں نے شروع میں نقل کیں۔

اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے اجتناب کے باب میں ذاتی عمل شریف جو احادیث میں موجود ہے، اور اسی طرح دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام، اولیاء اللہ، اور سلف صالحین کے احوالِ زہد کے بارے میں ظاہر و باہر ہیں۔

امام اجل شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ دولتِ دنیا کے حصول کی دلیل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی مثال پیش کرنے والے علماء کو زجر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ لوگ صحابۂ کرام کی مالداری کو اس لئے حجت بناتے ہیں کہ لوگ انہیں مال جمع کرنے کے سلسلہ میں معذور خیال کریں ـــــ حالانکہ انہیں شیطان نے بہکا دیا ہے۔ وہ نہایت بے خبر اور غافل ہیں۔ افسوس صد افسوس! حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کے مال سے استدلال مکرِ شیطان ہے، تیری یہ بات تیری بربادی کا پیش خیمہ ہے ـــــ کیونکہ جب تجھے یہ خیال آیا کہ وہ حضرات بھی فراوانی میں مقابلہ، اور دنیا کی عزت و آرائش کے لئے مال جمع فرماتے تھے۔ تو اس کا ادنیٰ مطلب یہ ہوا کہ تو نے ان پیشواؤں کی غیبت کی، اور ان پر عظیم تہمت لگائی ـــــ اور جب تو نے بدلالت حال و قال یہ بات اٹھائی کہ مالِ حلال کا جمع کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے تو گویا تو نے حضور سرورِ انبیاء، اور دوسرے انبیائے کرام (علیہم الصلوات والتسلیم) پر عیب لگایا، (نعوذ باللہ منہا) اور انہیں اپنے خیال میں اس نکتۂ فضیلت سے بے خبر سمجھا۔ کیونکہ انہوں نے تیری طرح مال جمع نہیں کیا ـــــ اور ترک افضل کیا ـــــ اور گویا تو اس بات کا مدعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی خیر خواہی کا حقہ نہیں کی، کیونکہ انہوں نے جمعِ مال سے روکا ـــــ ربُّ السماء کی قسم! تو جھوٹا ہے، تو مُفتری ہے، تو کذاب ہے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگایا۔ وہ تو اپنی امت کے حق میں نہایت مہربان اور مشفق اور رؤف و رحیم تھے ـــــ اے بے عقل! سن کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی، تقویٰ، اور تمام تر حسنات و خیرات کے باوجود، اور اس کے علاوہ ان فضائل کے ہوتے ہوئے کہ وہ اللہ کی راہ میں بحد سخاوت کرنے والے، مال و دولت لٹانے والے، اور صحبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتِ سرمدی سے فیض یاب، اور جنت کی خوشخبری پانے والے ہیں۔ مگر پھر بھی مال ہی کی وجہ سے روزِ حشر، حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے ـــــ حالانکہ انہوں نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ دستِ سوال نہ دراز کرنا پڑے، اور مال کے ذریعہ نیکی کا سرمایہ اکٹھا کریں، اور راہِ خدا میں خوب خرچ کریں۔ تاہم جنت میں داخلہ کے وقت انہیں فقراء مہاجرین کی معیت نہیں ملے گی ـــــ پھر بھلا، ما و شما کا کیا شمار

واعتبار؟ جو دنیا کی موجوں میں غرق ہیں ـــــــ اور اس کے بعد ایسے شخص کے حال پر سخت حیرت واستعجاب ہے جو شہوات دنیوی میں پھنس کر لوگوں کا مال ظلماً کھاتا ہے اور مادی زینت وتفاخر کا بندہ بن کر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔

امام محاسبی رضی اللہ عنہ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ مسکنت کے دلدادہ، فقر کے خوف سے مامون و محفوظ، رزق کے سلسلہ میں خدا پر متوکل، نوشتۂ قضاء وقدر پر مطمئن، غم وآلام پر راضی، خوشحالی میں شکرگزار، مصائب میں صابر، نعمتوں پر حمد کرنے والے، عجز وانکسار کا مرقع، رضائے الٰہی کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے، اور مال ومنصب کی محبت سے گریزاں تھے ـــــــ جب دنیا ان پر متوجہ ہوتی تو وہ غمناک ہوجاتے ـــــــ اور فقر اُن کے اوپر ظاہر ہوتا تو نشانِ صلحاء سمجھ کر اس کا استقبال فرماتے تھے۔ اے شخص! تجھے خدا کا واسطہ بتا تو سہی کیا تو ان صفتوں سے متصف ہے؟ ـــــــ بخدا نہیں! بلکہ تو اس سے مختلف ہے، تجھے ان سے دور کی مشابہت بھی نہیں، تیرا حال تو یہ ہے کہ اگر تجھے مالداری ملے تو سرکش ہوجائے، فراخی آئے تو اترانے لگے، خوشحالی آئے تو مگن ہوجائے، نعمتوں پر شکر کا وقت ہے تو غفلت میں پڑا رہے، بدحالی آئے تو ناامید ہوجائے، بلا آئے تو ناراض ہوجائے اور تقدیر پر راضی نہ ہو، تجھے فقر سے دشمنی، اور مسکینی سے عار ہے تو دنیا کے عیش وعشرت اور شہوت ولذت کی خاطر دولت جمع کر رہا ہے ـــــــ اور ان کا تو یہ حال تھا کہ اللہ کی حلال نعمتوں سے بھی یوں بے رغبت تھے جتنا تو حرام سے نہیں بچتا، وہ معمولی لغزش سے اس طرح لرزتے تھے جتنا تو گناہ کبیرہ سے نہیں بچتا ـــــــ کتنا اچھا ہوتا کہ تیرا حلال وپاکیزہ مال ان کے مشتبہ مال ہی کی طرح ہوتا۔ اور کاش تو اپنے گناہوں سے اس طرح ہی ڈرتا جتنا وہ مقدس صحابہ اپنی نیکیوں سے خائف رہتے تھے کہ معلوم نہیں قبول ہوں گی یا نہیں؟ ـــــــ اور کیا خوب ہوتا کہ تیرا روزہ ان کے بے روزہ رہنے ہی جیسا ہوتا۔ اور تیری بیداری ان کی

نیند ہی کے مثل ہوتی۔ اور تیری تمام نیکیاں ان کی ایک ہی نیکی کی طرح ہوتیں۔ افسوس ہے تجھ پر کیا تجھے یہ مناسب نہیں تھا کہ بقدر کفایت پر بس کرتا۔ اور زیادہ کی حرص نہ رکھتا۔ اور مالداروں کی حالت سے نصیحت وعبرت حاصل کرتا کہ وہ میدان حشر میں حساب کے لئے روکے جائیں گے ــــــ اور اگر تو ان میں نہ ہوا تو گروہِ سابقین میں مل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمرہ میں جنت کے اندر جائے گا۔ تجھے نہ کوئی روکنے والا ہوگا، اور نہ تیرا حساب ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔

مشائخ کبار میں سے بعض نے فرمایا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، سرکار فضائلِ فقراء بیان فرماتے تھے، اور مالداروں پر فقیروں کا شرف ذکر کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں سے مجھے اتنا یاد رہ گیا کہ فقراء کی فضیلت کے لئے یہی از بس ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کے مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گی ــــــ اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے چالیس سال پہلے، کیوں کہ فاطمہ نے عائشہ کے لحاظ سے دنیا کم پائی ــــــ (رضی اللہ عنہا وعن جمیع امہات المؤمنین و بنات النبی الکریم واھل بیتہ وعترتہ اجمعین)

رب نے غرباء و مساکین کو عزت دی ہے
مالداروں پہ فقیروں کو فضیلت دی ہے

حشر میں آئیں گے فقراء کی جلو میں سرکار
فقر کو یوں مرے آقا نے کرامت دی ہے

باندھے اپنے شکم نازیہ دو، دو پتھر
مصطفےٰ پیارے نے یوں فاقہ کو عزت دی ہے

حق گوئی و بے باکی:

عارف جلیل شیخ ابو عبدالرحمٰن حاتم اصم رضی اللہ عنہ ایک بار سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تین سو بیس حجاج کرام آپ کے ہمرکاب تھے۔ سب کے جسموں پر درویشانہ لباس تھا۔ کسی کے پاس توشہ دان تھا نہ کھانے کا کوئی سامان، قافلہ شہر رَے میں وارد ہوا۔

شب کو وہاں کے ایک مُحِبّ الفقراء تاجر نے قافلہ کی ضیافت کا انتظام کیا، صبح ہوئی تو تاجر نے حضرت حاتم اصم کی خدمت میں عرض کی کہ شہر کے اندر ایک فقیہ بیمار ہیں میں ان کی عیادت کے لئے جانا چاہتا ہوں ــــــ (ان کا اسم گرامی قاضی محمد بن مقاتل ہے) حضرت حاتم نے فرمایا، مریض کی عیادت اچھا کام ہے اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ چنانچہ آپ اور تمام فقراء اپنے میزبان تاجر کے ہمراہ قاضی محمد بن مقاتل کے مکان پر پہونچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نہایت عالی شان محل ہے۔ پُرشکوہ دروازہ سے گزر کر اندر پہونچے تو دیواروں پر لٹکے ہوئے پردے، فرش پر بچھے ہوئے قالین، اور مکان کی آرائش و زینت، جھاڑ فانوس اور قمقموں کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی ــــــ قاضی صاحب جس کمرے میں تھے وہاں پہونچے تو دیکھا کہ وہ نرم و نازک بستر پر خوبصورت تکئے لگائے لیٹے ہیں۔ ایک غلام مورچھل لئے کھڑا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت حاتم اصم متفکر ہوئے کہ عالم دین، فقیہ، اور یہ کرّوفر؟ــــ تاجر تو قاضی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ مگر حضرت حاتم اصم کھڑے رہے۔ قاضی نے دریافت کیا، شاید آپ کوئی حاجت لے کر آئے ہیں اس لئے نہیں بیٹھ رہے ہیں۔ فرمایا جی ہاں! ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

قاضی: کون سا مسئلہ ہے پوچھئے۔

حاتم اصم: پہلے آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں تو میں مسئلہ پوچھوں ــــــ قاضی صاحب بیٹھ گئے۔

حاتم اصم: آپ نے علم کہاں سے پایا۔

قاضی: ثقہ علماء و محدثین سے، جنہوں نے اصحابِ رسول سے (رضی اللہ عنہم) استفادہ کیا تھا۔

حاتم اصم: ان حضرات نے کس سے علم پایا۔

قاضی: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے،

حاتم اصم: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کس کے ذریعہ حاصل کیا۔

قاضی : حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ،
حاتم اصم : حضرت جبرئیل کو یہ علم کس نے عطا کیا۔
قاضی : اللہ تعالےٰ نے،
حاتم اصم : جو علم اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، حضور نے اپنے صحابہ کو بخشا، اور ان سے ثقہ علماء کو، اور ان سے آپ کو ملا، کیا اس علم میں یہ کہیں ہے کہ امیر و کبیر، دولت و ثروت، شاندار محل اور دنیوی کرّو فر والا، اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہے؟
قاضی : نہیں، بلکہ اس علم میں تو یہ ہے کہ جو دنیا میں زہد کی زندگی گزارے، آخرت کی فکر رکھے، اور توشہ تیار کرے، مساکین سے پیار کرے، وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہتر ہے
حاتم اصم : قاضی صاحب! پھر آپ ہی فرمائیں کہ آپ نے کس کے طریقہ کو اپنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طریقہ کو، یا فرعون و ہامان کے؟ ———
بدعمل عالمو! سنو، دنیا میں جاہلوں کا انہماک تم جیسے لوگوں ہی کی وجہ سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب علماء ایسے ہوں تو پھر ہم ان سے پیچھے کیوں رہیں؟۔
حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا، اور ہمراہیوں سمیت وہاں سے چلے آئے، کہتے ہیں اس بات کا قاضی محمد بن مقاتل پر بہت اثر ہوا، جس سے ان کی بیماری اور بڑھ گئی ؎

یہ نائبِ رُسل ہیں ڈرتے نہیں کسی سے
مردانِ حق زباں سے حق بات بولتے ہیں ۔ بدرؔ

حضرت شیبان کا علم :

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ کا شمار مشائخِ کبار میں ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آتے تھے، اُن کا کلام سماعت کرتے تھے، باتیں دریافت کرتے اور ان کے جواب کو پسند فرماتے تھے۔ صالح علماء ہر دور میں صوفیۂ کرام کے

معتقد رہے ہیں۔ اور ان کی زیارت کر کے دعاؤں، فیوضِ صحبت اور برکات سے متمتع ہوتے رہے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ، رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاتے اور ادب سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت شیبان کی صحبت کے فیوض حاصل کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں کچھ علمی سوالات کر کے حضرت شیبان کو ان کی کوتاہ علمی سے باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ کچھ علم حاصل کرنے میں مشغول ہوں۔ امام شافعی نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ مگر آخر وہ پوچھ ہی بیٹھے۔

امام احمد: اگر کوئی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز پڑھنا بھول گیا، پھر اسے یہ یاد نہ رہا کہ کون سی نماز چھوٹی ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟۔

حضرت شیبان: احمد! یہ تو ایسا قلب ہے جو خدا سے غافل ہے، اس کی تادیب و سزا ضروری ہے تاکہ پھر کبھی مولا سے غافل نہ ہو۔ اب اسے پانچوں نمازیں پھر پڑھنا ہے،

امام شافعی: (یہ سنکر امام احمد پر غشی طاری ہو گئی، ہوش میں آئے تو سنا) میں تم سے کہتا تھا کہ انہیں نہ چھیڑو۔ دوسری روایت ہے کہ مکالمہ زکوٰۃ کے موضوع پر بھی ہوا۔

امام احمد: کسی شئے کے مالک پر کس مقدار میں زکوٰۃ واجب ہے؟۔

حضرت شیبان: تم لوگوں کے مذہب پر زکوٰۃ اتنے اونٹوں پر اس قدر، گائے، بھینس اور بکریوں پر اس مقدار میں اتنی، سونے چاندی، پھل اور پیداوار میں اتنی اتنی ہے (گویا انہوں نے زکوٰۃ کا مفصل فقہی قانون بیان کرنے کے بعد فرمایا) مگر میرے مذہب پر تو سب اسی کا ہے ——

حضرت سفیان ثوری کے سفرِ حج میں شیر کے راستہ روکنے اور اس پر حضرت شیبان کی کاروائی پر مشتمل حکایت عنقریب بیان ہو گی۔

اِمتحان و اِعتراف:

جامع منصور بغداد میں حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کی مجلس ہوتی، کچھ فاصلہ پر ایک دوسرے فقیہ کا حلقۂ درس تھا، جن کا نام ابو عمران تھا۔ حضرت شبلی کا کلامِ موعظت نظام

جاری ہوتا تو ابو عمران اور ان کے شاگرد وں کا کام بند ہو جاتا۔ ایک دن ابو عمران فقیہ کے شاگردوں نے امتحاناً حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے حیض کا ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے مسئلہ کا نہایت وضاحت سے جواب دیا۔ اور تمام اختلافات وجوابات ذکر فرمائے۔ ابو عمران کو معلوم ہوا تو انہوں نے حاضر ہو کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اعتراف کیا کہ ہمیں تو محض تین ہی اقوال معلوم تھے۔ آپ نے تو اس سلسلہ میں دس اقوال ایسے بیان فرمائے تھے، جن کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

برکتِ صحبت:

ابوالعباس بن سریج فقیہ شافعی نے سید الطائفہ امام جنید بغدادی کا کلام سنا تو ان سے پوچھا گیا کہ اس کلام سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے متعلق کیا کہوں، اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کلام میں مجھے ایسی سطوت نظر آرہی ہے جو کسی اہل باطل کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ پہلے تو وہ صوفیہ سے برگشتہ تھے مگر بعد میں ان کے معتقد اور مدّاح ہو گئے۔ ایک ایسا زمانہ بھی آیا کہ بعض جلیل القدر فقہاء خود ابوالعباس بن سریج فقیہ کی مجلس میں ان کے کلام کو سنکر بہت مسرور ہوئے۔ اور سرِ مجلس ابوالعباس بن سریج نے خود اعتراف کیا کہ،

میرا یہ سب علم ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ کی صحبتِ مبارکہ کا فیض ہے ــــــ

شانِ علم:

عبداللہ بن سعید بن کلاب سے کہا گیا، آپ جس کا کلام سنتے ہیں اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہاں جنید نامی ایک صاحب ہیں ان سے مل کر دیکھئے کہ کیا آپ ان کے کلام پر بھی اعتراض کر پاتے ہیں۔ وہ جنید بغدادی کی مجلس میں آئے۔ ان سے توحید کے متعلق سوال کیا۔ حضرت جنید نے جواب دیا تو عبداللہ حیرت زدہ رہ گئے۔ اور کہنے لگے، آپ اسی بات کو ذرا پھر بیان کر دیں ــــــ آپ نے بیان کیا۔ مگر دوسرے الفاظ میں، عبداللہ بولے

یہ تو کچھ اور ہے، جو مجھے یاد نہ رہ سکا۔ ایک بار اور بیان فرمائیے۔ شیخ جنید نے سہ بارہ نئے اسلوب میں اسی بات کو فرمایا۔ ابن سعید بولے! اس طرح تو آپ کی بات یاد رکھنا میرے بس سے باہر ہے۔ اسے لکھوا دیجئے۔ حضرت جنید نے فرمایا: اگر میں خود سے یہ کلام زبان پر لانے والا ہوتا تو اسے املا کراتا۔ (مگر یہ سب تو خدا کی طرف سے کہلایا جاتا ہے، اور ہم کہتے ہیں)۔

یہ سُنکر عبداللہ بن سعید بن کلاں کھڑے ہو گئے اور حضرت امام الطائفہ جنید بغدادی کے علم وفضل کے قائل اور ان کی عظمت کے معترف ہو گئے۔

علم باطنی کیسے ملا؟

کسی نے حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علم (ظاہر و باطن) آپ نے کہاں سے پایا؟۔ انہوں نے اپنے دولت کدے کے ایک حصہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، اس کے اندر میں تیس برس تک اللہ تعالےٰ کے حضور رہا ہوں۔ اس کے بعد مالک بے نیاز کے کرم وفضل نے یہ دولت سرمدی عطا فرمائی ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس آسمان کے شامیانہ تلے روئے زمین پر اس علم (جس میں میں اور میرے اصحاب گفتگو کرتے ہیں) سے افضل بھی کوئی شئے ہے تو میں اس کو حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرتا۔ نیز فرمایا، ہم نے قیل وقال کے ذریعہ تصوف نہیں حاصل کیا۔ بلکہ بھوک، ترکِ دنیا، ترکِ لذائذ، اور ذکرِ الٰہی کی کثرت، فرائض وواجبات کی ادائیگی، سنت کی بجاآوری، اوامر کے التزام اور منہیات سے اجتناب کے ذریعہ یہ سب پایا ہے۔

نگاہِ صوفی؛

وادی قری میں فجر کی نماز کے بعد اجالا ہو چکا تھا۔ مشائخ صوفیہ میں سے ایک بزرگ اپنے رفقاء کے ہمراہ مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے۔ ان کا ارادہ ایک دعوت میں شرکت کا تھا۔ (ابوالمعالی، امام الحرمین نماز فجر اداکر کے مسجد میں بیٹھے اپنے شاگردوں کو درس دے

دے رہے تھے۔ صوفیہ کو دعوت میں جاتے دیکھا تو اپنے جی میں کہا کہ ان لوگوں کو دعوتیں اڑانے اور حال وقال کے سوا اور کوئی کام نہیں، دعوت سے فارغ ہو کر شیخ طریقت کا امام الحرمین کے پاس سے پھر گزر ہوا تو امام الحرمین سے کہا، جناب فقیہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو صبح کی نماز جنابت کی حالت میں پڑھے اور پھر اسی طرح مسجد میں بیٹھا درس دیتا رہے اور غیبت بھی کرے۔ ایک طرف جناب شیخ باتیں کرتے جاتے تھے دوسری طرف امام الحرمین پر اپنی حقیقت کھلتی جاتی تھی۔ کیونکہ انہیں یاد آ گیا کہ ان پر غسل فرض تھا۔ اور بے خیالی میں نماز بھی پڑھ لی اور درس بھی شروع کر دیا۔ شیخ نے ادھر بات پوری کی، ادھر انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور صوفیہ کے معتقد ہو گئے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ ایک صوفی کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ کسی نے انہیں اس پر ٹوکا تو انہوں نے جواب دیا۔

تمہیں کیا خبر؟ مغز تو انہی کے پاس ہے ——— اور وہ ہے اللہ کی معرفت،

قلبِ صوفی عرشِ الٰہی:

ایک بار کی بات ہے خلیفۂ وقت سے کچھ کم فہم لوگوں نے صوفیۂ کرام کے ایسے اقوال بیان کئے جو بظاہر الحاد اور بے دینی معلوم ہوتے تھے۔ خلیفہ نے تمام صوفیوں کو بلا کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ ان اکابر امت میں شیخ جنید بغدادی، شیخ ابوالحسن نوری جیسے بزرگ بھی تھے۔ مگر حضرت جنید بلند نشانِ فقاہت اور فتوے صادر کرنے کی وجہ سے بچ گئے، حضرات شحام ورقام و ابوالحسین نوری رہ گئے۔ جلاد نے تلوار سونتی تو سب سے پہلے شیخ ابوالحسن نوری جلاد کے آگے پہونچ گئے۔ جلاد نے ان سے سبقت کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا، یہ میں نے اپنے صوفی دوستوں کی خیر خواہی میں کیا تا کہ یہ لوگ چند لمحے اور زندہ رہ لیں یہ سن کر جلاد ششدر رہ گیا۔ اور خلیفہ تک بات پہونچائی۔ خلیفہ اور اس کے دربار والوں کو بھی حیرت ہوئی۔ خلیفہ سے اجازت لے کر قاضی دریافتِ حال کے لئے آئے تا کہ ان سے دین وشرع کے بارے میں گفتگو کر کے جانچ کر لیں۔ قاضی نے شیخ ابوالحسن نوری سے چند

فقہی سوالات پوچھے ــــــــ قاضی کے سوالات سُنکر شیخ نے کچھ دیر دائیں طرف دیکھا، پھر بائیں طرف گردن گھمائی، آخر میں سر جھکا کر توقف کیا۔ اس کے بعد تمام سوالوں کا کامل جواب دے دیا ــــــــ مزید کہا، خدائے تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں، جو کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

قاضی، حضرت شیخ کی روحانی تقریر سنکر رونے لگا، اور دریافت کیا جواب دینے سے قبل آپ اِدھر اُدھر کیا دیکھ رہے تھے، شیخ نے فرمایا، جو مسائل تونے پوچھے تھے میں ان سے لاعلم تھا۔ تو میں نے دائیں جانب مقرر فرشتے سے دریافت کیا اسے بھی معلوم نہیں تھا۔ پھر میں نے بائیں جانب والے سے پوچھا۔ وہ بھی نہیں جانتا تھا اس کے بعد میں نے اپنے قلب سے پوچھا تو قلب نے اللہ تعالیٰ سے معلوم کر کے بیان کیا قاضی یہ سنکر حیران رہ گیا۔ اور خلیفہ سے کہا۔

اگر ایسے حضرات زندیق اور بے دین ہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔

غلام کے غلام:

بحر حقائق، موضح دقائق شیخ ابوالغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یمن کے چند فقہاء امتحان کی نیت سے گئے۔ قریب پہونچے تو شیخ نے ان الفاظ سے استقبال کیا ــــ خوش آمدید میرے غلام کے غلامو! ان لوگوں کو یہ بات بہت بڑی معلوم ہوئی ــــ وہاں سے لوٹنے کے بعد وہ تمام حضرات شیخ اسمٰعیل بن محمد حضرمی کے پاس پہونچے۔ اور شیخ ابوالغیث کی بات بتائی۔ وہ سنکر مسکرانے لگے اور جواب دیا۔ شیخ ابوالغیث کی بات بالکل سچ ہے۔ تم لوگ خواہش نفس کے غلام ہو، اور خواہش نفس ان کی غلام ہے۔

حضرت شیخ ابوالغیث ناخواندہ تھے، مگر علماء و فقہا ان کی خدمت میں آکر دقیق مسائل دریافت کیا کرتے تھے، اور آپ انہیں شافی جواب سے نوازتے۔

علمِ لدنی:

شیخ ابو القاسم قشیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کو انبیاء کے بعد سب سے مقرب بنایا۔ اپنے اور تمام بندوں پر انہیں فضیلت عطا کی۔ امتِ محمدیہ میں ان کے قلوب کو اپنے اسرار و معارف کا مرکز قرار دیا۔ انہیں برکات و انوار کے ساتھ خصوصیت بخشی۔ بشری کدورتوں سے پاک اور منزہ کر کے انہیں مشاہدات کے بلند میناروں پر بٹھایا۔ انہیں ہر وقت لطف حضوری سے نوازا انہیں آداب عبودیت کی توفیق مرحمت فرمائی۔

اپنے رسالہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل نقل و اثر، دوسرا اہل عقل و فکر، لیکن اس پاک جماعت (صوفیۂ کرام) کے شیوخ ان دونوں پر سبقت لے گئے ہیں۔ جو چیز لوگوں کے لئے غائب ہے ان کے لئے حاضر ہے۔ جو دوسرے لوگوں کا مقصود ہے وہ ان کے پاس موجود ہے دوسرے لوگ اہلِ استدلال ہیں اور وہ اہلِ وصال،

نیز فرمایا۔

ہر دور میں ایک شیخ کامل ہوتا ہے۔ اسے توحید میں بڑا رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ امام قوم، اور علماء وقت کا رہنما اور مقتدا ہوتا ہے۔ اور اس زمانے کے علماء اس کے مطیع و مُنقاد ہوتے ہیں۔ اور اس کے سامنے ادب اور تواضع سے حاضری دیتے ہیں۔ اور فیض صحبت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

ظلمتِ شب میں بھٹکتے ہیں نہ ماننے والے ۔۔۔ لوگ گھنگور اندھیروں کا گلہ کرتے ہیں؛
اور مردانِ خدا شمعِ محبت لے کر! ۔۔۔ روزِ روشن کی طرح شب میں چلا کرتے ہیں

کیسے سما سکے گا وہ عالم شش جہات میں ۔۔۔ اپنے کو جس نے گم کیا جلوۂ نورِ ذات میں
روئے زمیں پہ جسم ہے عشق میں اس کا چور چور ۔۔۔ عرش عُلیٰ پہ روح ہے کھوئی تجلیات میں

طاعتِ ربّ دو عالم میں جو متوالے ہیں
در حقیقت وہی اکرام و نعم والے ہیں

زرد رُو، خستہ بدن، بال پریشاں، غمگیں
آنکھ اشکوں سے ہے تر آہ ہے اور نالے ہیں

چھوڑ کر سارا جہاں ان کی لگی تھامی ہے،
بسترے قُرب کی دہلیز پہ لا ڈالے ہیں،

جو خدا کے ہیں، خدائی یہ ہے ان کی شاہی
سب انہی کا ہے جو ہر طرح خدا والے ہیں،

کوئی محروم بھلا شانِ ولی کیا جانے
پردے آنکھوں پہ ہیں اُو دل پہ لگے تالے ہیں

اِثباتِ کراماتِ اولیاء:

اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً ثابت ہے۔ عقلی جواز کے لئے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شئ ہے، محال نہیں۔ اور ہر ممکن خدا کی قدرت کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی اہلِ سنت کے مشائخ، عرفا، متکلمین، اہلِ اصول، فقہا اور محدثین سب کا مذہب ہے۔ اس پر مشرق و مغرب عرب و عجم میں پھیلی ہوئی ان کی تصانیف شاہد ہیں۔

پھر اہلِ سنت کے جمہور ائمۂ محققین کا صحیح مختار مذہب یہ ہے کہ جو کام بھی کسی نبی۔ کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ ولی کے ذریعہ بطور کرامت صادر ہو سکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ کا چیلنج ہوتا ہے۔ اور کرامت کے ساتھ یہ نہیں ہوتا، اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پھر ولی پر قرآن جیسی کتاب بھی آسکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ لازم ہے۔ اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خارقِ عادت خدا کی طرف سے ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

اس فرق کی وجہ سے کرامت اور معجزہ کے درمیان التباس و اشتباہ نہ ہو سکے گا، اس لئے کہ معجزہ کے ساتھ چیلنج ہوتا ہے اور نبی اس کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ ولی اپنی کرامت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اظہار اس وقت کرتا ہے جب ضرورت ہو، یا اسے اس کی اجازت ملی ہو، یا غلبۂ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو، یا کسی مرید کے یقین کی تقویت مقصود ہو،

ایسے مواقع پر اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، جیسے

- اولیاء اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اٹھایا جس میں شہد آ گیا، جو انہوں نے ایک مرید کو کھلایا۔
- ایک شیخِ کامل نے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرا دی۔
- ایک عارفِ حق نے ایک منکرِ کرامت کو کعبہ کا طواف کرتے دکھایا۔
- اولیائے کاملین کے ایک گروہ کے گرد خانہ کعبہ کو طواف کرتے ہوئے معتبر مشائخ نے خود دیکھا ہے۔ ان دیکھنے والوں میں سے بعض ثقہ، متقی، بزرگ علماء کی زیارت خود میں نے بھی کی ہے۔

کتاب اللہ اور اثبات کرامت:

کتاب و سنت میں ثبوت کرامت کی متعدد دلیلیں موجود ہیں۔

- حضرت مریم علیٰ ابنہا علیہا السلام کے قصہ میں ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران ۳، ۳۷)

جب زکریا محراب میں آتے تو مریم کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے اے مریم! یہ کہاں سے آیا تو مریم کہتیں، یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے

مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت مریم کو جو پھل انعام خداوندی سے دیئے جاتے تھے وہ بے موسم ہوتے۔ یعنی جس زمانہ میں جو پھل نہیں ہوتا وہ انہیں ملتا۔

- انہی کے واقعہ میں ہے۔

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ (مریم ۱۹، ۲۴)
اور (اے مریم) تو کھجور کی شاخ کو جنبش دے۔ یہ تجھ پر تر و تازہ پھل گرائے گی۔

تفسیروں میں ہے کہ وہ زمانہ کھجوروں کے پھل دینے کا نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص کرم سے اس درخت کو پھلدار کر دیا۔ یقیناً یہ حضرت مریم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

○ —— اسی طرح سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ مذکور ہے۔ جس میں حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ نے کیسے کیسے عجائب دیکھے

○ —— اسی میں سکندر ذوالقرنین کا حیرت انگیز قصہ بھی ہے۔

○ —— حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحبین میں کتاب کا علم رکھنے والے حضرت آصف بن برخیا کی کرامت بھی قرآن مجید ہی میں ہے کہ انہوں نے پلک جھپکنے کے وقفہ میں تخت بلقیس حاضر خدمت کر دیا تھا۔

یہ تمام واقعات قرآن مجید میں آئے ہیں۔ اور ان تمام کا صدور غیر انبیاء سے ہوا۔ اِس لئے یہ کرامت ہیں۔

سُنّت اور اِثباتِ کرامت:

احادیث مبارکہ میں کرامت کا ثبوت ان واقعات سے ہوتا ہے۔

○ —— جریج راہب کی کرامت بخاری و مسلم کی صحیح میں ہے کہ ان پر زنا کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے شیر خوار بچے سے دریافت کیا کہ بتا تیرا باپ کون ہے؟۔ بچہ بول پڑا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

○ —— حدیث میں وارد ہے کہ تین اشخاص غار کے اندر بھاری چٹان غار کے منہ پر آگرنے سے محصور ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے اخلاص وللّٰہیت کے کاموں کا وسیلہ دے کر دعا کی تو چٹان ہٹ گئی۔ اور وہ تمام موت کے چنگل سے نجات پا گئے۔

○ —— ایک شخص نے ایک گائے پر بوجھ لادا تو گائے نے انسانی زبان میں کلام کیا کہ میں بار برداری کے لئے نہیں، کھیتی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے سُنا تو کہا، سبحان اللہ! عجیب بات ہے۔ گائے کلام کر رہی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ

سُنا تو فرمایا، یہ سچ ہے۔ میں اور ابوبکر و عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ایک مہمان آیا۔ انہوں نے مہمان کو جو کھانا پیش کیا، ایک طرف وہ تناول کرتا تھا دوسری طرف نیچے سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ مہمان اور تمام اہل خانہ نے کھالیا۔ اور حضرت صدیق کی اہلیہ نے کہا۔ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔

○ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گزشتہ امتوں میں صاحب الہام ہوتے تھے۔ (وہ حضرات جن پر الہام ہوتا تھا) میری امت کے اندر عمر صاحبِ الہام ہیں۔

○ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لشکرِ مجاہدین کا سردار بنا کر نہاوند بھیجا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ساریہ عقب سے غافل تھے جہاں سے دشمن گھات میں تھا۔ یہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امیرالمومنین عمر فاروق خطبۂ جمعہ کے دوران پکارتے ہیں۔ یا سادیۃ الجبل، یا سادیۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار) حضرت عمر کی یہ آواز حضرت ساریہ نے سنی۔ اور دشمن اپنی چال میں ناکام رہا۔ اس سے حضرت عمر کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک اتنی دور سے لشکر کا حال دیکھنا، دوسرے مدینہ سے اتنی دور آواز پہونچانا۔

○ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ابوسعدہ کے لئے بددعا کردی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

○ اسی طرح سعید بن زید پر، جو عمرو بن نفیل کی اولاد سے ہیں۔ ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے میری زمین غصب کی ہے۔ حضرت سعید نے اس کے حق میں بددعا کی کہ الٰہی اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے نابینا بنا دے اور اسے اس کی زمین ہی میں مار، چنانچہ وہ اندھی ہوگئی۔ ایک روز اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڈھے میں گر کر مر گئی۔

○ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی قید میں تھے، بنت حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ میں نے ان سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ ایک روز کی بات ہے

وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے انگور کا خوشہ کھا رہے تھے۔ حالانکہ اس وقت مکہ میں انگور نہیں تھا۔ یہ وہ رزق تھا جو انہیں رزاقِ حقیقی نے عطا فرمایا تھا۔

○ ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو صحابی، اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما شب تاریک میں دیر تک رہے۔ جب رخصت ہوئے تو ان کے ہمراہ دو روشنیاں چل رہی تھیں۔ جہاں سے دونوں کی راہیں جدا ہوئیں۔ ایک ایک روشنی دونوں کے ہمراہ ہوگئی۔ اور جب دونوں اپنے اپنے گھر پہونچ گئے تو روشنیاں غائب ہوگئیں۔

○ ــــــ دور صحابہ میں ایک شیر لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پتہ چلا تو آپ تشریف لے گئے۔ اور شیر سے فرمایا کہ راستہ سے ہٹ جا، شیر نے دُم ہلائی اور چلا گیا۔

○ ــــــ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ راستہ میں سمندر کا ایک حصہ پڑا۔ انہوں نے رب کا نام لیا اور بے تکلف پانی پر چل کر اُس طرف جا پہونچے۔

○ ــــــ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالہ پانی سے لبریز رکھا ہوا تھا۔ ان دونوں حضرات نے سنا کہ پیالہ کے اندر سے سبحان اللہ! سبحان اللہ کی تسبیح بلند ہو رہی ہے۔

○ ــــــ حضرت عمران بن حُصینؓ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ انہیں فرشتے سلام کرتے تھے۔ اور وہ انہیں سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے کسی مرض کی وجہ سے اپنے جسم کو داغا تو ایک سال تک سلام کی آواز موقوف رہی۔ اس کے بعد سلام آنے لگا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ

اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو (بظاہر) میل کچیل میں اٹے ہوئے، اور ان کے بال غبار آلود رہتے ہیں۔ وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی ان کی خاطر نہ

کرے بلکہ دھکے دے کر نکال دے۔ مگر ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ کر خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

علامہ یافعی یمنی فرماتے ہیں ـــــ اثباتِ کرامت میں اس حدیث کے علاوہ اگر کوئی اور حدیث نہ ہوتی تو یہی حدیث کافی تھی۔ مگر اس باب میں صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور متقدمین سے روایات کثیرہ منقول ہیں جو شہرت اور تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور علمائے اعلام نے اس موضوع پر سیکڑوں ضخیم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

کراماتِ صحابہ کم ہونے کی وجہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابۂ کرام سے کرامات کا صدور کم کیوں ہوا؟ ـــ

جواب: ارشاد فرمایا کہ صحابۂ کرام کے ایمان قوی تھے۔ انہیں اس کی احتیاج نہ تھی کہ انہیں کرامات سے تقویت دی جاتی۔ بعد کے لوگوں میں کوتاہ بینی آتی گئی اس لئے ضرورت ہوئی کہ اظہار کرامت سے انہیں تقویت دی جائے۔

علامہ یافعی فرماتے ہیں۔ شیوخ کبار نے فرمایا، حضرت مریم رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ابتداءً کرامات کا ظہور زیادہ ہوا تاکہ ان کے ایمان کو قوت دی جائے۔ اور ان کے یقین کو درجۂ کمال تک پہونچایا جائے۔ بے موسم کے پھلوں کا ان کی خدمت میں آنا وغیرہ اسی لئے تھا۔ مگر جب ایمان و یقین کاملیت تک پہونچ گئے تو انہیں بھی وسیلہ اور سبب کا محتاج بنا دیا گیا، اور حکم ہوا کہ

کھجور کی شاخیں ہلاؤ تو تازہ پھل گریں گے۔ حالانکہ رب تعالےٰ چاہے تو بغیر شاخوں اور ٹہنیوں کے بھی تازہ پھل عطا کرے۔ مگر چونکہ اب ایمان وایقان قوی ہو چکے تھے اس لئے نظام اسباب کے ساتھ مقید کیا گیا۔

عارفِ حق شیخ شہاب الدین سہروردی کا ارشاد ہے۔

بندہ پر کرامتوں کے دروازے اس لئے کھولے جاتے ہیں کہ اس کا یقین قوی ہو جائے اور جن لوگوں سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے ان سے اوپر ایک اور طبقہ ان لوگوں کا ہے

جن کے قلوب سے پردے اٹھا لئے گئے ہیں ۔ ان کے دل روح یقین سے زندہ ہیں ۔ انہیں کرامت کی حاجت نہیں ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی کرامتیں اسی وجہ سے کم ، اور مشائخ متاخرین کی کرامات زیادہ منقول ہیں ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب روشن ، نفوس پاک اور باطن صیقل تھے ۔ دنیا سے بے رغبتی ان کا مزاج بن چکا تھا ۔ عبادت ان کی خصلت بن گئی تھی ۔ انہوں نے آخرت کا معاینہ کرلیا تھا ۔ اس لیے کہ ان حضرات نے صحبتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پائی تھی ۔ انہوں نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا تھا ۔ فرشتگانِ قدس ان کے سامنے آتے جاتے تھے ۔ اس لئے وہ حضرات کرامات وخوارق سے بے نیاز تھے ۔ جو یقین کے اس کمال کو پہونچ جائے عالم حکمت کے نظام میں ہی ان حقائق کا مشاہدہ کرلیتا ہے ، جو دوسروں کو انوار قدرت میں نظر آتے ہیں ۔ وہ حکمت کے پردوں میں ہی قدرت کو پوشیدہ بلکہ عیاں دیکھتا ہے ۔ اگر قدرت مجرد اور نمایاں ہوکر اس کے سامنے جلوہ گر ہو تو اسے کوئی حیرت نہ ہوگی ۔ اور جو حیرت والے ہوں گے ان کے یقین کو تقویت ہوگی ۔ کیوں کہ حجاب حکمت کی وجہ سے جس قدرت کا انہیں مشاہدہ نہ ہو سکا تھا وہ ان پر آشکارا ہو چکی ہوگی ۔

آپ ہی کا اِرشاد ہے ۔

اولیاء اللہ سے متعدد انداز میں کرامات کا ظہور ہوتا ہے ، وہ حضرات غیب سے آوازیں سنتے ہیں ○ زمین کی طنابیں ان کے لئے کھینچی جاتی ہیں ۔ (کہ طویل فاصلہ چشم زدن میں طے کرتے ہیں) ○ اشیاء کی حقیقت وماہیت ان کے لئے بدل جاتی ہے جیسے مٹی کا سونا بن جانا وغیرہ ○ دلوں میں پوشیدہ باتیں ان پر منکشف ہوجاتی ہیں ○ ہونے سے قبل انہیں بعض واقعات کا علم ہوجاتا ہے ۔ اور یہ سب اطاعتِ رسول کا صدقہ ہے ، جو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع زیادہ کرتا ہے ، اسے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے ——— چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران ۳، ۳۱)

اے محبوب: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تمہیں محبت سے نوازے گا۔

انہیں کے اِرشادات میں ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات، معجزات انبیاء کا تکملہ ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ خوارق انہیں حضرات کے اتباع سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے ولی کی کرامت اس کے نبی کے حق ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ جس رسول کے بھی کچھ متبع افراد ہوئے ہیں ان سے کرامات، اور خوارق عادت کا ظہور ہوا ہے۔

امام قشیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔ کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کبھی دعا مقبول ہوتی ہے، کبھی بھوک میں اللہ کی قدرت سے بغیر کسی ظاہری سبب کے کھانا ملتا ہے۔ اور پیاس میں پانی حاصل ہوتا ہے۔ کبھی مختصر وقت میں طویل سفر طے ہوتا ہے۔ کبھی دشمن سے چھٹکارا بخشتے ہیں۔ کبھی غیبی ندا سماعت کرتے ہیں۔ اسی انداز سے خلاف عادت چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

کرامت اور سحر کا فرق بتاتے ہوئے، امام یافعی یمنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

سحر تو فاسق، فاجر، بد دین، کافر، کتاب وسنت کے مخالفین سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ظہور کرامت صرف اولیاء اللہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ احکام دین، اور آداب شرعیہ پر عمل کے سلسلہ میں بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔

کرامت کے مُنکر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) ـــــــ وہ طبقہ جو اپنی آنکھ سے دیکھے مگر تسلیم نہ کرے، مثلاً کسی ولی کو ہوا میں پرواز کرتے یا پانی پر چلتے دیکھ کر اسے جادو سحر کہے۔ وہ محروم ازلی ہے۔ بزرگوں نے اس طبقہ کو اس طرح کہا ہے جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ (الانعام ۶، ۷)

(اے محبوب!) اگر ہم آپ کے اوپر کاغذ پر تحریر شدہ کتاب نازل فرمائیں اور کفار اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیں، پھر بھی وہ اہل کفر یہی کہیں گے کہ یہ کھلا جادو ہے۔

(۲) ——— دوسرا گروہ وہ ہے جو اولیاء اللہ کی کرامتوں کا قائل ہے مگر اپنے دور کے اولیاء اللہ کی کرامتوں کو تسلیم نہیں کرتا، البتہ اولیائے متقدمین کی کرامتوں کو مانتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان کی مثال یہود جیسی ہے جنہوں نے رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو ان کا انکار کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا مگر ان کی تصدیق کی۔

(۳) ——— ان کے علاوہ تیسرا طبقہ بھی ہے جو اپنے زمانے کے اہل اللہ کی کرامتوں کے بھی قائل ہیں، مگر اپنے دور کے اولیاء اللہ کو جان لینے کے باوجود ان کی تعیین نہیں کرتے یہ لوگ بھی اولیاء اللہ کے فیض سے محروم رہتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اثبات کرامت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۔ (البقرہ ۲۵۳)

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اولیاء اللہ، رب تعالےٰ کی قدرت کے مظہر ——— عبادت و ریاضت، اور مجاہدہ کے ذریعہ مقرب، صالح، زاہد، عابد، صابر، شاکر، خائف، متقی، متوکل، راضی برضائے حق، عارف، سرگرم اطاعت، متبع شریعت، مشغول بہ حق، دنیا سے نفور، خواہشات سے دور ہوتے ہیں۔

وہ حضرات اپنے نفوس کو لقاء ربانی کے لئے مردہ کر لیتے ہیں۔ پھر قادر و قیوم رب انہیں بقائے دوام سے نوازتا ہے۔ جلال و جمال حق ان پر متجلی ہوتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں انہیں اس لئے ملتی ہیں کہ وہ راہ حق میں جہاد روحانی کا حق ادا کرتے ہیں۔ اور ارشاد رب العالمین ہے

○ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ (العنکبوت ۲۹-۶۹)

اور جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں۔ ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے ———

آیاتِ ذیل کا حقدار ان کے سوا کون ہوگا؟۔

○ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحج ۲۲-۳۴)

اور (اے حبیب) خوشخبری سنا دیجئے ان عاجزی کرنے والوں کو، اللہ تعالٰی کا ذکر سنکر جن کے قلوب لرز اٹھتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال ۸-۲)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں ——— اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں، اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

○ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (النحل ۱۶، ۹۹)

بیشک ان پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا، جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرے ہیں۔

○ ——— حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک بار مینڈھے کی کھال پہنے ہوئے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ کیا تو صحابۂ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا ——— مصعب کو دیکھتے ہو اللہ اور رسول کی محبت نے ان کا یہ حال کر دیا ہے،

○ ——— ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں آکر سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم احسان کیا ہے؟ فرمایا۔ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس طرح کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

غور کیجئے تو ان فرامین مبارکہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگیاں اولیاء اللہ کی ہوتی ہیں۔ ان بندگان خدا کو بیع و تجارت کچھ بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتیں ——— حریص اہل دنیا بھلا ان اوصاف کے حامل کب ہو سکتے؟۔

رسول مدنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اگر بکریوں کے ریوڑ میں دو بھیڑیے پہونچ جائیں تو وہ اتنی تباہی و بربادی نہیں پھیلا سکتے جتنا نقصان انسان کے دین کو مال و زر کی حرص پہونچاتی ہے۔

فرمانِ رب العلمین ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی۔ (العلق: ۹۶/۶۔۷) بیشک انسان سرکشی کرتا ہے ـــــ یوں کہ وہ اپنے کو غنی دیکھتا ہے۔

(ملخصًا از ص: ۳۰ تا ص: ۱۴۱)

نخوت وکبر یہ قوت تجھے شیدا نہ کرے
تیری دولت تری دنیا تجھے رسوا نہ کرے
قطرۂ آب نجس اصل حقیقت ہے تری
تو بھی فرعون زمانہ بنے اللہ نہ کرے
عبدیت سیکھ، غلامی محمد اپنا ؐ
ان کا شیدا تو دو عالم کی بھی پروا نہ کرے

بدر

مقدمہ تمام ہوا۔ آگے واقعاتِ اولیاء کا آغاز ہوتا ہے۔ ان واقعات میں فضائل، عمر، مقام، زمان کے لحاظ سے اولیائے کرام کے درمیان کسی ترتیب وتقدیم کا التزام نہیں، اولیائے کرام کے حالات واوصاف اور مقامات وکرامات سے تعلق رکھنے والے واقعات تنقیح وتصحیح کے ساتھ قلم بند کئے گئے ہیں تاکہ ان سے عبرت وموعظت حاصل کی جائے اور ان کی سیرتیں اپنانے کی کوشش ہو۔

حکایات الصّالحین

خشیتِ ربانی:

صحرائے عشقِ الٰہی کے رہ نورد، اولیائے کرام، سلوک و مجاہدہ کی بلاخیز سختیوں سے گزر کر جو صفات عالیہ اپنی ذات میں اجاگر کرتے ہیں۔ ان میں خوف خدا، نہایت اہم ہے بزرگانِ دین، اولیائے کاملین کے نزدیک خوف خدا کیا ہے ——— ؟ اسے مندرجہ ذیل واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ (ب)

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اپنے احباب کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر ایک یمنی بزرگ کی زیارت کے اشتیاق میں یمن تشریف لے گئے، یمنی بزرگ خوف خدا، خشیتِ ربانی، تواضع اور حکمت کے باب میں یگانۂ روزگار تھے، زائرین کی اس جماعت کے اندر ایک نوجوان بھی تھا۔ صالحیت کا نور جس کے چہرے بشرے سے نمایاں تھا، خوفِ الٰہی اس کے زرد رخسار، اور بہتی آنکھوں سے مترشح ہوتا تھا۔ اس کا لاغر و ناتواں جسم ریاضت و مشقت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

حضرت ذوالنون مصری اور ان کے تمام مصاحبین نے یمنی بزرگ کی خدمت میں حاضری دی۔ تو نوجوان نے سب سے پہلے ان سے سلام و مصافحہ اور کلام کیا۔

نوجوان: حضور والا آپ حضرات کو رب تعالےٰ نے دلوں کے امراض کا معالج، اور طبیب بنایا ہے۔ میرے دل میں ایک زخم ہے۔ کاش! آپ اس کا کوئی علاج فرمائیں تو کرم ہو

نوجوان کی بات سنکر شیخ نے پہلے بیماریِ قلب کی اہمیت، اور اپنے عجز میں چند اشعار کہے، پھر فرمایا۔

بزرگ: بتاؤ کیا بات ہے؟

نوجوان: حضور! خوفِ الٰہی کیا ہے؟۔
بزرگ: اے جوان صالح! خوف خدا جسے مل جاتا ہے وہ تمام خوفوں سے مامون ہو جاتا ہے۔ اور دل کے اندر صرف وہی جاگزیں ہو جاتا ہے۔
بزرگ کی بات سنکر نوجوان کا جسم لرز اٹھا، اور اسے غش آگیا۔ چند لمحے بعد ہوش آیا تو پھر پوچھا۔
نوجوان: بندہ پرور! ارشاد فرمائیں کہ خائف ہونے کا یقین کب حاصل ہوتا ہے؟
بزرگ: اس وقت جب بندہ دنیا کی لذتوں کو اس طرح ترک کر دے جیسے مریض، خوفِ مرض سے کھانا پینا ترک کر دیتا ہے اور تلخ دواؤں پر قناعت کرتا ہے،
یہ سُنکر نوجوان نے پھر ایک چیخ ماری۔ اور پھر بیہوش ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری اور ہمراہیوں نے خیال کیا کہ شاید وہ مر گیا ——— مگر کچھ دیر بعد اسے ہوش آگیا۔ اور اس نے پھر پوچھا۔
نوجوان: عالیجاہ! اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت اور علامت کیا ہے؟۔
بزرگ: اے دوست محبت کا مقام بلند ہے۔
نوجوان: آخر کچھ تو ارشاد فرمائیں۔
بزرگ: یاحبیبی ان المحبین للّٰہ تعالیٰ شق لھم عن قلوبھم فابصروا بنور القلوب الی جلال عظمۃ الالٰہ المحبوب فصارت ارواحھم روحانیۃ وقلوبھم حجبیۃ وعقولھم سماویہ تسرح بین صفوف الملئکۃ الکرام وتشاھد تلک الامور بالیقین والعیان، فعبدوہ بمبلغ استطاعتھم لہ، لا طمعاً فی جنتہٖ ولا خوفاً من نارہٖ۔
اے دوست! اللہ تعالیٰ کے محبین کا خاص مقام ہے۔ ان کے قلوب سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ پس وہ دلوں کے انوار سے محبوب حقیقی کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کی ارواح روحانیہ، ان کے قلوب حجبیہ اور ان کی عقلیں سماوی ہو جاتی ہیں۔ وہ ملائکہ کرام کی صفوں میں رہتے ہیں۔ اور اس عالم کے امور کا یقین اور حقیقت

کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور عبادت الٰہیہ میں اپنی پوری استطاعت صرف کرتے ہیں۔ اور اس عبادت کے ذریعہ انہیں جنت کی طمع ہوتی ہے نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے
یمنی بزرگ کی بات سُنکر نوجوان تڑپنے لگا اور چند لمحوں بعد جاں بحق ہوگیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ، بزرگ نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ یہ ہے خوفِ خدا اور محبت الٰہی کی دولت پانے والوں کا درجہ' (ص: ۴۳-۴۵)

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علتہائے ما

تارکِ دنیا:

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ ایک بار ملک شام تشریف لے گئے، ان کا گزر ایک نہایت سرسبز و شاداب خوشنما سیبوں کے باغ پر ہوا ——— انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص وہاں نماز میں مشغول ہے۔ حضرت ذوالنون کو اس جوان صالح سے ہمکلامی کا اشتیاق ہوا۔ جب اس نے نماز کا سلام پھیر لیا تو یہ اس سے سلام کرکے مخاطب ہوئے۔ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا ——— بلکہ زمین پر یہ شعر لکھ دیا۔

مَنَعَ اللسانَ من الکلامِ لانہ — کھفُ البلاءِ وجالبُ الآفاتِ
فاذا نطقتَ فکُن لربّک ذاکراً — لا تنسَہ واحمدہُ فی الحالاتِ

زبان کلام سے روک دی گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ قسم قسم کی بلاؤں کا غار ہے۔ اور آفتیں لانے والی ہے۔ اس لئے جب بولو تو اللہ ہی کا ذکر کرو۔ اسے کسی وقت فراموش نہ کرو۔ اور ہر حال میں اس کی حمد کرتے رہو۔

نوجوان کی اس تحریر کا حضرت ذوالنون مصری کے قلب پر گہرا اثر پڑا۔ اور ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ جب اِفاقہ ہوا تو انہوں نے بھی زمین پر جواباً انگلی سے یہ شعر لکھے۔

وما مِن کاتبٍ الا سیَبلیٰ — ویَبقَی الدھرَ ما کتبت یداہ
فلا تکتُب بکفِّکَ غیرَ شیٔ — یسُرُّکَ فی القیٰمۃِ اِن تراہ

ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں جا ملے گا، اور اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے اپنے ہاتھ سے لکھو تو ایسی بات لکھو جسے دیکھ کر تمہیں قیامت میں خوشی میسر ہو۔

حضرت ذوالنون مصری کا بیان ہے کہ میرا نوشتہ پڑھ کر اس جوان صالح نے ایک چیخ ماری اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ میں نے سوچا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دوں۔ مگر ہاتف غیبی نے آواز دی۔

ذوالنون! اسے رہنے دو۔ ربّ کائنات نے اس سے عہد کیا ہے کہ فرشتے اس کی تجہیز و تکفین کریں گے۔

یہ سُنکر حضرت ذوالنون باغ کے ایک گوشہ میں مصروف عبادت ہو گئے۔ اور چند رکعتیں پڑھنے کے بعد نظر کی تو وہاں اس جوان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ رضی اللہ عنہ و عنا

(ص: ۴۵-۴۶)

شعورِ زیست اسی موت کو ترستا ہے یہی اجل تو ہے رشکِ حیات دارائی

وہ جنہیں دامنِ محبوب چھپا لیتا ہے:

بیت المقدس اور اس کی نواحی پہاڑیاں ہزاروں انبیائے کرام اور صاحبان باطن کے خروش روحانی سے معمور ہیں۔ آج بھی اس سنگلاخ خطۂ ارض کی خاک میں خوفِ خدا سے پگھلنے والے قلوب کی نزہت جاں فزا کا احساس ہوتا ہے۔ ایک بار حضرت ذوالنون مصری سنگ زاروں میں عشق و عرفان کے گل بوٹے چُن رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔

بندوں کے اجسام سے مصائب کی کلفتیں دھل گئیں۔ وہ طاعت ربانی میں کھو کر خورد و نوش سے بے نیاز ہو گئے۔ اور ان کے پیکر جسمانی مالک حقیقی کے حضور قیام کی عادت سے آشنا ہو چکے۔

حضرت ذوالنون نے اس آواز کا تعاقب کیا تو ایک نوجوان کو پایا جس کے رخسار پر ابھی جوانی کا غازہ بھی نمودار نہ ہوا تھا۔ نحیف بدن، زردی مائل، شاخ نازک کی طرح

لچکتا قد، جسم پر چادروں کا لباس، آہٹ پاکر چھپنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے آواز دی اس درجہ اظہارِ تنفر اور بد خلقی شانِ مومن کے خلاف ہے۔ مجھ سے ہم کلام ہو اور مجھے کچھ نصیحت کر، یہ سنکر وہ سجدہ میں گر کر مناجات کرنے لگا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ! یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ قرار پکڑا۔ تیری پناہ معرفت میں آیا۔ تیری محبت کا شیدا ہوا۔ تو اے مالک قلوب! اور دلوں میں بسنے والے جلال و عظمت کے مالک جو مجھے تجھ سے الگ کرنے والے ہیں تو مجھے ان سے پوشیدہ رکھ، شیخ ذوالنون فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا (ص: ۴۶)

تحفۂ ابدال:

ایک ابدال مرد کا ایک ابدال خاتون سے نکاح تھا۔ مجلس میں اجلہ اولیائے کرام تشریف فرما تھے۔ تصرف روحانی کا عالم یہ تھا کہ ہر شریک بزم فضا میں اپنا ہاتھ بلند کرتا اور قیمتی تحفہ پیش کر دیتا۔ اسی طرح کسی نے لعل و یاقوت پیش کئے۔ کسی نے اور کچھ، امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک کو بلند کیا، اور زعفران پیش کر دیا ——— وہاں خضر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ نے شادی کی مناسبت سے سب سے اچھا تحفہ دیا۔ (ص: ۴۶-۴۷)

غیر خدا سے پناہ:

ایک عارفِ حق فرماتے ہیں۔ میں نے چالیس حوروں کو سنہرے اور نقرئی لباس زیب تن کئے ہوئے فضا میں محو پرواز دیکھا۔ میری نظر کچھ دیر ان پر ٹھہر گئی۔ اس کی وجہ سے چالیس روز زیر عتاب رہا ——— اس کے بعد ایک بار اسی حوریں جو حسن و جمال میں ان سے فزوں تر تھیں فضا میں نظر آئیں۔ میں نے فوراً نگاہیں جھکا لیں، سجدے میں گر پڑا۔ اور عرض گزار ہوا۔

اعوذ بك مما سواك لا حاجة لى بهذا ———

الٰہی! میں ترے سوا (ہر شئے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ مجھے ان کی حاجت نہیں۔۔۔ اللہ کریم نے میری عاجزی کو قبول فرمایا، اور انہیں ہٹا دیا۔۔۔ (ص: ۴۷)

غیبی معالج:

شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی۔ دن خدا کی رضا میں، اور راتیں ریاضت و مجاہدے اور سجدہ گزاری میں بسر ہوتیں۔ ایک بار ان کی ٹانگوں میں شدید درد ہوا، جس کی تکلیف سے نمازوں میں خلل ہونے لگا۔ ایک شب نماز کے لئے اٹھے مگر درد اس شدت کا اٹھا کہ بمشکل رکعتیں پوری کر سکے، وہیں لیٹ گئے آنکھ لگ گئی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حسین و جمیل دوشیزہ چند بھولی سہیلیوں کے ساتھ آئی اور سلیقہ سے میرے قریب بیٹھ گئی۔ اس کی سہیلیاں بھی اس کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ اس نے سہیلیوں سے کہا۔ اس کے لئے بستر لگا کر آہستگی سے اس پر لٹاؤ۔ دیکھو بیدار نہ ہو جائے۔ ان سبوں نے نرم و نازک سات تہوں کا بستر بچھا کر اس پر مجھے لٹایا، سبز تکئے لگائے اور میرے ارد گرد خوشنما پھلواریاں سجا دیں۔ اس کے بعد وہ خوب رُو میرے قریب آئی۔ اور اپنے ہاتھ سے درد والی پنڈلی سہلائی۔۔۔ اور بولی۔

قم شفاك الله الی صلوٰتك غیر مضرود۔

اٹھ آرام سے اپنی نماز میں مشغول ہو، اللہ نے تجھے شفاء بخشی۔

یہ سنکر میں بیدار ہو گیا۔ اور درد کا کہیں دور دور پتہ نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر میں اس تکلیف میں کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ اس کے یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں رس گھول رہے ہیں؛ قم شفاك الله الی صلوٰتك غیر مضرود۔ (ص: ۴۷)

شب زندہ داروں کے لئے:

شیخ منظر سعدی رضی اللہ عنہ اللہ تعالےٰ کی محبت میں ساٹھ سال تک گریہ وزاری

فرماتے رہے۔ ایک شب انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نہر کے کنارے ہیں، نہر میں مشک خالص بہہ رہا ہے۔ کنارے پر جواہرات کے درخت ہیں، جن کی شاخیں سونے کی ہیں، شاخیں لہرا رہی ہیں۔ اتنے میں چند حسین وجمیل آراستہ پیراستہ لڑکیاں وہاں آئیں جو مل کر یہ نغمہ سبحی کر رہی تھیں۔

سبحان المسبح بکل لسان سبحانہ سبحان الموجود بکل مکان سبحانہ سبحان الدائم فی کل الازمان سبحانہ۔

پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی ہر زبان بیان کرتی ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا وجود ہر جگہ کو محیط ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا دوام ہر زمانے پر چھایا ہوا ہے، پاک ہے وہ ذات۔

انہوں نے پوچھا تم کون ہو اور کیا کرتی ہو ــــ؟ انہوں نے آپ کو دو شعروں میں جواب دیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ

ہمیں رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے واسطے پیدا کیا جو شب کو قیام کرتے ہیں۔ مناجات کرتے ہیں اور اس کی محبت میں رات گزار دیتے ہیں، جبکہ لوگ خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔
(ص: ۴۸)

نورانی راتیں:

شیخ ابوبکر ضریر رضی اللہ عنہ کے جوار میں ایک نہایت خوبصورت، حسین وجمیل جوان تھا۔ پرہیزگار اور عبادت گزار اتنا کہ ہر دن روزہ رکھتا اور شب بھر مشغول عبادت رہتا ایک روز اس نے بیان کیا کہ آج کی شب میں غفلت میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے محراب کی دیوار شق ہوئی۔ وہاں سے چند حسین وجمیل لڑکیاں نمودار ہوئیں۔ انہی کے ہمراہ ایک نہایت کریہہ المنظر لڑکی بھی ہے۔ میں نے ان لڑکیوں سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ اور کس کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ اور یہ کون ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا، ہم تمام تمہاری روشن ومنور عبادت سے معمور راتیں ہیں۔ اور یہ بدشکل تمہاری آج کی

رات ہے۔ اگر تم آج کی رات مر جاؤ تو یہ تمہارے حصہ میں آئے گی۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد غلام نے ایک چیخ ماری۔ اور انتقال کر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (ص، ۴۹)

خواب رُبا:

ایک عارف کا واقعہ ہے کہ ایک شب ان پر نیند کا غلبہ ہوا۔ یہاں تک کہ معمول کے اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پری پیکر دوشیزہ سامنے کھڑی ہے، خوبصورت ایسی کہ انہوں نے ایسی حسین صورت عمر بھر نہیں دیکھی تھی۔ اس کے جسم سے خوشبو کے آبشار پھوٹے پڑ رہے ہیں۔ اس نے انہیں ایک رقعہ دیا۔ اور کہا اسے پڑھ لے۔ رقعہ میں یہ اشعار تھے۔

لَذِذْتَ بنومۃٍ عَنْ خیرِ عیشٍ مع الوِلْدانِ فی غُرَفِ الجِنانِ

تو لذت خواب میں مشغول ہو گیا۔ اور جنتی بالاخانوں کے عمدہ عیش و آرام اور وہاں کے خدام سے غافل ہو گیا۔

تَعِیشُ مُخَلَّداً لَا مَوتَ فیھا وتَبقیٰ فی الجِنان مع الحِسانِ

جہاں تجھے ایسی دائمی زندگی ملے گی کہ موت کا گزر نہ ہو، اور خوبرووں کے ساتھ بقائے دوام نصیب ہو۔

تَیَقّظ مِن مَنامِكَ اِنَّ خیراً مِنَ النومِ التَّھجّدُ بالقرانِ

اٹھ خواب غفلت سے بیدار ہو، سونے سے تہجد اور قرآن کی تلاوت بہتر ہے۔

فرماتے ہیں۔ اس کے بعد میرا یہ حال ہو گیا کہ جب مجھے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ (ص، ۴۹)

شکستہ صراحی:

ایک روز کا ماجرا ہے کہ امام الطائفہ جنید بغدادی حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت رونے میں مشغول ہیں۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا،

رات گرمی زیادہ تھی۔ میری بیٹی آئی اور کہا ابا جان! آج گرمی کی شدت ہے۔ میں یہ صراحی یہاں لٹکا کر رکھ دیتی ہوں تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے میں نے کہا اچھا! پھر مجھ پر نیند غالب آئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل عورت آسمان سے اتر کر آئی جو اپنے حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لئے ہے؟ ——— اس نے کہا۔ اس کے لئے جو صراحی میں ٹھنڈا کیا ہوا پانی پینے والا نہیں، میں خواب سے بیدار ہوا اور اس صراحی کو زمین پر دے مارا۔ شکستہ صراحی اسی طرح پڑی رہی کسی نے اس کے ٹھیکروں کو سمیٹنے کی ہمت نہیں کی۔

آراستگی شیخ ابو سلیمان دارانی بہت عظیم ولی اللہ ہیں۔ ان کو ایک رات نیند آگئی۔ اور عبادات و وظائف رہ گئے۔ انہوں نے خواب میں ایک جنتی حور کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی۔

ابو سلیمان تم میٹھی نیند لے رہے ہو اور میں تمہارے لئے پانچ سو برس سے آراستہ کی جا رہی ہوں۔ (ص: ۴۹، ۵۰)

تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا:

مسیحی رومیوں کی سرحد پر مسلمان مشغول جہاد تھے۔ چودہ پندرہ سال کا ایک نوجوان مجنونانہ انداز میں چیخ رہا تھا۔ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ اب تیری فرقت مجھے گوارا نہیں۔ اہل قافلہ حیران تھے کہ اس کو یک بیک کیا ہو گیا۔ نوجوان کی حالت میں یہ تغیر اس وقت سے ظہور پذیر ہوا جب وہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے قافلہ مجاہدین کے ہمراہ سرحد روم پر پہونچا تھا۔ وہ راتوں کو متواتر جگتا رہتا اور نمازیں پڑھتا۔ دن کو روزے رکھتا، رفقاء اور ان کی سواریوں کی خدمت کرتا۔ سرحد پر پہونچنے کے بعد ایک رات اس پر غنودگی طاری ہوئی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آنے والا آیا۔ اور اس نے کہا عیناء مرضیہ تیرا انتظار کر رہی ہے۔ چلو اس کے پاس چلیں۔ وہ نوجوان کو لے کر ایک خوبصورت باغ میں داخل ہوا۔ جہاں صاف و شفاف نہریں جاری تھیں۔ نہروں کے کنارے حسین و

جمیل لڑکیاں زیور، اور لباس سے آراستہ موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے جب نوجوان کو دیکھا تو باہم سرگوشی کرنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے پوچھا تم میں عیناء مرضیہ کون ہے؟ ——— جواب ملا ہم سب تو اس کی کنیز ہیں۔ نوجوان اور آگے بڑھا تو پہلے باغ سے زیادہ مرصع خوبصورت باغ ملا جہاں دودھ کی نہر جاری تھی۔ وہاں بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے بھی نوجوان کو دیکھ کر باہم کہنا شروع کیا کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے ان لڑکیوں سے عیناء مرضیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بھی وہی بات کہی کہ ہم سب اس کی خادمائیں ہیں۔ آپ اور آگے تشریف لے جائیں۔ نوجوان آگے بڑھا تو اسے تیسرا باغ ملا اور اس باغ کی تزئین دونوں باغوں سے زیادہ تھی۔ وہاں شہد کی نہر جاری تھی۔ اور خوبصورت دوشیزاؤں کی جماعت موجود تھی۔ جن کے حسن وجمال گزشتہ دونوں باغ والیوں سے فزوں تر تھے۔ انہوں نے بھی نوجوان کا اسی طرح خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور کہا اے اللہ کے ولی ہم سب اس کی خادمہ ہیں۔ آپ آگے تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد نوجوان آگے بڑھا تو اسے سفید موتیوں کا ایک محل نظر آیا۔ ایک ماہ وش اس کے دروازے پر خدمت دربانی انجام دے رہی تھی۔ اور وہ ایسے لباس وزیورات سے مزین تھی جس کا آج تک نوجوان نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جب اس دربان خادمہ نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا تو باادب استقبال کیا۔ اور خیمہ کے اندر جاکر عیناء مرضیہ کو آمد کی خبر دی۔ اس کے بعد نوجوان خیمہ کے اندر داخل ہوا۔ تو وہاں دیکھا کہ سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے۔ اور اس پر ایک حسن وجمال کی ملکہ متمکن ہے۔ نوجوان اسے دیکھتے ہی مفتون ہوا۔ اس نے استقبال کیا۔ اور کہا مرحبا! اے اللہ کے ولی! ہمارے پاس آپ کی آمد کا وقت قریب ہے۔ نوجوان بیقرار ہوا اور چاہا کہ اس کے قریب جائے مگر عیناء مرضیہ نے روکا اور کہا۔ صبر کیجئے ابھی آپ میں حیاتِ دنیوی کا اثر باقی ہے۔ اس لئے ہمارا وصال ناممکن ہے۔ مگر ہاں! انشاء اللہ آج شام آپ یہیں آکر روزہ افطار کریں گے۔

نوجوان اس خواب سے بیدار ہوا تو اس کی حالت متغیر تھی۔ سکون وچین غائب، صبر

رخصت، دیوانوں کی طرح پکارتا پھرتا تھا! اے عینا مرضیہ تو کہاں ہے؟ —— تمام رفقائے جہاد نوجوان کی حالت سے متفکر ہیں۔

یہ وہی نوجوان ہے کہ ایک دن جب حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ جہاد کی تیاری کی۔ اور آپ نے فرمایا جہاد کے فضائل میں قرآن مجید کی دو آیتوں کی تلاوت کی جائے۔ رفقاء میں سے ایک نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (التوبہ، ۹، ۱۱۲)

بیشک اللہ نے مومنوں کی جان اور مال کو خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

ان رفقاء میں چودہ پندرہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا جس کا باپ بہت ساری دولت چھوڑ کر مرا تھا۔ یہ آیت سن کر اس نے شیخ سے پوچھا کیا واقعی اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی جان اور مال کو جنت کے عوض خرید فرمایا ہے۔ شیخ عبدالواحد نے فرمایا۔ بیشک اللہ نے خرید لیا ہے۔ اس نے کہا پھر آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے اپنی جان اور مال جنت کے بدلے بیچ۔ شیخ نے اولاً تو اسے بہت فہمائش کی کہ اس راہ میں بیشمار مصائب ہیں مگر اس نے ایک نہ مانی۔ اور سامان جہاد کے سوا تمام مال و دولت راہِ خدا میں لٹا کر حضرت شیخ اور ان کے رفقاء کی فوج کے ہمراہ سرحد روم کی جانب چل پڑا۔

نوجوان کی اس حالت کی خبر جب شیخ عبدالواحد بن زید کو پہونچی اور انہوں نے، نوجوان سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے مذکورہ بالا خواب ذکر کیا۔ حضرت شیخ کا بیان ہے کہ ابھی نوجوان اپنی داستان ختم کر کے میری مجلس سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ رومیوں کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ نوجوان نے اٹھ کر ان سے مقابلہ کیا اور ۹ کافروں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد دسواں یہ خود تھا۔ زخم کھا کر زمین پر آرہا۔ شیخ نے دیکھا کہ اس کا پورا جسم خون میں لت پت ہے اور وہ زور زور سے ہنس رہا ہے مسرت و شادمانی کی ہنسی، اور چند لمحے بعد اس کی روح قید جہاں سے آزاد ہوگئی۔

زمانہ سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

(ص: ۵۰، ۵۱)

جلوۂ جنت:

ایک بندۂ حق نے چالیس سال تک عبادت و ریاضت کی۔ ایک روز عرض گزار ہوا اے مالک و مولا! تیرے فضل و کرم سے مجھے جنت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کی مجھے کوئی جھلک دکھا دے۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہے کہ محراب شق ہوئی اور اس میں سے ایک حور برآمد ہوئی، حسین و جمیل ایسی کہ اگر دنیا والے دیکھ لیں تو سب والہ و شیدا ہو جائیں عابد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے پروردگار عالم نے شب بھر تیری موانست کے لئے بھیجا ہے۔ میں تیرے لئے ہوں جنت میں مجھ جیسی سو اور حوریں تجھے دی جائیں گی، ان تمام حوروں میں سے ہر ایک کی سو خادمائیں اور ہر خادمہ کی سو کنیزیں ہوں گی اور ہر کنیز کی نائب سو سو ہوں گی۔ عابد یہ باتیں سن کر خوشی سے حیران رہ گیا۔ اور سوال کیا۔ کیا کسی کو جنت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا۔ جواب ملا اتنا تو ہر اس عام جنتی کو ملے گا جو صبح و شام استغفر اللہ العظیم پڑھ لیا کرتا ہے۔ اونچے درجہ والوں کی شان تو اس سے بہت بلند ہوگی۔ (ص: ۵۲)

نومسلم عارف:

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ سمندری سفر فرما رہے تھے ان کے ہمراہ فقرا کی ایک جماعت تھی۔ سمندر میں طوفان اٹھا جہاز ایک جزیرہ سے جا لگا۔ حضرت شیخ نے وہاں ایک بت پرست کو دیکھا۔ اس سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو اس نے اپنے بت کی جانب اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بت جو خود کسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے معبود نہیں ہو سکتا۔ ایسا تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ ہمارا معبود وہ ہے جس نے اس بت اور ساری کائنات

کو تخلیق فرمایا ہے۔ جس کا عرش آسمان پر، جس کا حکم زمین میں، جس کا اختیار زندوں اور مردوں پر جاری ہے۔
اس نے پوچھا تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ شیخ نے فرمایا، اس بادشاہ حقیقی نے ہم میں ایک سچا رسول بھیجا، اس نے ہمیں خدائے تعالیٰ کی جانب بلایا، اس نے سوال کیا وہ رسول کہاں ہیں شیخ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انھیں جس کام کے لئے مبعوث فرمایا تھا جب وہ اسے پورا کر چکے تو خدا نے انھیں اٹھا لیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ کے پاس کیا ان کی کوئی نشانی بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ بیشک ان کی نشانی کتاب اللہ ہے اور پھر اسے قرآن مجید کی ایک سورہ پڑھ کر سنائی وہ سنکر اشکبار ہوا۔ اور کہنے لگا یہ جس کا مقدس کلام ہے۔ اس کی فرماں برداری تو دل وجان سے کرنی چاہئے۔ اور مسلمان ہو گیا۔ شیخ اور ان کے رفقاء نے اسے قرآن کی کچھ سورتیں اور دین کے احکام سکھائے۔ رات کے وقت لوگ سو رہے تھے اس نے پوچھا۔ کیا وہ معبود سوتا بھی ہے۔ جواب ملا وہ سونے سے پاک ہے۔ وہ ہمہ وقت زندہ اور قائم ہے۔ اس نے کہا جس کا آقا نہ سوتا ہو اس کے بندوں کو سونا کیسی بے نصیبی ہے۔ لوگ متعجب ہوئے۔ شیخ کا قافلہ جزیرہ سے روانہ ہوا۔ تو اس نے بھی ہمراہ چلنے کی درخواست کی لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا۔ وہاں سے آبادان پہونچے۔ ان لوگوں نے سوچا یہ اپنا نادار نومسلم بھائی ہے باہم چندہ کر کے اس کی کچھ مالی مدد کریں مگر اس نے پیسے نہیں لئے اور کہنے لگا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں عجیب معاملہ ہے آپ ہی لوگوں نے مجھے راہ راست دکھائی اور آپ ہی بھٹک رہے ہیں۔ یار واجب میں سنسان جزیرہ میں رہ کر بت پرستی کرتا تھا۔ اس وقت جب اس نے مجھے ضائع ہونے سے بچایا تو اب جبکہ میں اسے پہچان چکا ہوں وہ مجھے کیوں محفوظ نہیں فرمائے گا، اس کے بعد تین روز گزرے تھے کہ رفقاء نے شیخ کو خبر دی کہ نومسلم عالم جانکنی میں ہے شیخ پہونچے اور پوچھا کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ جواب دیا۔ جس مالک الملک کے کرم نے آپ لوگوں کے ذریعہ جزیرہ میں دولتِ ایمان دی اسی نے میری تمام حاجتیں پوری کر دیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا۔ اور میں نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا، جہاں ایک خوبصورت قبہ کے اندر تخت کے اوپر نہایت حسین و

جمیل نوعمر لڑکی بیٹھی ہے۔ اور وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ خدارا اس نومسلم کو جلد میرے پاس بھیجو۔ میں اس کی جدائی میں اور زیادہ صبر نہیں کر سکتی۔ آنکھ جو کھلی تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ غسل وکفن کے بعد اسے دفن کیا گیا۔ شیخ نے رات میں پھر اسی قبہ اور باغ کو خواب میں دیکھا۔ اور دیکھا کہ اسی عورت کے پہلو میں نومسلم موجود ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کر رہا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد ۱۳-۲۴)

اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے تم پر سلامتی ہو اس لئے کہ تم نے صبر کیا۔ تو کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر، (ص ۵۳، ۵۴)

نمونۂ قدرت:

شیخ ابو عبداللہ قرشی بیان کرتے ہیں۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ظریف کی خدمت میں ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ حضرت کیا کوئی ایسا انسان اگر خود سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام فلاں مقصد حاصل کئے بغیر نہیں کروں گا۔ تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود کو مسجد نبوی شریف کے ستون سے باندھ لیا تھا۔ ان کے واقعہ سے ثابت ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے راوی (ابو عبداللہ قرشی) فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ سننے کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا کہ جب تک میں قدرت الٰہیہ کا نمونہ نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ تین دن گزر گئے میں اپنی دوکان کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس کے پاس ایک پیالہ تھا اس نے مجھے عشاء تک صبر کی ہدایت کی۔ اور غائب ہو گیا میں مغرب وعشاء کے درمیان ذکر وشغل میں تھا اتنے میں دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک حور برآمد ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں وہی پیالہ موجود تھا۔ اس نے پیالہ میں سے مجھے شہد جیسی کوئی چیز تین بار چٹائی۔ میں بیہوش ہو گیا۔ اور جب ہوش میں آیا تو اس شئے کی

حلاوت میں ایسا کھو گیا کہ اس کے بعد مجھے کسی بہترین غذا میں بھی کوئی لذت نہ ملتی۔ اور اس کی صورت و آواز ذہن میں اس طرح سمائی کہ کسی کی اور شکل مجھے یک لخت پسند نہیں آتی تھی۔ (ص: ۵۴)

بصرہ کی گلیوں میں کسی امیر کبیر کی باندی خدمت گاروں کی جھرمٹ میں سوار بڑے ناز و تبختر سے چلی جا رہی تھی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی۔ آپ سادہ حال رہتے تھے۔ اس سے دریافت کیا، کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرے گا۔ کنیز نے غرور سے سر جھٹک کر کہا۔ اگر فروخت بھی کرے تو آپ جیسا مفلس مجھے کیا خرید سکے گا۔ حضرت مالک نے فرمایا۔ تو کیا شئے ہے میں تجھ سے بھی بہتر کنیز خرید سکتا ہوں۔ آپ اس کے مکان تک تشریف لے گئے۔ باندی نے اپنے آقا سے سارا قصہ ذکر کیا اس نے حضرت سے دریافت کیا کیا چاہتے ہو؟

حضرت مالک: میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔

امیر: کیا آپ اس کی قیمت دے سکیں گے۔

حضرت مالک: میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو سڑی گٹھلیاں ہیں، ان سے زیادہ کچھ نہیں،

امیر: (ہنستے ہوئے) آپ نے ایسا کیوں کہا؟

حضرت مالک: اس کنیز میں بہت سے عیوب ہیں اور عیب دار شئے کی قیمت ایسی ہی ہوتی ہے۔

امیر: ذرا وہ عیب میں بھی تو سنوں۔

حضرت مالک: عیب ہی سننا چاہتے ہو تو سنو! یہ اگر عطر و خوشبو نہ لگائے تو اس کا جسم بدبو کرنے لگے۔ منہ نہ دھوئے تو اس سے تعفن اٹھنے لگے۔ بالوں کی صفائی نہ رکھے تو جوئیں پڑ جائیں۔ اور ذرا عمر پا جائے تو اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور دیکھنے کے لائق بھی نہ رہے۔ حیض اسے ناپاک کرتا ہے۔ پیشاب پاخانہ اس کے عیوب میں سے ہیں۔ طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہوتی ہے۔ رنج و غم اور تکلیفوں سے

اسے سابقہ پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہری عیوب ہیں۔ باطنی عیوب کا حال یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے۔ آج تمہارے لئے وفادار ہے کل کسی اور کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس کی دوستی سچی نہیں، اور یہ قابلِ اعتبار نہیں ——— اس سے کم قیمت کی ایک کنیز مجھے مل رہی ہے۔ مگر ان تمام باتوں میں وہ اس سے بہتر ہے۔ کافور، زعفران مشک، جوہر نور سے اس کی تخلیق ہوئی۔ کسی کھارے پانی میں آبِ دہن ڈال دے تو وہ آبِ شیریں میں تبدیل ہو جائے۔ مُردے سے ہمکلام ہو تو وہ جی اٹھے۔ سورج کے آگے کلائی کھول دے تو اس کی روشنی ماند پڑ جائے۔ زیور و پوشاک سے آراستہ ہو کر دنیا میں آ جائے تو سارا جہاں معطر و مزین ہو جائے۔ مشک و زعفران کے باغوں یاقوت و مرجان کی شاخوں میں اس کی پرورش ہوئی۔ آبِ تسنیم اور طرح طرح کے آرام و آسائش سے اسے پالا گیا۔ عہد کی پختہ، دوستی میں یکتا ہے۔ تم ہی بتاؤ ان دونوں میں خریدنے کے لائق کون سی ہے۔

امیر: اس کی قیمت کیا ہے؟

مالک بن دینار: اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ رات میں چند لمحوں کے لئے ہر شئے سے بے نیاز ہو کر اخلاص نیت کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کر دو، تمہارے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا دستر خوان چنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو رضائے حق کے لئے کھلاؤ۔ راستے سے گندگی اور روڑے ہٹاؤ۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی زندگی تنگدستی اور فقر میں گزارو۔ فکر دنیا سے الگ رہو۔ حرص سے دور رہ کر قناعت اختیار کرو۔ پھر اس کا یہ ثمرہ ہوگا کہ کل تم آرام و سکون سے جنت کی راحتوں میں رہو گے اور بادشاہ کریم کے دائمی جوار سے سرفراز ہو گے۔

شیخ کی نصیحتوں کو سنکر کنیز کے آقا نے کنیز اور غلاموں کو آزاد کر کے اپنی جائداد ان میں تقسیم کر دی۔ اور لباس فاخرہ پھینک کر فقر کا موٹا لباس پہن لیا۔ کنیز نے یہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے آقا کی تقلید کی۔ اور موٹا لباس پہن کر اس کے ساتھ ہولی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ دونوں دنیا سے بے

نیاز ہو کر عبادت حق میں مشغول ہوئے اور اسی حال میں خدا سے جا ملے ـــــــ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہا۔ (ص: ۵۴، ۵۶)

جنّت کی بیع:

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلہ میں ایک عالیشان محل کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ وہاں ایک جوان رعنا، مزدوروں، مستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے رفیق جعفر بن سلیمان سے فرمایا۔ دیکھتے ہیں یہ جوان محل کی تعمیر و تزیین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے تو اس کے حال پر رحم آرہا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حال سے نجات دے۔ کیا عجب کہ یہ جوانانِ جنت سے ہوجائے۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے سلام کیا۔ اس نے مالک بن دینار کو نہیں پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت و توقیر کی کسر نہ رکھی اور عرض کیا حضرت کو کوئی کام ہے؟۔

مالک بن دینار: اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

نوجوان: ایک لاکھ درہم

مالک بن دینار: اتنی بڑی رقم اگر تم مجھے دیدو تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار، خوبصورت اور دیرپا ہے۔ جس کی مٹی مشک و زعفران کی ہوگی۔ وہ کبھی منہدم نہ ہوگا۔ اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم، خادمائیں اور سرخ یاقوت کے قبے، نہایت شاندار اور حسین خیمے وغیرہ محل کے ساتھ ہوں گے۔ اور اس محل کو معماروں نے نہیں بنایا، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے "کُن" فرمانے سے بن گیا۔

نوجوان: مجھے اس بارے میں ایک شب غور کرنے کی مہلت عنایت فرمائیں۔

مالک بن دینار : بہت بہتر

اس مکالمہ کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ حضرت مالک بن دینار کو شب بھر بار بار اس نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے تو نوجوان کو اپنے دروازہ پر منتظر پایا۔

نوجوان : (مسرت و شادمانی سے ان لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے) کیا کل کی بات یاد ہے۔

مالک بن دینار : کیوں نہیں ؟

نوجوان : (ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں مالک بن دینار کے حوالے کرتے ہوئے) یہ رہی میری پونجی، اور یہ حاضر ہیں قلم، دوات اور کاغذ

مالک بن دینار : کاغذ اور قلم ہاتھ میں لیکر اس مضمون کا بیع نامہ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر اس غرض کے لئے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ اسے ایک ایسا ایسا شاندار محل دلانے کا ضمانت دار ہے۔ اور اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اور اس ایک لاکھ درہم کے بدلہ میں میں نے جنت کا ایک محل فلاں بن فلاں کے لئے خرید لیا ہے۔ جو اس کے محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے۔ اور وہ محل قرب الٰہی کے سائے میں ہے۔ فقط۔

اور کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فقراء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اس عظیم عہد نامے کو لکھے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار کی نگاہ محرابِ مسجد پہ پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان کے لئے لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں رکھا ہے۔ اور اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔

عزیز و حکیم اللہ کی جانب سے مالک بن دینار کے لئے پروانہ برامت ہے کہ تم نے جس

محل کے لئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرمادیا بلکہ اس سے ستر گنا زیادہ نوازا۔

اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار دوڑے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم گسار ہے۔ اور اندر سے نالہ وشیون کی آواز آرہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پیارا ہوگیا۔ نوجوان کے جنازہ کو غسل دینے والے شخص نے بتایا کہ اس نے مجھے بلوایا۔ اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل وکفن تم دینا۔ اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی۔ چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کردی

حضرت مالک بن دینار نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار کی خدمت میں دو لاکھ درہم کی پیش کش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو چکا اللہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت اسے یاد کر کے بہت روئے۔

جس کو خدا نے بخش دی وہ خوش نصیب ہے
سب سے عظیم چیز ہے دولت یقین کی' (بدر) (ص: ۵۶، ۵۷)

نالۂ عیش شکن:

بنوامیہ کا بانکا، چھریرا، خوبصورت، حسین وجمیل نوجوان موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی، اپنے عیش وعشرت، تن پروری، خوش لباسی اور ماہ وش کنیزوں اور غلاموں کی جھرمٹ میں سرمستیٔ حیات کا عادی تھا۔ انواع واقسام کے لذائذ سے اس کا دسترخوان ہمہ وقت لبریز رہتا۔ زرق برق ملبوسات میں لپٹا مجلس طرب سجائے، رات کی رات غم و آلام دنیا سے بے خبر پڑا رہتا۔ ایک سال میں تین لاکھ تین ہزار دینار کی آمدنی تھی۔ اور یہ ساری کی ساری دولت وہ اپنی عیاشیوں پر قربان کردیتا۔ شارع عام پر نہایت بلند وبالا

خوبصورت مکان بنا رکھا تھا، جس کا گیٹ نہایت شاندار تھا۔ اپنے محل میں بیٹھا کبھی وسیع گزرگاہ کی رونقوں سے محظوظ ہوتا، عقبی جانب نہایت شاندار باغ لہلہا رہا تھا۔ جس میں حسین وجمیل پھولوں کی کیاریاں قرینے سے آراستہ رہتیں۔ کبھی اس میں مجلس طرب سجاتا۔ موسیٰ کے محل میں ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک قبہ تھا جس میں چاندی کی تختیں تھیں۔ اور جس کے بعض حصوں پر سنہرا جڑاؤ تھا۔ قبہ کے عین بیچوں بیچ قیمتی تخت خاص شہزادہ کے جلوس کے واسطے بنایا گیا تھا۔ جسم پر قیمتی لباس اور جڑاؤ عمامہ پہنکر موسیٰ اس پر بیٹھتا اردگرد دوست واحباب کی نشستیں ہوتیں۔ پشت پر خدام وغلام ایستادہ ہوتے قبے کے باہر مطربوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ جہاں بیٹھ کر وہ اپنے نغمہ وسرود سے موسیٰ اور اس کے ہم مشربوں کا جی بہلاتے۔ مہ جمال گانے والیاں بھی کبھی رونق مجلس بڑھاتیں۔ ان میں اور مردانہ نشست گاہ میں ایک باریک پردہ حائل رہتا جسے حسبِ خواہش کبھی ہٹا دیا جاتا۔ پردہ کو جنبش دینا اس بات کا اشارہ تھا کہ فوارۂ نغمات کا ابال شروع ہوا۔ اور جب گانا بند کروانا چاہتا تو اس وقت بھی محض اشارہ کر دیتا۔

رات ڈھلے عیش وعشرت سے تھک کر ماہ وش کنیزوں میں سے جس کے ہمراہ چاہتا شب باشی کرتا۔ دن کو شطرنج ونرد کی بساطیں جمتیں۔ کبھی بھولے سے بھی اس کی مجلس پر موت یا کسی غم واندوہ کے تذکرے کا سایہ نہ پڑتا۔ اسی عالم سرمستی وشباب میں ستائیس سال گزر گئے۔

ایک رات کی بات ہے۔ موسیٰ اپنی مجلس طرب سجائے، نرغۂ احباب میں، لباس مرصع سے آراستہ، خوشبوئیات کی جھرمٹ میں محو عیش تھا۔ محل کے باہر دور دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یک بیک ایک دردناک چیخ ابھری جو مطربوں کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا کانوں سے ٹکرانا تھا کہ محفل میں سناٹا چھا گیا۔ موسیٰ نے قبے سے باہر سر نکالا اور آواز کا تعاقب کرنے لگا۔ شراب وشباب کا یہ رسیا اس کربناک آواز کی تلخی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس مظلوم کو تلاش کر و اور میرے پاس لاؤ۔

خدام و غلام محل سرا کے باہر اس کی تلاش میں نکلے تو انہیں پاس کی مسجد میں ایک کمزور، لاغر اور نحیف و نزار نوجوان ملا، جس کا جسم ہڈیوں کا پنجر تھا۔ اور گویا کھال ہڈیوں پر منڈھ گئی ہو۔ رنگ زرد، لب خشک، بال پریشان، ادھپٹی پرانی چادر میں لپٹا رب کائنات کے حضور مناجات کر رہا تھا۔

غلاموں نے اس نوجوان کو ہاتھ پاؤں سے پکڑا، اور موسیٰ کے سامنے حاضر کر دیا۔ شہزادے نے پوچھا آخر وہ کون سی تکلیف تھی جس نے تجھے اس طرح چیخنے پر مجبور کیا۔ نوجوان نے کہا میں مسجد میں تھا۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں ایسا مقام آیا جس نے مجھے بے حال کر دیا۔ موسیٰ نے کہا ذرا میں بھی تو سنوں نوجوان نے تعوذ و تسمیہ کے بعد یہ آیات تلاوت کیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۙ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۙ ——— (المطففین، ۲۲ ، ۲۸)

مقرب بندے، بیشک نیکی کرنے والے ضرور راحت میں (عزت کے بلند) تختوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہوں گے۔ آپ پہچانیں گے ان کے چہروں میں راحت کی تازگی۔ انہیں صاف و شفاف شراب پلائی جائے گی جو مہر کی ہوئی ہے جس کی مہر مشک ہے اور رغبت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرنی چاہیئے۔ اور اس کی آمیزش سے (چشمہ تسنیم (کا پانی) (ایسا) چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے،

نوجوان نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے کے بعد شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسے فریب خوردہ بھلا وہ نعمتیں کہاں اور تیری یہ مجلس کہاں،

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بہشتی تخت کچھ اور ہی ہوگا، اس پر نرم و نازک بستر ہوں گے جن کے استر استبرق کے ہوں گے۔ اور سبز قالینوں اور بستروں پر آراستہ تکیوں سے ٹیک لگائے لوگ

آرام کرتے ہوں گے۔ وہاں دو نہریں ساتھ ساتھ بہتی ہیں۔ وہاں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں، وہاں کے میوے نہ کبھی ختم ہوں گے۔ اور نہ ان سے جنتیوں کو کوئی روکنے والا ہوگا۔
اہل جنت؛ جنت کے پسندیدہ عیش میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں انہیں کوئی ناگوار بات بھی نہ سنائی دے گی۔ وہاں اونچے اونچے تختوں کے ارد گرد چمکدار آبخورے قطار سے رکھے ہوں گے ——— یہ تمام نعمتیں تو اللہ کے متقی بندوں کے لئے ہوں گی اور کافروں کے لئے کیا ہوگا؟۔ ان کے لئے تو آگ ہی آگ ہے۔ اور آگ بھی ایسی جو کبھی سرد نہ ہونے والی، کافر اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی ان کا عذاب موقوف نہیں ہوگا وہ اس میں اوندھے منہ پڑے ہوں گے۔ اور جب سر کے بل گھسیٹا جائے گا تو کہا جائے گا لو یہ عذاب چکھو۔

ہاشمی شہزادے موسیٰ نے اس نوجوان کی یہ باتیں سنیں تو خود بھی چیخ مار کر رو پڑا بے اختیاری میں تخت سے اترا اور اس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا۔ اور پھر عیش و عشرت کے ہمنشینوں اور مصاحبوں نیز خادموں سے کہنے لگا چلے جاؤ تم سب لوگ یہاں سے، نوجوان کو اپنے جسم سے لپٹائے گھر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوا۔ اور ایک بوریہ پر جا بیٹھا۔ اور اپنی جوانی ضائع ہونے پر خود کو ملامت کرنے لگا۔ صالح نوجوان اس کو دلاسا دیتا رہا۔ اور رحمٰن و رحیم پروردگار کی ستاری و غفاری یاد دلاتا رہا۔ اسی عالم میں پوری شب گزر گئی۔ اس طرح سپیدۂ سحر کی نمود کے ساتھ اس شہزادۂ عیش پسند نے اپنی سچی توبہ کے پانی سے غسل کیا نوجوان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ عبادت الٰہیہ کو اپنا مقصد بنایا۔ تمام مال و دولت سونا چاندی کپڑے صدقہ کر دیئے۔ کچھ غلاموں کنیزوں کو فروخت، کچھ کو آزاد کر دیا۔ تمام لوگوں کے حقوق شمار کر کر کے ادا کر ڈالے۔ موٹا لباس زیب تن کیا۔ شب بیداری کو شعار بنایا۔ دن کو روزہ رکھتا۔ اور رات بھر جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور روتا، گڑگڑاتا۔ مجاہدہ و ریاضت میں اتنا مشغول ہوا کہ دیکھنے والوں کو اس پر رحم آنے لگا۔ بڑے بڑے صلحاء اور زہاد اس کی زیارت کو آتے اور اتنی ریاضت شاقہ پر اسے روکتے۔ وہ جب یہ نصیحتیں سنتا تو اپنے گزرے غفلت کے ایام یاد کر کے خوب

روتا ــــــــ بالآخر وہ دن بھی آیا جب پیادہ پا ننگے قدم ایک معمولی سا لباس جسم پر ڈالے حجِ بیت اللہ کے ارادے سے نکلا۔ ساتھ میں پیالہ اور ایک توشہ دان ہی اس کا زادِ سفر تھا۔ اس پاک سرزمین پر پہونچا تو اس کے دل کی کیفیت اور دگرگوں ہوگئی۔ اکثر حجرِ اسود کے پاس زار و قطار روتا ہوا ملتا ــــــ اور کہتا۔

اے مالکِ بے نیاز سیکڑوں خلوتیں غفلت میں گزر گئیں۔ اور عمر کے کتنے ہی سال گناہوں میں ضائع ہوگئے۔ نیکیاں تو جاتی رہیں بس حسرت و ندامت پاس رہ گئی۔

جس روز تیری بارگاہ میں حاضری ہوگی کیا منہ دکھاؤں گا۔ اے میرے رب! میں اب تیرے سوا کس سے اپنا دکھ روؤں، کس سے التجا کروں، کس کی جانب دوڑوں، کس پر اعتماد کروں، میرے کریم رب! میں اس لائق تو نہیں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں میں تو بس تیرے جود و نوال سے محض اتنے کرم کا متمنی ہوں کہ میری مغفرت فرمائیے

حضرت محمد بن سماک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے بعد اس شہزادۂ ہاشمی نے وہیں پاک اور مقدس سرزمین پر اقامت اختیار کرلی۔ اور اطاعت و انابت، توبہ و استغفار اور مناجات کرتے ہوئے اللہ کی رحمت کو پہونچا۔ (ص: ۵۷، ۶۰)

صالح شہزادہ:

شہر بصرہ کے نواحی ویرانوں میں ایک نہایت حسین و جمیل، شکیل و رعنا سولہ سالہ نوجوان جس کے خد و خال سے شرافت و نجابت کا نور ٹپک رہا تھا۔ موت و حیات کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے ــــــــ نہ کوئی دوست ہے نہ یار، رفیق ہے نہ دم ساز، بستر ہے نہ تکیہ، گھر ہے نہ چوکھٹ، زمین کا فرش ہے اور اینٹ کا تکیہ،

بصرہ کا ایک باشندہ ابو عامر ویرانے میں موت کی ہچکیاں لیتے ہوئے اس روشن پیشانی والے نوجوان کے قریب پہونچا تو احساسِ درد سے اس کے بھی آنسو نکل گئے۔ نوجوان بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ ابو عامر کے سلام کی آواز سنکر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ ابو عامر نے نوجوان کا سر اپنی آغوش میں رکھ لینا چاہا۔ مگر نوجوان نے

اِشارے سے روکا۔ اور ہلکی آواز میں چند اشعار پڑھے جن میں کے دو شعر یہ ہیں۔

یَا صَاحِبِیْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ ‌ ‌ ‌ فَالعُمْرُ یَنْفَدُ وَالنَّعِیْمُ یَزُوْلُ

وَاِذَا حَمَلْتَ اِلَی الْقُبُوْرِ جِنَازَۃً ‌ ‌ ‌ فَاعْلَمْ بِاَنَّکَ بَعْدَھَا مَحْمُوْلُ

نعمتِ دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا
عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا
لے کے میت جو چلا گورِ غریباں تو آج
بس اسی طرح تجھے کل کوئی لے جائیگا (بدر)

نوجوان نے مزید کہا۔ اے ابو عامر اب میرا آخری وقت قریب آگیا ہے، میں تجھے چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے انہیں کپڑوں میں دفنا دینا۔

ابو عامر: ایسا کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا۔

نوجوان: نئے کپڑوں کی ضرورت مُردوں کے بلحاظ زندوں کو زیادہ ہوتی ہے مجھے تو بس میرے انہی کپڑوں میں لپیٹ کر سپردِ خاک کرنا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں میں گزار دی تو اب نئے کپڑوں کی حاجت بھی کیا؟

ابو عامر: اگر تم نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دے بھی دیا تو آخران کپڑوں کو بھی خاک ہی ہونا ہے۔ ہاں باقی رہنے والی چیز صرف عمل صالح ہے۔ اور یہ لو میری زنبیل اور تہبند گورکن کو دے دینا، اور یہ مصحف شریف اور انگشتری میں تمہارے حوالے کرتا ہوں یہ امیر المومنین ہارون رشید کی خدمت میں پہونچا دینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ امانتیں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پہونچانی ہیں۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں پہونچانے کے بعد مجھ مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کر دینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی عالمِ غفلت میں وقت اخیر نہ آن پہونچے۔

یہی سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں موندلیں اور کچھ دیر بعد نہایت سکون و طمانیت سے جانِ شیریں جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابوعامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی ــــــ روشن و تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سپرد لحد کرتے وقت ابو عامر کو اس نوجوان کی چند ملاقاتیں یاد آرہی تھیں، جن کو بار بار سوچ کر ابو عامر کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔

وہ تو بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کرانے کے لئے مستری اور مزدور کی تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں اسے یہ جوان ملا تھا ابو عامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھنچتا چلا گیا۔ اور اس نے پوچھا۔ کیا تم کام کروگے؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور کہا، کام ہی کرنے کے لئے تو پیدا ہوا ہوں۔ لیکن تم کیا کام لینا چاہتے ہو؟۔

ابو عامر: مکان کی تعمیر کا کام

نوجوان: کام تو میں کروں گا مگر ایک شرط ہے۔ شرط یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا۔ اور نماز کے وقت کام نہیں کروں گا، نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہوگیا اور چلنے کو کہا۔ نوجوان نے اپنی زنبیل اٹھائی، مصحف گلے سے لگایا، اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آکر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی۔ اینٹ گارے اور سامان دکھا دیئے اور خود اپنی ضرورت سے چلا گیا۔ مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہوگیا اور اس نے اسے دو درہم مزدوری پیش کی، مگر اس نے قبول نہیں کئے۔ اور کہا میں نے ایک درہم اور ایک دانگ پر بات طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں لوں گا۔ اور بالآخر اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہونچا۔ مگر اسے وہاں نوجوان نہیں ملا۔ دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔

ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا۔ اور شنبہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہونچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا۔ اور وہ اسی روز کی طرح شرط کرکے

پھر کام پر آیا۔ ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا۔ چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ گیا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان نے گارا اٹھا کر بچھایا، اس کے بعد اینٹ پتھر خود بخود اٹھ کر ایک دوسرے سے لگتے چلے جا رہے تھے ——— ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ خدا رسیدہ نوجوان ہے، اور اس کے سر پر تائید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینی چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کئے اور چلا گیا۔

اور آج جبکہ ابو عامر تیسرے ہفتہ نوجوان کی تلاش میں بازار گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت علالت اور ویرانہ میں اس کی موجودگی کا حال بتایا جسے سنکر ابو عامر وہاں پہونچا جس کے بعد اب اس کے مرقد کی بالیں پر کھڑا تاسف کے آنسو بہا رہا ہے ——— ابو عامر کو نوجوان کا چہرہ، اس کے عادات و اطوار بار بار یاد آرہے تھے۔

بغداد عروس البلاد کی شاہراہوں پر قصر الرشید کے سامنے لشکر اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دورویہ کھڑے ہو کر رسالہ کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے۔ اس کے پیچھے بھی ایسے ہی فوج کا دوسرا دستہ آرہا ہے، اس میں بھی ہزار سوار ہیں ——— اسی طرح نو فوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا۔ لوگ جوش و خروش سے نعرے لگا رہے ہیں، سلام و تحیہ پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالہ کی جلو میں امیر المومنین ہارون رشید کی سواری نظر آئی۔ دیکھنے والوں میں جوش و خروش اور بڑھ گیا۔ اور لوگ سلام و تحیہ گزارنے لگے۔ زائرین و ناظرین کی اسی بھیڑ میں بصرہ کا باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہونچانے آیا ہوا تھا۔ بھیڑ اور ازدحام اتنا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہونچنا دشوار تھا، کھوے سے کھوا چل رہا تھا۔ ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ کسی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں، انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لئے لوگ امنڈ کر آگئے تھے ——— امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری قوت سے چیخنا شروع کیا۔

اے امیر المومنین! آپ کو قرابتِ رسول کا واسطہ ذرا توقف فرمائیں۔

امیر المومنین ہارون رشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ و پکار پہونچی تو انہوں نے سواری روک لی ——— اور ابو عامر کو قریب آنے کا موقع دیا۔ ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا۔ مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نمناک ہوگئی تھیں۔ جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون رشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے۔ دروازے بند کرا دیئے دربان نے ابو عامر کو سمجھا دیا تھا کہ امیر المومنین غمگین اور اداس ہیں، لہٰذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

امیر المومنین: ابو عامر! آؤ میرے قریب بیٹھو، بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟۔

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے، یہ کسی کو کیا معلوم؟۔

امیر المومنین: بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟

ابو عامر: گارے مٹی کا،

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے محنت مزدوری کروائی؟۔

ابو عامر: جی حضور!

امیر المومنین: اے ابو عامر! میرے جگر گوشہ سے تمہیں ایسا کام اور ایسی خدمت لیتے ہوئے شرم نہیں آئی؟۔ کم از کم تم نے قرابتِ رسول کا تو کچھ پاس و لحاظ کیا ہوتا۔

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں میں بالکل واقف نہیں تھا۔ البتہ وقتِ وصال مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ آپ کے نورِ چشم اور پارۂ جگر ہیں۔

امیر المومنین: کیا تو نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔

ابو عامر: جی ہاں! میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نورِ نظر کو غسل و کفن دیکر سپردِ لحد کیا ہے۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو۔ (یہ کہہ کر ہارون رشید نے ابو عامر

کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ اور اپنے سینہ پر رکھ کر زار وقطار رونے لگے اور کہا۔ تو نے اس میرے فرزند دلبند کو کس طرح مٹی کے اندر دبایا۔ اس پر کس دن سے خاک ڈالی۔
اپنے فرزند صالح کے غم میں امیرالمومنین نے رو، رو کر اپنے دامنِ عبا کو تر کر لیا۔)

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں کہ امور خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون رشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زاہدوں، درویشوں کی صحبت بہت پسند تھی۔ قرآن مجید، اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا۔ اس پر آخرت کا خوف طاری تھا۔
اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا۔ اور مُردوں سے مخاطب ہوتا۔ اور کہتا، تم ہم سے پہلے موجود تھے، اور دنیا کے مالک تھے۔ اور اب تم قبروں میں محصور ہو، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے، اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے۔
اور حسرت و یاس کی باتیں کہہ کہہ کر پھوٹ کر رو دیا کرتا تھا۔

حضرت ہارون رشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دنیا کے مال ومتاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون رشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی۔ جسے محض ماں کی محبت و اطاعت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کا یاقوت بڑا ہی قیمتی تھا مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصرف میں نہیں لگایا۔ اور دم نزع ہارون کو دینے کے لئے ابو عامر کے حوالہ کیا۔

ایک دن کی بات ہے ہارون رشید اپنے دربار میں امراء و مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہ شہزادہ جسم پر پرانا کمبل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا ــــــ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہئے تاکہ اپنی یہ حالت بدل دے۔ اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیرالمومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹے سے کہا۔
بیٹا: تو نے مجھے رسوا کر ڈالا۔

شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ نہیں کہا۔ البتہ دربار کے عین سامنے قصر کے کنگورے پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو اشارہ کر کے کہا۔
"اے پرندے! تجھے تیرے خالق و مالک کی قسم آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ، وہ پرندہ یہ سنکر محل سے اتر کر شہزادے کے ہاتھ پر آبیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی جگہ چلے جانے کا حکم دیا۔ تو وہ اڑ کر چلا گیا۔ اور کہا۔
تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا"
اس کے بعد شہزادہ ہارون رشید سے مخاطب ہوا۔
اباجان! ـــــ اب میں جارہا ہوں، آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔
امیر المومنین ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودۂ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ہوش میں آئے تو حسرت و غم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔
اسی شب کی بات ہے ابو عامر اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے۔ ناگاہ وہ چادر ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا۔
اے ابو عامر! رب تعالےٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے واقعی میری وصیتوں کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔ ابو عامر نے پوچھا صاحبزادے! آپ پر کیا گزری، اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ جواب دیا، اپنے رحیم و کریم پروردگار کے قرب میں ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے، کچھ بھی ناراض نہیں۔ اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، اور نہ کسی وہم و گمان میں آئیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے بہ قسم فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں
(ص: ۶۰، ۶۳)

جو حبِّ الہٰی کے سرمست ہیں، ہے ان کی نگاہوں میں دنیا ذلیل

ہے فرزند ہارون کا یہ واقعہ، زمانے میں بدر اس کی روشن دلیل

بہلول دانا اور ہارون رشید:

خلیفہ ہارون رشید ایک بار حج کرنے گئے ان کے ہمراہ بغداد کے حاجیوں کا ایک بڑا قافلہ تھا۔ واپسی کے وقت کوفہ میں ہارون رشید کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں حضرت بہلول دانا (مجذوب) کو بچے پریشان کر رہے تھے۔ خلیفہ کی سواری نزدیک پہنچی تو لڑکے دیکھ کر بھاگ گئے اور گلیوں میں چھپ گئے ——— ہارون رشید ایک شاندار اونٹنی پر ہودج میں سوار تھے۔ شاہی گرد و فرار دگرد تھا۔ اور ہودج پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ حضرت بہلول نے دیکھا تو بآواز بلند پکارا یا امیرالمومنین! یا امیرالمومنین! ہارون رشید نے ہودج کا پردہ ہٹایا اور کہا لبیک یا بہلول! لبیک یا بہلول!

حضرت بہلول: اے امیرالمومنین! ہم سے ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کیا۔ قدامہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا جس پر بوسیدہ سا کجاوہ تھا۔ اور حضور کی سواری کے باعث نہ لوگوں میں ہٹو بچو تھی، نہ مار دھاڑ، لہٰذا اے امیرالمومنین آپ کے لئے تواضع اور انکساری، تکبر اور برتری جتانے سے بہتر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سنکر رونے لگا۔ اس کے اشکوں کے قطرات زمین پر گرنے، اور عرض کیا اے بہلول! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے دو شعر سنائے جن کا مفہوم یہ ہے۔:

نعمتِ دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا
لے کے میت جو چلا گورِ غریباں تو آج بس اسی طرح تجھے کل کوئی پہنچائے گا

یہ سنکر خلیفہ اور رونے لگا۔ اور کچھ مزید کہنے کی درخواست کی۔

حضرت بہلول: امیرالمومنین! جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور حسن و جمال سے نوازے، اور وہ اپنی دولت راہِ مولا میں خرچ کرے، اور حسن و جمال کو حرام سے بچائے

دفتر مولا میں اس کا نام ابرار کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

خلیفہ: آپ نے نہایت قیمتی بات فرمائی اور انعام کے لائق کلام کیا۔

حضرت بہلول: اپنا انعامی مال اسی کو واپس کر دیں جس سے لیا ہے، مجھے ضرورت نہیں ــــــــ

خلیفہ: اگر آپ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو میں ادا کر دوں۔

حضرت بہلول: دَین سے دَین کی ادائیگی کیا ہوگی؟۔ آپ حقداروں کا حق انہیں دیں اور اپنے نفس کا حق ادا کریں۔

خلیفہ: اگر قبول کیجئے تو کچھ وظیفہ مقرر کر دوں۔

حضرت بہلول، (آسمان کی جانب سر اٹھاتے ہوئے) امیر المومنین! ہم اور آپ دونوں اللہ ہی کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن کہ اللہ تعالےٰ آپ کو یاد رکھے، اور مجھے فراموش کر جائے ــــــــ ہارون رشید نے یہ سنکر محمل کا پردہ گرا دیا۔ اور سواری آگے روانہ کی۔

(اس واقعہ کو عبداللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا) ص: ۶۴،۶۳)

حضرت سعدون اور ہارون رشید:

خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پیدل حج کرنے کی قسم کھائی۔ سفر شروع ہوا تو عراق سے حرم پاک تک مخملی فرش کا انتظام کیا گیا۔ دوران سفر ایک جگہ خلیفہ بہت تھک گئے۔ تو راستہ کے کنارے نصب شدہ سنگ میل کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں کہیں سے ادھر ہی سعدون مجذوب (جنہیں مجنون بھی کہا جاتا تھا) کا گزر ہوا۔ انہوں نے خلیفہ کو اس حال میں دیکھا تو چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا۔

فرض کرلے کہ دنیا تیرے موافق ہے۔ لیکن موت تو آئے گی ضرور، اس سے تو مفر نہیں۔ پس دنیا لے کر کیا کرے گا تیرے لئے تو بس ایک سنگ میل کافی ہے۔ اے دنیا کے طالب خبردار! دنیا کو اپنے دشمن کے لئے ترک کر، یہ زمانہ آج جس طرح

تجھے ہنسا رہا ہے کل رُلائے گا۔

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بیہوش ہو گیا۔ حتیٰ کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ ہوش میں آیا تو سعدون علیہ الرحمہ کو تلاش کرایا۔ مگر وہ بندۂ حق وہاں سے جا چکے تھے۔ (ص ۶۴، ۶۵)

حضرت سعدون اور دعائے باراں:

محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ بصرہ میں قحط پڑا، لوگ پریشان ہو کر دعائے بارش کے لئے صحرا کی طرف نکلے۔ سرِ راہ سعدون مجذوب مل گئے۔ انہوں نے دیکھا تو پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا استسقاء کے لئے نکلے ہیں۔ فرمایا کھوکھلے دلوں سے یا سماوی دلوں سے؟ ہم نے کہا سماوی دلوں سے! فرمایا تو بس یہیں بیٹھ جاؤ۔ اور بارش کی دعا کرو۔ ہم لوگ دعا میں مشغول ہو گئے۔ بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دن چڑھ آیا۔ اور آسمان کا حال یہ ہے بارش تو کیا ہوتی بادل کی کوئی چھٹی بھی نظر نہ آئی۔ اور سورج ہے کہ تمازت اور دھوپ میں اضافہ ہی کرتا جا رہا ہے۔ حضرت سعدون نے یہ منظر دیکھا تو پکارا ——— نادانو! اگر تمہارے قلوب سماوی ہوتے تو اب تک بھلا بارش نہ ہوتی؟ اتنا کہنے کے بعد اٹھ کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی۔ اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کچھ کہا، جسے میں مطلق نہ سمجھ سکا۔ ان کی بات ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ نہایت زور دار بارش شروع ہوئی۔ اور سب جل تھل ہو گیا۔ ہم نے پوچھا بتائیے آپ نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا۔ فرمایا ہٹو جاؤ یہ ایسے وارفتہ دلوں کی ندائے شوق ہے جنہوں نے مشاہدۂ حق سے علم و یقین حاصل کیا۔ جادۂ عمل پر گامزن ہوئے اور صرف خدا پر توکل کیا! ایسے قلوب کی راز دارانہ مناجاتوں سے تمہیں کیا واسطہ! (ص ۶۵)

جنونِ عشق:

ایک بار حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا گزر صحرائے بصرہ کی طرف ہوا۔ یہاں ان کی سعدون مجنون رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مالک بن دینار نے مزاج پرسی کی تو انہوں

نے جواباً فرمایا۔

سعدون، اے مالک! اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسے صبح و شام عظیم سفر کا ارادہ ہو، اور زاد سفر کچھ نہ ہو، اور عالمین کے پروردگار کے حضور پیشی ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

مالک بن دینار: آپ رونے کیوں لگے؟۔

سعدون: بخدا میں حرص دنیا، یا موت و مصائب کے خوف سے نہیں روتا — بلکہ رونے کا سبب یہ ہے کہ زندگی میں ایک دن ایسا گزر گیا، جس میں مجھ سے کوئی اچھا کام نہیں ہوا۔ اور مجھے یہ بات بھی رُلا رہی ہے کہ زاد راہ کم ہے، راستہ لمبا ہے، پُرخطر گھاٹیاں سامنے ہیں۔ اور معلوم نہیں میرا ٹھکانا جنت ہے یا جہنم؟۔

مالک بن دینار: لوگ تو آپ کو مجنون کہتے ہیں۔ مگر آپ تو نہایت عقلمند اور صاحبِ حکمت ہیں۔

سعدون: آخر تم بھی لوگوں کے فریب میں آہی گئے۔ مجنون تو لوگ مجھے کہتے ہیں، مجھ میں تو کوئی جنون نہیں۔ مگر ہاں! رب تعالیٰ کا عشق میرے قلب، میرے گوشت پوست رگ و ریشہ، ہڈیوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں متحیر ہوں۔

مالک بن دینار: آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ اور ملنا جلنا کیوں نہیں کرتے؟

حضرت سعدون رضی اللہ عنہ نے چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

خلقت سے دور رہ کر خدا کے قریب جا — ہے طالبِ حبیب تو سوئے حبیب جا
بچھو کے مثل اہل ہوس ہیں جہان میں — ڈس لیں گے ہوشیار نہ ان کے قریب جا۔ (بدر

(ص ۶۵، ۶۶)

جیسے دل میں آگ لگی ہو:

صحن بیت اللہ میں حضرت ذوالنون مصری طواف میں مشغول تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ پر نگاہیں جمائے ٹھنڈی آہ بھرتا ہے۔ اور اس طرح مصروفِ دعا ہے۔

اے میرے رب! میں تیرا عاجز و مسکین بندہ ۔ تیرے در سے بھگایا ٹھکرایا ہوا ہوں۔ یا اللہ! میں تجھ سے ایسی شئے کا طالب ہوں جو تیری محبت و قرب کا ذریعہ ہو۔ اور ایسی عبادت کا طالب ہوں جو تجھے پسند ہو۔ اور اے میرے رب! میں تجھ سے تیرے برگزیدہ بندوں اور نبیوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی محبت کا جام پلا دے۔ میرے قلب سے اپنی معرفت کے لئے پردے اٹھا دے تاکہ شوق کے پروں سے پرواز کر کے میں تیرے عرفان کے گلستانوں میں محو مناجات ہو جاؤں۔

اس مناجات کے بعد وہ ایسا اشک بار ہوا کہ کنکریوں پر اس کے آنسو گرنے کی آواز آنے لگی۔ پھر یک بیک وہ ہنستا مسکراتا ہوا اٹھا اور وہاں سے چلا گیا حضرت ذوالنون بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ یہ شخص یا تو کوئی بندۂ عارف ہے، یا دیوانہ، وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانوں میں جانے لگا —— اور حضرت ذوالنون کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو کہا۔ آخر کیوں تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟ چلے جاؤ۔

ذوالنون: آپ کا نام کیا ہے؟۔

اجنبی: عبداللہ!

ذوالنون: آپ کے والد کا اسم گرامی؟۔

اجنبی: عبداللہ!

ذوالنون: یہ بات تو مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص عبداللہ اور ابن عبداللہ ہے۔ مگر میں آپ کا مخصوص نام پوچھ رہا ہوں۔

اجنبی، میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔

ذوالنون: کیا وہی سعدون جسے لوگوں نے مجنون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔

سعدون: ہاں وہی!

ذوالنون: وہ کون لوگ ہیں جن کی حرمت کا واسطہ دے کر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ نے دعا کی ہے۔

سعدون: وہ اپنے رب کی جانب اس کی محبت کو نصب العین بنا کر چلتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ربانیت کا ایسا تسلط ہے کہ ماسوا سے جدا ہو گئے ہیں۔

سعدون: اے ذوالنون! میں نے سنا ہے کہ آپ بھی کچھ کہتے ہیں۔ اسباب معرفت کے بارے میں کچھ بتائیے۔

ذوالنون: آپ ان لوگوں میں ہیں، جن کے علم و معرفت سے آپ استفادہ کرنا چاہئے۔

سعدون: سائل کا حق یہ ہے کہ اسے جواب دیا جائے۔ پھر دو اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

عارفین کے دلوں میں آتش شوق بھڑکتی رہے گی یہاں تک کہ جوار مولیٰ میں انہیں اقامت نصیب ہو۔ وہ اپنے مولیٰ کی محبت میں مخلص ہیں۔ تو یہ محبت کبھی ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ (ص: ٦٦، ٦٧)

یکے از مردانِ غیب:

ایک بزرگ ابوالجوال مغربی کا بیان ہے کہ وہ ایک صالح انسان کے ساتھ بیت المقدس میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں قریب سے ایک نوجوان آنکلا، اس کے پیچھے شریر بچوں کی ٹولیاں تھیں جو اسے کنکریاں اور ڈھیلے مار رہے تھے اور شور مچا رہے تھے کہ یہ پاگل ہے۔ نوجوان مسجد میں چلا آیا اور پکارا۔ یا اللہ! مجھے اس دار فانی سے راحت دے۔ ابوالجوال یہ سُنکر اس کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا۔ یہ بات تو تو نے دانشمندی کی کہی۔ یہ کہاں سے سیکھی۔

نوجوان: جو انسان خالص اللہ تعالیٰ کے لئے خدمت و عبادت کرتا ہے تو اللہ اسے حکمت کی نایاب باتیں سکھا دیتا ہے۔ اور اسبابِ عصمت سے اس کی حمایت فرماتا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ مجھے جنون ہے بلکہ مجھے اضطراب و خوف ہے۔ اس کے بعد اس نے درد شوق میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھے۔

ابوالجوال: تم نے تو نہایت عمدہ اشعار پڑھے۔ بڑے غلط اندیش ہیں وہ لوگ جو تمہیں

پاگل کہتے ہیں۔ ابوالجوال کی یہ بات سنکر وہ آبدیدہ ہو گیا۔ اور بولا۔

نوجوان: آپ جانتے ہیں اہل طریقت مرتبۂ وصل کو کس طرح پہونچے ؟

ابوالجوال: بتائیے

نوجوان: ان حضرات نے اپنے اخلاق کو ساری نجاستوں سے پاک کر کے مختصر روزی پر قناعت کی۔ اور حبِ الٰہ سے سرشار ہو کر آفاق عالم میں سرگرداں رہے۔ پھر سچائی کی اِزار اور خوف خدا کی ردا سے نوازے گئے اور اس عالم فانی کو عالم باقی کے بدلے فروخت کر دیا۔ اور ہمت و عزم کو مضبوط پکڑا۔ پھر ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بیابانوں میں عمر بسر کی۔ خلقِ خدا سے چھپ گئے۔ ان کی یہ شان ہے کہ اگر وہ موجود بھی ہوں تو انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ اور غائب ہوں تو ان کی کسی کو تلاش نہ ہو مر جائیں تو کوئی جنازے پر نہ آئے۔

ابوالجوال کہتے ہیں کہ یہ عرفانی بیان سنکر میں دنیا کو فراموش کر بیٹھا ——— اور وہ نوجوان چلا گیا۔ (ص: ۶۸، ۶۹)

ایک متحیر نوجوان:

ابن القصاب صوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ پاگل خانے کی سیر کے لئے گئے۔ ان لوگوں نے وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جو عالم تحیر میں گم تھا۔ یہ تمام لوگ اس کے احوال کی جستجو میں گم ہو گئے۔ اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس نے ان لوگوں کو تعاقب میں دیکھا تو کہنے لگا۔

نوجوان: لوگو! انہیں دیکھو! یہ کیسے کیسے جبہ و دستار سے مزین، انواع و اقسام کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ، جسم کو عطر سے بسائے ہوئے لوگ ہیں جو دین دنیا کا سارا کام چھوڑ کر ایک معمولی شئے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور علم سے بالکل دور ہیں ان لوگوں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو نوجوان سے کہا کیا تم صاحبِ علم ہو؟۔ اگر ہم کچھ پوچھیں تو قاعدے سے جواب دو گے ؟

نوجوان: واللہ میں عمدہ جواب دوں گا۔ پوچھو تو سہی۔

سائلین، حقیقی سخی کون ؟

نوجوان: وہ جس نے تم جیسے لوگوں کو بھی روزی دی جب کہ تمہاری حیثیت ایک دن کی خوراک کے برابر بھی نہیں۔

سائلین: سب سے بڑا ناشکرا کون ؟

نوجوان، سب سے بڑا ناشکرا وہ ہے جو کسی مصیبت سے چھٹکارا پا جائے۔ پھر اسی بلا میں کسی اور کو دیکھ کر نہ عبرت حاصل کرے نہ شکر ادا کرے۔

سائلین: کچھ خصالِ محمودہ سے ہمیں روشناس کیجئے۔

نوجوان: یہ وہی ہیں جن کے برخلاف تم جا دہ پیما ہو۔

یہ کہہ کر نوجوان رو پڑا۔ اور گویا ہوا اے میرے رب! اگر تو میری عقل نہیں لوٹاتا، تو میرے ہاتھ ہی مجھے دیدے تاکہ میں ان سب کو ایک ایک چپت رسید کر سکوں۔ یہ سنکر ابن القصاب اور ان کے ساتھی وہاں سے لوٹ آئے۔ (ص، ۶۹، ۷۰)

رفیقِ جنت:

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے تین شب متواتر اللہ تعالٰی کے حضور دعا کی کہ مولا پاک مجھے اس شخص کا دیدار کرا دے جو میرا رفیقِ جنت ہو گا۔ جواب ملا، میمونہ سوداء تیری رفیقِ جنت ہے، جو کوفہ کے فلاں قبیلہ میں رہتی ہے۔ حضرت شیخ وہاں تشریف لے گئے۔ اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ میمونہ تو ایک دیوانی عورت ہے۔ بکریاں لئے جنگل میں پڑی رہتی ہے۔ حضرت شیخ جنگل میں پہونچے۔ تو ملاحظہ کیا کہ عصا کا سُترہ بنائے کھڑی مصروف نماز ہے، اس کے جسم پر اون کا ایک جبہ ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔

یہ خریدی اور بیچی نہیں جا سکتی۔

بکریوں کے ریوڑ پر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیے قریب قریب ہیں۔ مگر نہ

بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیئے بکریوں پر حملہ کرتے ہیں۔ شیخ کی آہٹ پاکر میمونہ نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر بولی۔

میمونہ: ابن زید! اس وقت جاؤ۔ وعدہ یہاں (دنیا میں) ملنے کا نہیں، بلکہ کل کا ہے۔

شیخ عبدالواحد: تمہیں کس نے بتایا کہ میں ابن زید ہوں۔

میمونہ: کیا خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر ایک مقام پر ہیں۔ جن ارواح میں وہاں تعارف ہوگیا وہ یہاں بھی باہم متعارف ہیں۔ اور جن میں وہاں ناآشنائی رہی یہاں بھی رہی۔

شیخ عبدالواحد: مجھے کچھ نصیحت کرو۔

میمونہ: رب تعالیٰ نے جس بندہ کو دنیا کی کوئی شئے ایک بار دیدی پھر وہ دوبارہ اس کی طلب میں رہا۔ رب تعالیٰ اس سے لذت خلوت سلب کرلیتا ہے۔ اور قرب کو بُعد سے بدل دیتا ہے۔ اس کے دل میں وحشت بٹھا دیتا ہے۔ اور کچھ ناصحانہ شعر پڑھے۔

شیخ عبدالواحد: بھیڑیئے بکریوں کے ہمراہ کس طرح رہتے ہیں؟ کہ نہ وہ انہیں کھاتے ہیں اور نہ یہ ان سے ڈرتی ہیں۔

میمونہ: جاؤ یہ باتیں نہ کرو۔ میں نے اپنے رب سے معاملہ درست کرلیا ہے۔ اس لئے اس نے بھیڑیوں اور بکریوں میں بھی صلح کرادی ہے۔ (ص: ۷۰)

مرضی مولا میں انسان جو ڈھل جاتا ہے
وہ نظر کردے تو پتھر بھی پگھل جاتا ہے
بدرؔ

اہلِ نازونیاز کی راتیں:

حضرت ابوالربیع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میں، محمد بن منکدر اور ثابت بنانی ایک شب ریحانہ مجنونہ کے پاس رہے۔ تو ہم نے دیکھا کہ ابتدائے شب میں کھڑی ہوئیں۔ اور مسرت و شادمانی کے انداز میں یہ شعر پڑھا۔

قامَ المحبُّ الی المؤمَّل قومةً　　　کادَ الفؤادُ من السّرورِ یطیرُ

محب اپنے مرجع امید کے آگے اس طرح کھڑا ہے کہ اس کا دل خوشی سے اڑتا جارہا ہے

آدھی رات ہوئی تو ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

لا تأنسنَّ بمن توحشکَ نظرتُہٗ　　　فتمنعنَّ من التّذکارِ فی الظُّلَمِ

واجھدْ وکدَّ وکن فی اللیل ذا شجنٍ　　　یسقیکَ کأسَ ودادِ العزِّ والکرمِ

اس سے الفت نہ رکھ جس کے نظر اٹھانے سے تجھے وحشت ہوجائے کیونکہ یہ شئے اندھیروں میں تجھے ذکر سے روک دے گی۔ اور راہِ حق میں محنت و مشقت کر، اور رات کو غمزدہ رہ، اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے جام سے نوازے گا؛

اور جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حسرت و یاس سے آہ بھرنے لگیں۔ اور نالہ کرنے لگیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا۔

ذھبَ الظلامُ بانسہٖ وبالفہٖ　　　لیتَ الظلامَ بانسہٖ یتجدّدُ

رات اپنی تاریکی کے ہمراہ اپنے انس اور محبت کو بھی لے گئی۔ کاش! یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ بار بار آتی۔ (ص: ۷۱)

کشتۂ خنجرِ تسلیم؛

حضرت عتبۃ الغلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز بصرہ سے باہر نکل کر میں ویرانوں میں چل نکلا۔ کچھ دوری پر بدوی خانہ بدوشوں پر گزرا۔ وہ لوگ خیموں میں رہتے تھے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ میں ان کے خیموں کے ارد گرد ٹہلنے لگا۔ ایک خیمہ میں دیکھا کہ ایک مجنونہ لڑکی اونی جبہ پہنے ہوتے ہے۔ اور جبہ پر لکھا ہے کہ یہ نہ خریدی جائیگی نہ بیچی جائے گی"۔ میں نے اس کے پاس پہونچ کر سلام کیا۔ لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ البتہ کچھ دیر بعد اشعار گنگنانے لگی۔ میں نے اس سے سوال کیا یہ کھیتی کس کی ہے؟ اس نے جواب دیا اگر صحیح سلامت رہ گئی تو ہماری ہے۔

وہاں سے چل کر میں دوسرے خیموں کی جانب گیا۔ اتنے میں موسلا دھار بارش

ہونے لگی۔ پانی تھا تو میں پھر اس مجنونہ کے پاس گیا۔ اور سوچا کہ اس تباہ کن بارش پر اس کی کیفیت ضرور معلوم کرنا ہے۔ وہاں میں نے اسے اس حال میں پایا کہ کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے میرے قلب میں اپنی محبت کی شراب خالص بھر دی ہے۔ میرا دل تیری رضا کا یقین رکھتا ہے۔

پھر میری جانب متوجہ ہو کر گویا ہوئی۔

دیکھ اسی نے تو یہ زراعت بوئی۔ اسی نے اگائی۔ اسی نے اسے قائم کیا۔ اسی نے اس میں بالیاں نکالیں۔ اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا۔ اور اسی نے اس کی حفاظت فرمائی۔ اور جب اس لائق ہوئی کہ عنقریب کاٹی جائے۔ تو اسی نے اس کو پانی میں غرق کر دیا۔

اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا۔

اے اللہ! یہ سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اور ان کا رزق تیرے ہی ذمہ ہے۔ اب تیری مرضی جو چاہے کر۔

میں نے کہا تو کیسے صبر کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔

اے عتبہ! خاموش! میرا معبود بے نیاز اور محمود ہے۔ روزانہ اس کی جناب سے نیا رزق آتا ہے۔ اس کا شکر ہے کہ میری خواہش سے زیادہ وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے جب کبھی اس کی باتیں یاد آجاتی ہیں تو قلب میں ایک عجیب ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ (ص: ۷۱، ۷۲)

کوہِ لکام کا عارف:

کوہِ لکام کے نشیب و فراز میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے جس کے سوز نفس کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ یک بیک ان کے کانوں سے نالہ و شیون، اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز ٹکرائی، کوئی

دل جلا یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

یَاذَاالَّذِیْ اَنِسَ الْفُؤَادُ بِذِکْرِہٖ	اَنْتَ الَّذِیْ مَا اِنْ سِوَاکَ اُرِیْدُ
تَفْنَی اللَّیَالِیُ وَالزَّمَانُ بِاَسْرِہٖ	وَھَوَاکَ غَضٌّ فِی الْفُؤَادِ جَدِیْدُ
ہے ترا ذکر ہی تسکین میری	رضا ہی تیری میرا مستقر ہے
فنا ہوتا ہے دن مٹتی ہیں راتیں	چمن ہے عشق کا جو تازہ تر ہے بدر

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے آواز سنکر قدم آگے بڑھائے۔ قریب جاکر دیکھا تو ایک شکیل نوجوان بیٹھا ہے۔ لاغری اور کمزوری سے اس کا جسم دبلا ہو رہا ہے، چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھیں حلقہ چشم میں دھنس گئی ہیں۔ ذوالنون رضی اللہ عنہ کا سلام سنکر جواب دیا اور پھر اشعار پڑھے۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

ساری دنیا سے پھیر کر آنکھیں	دل میں تجھ کو بسالیا میں نے
نیند کیا رات کیا اندھیرا کیا،	ذکر کا نور پالیا میں نے
نیند آئی تو اپنی آنکھوں میں	تیرا جلوہ جمالیا میں نے (بدر)

اس کے بعد کہا اے ذوالنون! آپ کو مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت؟۔ کیوں یہاں آنے کی زحمت کی۔

ذوالنون: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔

نوجوان: پوچھئے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی، اور گوشہ گیری پر آمادہ کیا؟

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں، جنگلوں اور پہاڑوں میں سرگردان کیا، شوق نے مجھے آمادہ کیا، اور عشق نے مجھے سب سے علیحدہ کر دیا۔

ذوالنون: کیا آپ کو دیوانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟

ذوالنون: بخدا! مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ اور

ان باتوں سے مجھے رقتِ قلبی میسر آتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اور پھر میں اسے کہیں نہیں پاسکا۔ (ص: ۷۲)

عشق حقیقی کی صداقت:

مردوں ہی کی طرح عورتوں میں بھی بہت سی عارفہ خواتین گزری ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے میدان میں عبادت وریاضت اور مشقت و مجاہدہ کرکے کمال روحانی حاصل کیا ہے۔ ایسی ہی ایک لڑکی کے بارے میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو ان کے احباب نے خبر دی کہ وہ کوہِ مقطم میں رہتی ہے۔ حضرت ذوالنون نے وہاں جاکر اسے بہت تلاش کیا۔ مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ البتہ عابدوں کے گروہ کا ایک شخص نظر آیا۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے اس عابد سے عارفہ لڑکی کے بارے میں سوال کیا۔

عابد: عجیب معاملہ ہے آپ فرزانوں سے دور جاتے ہیں اور دیوانوں کو تلاش کرتے ہیں۔

ذوالنون: آپ برائے کرم مجھے اس کا مسکن تو بتائیں۔

عابد: وہ فلاں جنگل کے فلاں گوشہ میں ہے۔

حضرت ذوالنون وہاں پہونچے تو انہوں نے درد وکرب میں ڈوبی ہوئی آواز سُنی۔ اور چٹان پر بیٹھی ہوئی ایک لڑکی کو پایا۔ سلام و جواب کے بعد

لڑکی: ذوالنون! تمہیں دیوانوں سے کیا کام ہے؟۔

ذوالنون: کیا تو دیوانی ہے؟۔

لڑکی: ایسی نہ ہوتی تو لوگ "دیوانی" کہتے کیوں؟۔

ذوالنون: کس چیز نے تجھے دیوانگی تک پہونچایا؟

لڑکی: ذوالنون! میں اس کی محبت میں دیوانی بنی۔ اس کے شوق میں تحیر تک پہونچی۔ اس

کی دریافت اور طلب نے مجھے مضطرب کر کے مرغ بسمل بنا دیا۔ کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے۔ اور شوق فؤاد میں، اور دریافت سر میں،

ذوالنون: کیا فؤاد اور قلب دو چیزیں ہیں؟۔

لڑکی: فؤاد نور قلب کو کہا جاتا ہے، اور سر نور فؤاد کو، اس طرح قلب محبت کرتا ہے۔ فؤاد مشتاق ہوتا ہے اور سر حاصل کرتا ہے۔

ذوالنون: سر کس شئے کو حاصل کرتا ہے؟۔

لڑکی: حق کو

ذوالنون: حق کو پانے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟۔

لڑکی: حصولِ حق بلا کیف ہوتا ہے۔

ذوالنون: تیرے حصول حق کا مصدق؟۔

یہ سوال سنکر اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت ذوالنون نے اس کی خستہ حالی دیکھ کر خیال کیا کہ کہیں اسی حال میں مر نہ جائے۔ بارے اس کیفیت سے ہوش میں آئی۔ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے چند اشعار سنا کر سرد آہیں کھینچیں ——— اور کہا۔

ذوالنون! دیکھ اہل صدق اس طرح جلتے ہیں۔ اس کے بعد یا حق ملک ایسی چیخ ماری کہ بے ساختہ ہو کر گر پڑی۔ حضرت ذوالنون نے کچھ دیر بعد اسے جنبش دینے کی کوشش کی مگر وہ تو واصل بحق ہو چکی تھی۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں میں نے سوچا کوئی شئے ملے تو اس کی قبر کھود دوں۔ مگر چند ثانیہ بعد دیکھا کہ اس کی لاش غائب تھی۔ علیہا الرحمۃ والرضوان۔ (ص: ۷۲-۷۳)

غذائے روح:

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں جامع کوفہ کے اندر تین شبانہ روز بے آب و دانہ پڑا رہا۔ چوتھے دن میں بھوک سے نڈھال ہو گیا۔

جسم میں لاغری کا احساس زیادہ ہونے لگا۔ میں نے دیکھا ایک مجنون ہاتھ میں بھاری پتھر اٹھائے ہوئے گردن وزنی طوق میں جکڑی ہوئی دروازہ مسجد میں در آیا۔ اس کے پیچھے لڑکے شور مچا رہے تھے۔ وہ مسجد میں آکر گردش کرتے کرتے میری طرف گھورنے لگا۔ میں نے جی ہی جی میں رب تعالیٰ سے عرض کی مولا! تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اس کے بعد مجھ پر ایک دیوانے کو مسلط کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے۔ دیوانہ قریب آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

محل بنات الصبر فیک عزیزۃ　　فیا لیت شعری هل لصبرک اخس

مفہوم: جلوۂ صبر کا امین ہے تری فطرت میں　　اے سفر پیشہ! تری کیا کوئی منزل بھی ہے؟ بدر

شعر سنکر میری غلط فہمی دور ہوئی۔ اور گھبراہٹ اطمینان سے بدل گئی۔ اور میں نے عرض کیا۔

حضرت فضیل: حضور والا! اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔

اجنبی بزرگ: تیری منزل امید کہاں ہے؟۔

حضرت فضیل: میری منزل امید وہی ہے جہاں افکار عارفین کو قرار نصیب آتا ہے۔

اجنبی بزرگ، سبحان اللہ! بہت خوب بیشک عارفوں کے قلوب کی آبادی افکار ہیں۔ حزن اور غم ان کا وطن ہے۔ انہیں اس کی معرفت حاصل ہوگئی تو اس کے سوا کسی سے انہیں الفت نہ رہی۔ اسی کی جانب وہ جادہ پیما ہیں۔ صرف عرفاء کی عقلیں صحیح ہیں۔ اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں شرابور ہیں۔ اور ان کی روحیں ملکوت اعلیٰ میں معلق ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس بزرگ کے روحانی کلام کو سنکر میں بیخود ہوگیا۔ اور مجھ پر ایسی سرمستی چھا گئی کہ بے آب و دانہ دس روز تک پڑا رہ گیا۔

اشک پی لیتا ہے کچھ آہ و بکا کرتا ہے　　لوگ کہتے ہیں کہ دیوانہ یہ کیا کرتا ہے

عشق جس شخص کو دنیا سے جدا کرتا ہے　　اس خدا مست کی رکھوالی خدا کرتا ہے　بدرؔ

(ص: ۷۳، ۷۴)

نازو نیاز عشق:

ایک دن بہلول بے کر مثلِ اسپ
بے تحاشا دوڑتے تھے دشت میں
درمیاں گانگوں کے لکڑی کی چھڑی
جیسے کوئی سخت مشکل آ پڑی

شیخ شبلی راستے میں مل گئے
ان سے فرمایا کہ اے پیارے رفیق
پوچھا! کس جانب سواری یہ چلی
بارگاہِ حق میں پیشی ہے مری

جارہا ہوں سوئے ربِّ ذو الجلال
حضرت شبلی وہیں بیٹھے رہے
کاش ہو مقبول میری حاضری
چند ساعت بعد پھر آہٹ ملی

لڑکھڑاتے آ گئے بہلول ادھر
سرخ چہرہ، آنکھ نم، غم سے نڈھال
سرد آہیں، سانس اوپر کو چڑھی
اور شکستہ ہے وہ لکڑی کی چھڑی

حضرت شبلی نے پوچھا یارمن!
بولے پیش رب گیا اس آس میں
بولو! آخر کون سی بجلی گری
خادموں میں گنتی ہو جائے مری

میکدہ کے رندوں میں لکھ جائے نام
واں سے لیکن مجھ کو دھتکارا گیا
کام آئے کاش! کوئی بندگی
عشق کو بخشی گئی آزردگی؛

خود بلایا، اور پھر رسوا کیا،
مجھ پہ چادر درد و غم کی ڈال دی

نازِ محبوب اور بھڑکاتا ہے عشق
لاکھ جان اک ناز پر قربان ہے
ہر کس و ناکس کا یہ درجہ کہاں!
عارف مقبول کی یہ شان ہے　بدرؔ

(ص: ۷۴، ۷۵)

اہل جذب اور حکیمانہ کلام:

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ بہلول دانا رضی اللہ عنہ کو قبرستان میں اطمینان سے تشریف فرما دیکھا۔ پوچھا یہاں کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا میں ایسے لوگوں میں مِتا ہوں جو نہ مجھے اذیت دیتے ہیں اور نہ پس پشت غیبت کرتے ہیں۔ حضرت سری نے پوچھا۔ کیا آپ کو بھوک پیاس نہیں لگتی۔ یہ سنکر چہرہ پھیر لیا اور پڑھا۔

تَجَوَّعَ فَاِنَّ الْجُوعَ مِنْ عَلَمِ التُّقیٰ　　　وَاِنَّ طَوِیْلَ الْجُوعِ یَوْمًا سَیَشْبَعُ

(بھوکے رہا کرو کیونکہ بھوک تقویٰ کی علامت ہے۔ زیادہ بھوکا رہنے والا عنقریب آسودہ ہوگا)

ایک مجذوب بزرگ کو کسی نے قبرستان سے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ جواب دیا اس مقام پر ایک کارواں خیمہ زن ہے اسی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کیا اہل کارواں سے کچھ گفت و شنید بھی ہوئی۔ فرمایا جی ہاں! میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کوچ کب کریں گے کہنے لگے جب تم لوگ بھی شامل قافلہ ہو جاؤ

مجذوب بزرگوں کے بارے میں کسی نے ایک عارف حق آگاہ سے پوچھا۔ یہ لوگ ہوتے تو مجنون ہیں۔ مگر باتیں نہایت حکمت کی کرتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟ ــــــ فرمایا۔ ان لوگوں کے پاس فضل اور عقل دو نعمتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل لے لی تو فضل رہ گیا۔ اسی لئے حکمت کا کلام کرتے ہیں۔

عشقِ مولا حکمتوں کی جان ہے　　　جو نہیں سمجھا اسے، نادان ہے　بدر

(ص: ۷۵، ۷۶)

مقام محبوبیت:

حضرت عطا کا ایک بازار میں گزر ہوا۔ وہاں ایک پاگل کنیز کی بولی لگ رہی تھی

کوئی خریدار نہ تھا۔ انہوں نے اسے پاگل جانتے ہوئے بھی سات دینار میں خرید لیا۔ اور اپنے ساتھ گھر لائے۔ رات ہوئی تو دیکھا کہ اس نے آہستہ سے اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔ نماز میں اس کے انہماک اور تضرع کی یہ کیفیت تھی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی، سانس پھول رہا تھا۔

اس کے بعد مناجات کرنے لگی تو اس طرح کی۔

اے میرے پروردگار! اس محبت کی قسم جو تو مجھ سے فرماتا ہے مجھ پر رحم کر۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے دعا کے یہ الفاظ سنے تو انہیں اس کے جنون کا ثبوت مل گیا۔ لونڈی کے قریب آکر کہا۔

حضرت عطا: اے لڑکی تجھے اللہ تعالٰے سے اس طرح دعا کرنی چاہئے۔ اے میرے پالنہار! اس محبت کی قسم جو میں تجھ سے کرتی ہوں مجھ پر رحم فرما۔

کنیز: بے کار آدمی! چل دور ہو یہاں سے، مجھے اس ذات حق کی قسم! وہ اگر مجھ سے پیار نہ فرماتا تو تجھے میٹھی نیند سلا کر مجھے عبادت کے لئے نہ اٹھاتا۔ (یہ کہکر اوندھے منہ گر پڑی۔ اور درد فراق کی آتش میں سلگتے ہوئے اشعار پڑھنے لگی۔ اس سے فارغ ہوئی تو بلند آواز سے پکار اٹھی)

اے ارحم الراحمین! اب تک تیرا اور میرا راز پوشیدہ تھا۔ مگر اب یہ راز لوگوں پر فاش ہو چکا ہے۔ اس لئے بس تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں اس کے بعد ایک چیخ بلند ہوئی۔ اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ (ص: ۷۶)

تو کبھی جُدا نہیں ہے:

ایک دیوانہ پھٹے حالوں گلیوں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ اور لڑکے اس پر پتھر اور ڈھیلے برسا رہے تھے۔ سر لہولہان، چہرے اور جسم سے خون بہ رہا تھا۔ ادھر سے حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو لڑکوں کو ڈانٹا۔

لڑکوں نے عرض کیا، ہم لوگ اسے بلا وجہ نہیں مار رہے ہیں۔ یہ تو سنگسار کیے جانے کے قابل ہے۔ شیخ نے وجہ پوچھی تو لڑکوں نے کہا۔ یہ کفر بکتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کو دیکھتا ہوں، اور اس سے کلام کرتا ہوں۔ لڑکوں کی باتیں سنکر شیخ شبلی رضی اللہ عنہ دیوانہ کے نزدیک گئے۔ وہ منہ ہی منہ میں ہنس ہنس کر خود کلام تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

تو جو کر رہا ہے بہت بہتر، ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا تاکہ پتھراؤ کریں۔

حضرت شبلی نے پوچھا۔ یہ لڑکے آپ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔

دیوانہ: یہ لڑکے کیا کہتے ہیں۔

حضرت شبلی: تم اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔

دیوانہ: (ایک زوردار چیخ مار کر) اے شبلی! قسم اس ذات کی جس نے اپنے عشق میں مجھے چور چور کر دیا، اور اپنے قرب و بعد کے درمیان مجھے گم گشتہ فرما دیا۔ پلک جھپکنے کی مقدار بھی اگر وہ مجھ سے اوجھل ہو جائے تو آتش فراق مجھے جلا کر راکھ کر دے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے دوڑتا ہوا نکل بھاگا۔ اور یہ شعر اس کی زبان پر تھا

جمالک فی عینی و ذکرک فی فمی   وحبک فی قلبی فاین تغیب

ترا حسن میرا منظر، ترا ذکر میرا کلمہ   تو بسا ہوا ہے دل میں تو کبھی جدا نہیں ہے بدر

(ص: ۷۷)

لباسِ قرب:

ایک دیوانہ حضرت علی بن عبدان علیہ الرحمہ کے قریب رہتا تھا۔ دن کو اس کی حالت پاگلوں جیسی رہتی اور رات ہوتے ہی بہتر ہو جاتا، نماز ادا کرتا، ذکر و فکر میں رہتا، رو رو کر دعائیں کرتا۔ ایک دن حضرت علی نے پوچھا تم کب سے پاگل ہوئے ہو، جواب دیا۔ جس وقت سے عارف ہوا ہوں۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

اَنَا الَّذِی اَلْبَسَنِی سَیِّدِی   لَمَّا تَقَرَّبْتُ لِبَاسَ الْوِدَادِ

فَصِرتُ لَا اٰوِیْ اِلٰی مُوْنِسٍ　　اِلَّا اِلٰی مَالِكِ رِزْقِ الْعِبَادِ

مجھے پیار کی یہ خلوت ہے کرم مرے خدا کا
میں اسی کا بن گیا ہوں نہیں اور کوئی میرا　　بدرؔ

حضرت علی بن عبدان اس کے پاس سے چلے آئے۔ تو اس پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا۔ اور اسی حال میں یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

اٰتِنَا غَدَآئَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ (الکہف ۱۸، ۶۲)

علی بن عبدان سمجھ گئے کہ اس پر بھوک کا غلبہ ہے۔ انہوں نے کھانا کھلایا فارغ ہو کر حمد باری تعالیٰ کی۔ ابن عبدان نے کچھ نصیحت پیش کرنے کی درخواست کی، اس کے جواب میں اس نے چند ناصحانہ اشعار پڑھے جس کا مفہوم یہ ہے۔

خوف الٰہی، تقویٰ اور حزن و ملال کو اپناؤ تمہیں اس کام سے نفع ہو گا۔ ترک دنیا کرو پرہیز گاری بہترین شے ہے۔ اندھیری شب میں عبادت کی کوشش کرو، اس وقت دروازہ کھٹکھٹاتے رہو تو امید ہے کہ ایک روز دروازہ کھل جائے گا۔

ایک دوسرے بزرگ نے نصیحت فرمائی۔

مخلوق سے دور رہ، زیادہ میل جول نہ رکھ، اس طرح رب تعالیٰ سے رابطہ مضبوط ہو گا۔ اور عذاب کم ہو گا۔

صدق و تقویٰ سے دوستی کر لے　　چھوڑ دے کبر اور نخوت کو
اپنے اسپ ہوا کو قابو کر،　　پائے گا منزلِ محبت کو　　بدرؔ

(ص: ۷۷، ۷۸)

حضرت شیبان مصاب رضی اللہ عنہ:

کوہِ لبنان کے ایک چھوٹے سے غار میں حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ ایک ایسے خدا رسیدہ ضعیف العمر بزرگ کی خدمت میں حاضر تھے جن کے سر اور ریش کے بال سفید تھے۔ لاغری جسم پر طاری تھی۔ اور گرد و غبار سے پورا بدن اٹا ہوا تھا۔ حضرت

ذوالنون ان کے پاس پہونچے تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے ـــ سلام پھیرا، تو حضرت ذوالنون نے سلام کیا ـــــ انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد فوراً پھر نماز کی نیت باندھ لی۔ اور متواتر عصر کے وقت تک مصروف نماز رہے۔ اس کے بعد ایک چٹان کا سہارا لیکر بیٹھے اور تسبیح پڑھنے لگے۔ اور حضرت ذوالنون سے کوئی بات نہیں کی۔ جب بہت دیر ہوگئی تو حضرت ذوالنون نے از خود پھر عرض کیا ـــــ

حضرت ذوالنون: حضور! میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

بزرگ: اللہ تعالےٰ تجھے اپنے قرب سے مانوس فرمائے۔

حضرت ذوالنون: کچھ اور

بزرگ: فرزند! اللہ تعالےٰ جس کو اپنے قرب کی الفت سے نوازتا ہے اسے چار نعمتیں دیتا ہے ـــــ عزت بغیر نسب، علم بے طلب، غنا بغیر مال، انس بے جماعت ـــــ اتنا فرمانے کے بعد ایک نعرۂ مستانہ بلند فرمایا۔ اور چیخ کر بے ہوش ہوگئے۔ اور تین روز تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ تین دن کے بعد ہوش آیا۔ تو اٹھ کر وضو فرمایا۔ اور حضرت ذوالنون سے دریافت کیا کہ میں نے کتنی نمازیں نہیں پڑھیں۔ انہوں نے بتایا کہ تین روز کی۔ فوراً کھڑے ہوئے اور تمام نمازیں پوری کیں اور نماز ادا کر لینے کے بعد حضرت ذوالنون کو سلام کر کے رخصت ہونے لگے مگر انہوں نے روتے ہوئے دامن تھام لیا۔ اور عرض کیا۔

حضرت! میں آپ کی خدمت میں تین روز سے حاضر ہوں۔ یہ امید لئے کہ آپ اور کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

بزرگ: اپنے پروردگار سے محبت کر، اور اس محبت کے بدلہ کسی معاوضہ کا خیال نہ لا، کیونکہ جو اس کے سچے عاشق ہیں وہی ساری مخلوق کے تاجدار، زاہدوں کے سردار، رب کا انتخاب، خدا کے دوست، اللہ کے ولی اور اس کے حقیقی بندے ہیں۔ حضرت ذوالنون کہتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے پھر ایک چیخ بلند کی۔ اور میں نے

دیکھا توان کا جسم بے جان پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پہاڑ کے مختلف گوشوں سے عابدوں کی جماعت آپہونچی۔ اور سب نے مل کر کفن دفن کیا۔ اور حضرت ذوالنون مصری نے ان عابدوں سے بزرگ کا نام دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔ حضرت شیبان مصاب رضی اللہ عنہ، (ص، ۸، ۷، ۹)

دختر زہرار ولہانہ رضی اللہ عنہا:

بیت المقدس کے صحراؤں کی خاک نوردی کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے کہیں دور سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔

اے بے حد و بے حساب نعمتوں والے! اے جود و کرم اور حقیقی بقار والے! میری نگاہِ دل کو اپنے عرصۂ جبروت کی سیر سے سرفراز فرما۔ اور میری ہمت کو اپنے کرم سے وابستہ کردے۔ اے رؤف! اپنے جلال کے طفیل اہل کبر اور باغیوں کے راستے سے پناہ عطا فرما۔ اور تنگی و فراخی دونوں حال میں مجھے اپنی طلب اور شوق مرحمت فرما۔ اے میرے قلب کو تجلی بخشنے والے! اور اے میرے حقیقی مطلوب و مقصود، تو میرا رفیق رہ۔

شوق و معرفت کے ان عجیب وغریب مضامین کو سماعت کر کے حضرت ذوالنون کو اس دعا کرنے والے بندۂ حق سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ اس مشغول مناجات کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ ایک خاتون ہے۔ جو عشق الٰہی کی آتش میں جل کر خود بھی تڑپ رہی ہے اور اپنی مناجات سننے والوں کو بھی تڑپا رہی ہے۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدۂ شاقہ نے اسے کمزور کر ڈالا ہے۔ جسم پر اون کا ایک موٹا جبہ ہے۔ اور سر پر بالوں کی اوڑھنی، ہڈی اور چمڑے کے سوا اس کے بدن پر کچھ نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصری نے اسے سلام کیا۔

عورت: وعلیکم السلام اے ذوالنون!

حضرت ذوالنون: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ، آخر تجھے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ ـــــ اس سے

پہلے تو تو نے مجھے کبھی دیکھا نہیں۔

عورت: میرے محبوب حقیقی نے مجھ سے اسرار کے حجابات اٹھا دیئے۔ اور دل سے نابینائی دور کر دی ہے۔ اس لئے میں تیرا نام جان گئی ہوں۔

حضرت ذوالنون، اب جاؤ اپنی دعاو مناجات میں لگ جاؤ۔

عورت: (آہ ـــــ دیر کھینچ کر)

اے نور اور رونق کے مالک! میرا تجھ سے سوال ہے کہ اس دنیا کی تکلیفوں کو دور فرما، اس زندگی سے مجھے وحشت ہو رہی ہے۔

اس کے بعد وہ مر کر زمین پر گر آئی۔ حضرت ذوالنون یہ دیکھ کر سخت حیران و فکرمند ہوئے۔ کچھ دیر بعد ایک ضعیفہ خاتون وہاں آئیں اور اس کا چہرہ دیکھ کر کہنے لگیں۔

شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اسے عزت بخشی۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے ضعیفہ خاتون سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ

میرا نام زہرار ولہانہ ہے۔ یہ میری بیٹی ہے اس کی یہی حالت بیس برس سے تھی لوگ تو اسے مجنونہ، اور دیوانی سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے عشق کی آگ نے اسے جلا کر کباب کر دیا تھا۔

قالوا جُنِنتَ بمَن تَهوىٰ فقلتُ لهم ــــــ ما لذّةُ العيشِ الّا لِلمجانين

(یعنی) لوگ طعنہ مار تے ہیں وہ تو اک دیوانہ ہے ــــــ کوئی کیا جانے ترا دیوانہ ہی فرزانہ ہے بذر

سیدہ ریحانہ کوفیہ رضی اللہ عنہا:

کوہِ لکام اسلام کے دور عروج میں عارفانِ حق کا مسکن تھا۔ روشن جبیں اولیاء اللہ کی زیارت کے شائقین پہاڑ کے نوکیلے پتھروں سے پیروں کو لہولہان کرتے پھرتے تھے ـــــ ایک بزرگ شیخ ابوعبداللہ اسکندری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میں بھی ایک بار وہاں اسی ارادہ سے گیا کہ کسی ولی اللہ سے ملاقات کر کے کچھ

روحانی استفادہ کروں۔ پہاڑی سناٹے میں ایک چٹان پر بیٹھا میں کچھ اشعار محبت گنگنا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت میرے قریب کھڑی ہے۔ اس پر میری نظر پڑی تو خیال پیدا ہوا کہ کاش کسی مرد سے سابقہ پڑتا۔ عورت نے میرے تصور کو پڑھ لیا۔ بولی۔

عورت: ابوعبداللہ! عجیب ماجرا ہے جو انسان عورتوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکا ہو، اسے مردوں سے ملنے کی تمنا کا کیا حق؟۔

ابوعبداللہ: اے عورت تو نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا۔

عورت: اور دعویٰ بلا دلیل حرام ہے۔

ابوعبداللہ: تو پھر تیرے دعوے کی کیا دلیل ہے؟

عورت: دلیل یہ ہے کہ محبوب حقیقی میرے لئے ایسا ہے جیسا میں ارادہ کروں۔ کیونکہ میں اس کے لئے ایسی ہی ہوں جیسا وہ ارادہ فرمائے۔

ابوعبداللہ: اگر بات ایسی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تلی ہوئی صحیح و سالم مچھلی بس ابھی آجائے۔

عورت: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ! اسی سے تیرے مقام کی پستی اور کھانے پینے سے تیری دلچسپی ظاہر ہوگئی۔ یہ کیوں نہ آرزو کی کہ رب تعالیٰ ایسے بازوئے شوق عطا فرمائے جس سے اس کی جانب پرواز کر سکے، جیسے میں پرواز کرتی ہوں۔

عورت نے یہ کہا اور میری نگاہوں کے سامنے سے پرواز کر گئی یہ دیکھ کر شیخ ابوعبداللہ نہایت نادم ہوئے۔ انہیں اپنی پستی مقام کا درد ستانے لگا۔ اور اس خاتون کے مرتبہ عظمت کا اعتراف ان کی روح کی گہرائیوں تک اترتا چلا گیا۔ پرواز کرتی ہوئی اس عالی رفعہ خاتون کی طرف شیخ تیزی سے دوڑے اور آواز دی بسیدہ! تمہیں اس ذات واجب کا واسطہ جس نے تم کو نوازا۔ اور مجھے محروم رکھا۔ تمہیں بخشا اور مجھے بے نصیب کر دیا۔ میرے حق میں کچھ دعا ہی کرتی جاؤ۔

خاتون نے جاتے جاتے جواب دیا۔ تمہیں تو مردوں کی دعا مطلوب ہے عورتوں سے

کیا سروکار ـــــــــــ ؟۔

ابوعبداللہ: کچھ نہیں تو توجہ کی ایک نگاہ ہی ڈال دے ۔

خاتون: میں جس عظیم الشان حال میں ہوں وہ تیری طرف توجہ سے بلند و برتر ہے۔

ابوعبداللہ: دعا کے دو جملے ہی سہی ۔

خاتون: کل صبح تجھے دعا کرنے والا بندۂ بزرگ ملے گا۔ یہ کہا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گئی صبح ہوئی تو ایک روشن و تابناک رخسار و پیشانی والے بزرگ کو ابوعبداللہ نے دیکھا جو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آرہے تھے ۔ ان کے چہرے بشرے سے پرہیزگاری و تقویٰ کے آثار نمایاں تھے ۔ انہیں دیکھ کر ابوعبداللہ نے یہ خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہی وہ بندۂ بزرگ ہوں خدا رسیدہ خاتون نے جن کے بارے میں بتایا تھا۔ ان کا یہ سوچنا تھا کہ وہ بزرگ متوجہ ہوئے ۔

بزرگ: تم نے صحیح سمجھا میں وہی ہوں ۔

ابوعبداللہ: حضور! مجھ پر کرم فرمائیں ۔ اور میرے حق میں ایسی دعا کریں جس سے اللہ تعالیٰ تک رسائی سہل ہو جائے ۔

بزرگ: ابوعبداللہ! جو ہر قسم کے دعوے سے خالی تھی اس کی دعا سے تو تم محروم رہ گئے ۔ کیا تمہارے پاس اتنی بصیرت بھی نہیں کہ عارفۂ روزگار ریحانہ کوفیہ کو پہچان سکو۔ میری دعا سے پہلے اب تمہیں دیوانوں سے ملنا ہو گا۔ ان سے تمہاری ملاقات کل ہو گی۔

یہ کہہ کر بزرگ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ۔ اور ابوعبداللہ اسکندری پر غم و الم کا سیلاب گزر گیا۔ دوسری صبح ہوئی تو ابوعبداللہ کے کانوں میں درد و اثر میں ڈوبی ہوئی تلاوت کلام اللہ کی آواز پڑی ۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۔ (التوبہ: ۹، ۱۱۸)

اور اللہ رحمت کے ساتھ رجوع ہوا ان تین پر بھی جو مؤخر رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی ۔

قاری کی آواز میں ایسا سوز وگداز اور اثر تھا کہ سنگ دل بھی پانی پانی ہو جائے۔ ابو عبد اللہ تلاوت سُنکر بیخود ہو گئے ——— اور کہنے لگے اس ذات پاک کی قسم جس نے تجھے ایسی دلکش آواز عطا کی۔ میرے شکستہ دل پر رحم کر، اس کے کچھ دیر بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ تجھے ایسے دیوانے سے کیا غرض جس کے آنسو کبھی خشک نہیں ہوتے۔ مگر چونکہ مجھے دعا کرنی ہے اس لئے میری بات سُن!

دیوانوں کی بارگاہ سے پیوستہ رہ، ان کی نسیم محبت سے مشام جاں معطر کر، سنتِ خیر الانام علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کو مضبوطی سے پکڑ، اور اس راہ سے کبھی نہ ہٹ،

(—مزید کہا۔)

اپنے کمزور نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ، دنیا کے قریب بھی نہ جا، کیونکہ دنیا وہ بے وفا ہے جو اپنے سب سے زیادہ پیار کرنے والے کو غرق کر دیتی ہے۔ متوسط لوگوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اور کم چاہنے والوں کو جلا کر خاک بنا دیتی ہے۔ رب تعالےٰ تجھے قبولیت اور اصول صدق سے مالا مال کرے۔ اور اپنے مقبول بندوں میں بنائے اور نہ گھبرائیں تجھے لذت نگاہ سے بے بہرہ نہ رکھوں گا۔ اور ان لوگوں میں کروں گا جو مشاہدہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا میں اس کی کُنہ تک پہونچ گیا— (رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم)

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد (ص ۸۰، ۸۲)

اجر و طلب سے بے نیاز:

انطاکیہ کے علاقہ میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر تھے وہاں انہوں نے ایک مجنونہ لڑکی کو دیکھا، جس کے جسم پر ادنی موٹا جبہ تھا۔ حضرت ذوالنون نے سلام کیا ——— اس نے سلام کا جواب دے کر کہا، تم ذوالنون ہو؟۔

حضرت ذوالنون : یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی ؟۔

لڑکی : رب تعالےٰ کے عرفان سے، اچھا ذوالنون بتاؤ، سخا کیا شئے ہے ؟۔

حضرت ذوالنون : سخا، داد و دہش، بخشش وعطا کو کہتے ہیں۔

لڑکی : یہ تو دنیا کی سخا ہے —— دین کی سخا بتاؤ ؟۔

حضرت : اطاعت حق میں سعی، اور جد وجہد،

لڑکی : اچھا جب تم اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں تیزی وسرعت کرو تو ضروری ہے کہ وہ تمہارے دل کی کیفیت یہ دیکھے کہ اس میں کسی عوض کی طلب نہ ہو۔ اے ذوالنون میں بیس سال سے ارادہ کرتی ہوں کہ اس سے کچھ طلب کر دں۔ مگر مجھے شرم آتی ہے کہ کیا میں بھی اس برے مزدور جیسی بن جاؤں جو کام کے بعد مزدوری کا طلب گار ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس بے نیاز مالک کے جلال وجبروت، اور عظمت وکبریائی کی وجہ سے اُجرت سے بے نیاز ہو کر عمل کرتی ہوں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گئی۔ (ص : ۸۳،۸۲)

عالمِ ارواح کا تعارف :

بنی اسرائیل کے ویرانے میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی ملاقات ایک سیاہ پیکر عورت سے ہوئی جو حبِ خداوندی سے مخمور تھی۔ اس پر تحیر کے آثار ظاہر تھے۔ آسمان کی طرف مست نگاہوں سے دیکھے جارہی تھی۔ انہوں نے سلام کیا

عورت : وعلیکم السلام یا ذا النون !

حضرت ذوالنون : تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا ؟

عورت : نادان ! اتنا بھی نہیں جانتے کہ پروردگار عالم نے جسم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا فرمایا تھا۔ تو جن روحوں میں وہاں تعارف ہو گیا وہ اس عالم میں بھی ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں۔ اور جن میں وہاں شناسائی نہیں

ہوئی۔ ان میں یہاں بھی مناسبت نہیں ہے۔ اور میری روح نے تیری روح کو اسی عالم میں پہچان لیا تھا۔

حضرت ذوالنون: تمہیں تو اللہ تعالےٰ نے حکمت سے نوازا ہے۔ اپنے علم کی کچھ روشنی مجھے بھی دے۔

عورت: اے ابوالفیض! اپنے اعضاء پر انصاف کی ترازو رکھ تاکہ ماسوا اللہ کا اثر بالکل ختم ہوجائے۔ اور قلب مصفیٰ ہوجائے۔ قلب میں اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔ اس وقت وہ بے نیاز تجھے اپنے باب عالی پر جگہ عنایت کرے گا۔ اور تجھے ایک نئی ولایت سے بہرہ مند فرمائے گا۔ اور تمام اشیاء کے محافظوں کو حکم دے گا کہ تیری اطاعت کریں۔

حضرت ذوالنون: اے میری اسلامی وعرفانی بہن! کچھ اور افادہ کر،

عورت: اے ابوالفیض: اپنے نفس سے اپنا حق وصول کر، اور اللہ تعالےٰ کی عبادت خلوت میں کر، اس کے بعد جو دعا کرے گا قبول ہوگی۔

اس واقعہ کے راوی خود حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں (ص، ۸۳)

طوافِ ربّ البیت:

بیت اللہ شریف کے مطاف میں ایک بار سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ یکہ و تنہا موجود تھے ــــــــ آپ کا معمول تھا کہ رات کے وقت جب خوب تاریکی چھا جاتی تو طواف کرتے۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی بھی طواف کررہی ہے۔ اور عشق ومحبت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار نہایت ذوق وشوق سے پڑھ رہی ہے۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے۔

کہاں عشق چھپتا ہے میرے چھپائے — وہ اک روز ظاہر تو ہو کر رہے گا
تو میں ہو کے بیکل کہوں ہائے ہائے — بھڑک جائے جب آتشِ شوق دل میں
وصال حقیقی کے ساغر پلائے — فدا اس پہ میں ہو مرے پیاسے دل کو
کرم کرکے پھر خاک میری جلائے — تجلی سے اپنی فنا کر دے مجھ کو

سیدالطائفہ رضی اللہ عنہ نے اشعار سُنے تو لڑکی سے کہا۔ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار پڑھتے ہوئے تجھے خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ اس نے جواب دیا جنید اگر مجھے خوف خدا نہ ہوتا تو میٹھی نیند کو خیرباد کیوں کہتی ــــــ وہ خوف ہی تو ہے جس نے وطن سے بے وطن بنایا۔ اسی کی محبت میں میں ماری ماری پھر رہی ہوں۔ اسی کی محبت نے مجھے ششدر بنا ڈالا ہے ــــــ اے جنید! کعبہ کا طواف کر رہے ہو، یا ربِّ کعبہ کا؟۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں تو کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا ہوں۔ لڑکی نے کہا: سبحان اللہ! تیری بھی کیا شان ہے؟۔ پتھر جیسی مخلوق خود پتھروں کا طواف کر رہی ہے۔

اس عارفہ لڑکی کی یہ بات سُنکر سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر کیف طاری ہوگیا، اور وہ بیخود ہو گئے۔ ہوش آیا تو لڑکی وہاں سے جا چکی تھی۔ اس واقعہ کی روایت خود سیدالطائفہ رضی اللہ عنہ نے کی۔ (ص: ۸۳، ۸۴)

گوشہ نشینی:

علاقۂ شام میں ایک جوان موٹا اونی جبہ پہنے ہاتھ میں عصا لئے شیخ محمد بن رافع علیہ الرحمہ کو ملا

شیخ محمد: کہاں جا رہے ہو؟۔

جوان: معلوم نہیں۔

شیخ محمد: اور کہاں سے آرہے ہو؟۔

جوان: وہ بھی پتہ نہیں، (اس کی یہ باتیں سنکر شیخ نے سمجھا شاید کوئی دیوانہ ہے، پھر پوچھا)

شیخ محمد: تمہیں کس لئے پیدا کیا؟ اس سوال کو سننا تھا کہ اس کے پورے پیکر جسمانی کا رنگ پیلا ہو گیا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ زعفران میں رنگ دیا گیا۔

جوان: اپنی کیفیت خوف کی طرف اشارہ کر کے بولا! مجھے اس ذات نے تخلیق

فرمایا جس کے حیطۂ علم وقدرت سے زمین وآسمان کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔
شیخ محمد بن رافع نے خیال کیا کہ شاید یہ مجھ سے وحشت زدہ ہو گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا۔ گھبراؤ نہیں میں تمہارا دینی بھائی ہوں۔
جوان: واللہ العظیم مجھے لوگوں سے کنارہ کش ہونے کی اجازت ملے تو کسی دشوار گزار پہاڑ کی بلندی پر جاؤں یا کسی غار میں روپوش ہو جاؤں تاکہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے راحت میسر ہو۔
شیخ محمد: دنیا نے تجھے کیا نقصان پہونچایا ہے کہ تو اس سے اس قدر ناراض ہے؟
جوان: ایک نقصان تو یہی کہ اس کی مضرتیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں۔
شیخ محمد: تیرے پاس اس کی کوئی دوا بھی ہے؟۔
جوان: میرے پاس اس کا علاج تو ضرور ہے مگر بڑا کٹھن ہے تم سے ہو نہیں پائے گا۔ کوئی آسان دوا کر لو۔
شیخ محمد: کوئی آسان علاج بتاؤ۔
جوان: مرض بیان کرو۔
شیخ محمد: دنیا کی محبت (مرض کا نام سنکر جوان ہنسنے لگا، پھر کہا)
جوان: اس سے بڑا کوئی مرض ہی نہیں۔ علاج یہ ہے کہ زہر کے تازہ جام پیو سخت مصیبتیں برداشت کرو۔
شیخ محمد: پھر اس کے بعد کیا کرنا ہوگا؟۔
جوان: صبر کے تلخ گھونٹ اس طرح نوش کرتے جاؤ کہ زبان پر حرف شکایت نہ آئے۔ وہ مشقت جھیلو جس کے بعد کوئی راحت نہ لو۔
شیخ محمد: بعد ازاں کیا کرنا چاہیئے؟۔
جوان: وحشت بلا انس، فرقت بلا اجتماع کا بار اٹھاؤ۔
شیخ محمد: ان سب کے بعد پھر کیا کروں؟۔
جوان: اس کے بعد اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ــــــــــ اگر علاج کرنا

چاہو تو یہ سب دوائیں استعمال کرو۔ ورنہ آرام کے گوشہ میں جا بیٹھو اور فتنوں کے طوفان سے کنارہ کش رہو۔ کیونکہ یہ شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہیں۔

شیخ محمد: قربِ خداوندی نصیب ہونے کے لئے کوئی عمل تلقین کرو۔

جوان: جان برادر! میں نے تمام عبادات کو آزمالیا ہے جو شے مجھے سب سے نفع بخش ملی وہ لوگوں سے کنارہ کشی ہے۔ قلب کے دس حصوں میں سے نو کا تعلق لوگوں سے ہے۔ اور صرف ایک حصہ دنیا سے متعلق ہے۔ لہٰذا جو تنہائی پر قادر ہو گیا، اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا۔

جوان نے یہ باتیں کیں اور وہاں سے چلا گیا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) (بہ روایت شیخ محمد بن رافع علیہ الرحمہ)

قلب کے ساتھ دس سے ایک ہے صرف ۔۔۔ رابطہ نو کا ہے مخلوق کے ساتھ

جس کو مل جائے نعمتِ عزلت ۔۔۔ قلب کی سلطنت ہے اس کے ہاتھ بدرؔ

(ص: ۸۵، ۸۶)

گناہوں کا معالج:

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ بصرہ کے ایک کوچے سے گزر فرما رہے تھے، دیکھا کہ ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ جمع ہے۔ لوگ گردنیں بلند کر کر کے کسی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے خیال فرمایا آخر ایسا کون شخص ہے آپ بھی وہاں گئے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان عزت و وقار سے کرسی پر بیٹھا ہے۔ اور لوگ اسے نبض دکھا رہے ہیں۔ کچھ لوگ قارورے کی شیشیاں لئے کھڑے ہیں۔ وہ لوگوں کے امراض کی تشخیص کرتا جاتا ہے، اور نسخے تجویز کرتا جاتا ہے۔ حضرت مولائے کائنات نے قریب جا کر پوچھا۔ کیا تمہارے پاس جرم عصیاں کے مرض کا بھی کوئی نسخہ ہے۔ طبیب نے یہ سوال سُن کر سر جھکا لیا۔ آپ نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ جب اپنے سوال کو دہرایا۔ تو اس نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

جناب عالی! اس مرض کا علاج کرنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے بوستانِ ایمان میں جائیں۔ اور وہاں سے یہ مفردات یکجا کریں۔ بیخ نیت، حبِ ندامت، برگِ تدبیر تخم ورع، ثمر فقہ، شاخ یقین، مغزِ اخلاص، قشرِ اجتہاد، بیخ توکل، اکمال اعتبار تریاق تواضع، خضوع قلب اور فہم کامل، ان تمام کو کفِ توفیق اور انگشت تصدیق سے پکڑیں۔ پھر طبقِ تحقیق میں رکھ کر ندامت کے آنسوؤں سے دھوئیں۔ پھر امید ورجا کی دیگچی میں رکھیں اور اس قدر آتش شوق کی آنچ دیں کہ کفِ حکمت ابل کر اوپر آجائے پھر اسے رضا کے پیالے میں انڈیل کر استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کریں۔ اس طرح ایک لاجواب شربت تیار ہو جائے گا۔ اس کو ایسی جگہ بیٹھ کر استعمال کریں جہاں اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ انشاء اللہ مرض عصیاں دفع ہو جائے گا۔

اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھے۔ اور دل کی گہرائیوں سے ایک نعرۂ مستانہ لگا کر جاں بحق ہو گیا۔ مولائے کائنات نے فرمایا ——— واقعی تو دنیا و آخرت دونوں کا طبیب تھا۔ (ص: ۸۶، ۸۷)

نسخۂ روحانی:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک حاذق طبیب تھا، جس کے پاس مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ مردوں اور عورتوں کا تانتا بندھا رہتا۔ وہ لوگوں کو نہایت مناسب نسخے بتاتا، اور لوگ مطمئن ہوتے۔ شیخ ذوالنون بھی گئے اور پوچھا کیا آپ کے پاس گناہ کا بھی کوئی علاج ہے۔

طبیب: (تھوڑی دیر سرافگندہ رہا پھر گویا ہوا) اگر علاج بتاؤں تو کیا سمجھ لوگے؟

حضرت ذوالنون: انشاء اللہ سمجھنے کی کوشش کروں گا۔

طبیب: گناہوں کا علاج کرنے کے لئے پہلے کچھ مفردات جمع کرنے ہوں گے، ان کی تفصیل سنو ——— صبر کے بیج، شکر کے پتے، تواضع اور خشوع کی چھال، ہیبت کا روغن، محبت، سکینت اور صداقت کے برادے، ان تمام کو احکام

شرعیہ کے برتن میں ڈال کر اس کے نیچے آتشِ شوق جلاؤ، عظمت کی کفگیر سے آہستہ آہستہ ہلاتے جاؤ، یہاں تک حکمت کا جھاگ سطح پر آجائے۔ پھر اسے صفائے فکر سے ہٹاؤ۔ خوب ستھرا ہوجانے پر جام ذکر میں انڈیل کر رضا کی چھلنی میں چھان لو اس کے بعد خیرۂ انابت و عمل میں حل کرو۔ اور خلوت میں بیٹھ کر پیو۔ پھر آب وفا سے کلی کرو۔ خوف، و جوع کی مسواک کرتے رہو۔ قناعت کے پھل بھی کھایا کرو، اور اپنے منہ کو صاف کرنے کے لئے اعراض ماسوا اللہ کا رومال استعمال کرو۔ انشاء اللہ! گناہ کا مرض جاتا رہے گا۔ اور قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ (ص ۸۷، ۸۸)

اہلِ عزیمت:

عارفوں کے پیشوا، متقیوں کے رہنما شیخ ذوالنون مصری نے فرمایا۔
اللہ تعالیٰ کے بے شمار ایسے بندے ہیں کہ انہوں نے گناہوں کے خارزار لگائے تھے۔ مگر پھر انہوں نے اعمال کی سرزمین کو توبہ کے پانی سے سیراب کیا۔ تو اس سے شرم وندامت، اور حزن وملال کے ثمر نکلے ان میں دیوانگی نہیں تھی۔ مگر دیوانے ہوئے۔ کوئی عیب نہیں تھا مگر عیبی ہو گئے۔ وہ فصاحت وبلاغت میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود گونگے ہو گئے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب اعظم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرفان میں کامل ہیں انہوں نے ساغرِ صفا نوش کیا۔ تو انہیں مصائب وبلاء کے سلسلۂ طولانی کے صبر کا ورثہ ملا۔ ان کے قلوب ملکوت میں متحیر ہوئے۔ اور افکار عالم جبروت میں قلاچیں بھرنے لگے۔ انہوں نے شجر ندامت کی گھنیری چھاؤں حاصل کرلی۔ اور اپنے قرطاسِ خطا کے مطالعہ میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ وہ پرہیزگاری کی سیڑھیاں طے کرکے زہد کی بلند فصیلوں پر پہونچ گئے۔ اور ترک دنیا کی تلخی انہیں شیریں معلوم ہونے لگی لیٹنے کی سخت جگہوں کو انہوں نے نرم بستر سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ وہ سلامتی اور نجات کے عروۃ الوثقیٰ پر فائز ہو گئے۔ ان کی روحیں ملاء اعلیٰ کی سیر میں مشغول ہو گئیں۔ اور

وہ جنت نعیم میں خیمہ زن ہوئے۔ اور قلزم حیات میں جا گھسے۔ اور نفسانی خواہشات کے پلوں سے پار ہوکر صحن علم میں جا اترے۔ اور حوض حکمت سے آسودہ ہوئے۔ پھر سفینۂ عنایت میں سوار ہوکر گلشن راحت میں مسند عزت وکرامت تک پہنچے، شیخ ذوالنون دعا کرتے تو اس طرح عرض گزار ہوتے۔

اے ربّ ذوالجلال! مجھے ان خوش نصیبوں میں شامل فرما جن کی ارواح عالم ملکوت میں حیران ہیں۔ اور جن کے لئے حجابات جبروت سرکا دیئے گئے ہیں، تو وہ یقین کے دریا میں غوطہ زن، اور گلستان اہل تقویٰ میں محو خرام ہیں۔ جو سفینۂ توکل پر سوار، اور بادبان توسل پر لنگر انداز ہیں۔ جو باد محبت کے سہارے نہر قرب سے گزر کر اخلاص کے ساحل تک پہونچ گئے ہیں۔ جنہوں نے خطاؤں سے رخ پھیر کر طاعتوں کو گلے سے لگالیا ہے۔

الفاظ دعا یہ ہیں۔

اللّٰھمَّ اجعلنی من الذین تاھت ارواحُھم فی الملکوت وکُشِفَ لھم حجابُ الجَبَروت فخاضوا فی بحرِ الیقین وتنزَّھوا فی ظُھرِ ریاضِ المتقین ورکبوا فی سفینۃ التوکل واَقلَعُوا بشراعِ التوسُّل وساروا بریحِ المَحبۃ فی جداولِ قُربِ العِزّۃ وحطّوا بشاطیٔ الاخلاص، فنَبذُوا الخطایا وحَملوا الطاعات برحمتك یا ارحمَ الرّاحمین۔
(ص ۸۸-۸۹)

اولیاء اللہ کا شہر:

ایک مبارک اور طویل سفر سے لوٹ کر بھائی گھر پہونچا تو اس کی بہن جو اس سے چھوٹی تھی آکر لپٹ گئی۔ اور کہنے لگی بھائی جان! اس مبارک ومسعود سفر سے آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟۔

بھائی: تحفہ کیسا تحفہ؟۔

بہن: کیا آپ اپنے ساتھ کوئی عجیب وغریب تحفہ نہیں لائے ہیں؟

بھائی، تحفہ تو میں کوئی بھی نہیں لایا ہوں، میرے پاس اتنی پونجی کہاں کہ تحفہ تحائف خرید وں۔

بہن: جانِ پدر! کیا آپ مجھے وہ انوکھا سیب نہیں کھلائیں گے جو مدت دراز گزرنے پر بھی خراب نہیں ہوتا۔

بہن کی یہ باتیں سنکر بھائی حیران رہ گیا کہ میری کمسن بہن کو عرفان وروحانیت کے اس عظیم واقعہ کا کیسے علم ہوا؟

مدینۃ النبی، شہر رسول میں عین روضۂ مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) کے قریب اولیاء اللہ کی ایک مقدس جماعت کسی جانب کا عزم کر رہی تھی۔ قافلہ میں نو افراد تھے، اس نوجوان نے ان کی نورانی شکلوں اور پاکیزہ شباہتوں کو دیکھا تو ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جماعت اولیاء اللہ میں سے ایک نے نوجوان کی طرف توجہ کی اور پوچھا تم کہاں جارہے ہو؟ جواب میں نوجوان نے کہا۔ مجھے اہل اللہ سے محبت ہے اور حضور رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "المرء مع من احب الیہ" میرا رہنما ہے۔ اسی جذبہ سے میں آپ لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہوں۔ خدا کرے مجھے بھی آپ لوگوں کی مصاحبت سے نعمت سرمدی میسر ہو ــــــــــ جماعتِ اولیاء کے دوسرے فرد نے کہا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ جہاں جارہے ہیں وہاں صرف وہی لوگ جاسکتے ہیں جن کی عمریں چالیس سے کم نہ ہوں۔ اور تم تو کم عمر ہو۔

جماعت اولیاء کے تیسرے فرد نے کہا۔ یہ نوجوان اگر ہم لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہے تو چلنے دو، ممکن ہے اللہ کے کرم سے یہ بھی وہاں داخلہ پالے۔

رب تعالےٰ کے ان نو بندگانِ خاص کے ہمراہ دسواں شخص یہ نوجوان بھی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ منزلیں سرعت سے طے ہو رہی تھیں۔ پیروں کے نیچے زمین خود بخود رواں دواں تھی۔ یہ لوگ ایک ایسے شہر میں پہونچے جو طلائی اور نقرئی تھا۔ ہر طرف سونے اور چاندی ہی نظر آرہے تھے۔ وہاں نہایت حسین وجمیل گھنے باغ تھے۔ صاف وشفاف پانی کی نہریں بہ رہی تھیں۔ درختوں سے بکثرت پھل لٹک رہے تھے۔ سب نے وہاں

میوے کھائے اور سیراب ہوئے ــــــ نوجوان نے وہاں سے تین سیب اپنے ساتھ رکھ لئے اسے کسی نے منع بھی نہ کیا۔ قافلہ آگے بڑھا نوجوان متحیر تھا کہ خدایا زمین پر ایسے ایسے خوبصورت شہر بھی تو نے بنائے ہیں' اس نے اہل قافلہ میں سے ایک صاحب سے پوچھا یہ شہر کونسا ہے اس کا نام کیا ہے ؟ ۔ جواب ملا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ولیوں کا جب جی چاہتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔ یہ شہر ان تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر چالیس سال سے کم عمر شخص اس شہر میں نہیں داخل ہوتا۔ تم خوش نصیب ہو کہ تم کم عمری میں جا پہونچے۔ وہ مبارک قافلہ مکہ شریف پہونچا۔ تو نوجوان نے ایک سیب دامغان کے رہنے والے ایک شخص کو دیا۔ مگر اس نے حقارت سے سیب کو پھینک دیا۔ قافلۂ اولیاء میں سے ایک نے نوجوان کو ملامت کی۔ اور کہا اس سیب کی ناقدری کیوں کرتے ہو ؟ ۔ اپنے پاس سنبھال کر رکھو۔ جب بھوک لگے تو کھالینا یہ کبھی خراب ہونے والا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ضائع ہو گا۔

گھر پہونچ کر بہن کی زبان سے نوجوان نے جب اس سیب کا تذکرہ سنا تو حیرت واستعجاب میں ڈوب گیا۔ اور پوچھا بہن سچ بتا تجھے یہ سب کیسے پتہ چلا ؟ ۔

بہن ؛ بھائی جان ! آپ کو تو اس شہر کی سیر ایک بار رد کئے کے بعد میسر آئی ہے۔ مجھ کو تو بیس ہی سال کی عمر میں اس شہر میں لے گئے تھے۔ اور بخدا وہاں جانے کی میں از خود خواہشمند نہیں تھی۔

بھائی ؛ مگر میں نے تو سنا کہ چالیس سال سے کم عمر والوں کو وہاں جانا نصیب نہیں ہوتا۔ صرف میں ایک تھا جو اس اصول سے مستثنیٰ رہا۔ میرے سوا کم عمری میں وہاں کوئی نہیں گیا۔

بہن ؛ تم نے سچ سُنا مگر یہ اصول وضابطہ ان کے لئے ہے جو مرید و محب ہوں' ان کے لئے نہیں جو مراد و محبوب ہیں۔ وہ جب چاہیں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر تم چاہو تو میں اس شہر کی زیارت ابھی کرادوں۔

بھائی ؛ سبحان اللہ ! ضرور ،

بہن نے یہ سنکر آواز دی کہ اے شہر اولیاء حاضر ہو جا۔ فوراً وہی شہر سامنے آموجود ہوا۔ سونے، چاندی کا شہر، گھنیرے باغوں والا شہر، نہروں، فواروں والا شہر، اس کی لہلہاتی شاخوں پر پھل لدے ہوئے تھے۔

بہن: اب بتاؤ تمہارا سیب کہاں ہے؟۔

بہن کا اشارہ پاکر اس باغ سے اتنے سیب گرے کہ اس جوان کے قد کے اوپر آگئے۔ یہ عجیب وغریب معاملہ دیکھ کر بھائی مسکرا پڑا۔ اور اسے یقین ہوا کہ میری بہن سلوک وروحانیت میں اتنی بلندی پر پہونچ چکی ہے کہ اس نے مقام محبوبیت حاصل کرلیا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہا۔ (ص ۹۴، ۹۵)

دودھ اور شہد دینے والی بکری:

قرونِ اولیٰ میں روئے زمین پر کیسے کیسے باکمال لوگ چلتے پھرتے تھے۔ اور اہل اللہ کو تلاش کرنے والے بھی جہاں کہیں ایسے اہلِ باطن کا سراغ پاتے تلاش کرنے نکل پڑتے۔ حضرت شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں شہر میں ایک ولیہ خاتون رہتی ہیں، جن سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کو آتے ہیں، نام فضہ ہے۔ حضرت شیخ کا طرز عمل یہ تھا کہ کبھی کسی عورت کی زیارت کو نہ جاتے۔ مگر ان ولیہ کی شہرت اتنی سنی کہ آمادۂ سفر ہو گئے ــــــــــ مشہور تھا کہ ان ولیہ کے پاس ایک بکری ہے جس کے تھن سے دودھ بھی نکلتا ہے اور شہد بھی، شیخ نے نیا پیالہ خریدا، ولیہ خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ سلام وتحیہ کے بعد گزارش کی کہ میں آپ کی بکری کے دودھ اور شہد سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ خاتون ولیہ نے بکری حاضر کردی۔ آپ نے دوہا تو واقعی دودھ اور شہد نکلا۔ آپ نے پوچھا یہ بکری آپ کو کہاں ملی اس کا واقعہ بتائیں۔ ولیہ خاتون نے بیان کیا۔

ہم نادار اور غریب لوگ تھے۔ ہمارے پاس ایک بکری تھی۔ میرے شوہر ایک صالح

انسان تھے۔ عیدالضحیٰ کا موقع آیا تو میرے خاوند نے کہا۔ چلو ہم لوگ اس بکری کی قربانی کریں۔ میں نے کہا دیکھئے ہم لوگ تو خود غریب ہیں۔ قربانی ہم پر فرض نہیں۔ اگر ہم لوگ قربانی نہ بھی کریں تو مواخذہ نہیں۔ رب تعالیٰ کو ہمارے حال کا علم ہے کہ ہم لوگ اس بکری کے زیادہ محتاج ہیں۔ میرے خاوند نے میری بات مان لی۔ اور قربانی نہیں کی اس کے بعد اسی روز ہمارے گھر ایک مہمان آیا۔ میں نے خاوند کی خدمت میں عرض کی پروردگار عالم نے ہم لوگوں کو مہمان کی خاطر و مدارات کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے اب بکری ذبح کرنی چاہیئے۔ اپنے بچوں کو ذبح کے منظر سے بچانے کے لئے انہیں لے کر میں گھر میں رہی۔ اور خاوند دیوار کے باہر بکری ذبح کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کود دی اور ہمارے گھر کے اندر آگئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید بکری قابو سے نکل گئی اور بھاگ کر دیوار پر چڑھ گئی۔ میں نے دیوار کے پیچھے شوہر کو دیکھا تو وہ بکری ذبح کر کے اس کی کھال اتار رہے تھے۔ میں نے اپنے شوہر سے دوسری بکری کا حال بتایا۔ انہوں نے کہا کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے اچھی بکری عنایت فرمائی ہو۔ اور واقعتاً ایسا ہی ہوا وہ بکری دودھ دیتی تھی، اور یہ بکری دودھ کے ساتھ شہد بھی دیتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں مہمان کی ضیافت کا یہ اجر عطا فرمایا۔

حضرت شیخ ابوالربیع مالقی کا بیان ہے، اس ولیہ خاتون نے اپنے اہل عقیدت کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے فرزندو! یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں چرتی ہے۔ اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو اس کا دودھ بھی عمدہ ہوگا۔ اور اگر قلوب میں تغیر ہوگا تو دودھ بھی خراب ہو جائے گا۔ اس لئے تمہیں اپنے قلوب کو پاکیزہ رکھنا چاہیئے۔

ڈوبا ہوا فرزند زندہ نکلا

سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ کی مریدہ متعلمہ ایک نیک خاتون تھیں، جو اپنے استاذ

محترم کے پاس رہتی تھیں۔ ان کا ایک فرزند تھا جو ایک معلم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ لڑکے کو اس کے استاذ نے پن چکی کسی کام سے بھیجا۔ سوئے اتفاق کہ لڑکا پانی میں جا گرا وقت پر اسے کسی نے نہیں نکالا اور وہ ڈوب گیا۔ لڑکے کا معلم اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا۔ حضرت کو سنکر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے سوچا اس بات کی اطلاع لڑکے کی ماں کو اس طرح دیجائے کہ اسے صبر ہو جائے۔

حضرت اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ مصاحبین بھی ساتھ تھے آپ نے صبر کی فضیلت اور برکت کے بارے میں کلام فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی برضا ہونے کے فضائل گنائے۔

خاتون: جناب میں کچھ سمجھی نہیں کہ ان تقریروں کا کیا موقع ہے؟

حضرت سری: بات دراصل یہ ہے کہ تیرا بیٹا پانی میں ڈوب کر انتقال کر گیا ہے'

خاتون: میرا بیٹا! نہیں نہیں، میرے رب نے یہ نہیں کیا۔

حضرت سری: اس میں شک نہیں، معلم صاحب نے اسے پن چکی پر بھیجا تھا وہاں وہ ندی میں گر کر ڈوب گیا۔

خاتون: مجھے اس جگہ لے چلئے۔

لوگ اس صالحہ خاتون کو لے کر نہر پر آئے، اور لڑکے کے ڈوبنے کا مقام دکھایا، خاتون نے آواز دی بیٹے محمد! پانی سے لڑکے نے جواب دیا لبیک امی جان! پھر وہ پارسا خاتون نہر میں اتر گئی۔ اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائی۔ وہ زندہ صحیح و سلامت تھا۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی عقدہ کشائی چاہی۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکام میں وہ خاتون اتنی مستعد ہے کہ اس کی برکتوں سے آنے والے واقعات کا علم اسے پہلے ہی کرا دیا جاتا ہے۔ اور اپنے فرزند کے ساتھ ہونے والے حادثہ کی اطلاع چونکہ سب سے پہلے ہی دیدی

گئی۔ اس لئے جب اسے آپ لوگوں نے بتایا تو اس نے اس سے انکار کر دیا۔ اور نہایت جزم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہونے والا ہوتا تو مجھے خبر دی گئی ہوتی (اس واقعہ کو حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے ایک تلمیذ نے بیان فرمایا) (ص: ۹۷، ۹۸)

دو مضطرب روحیں:

رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک نورانی "مسجد نبوی" میں اپنے دور کے عظیم خطیب، شیخ ابو عامر واعظ رضی اللہ عنہ مصروف عبادت تھے۔ ان کے پاس ایک سیاہ فام غلام آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جو انہیں دیا۔ رقعہ کا مفہوم یہ تھا۔

پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو دولتِ فکر سے نوازے، عبرت پذیری سے مانوس کرے، حبِ خلوت دے، غفلت سے جگائے، میں آپ کا برادر طریقت ہوں۔ آپ کی آمد سنی تو میں خوش ہو گیا۔ اور زیارت و ہمکلامی کا ایسا شوق ہوا کہ اگر وہ مجسم ہو کر بلند ہو تو سائبان بن جائے۔ اور نیچے ہو تو مجھے اٹھالے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے شرف لقاء سے محروم نہ فرمائیے گا۔ والسلام

خط پڑھ کر ابو عامر قاصد کے ہمراہ چلے، وہ انہیں قبا کے علاقے میں لے گیا۔ جہاں ایک شکستہ مکان کے اندر جس میں کھجور کی لکڑی کا دروازہ تھا ایک سن رسیدہ نابینا، معذور نحیف و کمزور بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے۔ میں آپ کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اور آپ کی باتیں سننے کا متمنی، جس سے میرے دل کا گھاؤ بھرے۔ میرا مرض اتنا شدید ہے کہ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ ممکن ہے آپ کا وعظ میرے درد کی دوا ثابت ہو جائے۔ اس عارف حق کی باتیں سننے کے بعد ابو عامر سکتہ میں آگئے۔ اور بہت غور و فکر کے بعد انہیں بزرگ کی دقیق باتوں کی تہ تک رسائی ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے اس کے بعد جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

شیخ محترم! ذرا آپ اپنی قلبی نگاہ کو عالم ملکوت کی جانب اٹھائیے۔ کانوں کو اس طرف لگائیے اور حقیقت ایمان کو جنت ماویٰ کی سمت متوجہ فرمائیے۔ تو رب ذوالجلال الا کرام نے جو بے بہا نعمتیں اپنے دوستوں کے لئے تیار فرمائی ہیں آپ کے سامنے ہوں گی۔ اس کے بعد آتش دوزخ کی طرف خیال کیجئے جہاں رب تعالیٰ نے باغیوں کے لئے عذاب تیار کئے ہیں۔ اس کے بعد آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ مکانِ ثواب (جنت) اور مکان عذاب (جہنم) میں کتنا عظیم فرق ہے۔ اور اولیاء اللہ کا انتقال باغیان خدا کے مرنے جیسا نہیں ہے۔

شیخ ابو عامر کا خطبہ سنکر بزرگ پر گریہ وزاری طاری ہوئی۔ آہ سرد کھینچنے اور اضطراب وبیقراری میں بل کھانے لگے۔

بزرگ: بخدا اے ابو عامر آپ کی دوا مفید ثابت ہوئی۔ اور مجھے اس سے شفاء کی پوری امید ہے، خدا آپ پر رحم کرے۔

ابو عامر: شیخ محترم! رب تعالیٰ آپ کا محرم اسرار ہے۔ آپ کی خلوت وجلوت سے واقف ہے۔ اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر آپ کے بیٹھنے کو جانتا ہے۔

بزرگ: (ایک نعرہ مستانہ مار کر) کون ہے جو میرے فقر کو مٹائے، میرے فاقہ کو ختم کرے۔ کون ہے جو میری خطاؤں سے درگزر کرے۔ اے میرے مالک ومولا! صرف تو ہی میرا حقیقی حاجت روا ہے۔ اور میرا ماویٰ وملجا، اور ٹھکانا اور آسرا ہے۔

یہ کہتے کہتے بزرگ گر پڑے، شیخ ابو عامر نے اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ عشق حقیقی کا مسافر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا ہے۔ بزرگ کے واصل بحق ہونے کے بعد ایک کمرے سے ایک نوجوان لڑکی نکل کر آئی جو صوف کا جبہ اور اوڑھنی پہنے ہوتے تھی۔ پیشانی پر نشانِ سجدہ منور تھا۔ ریاضت شاقہ اور عبادت نے اسے زرد کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔

اے عارفوں کے دل کا چین! سبحان اللہ آپ نے بڑا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے آپ کا یہ عمل قبول بارگاہ حق ہو۔ یہ میرے باپ ہیں، بیس سال سے ان کا یہی حال تھا۔ ریاضت وعبادت کرتے کرتے معذور ہو گئے۔ اور روتے روتے آنکھوں کی بینائی ختم

کرلی۔ آپ سے ملنے کی ہمیشہ تمنا کیا کرتے تھے۔ اور کہتے شیخ ابو عامر کی مجلس میں ایک بار کی حاضری نے مجھے نئی زندگی سے نوازا۔ اور خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ اگر ایک بار اور میں ان کی باتیں سنوں تو امید ہے کہ ان کا کلام مجھے زندہ نہ رہنے دے۔

اس کے بعد باپ کی لاش کے پاس آکر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور ان کی خو بیان کر کے رونے لگی۔

لڑکی: والدگرامی! آپ کتنے اچھے تھے۔ گناہوں کے خوف سے گریہ وزاری نے آپ کو نابینا بنا دیا۔ اور مالک ذوالجلال کی وعید نے آپ کو مار ہی ڈالا۔

ابو عامر: اے لڑکی! تو اس قدر بیقراری سے کیوں روتی ہے۔ انہیں تو دارالجزاء میں جگہ ملی۔ وہ آغوشِ رحمت میں جا پہونچے۔ شیخ ابو عامر کی یہ بات سنکر لڑکی نے بھی اپنے باپ ہی کی طرح ایک لرزہ خیز چیخ مار کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔

اہل ظاہر کیا سمجھ پائیں گے کیا راحت ملی

عاشقوں کو جان دیکر کون سی نعمت ملی (بدر ص: ۹۸، ۱۰۰)

شیخ ابو عامر نے ان دونوں کی تجہیز وتکفین کی، وہ حسینی سید تھے۔ شیخ نے خواب میں ان دونوں کو سبز بہشتی حلّوں میں جنت کے اندر دیکھا۔ رضی اللہ عنہما۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا:

شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔ حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں۔ اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔

حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کر دوں

بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟۔

حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے۔؟

بچہ : ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں ۔ اور رب تعالےٰ کی عبادت کریں
حضرت بہلول : رب تعالےٰ عمر دراز کرے ، آپ کو اس مختصر سی عمر میں یہ علم کہاں سے ملا ؟ ۔

بچہ : رب تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے ۔
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون ۲۳، ۱۱۶)
کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے ۔ اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے ؟
حضرت بہلول : آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں ۔ ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں ــــــ
بچہ : دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی ۔ اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا ۔ انسان کے لئے اس عالم میں حیات و موت ان دو تیز رو گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں ۔ اے وارفتۂ دنیا ! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زاد سفر بنا (یہ ان اشعار کا مفہوم ہے جو انہوں نے پڑھے) ۔
صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا ۔ ان کے نورانی رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح ڈھلنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہو گئی ۔ مناجات کے اشعار نہایت پُر اثر اور رقت انگیز تھے ۔ اس کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑے حضرت بہلول دانا نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا ۔ گرد و غبار آستین سے صاف کرنے لگے ۔ کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف خدا نے ان کے رخسار و جسم کو پیلا کر دیا تھا ۔
حضرت بہلول : صاحبزادۂ بلند اقبال ! آپ کی یہ کیا حالت ہے ؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں ۔ گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے ۔ پھر اتنی فکر مندی کیوں ؟ ۔
بچہ : بہلول ! مجھے اپنے حال پر چھوڑیئے ۔ میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب

چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں۔ بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔

حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل و فراست میں کمال رکھتے ہیں۔ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔

بچہ: حیف! میں غفلت میں سرمست، اور موت پیچھے لگی ہے۔ آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے۔ اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔ وہاں سارا حسن و جمال زائل ہو جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔ سفر کے لئے کوئی زادِ سفر تیار نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھری سر پر ہوگی۔ دنیا میں رہ کر چھپ چھپا کر جو معصیتیں کیں وہاں وہ سب ظاہر ہوں گی۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے عقاب و عتاب سے بے خوف ہو کر گناہ نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت و کرم پر بھروسہ کر کے، اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے۔ سب اسی کے احسان و کرم پر ہے (یہ ان کے پڑھے ہوئے ناصحانہ اشعار کا مفہوم ہے)

نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سنکر حضرت بہلول دانا بیخود ہو گئے ——— خوف دہراس سے جسم کانپنے لگا، اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔ بچوں نے بتایا۔

جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں۔ وہ تو نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن کا پھول، گلشنِ مرتضوی کی بہار، بوستانِ فاطمۃ الزہراء کی خوشبو ہے۔

شہزادہ گلگوں قبا شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے گھر کا چراغ ہیں۔
حضرت بہلول دانا نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہو سکتا ہے۔ نفعنا اللہ بہ وبابائہ۔ (ص ۱۰۰، ۱۰۲)

نبوت ان کے گھر آئی رسالت ان کے گھر آئی
تعالی اللہ ہر روحانی نعمت ان کے گھر آئی

ہر اک آلودگی سے نسل سرور پاک ہے واللہ
طہارت اور علم و فضل و حکمت ان کے گھر آئی

اسی گلدان سے گلزار ہستی کی بہاریں ہیں
نے شان الفقر فخری ساری دولت ان کے گھر آئی

علوم ظاہر و باطن جو پائیں شیر مادر سے
تعجب کیا اگر جنس کرامت ان کے گھر آئی

حیات قلب سے اے بدر کیوں مایوس ہوتا ہے
عطا ہو گی گداؤں کو جو نعمت ان کے گھر آئی

شیخ ابو عبید خواص رضی اللہ عنہ:

یوم عرفہ رب ذوالجلال کے خاص انعام و اکرام کا دن ہے۔ رؤف و رحیم پروردگار کے فضل و کرم سے میدان عرفات میں اللہ تعالےٰ کی رحمتیں موسلا دھار برستی ہیں، اور ضیوف الرحمٰن گناہ کی آلودگیوں سے اس طرح پاک و صاف کر دیئے جاتے ہیں جیسے شکم مادر سے پیدا ہونے کے وقت تھے ——— اسی میدان عرفہ میں رب ذوالجلال کا ایک عاشق غلبۂ محبت سے رو رو کر دعائیں کر رہا ہے۔
اس کی ذات سبوح وقدوس ہے اگر ہم سربسجدہ رہیں اور اپنی اشک آلود آنکھوں کو کانٹوں اور سوئیوں پر رکھ لیں اس کے بعد بھی اس کی دس نعمتوں میں سے ایک کی شکر

گزاری کا حق ادا نہیں کر سکتے ـــــــــ بارالٰہا! ہم سے کتنی غلطیاں سرزد ہوئیں اس وقت ہم تجھے بھولے رہے۔ اور اے پرورگار تو ہمیں درپردہ یاد فرماتا ہے۔ ہم نے نادانی میں گناہ کئے اور اپنے خیال کے مطابق تجھ سے چھپایا۔ اور تیرا یہ انتہائی کرم کہ تو نے ہمارے ساتھ پھر بھی عفو کا سلوک کیا، اور ہماری خطاؤں کی پردہ پوشی کی۔

اس واقعہ کے راوی حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس مرد خدا کو اس جگہ نہیں پایا تو لوگوں سے دریافت کیا وہ کون تھے کہاں گئے؟ ـــــــ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ عصر حاضر کے عظیم عارف کامل شیخ ابو عبید خواص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ستر سال تک آسمان کی جانب سر اٹھاکر نہیں دیکھا۔ فرماتے تھے مجھے اس محسن حقیقی کی طرف اپنا منہ کرتے شرم آتی ہے۔

مقام تعجب ہے کہ نیک اور صالح حضرات انتہائی فرماں برداری اور حسنِ اطاعت کے باوجود اس طرح عجز و انکسار کریں اور نافرمان و سرکش لوگ بے خوف رہیں۔ اور اپنی غلطیوں پر نادم نہ ہوں۔ سچ ہے۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

(ص: ۱۰۲)

اے اللہ! ہمیں اپنے دیدار سے محروم نہ فرما، اپنے اولیائے صالحین کی برکت سے فائدہ پہونچا، اور دارین میں ہمیں ان کی معیت نصیب فرما۔

ذبیحِ عشق:

حج بیت اللہ کے سفر میں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے نوجوان کو دیکھا جو ذوق و شوق میں جھومتا، پیدل سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس نہ کوئی سواری تھی نہ زاد سفر، نہ توشہ دان تھا نہ پانی کی چھاگل، حضرت مالک بن دینار اس کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس کے قریب گئے۔ سلام کیا۔ جواب ملا۔

مالک بن دینار: نوجوان! تم کہاں سے آرہے ہو؟۔

نوجوان: اسی کے پاس سے،

مالک بن دینار: کہاں جانا ہے ؟۔

نوجوان، اسی کے پاس جانا ہے۔

مالک بن دینار، زادِ سفر کہاں ہے ؟۔

نوجوان؛ اسی کے ذمہ،

مالک بن دینار؛ پانی اور توشہ کے بغیر سفر کیسے تمام ہوگا۔ میں تو تجھے خالی ہاتھ دیکھ رہا ہوں۔

نوجوان؛ آپ فکر نہ کریں۔ گھر سے نکلتے وقت اپنے ہمراہ میں نے پانچ حرفوں کا توشہ لے لیا ہے۔

مالک بن دینار؛ کون سے پانچ حرف،

نوجوان، کلامِ ربانی کہیٰعص

مالک بن دینار، اِن حروف کا مطلب،

نوجوان؛ ک کے معنی کافی ہ کے معنی ہادی ی کے معنی مؤوی (جگہ دینے والا) ع کا مطلب عالم ص کا مطلب صادق ——— وہ کافی، ہادی، مؤوی، عالم اور صادق ذات جس کی مصاحب ہو، نہ وہ ضائع ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی خوف ہوگا، اور نہ اسے زادِ سفر اور پانی کی اِحتیاج ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتا اتار کر نوجوان کو پیش کیا تاکہ اسے پہن لے، مگر اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔

نوجوان، اے شیخ! دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے۔ یہاں کے حلال پر حساب ہوگا۔ اور حرام پر عذاب، رات کے وقت حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نوجوان آسمان کی طرف سر اٹھائے یوں عرض گزار ہے۔

اے رحیم و کریم پروردگار! جسے طاعت پسند ہے اور گناہ سے اس کا کچھ نقصان نہیں، مولا! جو تجھے پسند ہے مجھے عطا فرما، اور میرے گناہ جن سے تجھے کوئی نقصان نہیں بخش دے۔

میقات پر پہونچ کر حاجیوں نے احرام باندھے۔ حضرت مالک بن دینار نے
س نوجوان سے کہا۔ سب لوگ احرام باندھ کر لبیک پکار رہے ہیں —— تم
لبیک نہیں کہتے۔

نوجوان: میں ڈرتا ہوں کہ میں لَبَّیْکَ (اے میرے رب میں حاضر ہوں) کہوں
اور جواب میں طرف سے لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ نہ آجائے۔

حضرت مالک بن دینار کو یہ جواب دے کر نوجوان وہاں سے چلا گیا۔ انہوں نے
پھر اس کو منیٰ میں دیکھا۔ وہاں چند اشعار پڑھتا تھا جن کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

وہ مرے قتل کا ساماں کئے جاتے ہیں
دل میں برپا کوئی طوفان کئے جاتے ہیں
قتل جائز ہے مرا حِل و حرم میں ان کو
خود مرا مرحلہ آسان کئے جاتے ہیں
جاں مری جائے تو مقتل کو خوشی سے جائے
آج وہ مجھ پہ جو احسان کئے جاتے ہیں
گر ہو ممکن تو کریں عالم امکاں صدقے
ہم تو قربان بس اک جان کئے جاتے ہیں
عید کے دن سبھی چوپایوں کی نذر لائے،
اور ہم خود ہی کو قربان کئے جاتے ہیں ۔ بدرؔ

ایثار و قربانی عشق کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھنے کے بعد نوجوان
نے کہا۔ خداوندا! آج لوگوں نے قربانی پیش کی اور تیرا قرب حاصل کیا۔ میرے پاس
تقرب کے لئے کچھ بھی تو نہیں جو قربان کروں۔ ہاں! تیرا ہی عطیہ یہ حقیر جان ہے اسے
میں تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔ وادیٔ منیٰ میں پھر ایک بھیانک چیخ ابھری، جس نے
گرد و نواح میں سناٹا پیدا کر دیا۔ عشق الٰہی کی بادۂ ناب کا سرمست نوجوان چیخ کے ساتھ
ہی زمین پر گر پڑا۔ وادیٔ منیٰ جہاں ہزاروں جانوروں کا خون خدا کے نام پہ بہایا جا رہا تھا۔ ایک

نوجوان کے خونِ جگر سے بھی سیراب ہوئی۔ اس وقت لوگوں نے ہاتفِ غیبی کی آواز سُنی ـــــــــ

یہ خدا کا دوست ہے خدا کا مقتول ہے۔ عشقِ الٰہی کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔

حضرت مالک بن دینار اور حجاج کرام کے جمِ غفیر نے اس مقتولِ محبت کو نمازِ جنازہ پڑھ کر سپردِ لحد کیا۔ حضرت مالک پر نوجوان کی موت کا صدمہ گہرا تھا۔ بے چینی اور اضطراب میں بمشکل نیند آئی تو خواب میں وہی نوجوان ملا۔

مالک بن دینار: اے جوانِ صالح! ربِ غفور نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔

نوجوان: یا شیخ! فضل و احسان والے رب نے میرے ساتھ وہ معاملہ فرمایا جو شہدائے بدر کے ساتھ فرمایا تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔

مالک بن دینار: ان سے زیادہ کیوں؟۔

نوجوان: ان سے زیادہ اس لئے کہ وہ حضرات کفار کی تلوار سے مارے گئے تھے اور میں خدائے جبار کی سیفِ محبت سے شہید ہوا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالیں" (ص: ۱۰۲، ۱۰۴)

چوں عشق شود زندہ:

سفرِ حج کے دوران حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی جنگل میں ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کا چہرہ چاند کے مانند خوبصورت تھا۔ اللہ تعالےٰ کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی، جس نے اسے سیماب صفت بنا دیا تھا۔ غلبۂ محبت کے باعث دیوانوں جیسی حرکت کرتا۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا رفیق سفر بنالیا۔ ایک جگہ اس سے سفر کی دشواری اور بُعدِ مسافت کی بات کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔

کاہلوں اور آرام طلب لوگوں کے لئے بیشک دشوار اور دور ہے۔ مگر سچے مشتاقانِ

محبت کے لئے یہ سب کچھ نہیں۔

• حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حج کو تشریف لے گئے۔ تو عرفہ کے دن آفتاب غروب ہونے تک کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ سعی میں جب میلین اخضرین سے آگے بڑھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اس وقت ان کی زبان پر عشقیہ اشعار تھے۔

• حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے عرفات میں فرمایا ——— اگر ہم کسی سخی سے ایک دانگ مانگیں تو کیا امید کرتے ہو وہ ہمیں دے گا؟ یا واپس لوٹا دے گا لوگوں نے کہا۔ واپس نہیں لوٹائے گا بلکہ دے گا۔ آپ نے فرمایا۔

بخدا رب تعالیٰ کی عطا وکرم کے حضور ہم لوگوں کی مغفرت اس سخی انسان کے ایک دانگ دینے کی بہ نسبت بہت کم ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے اکثر حج میں وقوف عرفہ کے دن سورج غروب ہونے کے وقت تک کسی سے کلام نہیں فرمایا۔ (ص ۱۰۴۱)

...... چاہت کی قسم:

ایک کنیز غلاف کعبہ اپنے ہاتھوں سے تھامے ہوئے کہہ رہی تھی۔ میرے سردار، تجھے میرے چاہنے کی قسم! میرا دل مجھے واپس فرما دے۔ حضرت ابراہیم بن مہلب سائح رحمۃ اللہ علیہ وہیں موجود تھے۔ انہیں کنیز کی مناجات پر تعجب ہوا۔

ابن مہلب: تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تجھے چاہتا ہے؟۔

کنیز: اس کی عنایت آج مجھ پر کچھ نئی نہیں، بلکہ میں پہلے سے جانتی ہوں۔ اس نے میرے لئے لشکر روانہ کئے۔ مال خرچ کئے۔ مجھے مشرکوں کے علاقے سے نکال کر توحید کے گہوارہ میں بلایا۔ اور اپنی ذات کی معرفت کرائی۔ اے ابراہیم! کیا یہ سب مہربانیاں اور نوازشیں چاہنے کی نشانی نہیں ؟۔

ابن مہلب، اچھا یہ بتاؤ تجھے اس سے جو محبت ہے وہ کیسی ہے؟۔

کنیز: بہت عظیم و جلیل،
ابن مہلب، اس کی کیفیت تو بتاؤ۔
کنیز: خوش ذائقہ مشروب سے زیادہ رقیق، اور گل قند سے زیادہ شیریں، یہ کہہ کر کنیز وہاں سے چلی گئی۔ (ص: ۱۰۴، ۱۰۵)

اس کا اکرام ظہوری تو ہے ظاہر سب پر
تجھ سے کیا ضد ہے اگر تو کسی قابل ہوتا

عالمِ پیری اور ریاضت:

ایک مرد صالح کے ہمسایوں میں ایک ضعیفہ خاتون بھی تھی، جو کبیر السن ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ اور ریاضت میں بجد سعی کرتی تھی۔ ناتوانی اور ضعف کا اس کے جسم پر غلبہ تھا۔ اس مرد صالح کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ اس نے ایک روز کہا۔ آپ کو اس قدر محنت و مشقت نہیں کرنی چاہیے۔ کچھ اپنے جسم اور اعضاء کو بھی آرام دیجیے۔
اس باخدا ضعیفہ نے جواب دیا۔
اگر میں اپنی جان کو آرام دینے لگوں تو مالک حقیقی کے دروازے سے علاحدہ اور دور ہو جاؤں گی۔ اور جو دنیوی مشاغل کے باعث اس سے دور ہوا۔ اس نے خود کو عظیم آزمائش میں ڈالا۔ اور سعی و کوشش کے ساتھ عمل کروں تو بھی میرے عمل کی حیثیت کتنی ہے؟ ____ اگر اس میں کوتاہی بھی کروں تو باقی کیا بچے گا۔
حسرت و غم ان کو جو آگے بڑھیں۔ فراق انہیں جو محبوب سے دور رہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی حسرت یہ کہ محشر میں جب مردے قبروں سے اٹھیں۔ صالحین نور کے براق پر سوار جنت کو جائیں اور انہیں دوستوں کے رتبے ملیں۔ حور و غلمان ان کی خدمت کو دست بستہ ایستادہ ہوں۔ اور پیچھے والے کف افسوس ملتے رہ جائیں۔ اس وقت حسرت و غم سے ان کے قلوب پارہ پارہ ہو کر بہ جائیں گے۔ فراق یہ کہ لوگ میدان قیامت میں الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

رب ذوالجلال سب کو یکجا فرمائے گا۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا ــــ گناہگارو! تم الگ ہو جاؤ، رب تعالیٰ کے پرہیزگار بندے بامراد ہوئے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ آج کے دن اے گناہگارو! جدا ہو جاؤ۔

(یٰسٓ ۳۶، ۵۹)

اس روز شوہر اپنی بیوی سے، بیٹا ماں باپ سے، اور دوست دوست سے الگ ہو جائے گا۔ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ کسی کو عزت و تکریم سے بہشت بریں میں لیجائیں گے۔ کسی کو زنجیر و سلاسل میں جکڑکر داخلِ جہنم کریں گے۔ جدا جدا راستے اور منزلیں ہوں گی۔ آنکھوں سے اشکوں کی نہریں جاری ہوں گی۔ جدائی اور فراق کے عالم میں ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھیں گے۔ اللہ رحیم وکریم اپنے کرم کے صدقے عذاب اور موجباتِ عذاب سے بچائے ــــ آمین۔ (ص؛ ۱۰۵)

آں راکہ خبر شد؛

شہر بصرہ میں ایک متمول گھرانے کا خوش رو نوجوان تھا۔ زرق برق لباس، کھیل کود اور خوشحال زندگی، حضرت مالک بن دینار کو وہ ایک روز بصرہ سے دور کسی مقام پر مصروف آہ و بکا ملا ــــــ آنسوؤں کے موتی اس کی آنکھوں سے ڈھلک کر دامن کو بھگو رہے تھے۔ حضرت مالک نے اسے پہلے خوشحال اور توانائی میں دیکھا تھا۔ اب اس کیفیت میں پاکر مشکل سے پہچان سکے ــــــ حضرت مالک بن دینار کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ نوجوان نے حضرت مالک بن دینار سے گزارش کی۔

آپ اپنے اوقاتِ خاص میں میرے لئے دعا کیجئے گا۔ اور رب تعالیٰ سے میری توبہ اور بخشش مانگئے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی دعا کی برکت سے غفار دستار پروردگار مجھے معاف فرمادے۔ اور کچھ پُر درد اشعار پڑھے۔

اسی سال حج کے موقع پر حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ حجاج کے ازدحام میں کوئی زار و قطار رو رہا ہے جس کی وجہ سے طواف کرنے والے رک رک جاتے ہیں۔ قریب پہونچ کر انہوں نے دیکھا تو وہی بصری نوجوان تھا۔ حضرت مالک اس نوجوان کو پاکر مسرور ہوئے۔ سلام کرکے قریب گئے۔ اور کہا پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اور تیری آرزو برآئی۔ اے نوجوان! بخدا بتا اب تیرا کیا حال ہے؟۔

نوجوان نے کہا۔ رب تعالےٰ کا کرم ہے اس نے مجھے بلایا، میں چلا آیا۔ اور پھر میں نے جو طلب کیا وہ مجھے عطا کیا۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں میں طواف میں مصروف تھا کہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد نہ میں اس سے ملا اور نہ کوئی خبر پائی۔

ع آں را کہ خبر شد خبرش باز نیاید (ص ۱۰۶، ۱۰۷)

کمسن عارف:

شیخ ابراہیم جب سے حج کرکے لوٹے تھے ان کا عالم ہی عجیب تھا۔ ملاقات کرنے والے ان کی قربت میں ایک کشش اور روحانی لذت پاتے تھے۔ خاص طور سے ان کے ہاتھ کی خوشبو لوگوں کو محو کر دیتی ـــــــ وہ ایسی پاکیزہ لطیف، اور دلنواز خوشبو تھی جس کے نام اور ندرت سے عطار بھی ناواقف تھے۔ عطر گلاب، خس، کیوڑہ، مجموعہ ان کے ہاتھ کی خوشبو دریافت شدہ تمام عطریات سے ممتاز تھی۔ ہر مصافحہ کرنیوالا انکے ہاتھ میں ہاتھ دے کر الگ کرتا تو اس جاں فروز خوشبو کو دیر تک محسوس کرتا ایک روز لوگوں نے دریافت کیا۔ شیخ آپ کے دست مبارک میں یہ غیر معمولی خوشبو کہاں سے آئی، اس کا راز کیا ہے؟

شیخ ابراہیم نے فرمایا کہ سفر حج کے دوران وسط حجاز میں، میں اپنے قافلہ سے بچھڑ گیا۔ میں سو رہا تھا میری آنکھ جو کھلی تو قافلہ جا چکا تھا ـــــــ صحرائی علاقہ تیز

لو کا موسم، گرم گرم ہوا چلنے لگی۔ میں وہاں تنہا سخت پریشان، وہاں نہ کوئی آبادی تھی، نہ انسان، لو کی تپش الگ جھلسا رہی تھی۔ اتنے میں مجھے ایک لڑکا نظر آیا۔ میں جلدی سے اس کی طرف لپکا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں یہ بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ وہ ایسا حسین تھا جیسے چودھویں کا چاند یا دوپہر کا دمکتا سورج، قریب جا کر،

شیخ ابراہیم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

لڑکا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' یا ابراہیم!

شیخ ابراہیم: سبحان اللہ! تم میرا نام بھی جانتے ہو، کوئی سابقہ دید و شنید تو مجھے معلوم نہیں، تم نے مجھے پہچانا کیسے؟۔

لڑکا: اے شیخ! میں نے جب سے پہچانا بھولا نہیں، اور جب سے ملا جدا نہیں ہوا

شیخ ابراہیم: تم اس شدید گرمی کے موسم میں بیابان کے اندر کیسے قیام پذیر ہو؟

لڑکا: میں نے اس کے علاوہ کسی سے دوستی نہیں کی، اور نہ کسی کی رفاقت اختیار کی، اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف جا رہا ہوں۔ بس اسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔

شیخ ابراہیم: کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟۔

لڑکا: میرا محبوب میرا ضامن ہے۔

شیخ ابراہیم: بخدا میں اس تیز لو اور شدت گرمی سے تیری جان کو ڈرتا ہوں،

لڑکا: یہ بات سنکر رونے لگا اور اشعار پڑھنے لگا، جن کے مفہوم کو اردو کا جامہ پہنانے کی فقیر بدر القادری نے کوشش کی ہے۔

مجھ کو ناصح نہ ڈرا راہ کی کٹھنائی سے، میں ہوں بے خوف مجھے یار کے گھر جانا ہے
عشق تڑپاتا ہے شوق حوصلہ اکساتا ہے دوست اللہ کا انسانوں سے بیگانہ ہے
بھوک لگتی ہے تو کر لیتا ہوں اس سے سیری ذکر پانی ہے مرا، شکر مرا دانہ ہے
دہر میں کچھ بھی نہیں اس کی عنایت کے سوا وہی ساقی وہی ساغر وہی میخانہ ہے
قوت عشق میری دیکھ! میرا جسم نہ دیکھ ناصحا! لگتا ہے تو عشق سے بیگانہ ہے

عشق ہی کوہ گن دعشق ہی طوفاں بردار عشق سے شوق بکف دشت ہے ویرانہ ہے

بے پروبال اڑا کر مجھے لے جائے گا،

جس کو میں جان گیا جس نے مجھے جانا ہے

شیخ ابراہیم: میں تجھے خدائے ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں مجھے اپنی عمر صحیح صحیح بتا۔

لڑکا: بخدا میری عمر بارہ سال ہے۔ بھلا آپ میری عمر کیوں دریافت کر رہے ہیں

شیخ ابراہیم: تیری باتوں نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

لڑکا: اللہ تعالےٰ کا بحد شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے بہت سے ایمان والوں پر فضیلت دی۔

شیخ ابراہیم کہتے ہیں میں اس بارہ سالہ عارف ربانی کی شیریں کلامی میں کھو گیا۔ اور رب تعالےٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا جس نے اس کمسنی میں پھول جیسے لڑکے کے قلب کو اپنی محبت اور عرفان کا گہوارہ بنا دیا۔ مناجات سنکر لڑکے نے چند ثانیہ کے لئے اپنا سر جھکایا پھر سر اٹھا کر مجھے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ اور گویا ہوا۔

لڑکا: اے شیخ! حقیقتاً جدا وہ ہے جسے دوست ترک کر دے۔ اور واصل وہ ہے جو اس کا اطاعت گزار رہے۔ مگر آپ تو صرف قافلۂ حجاج سے جدا ہو گئے ہیں'

شیخ ابراہیم: صاحبزادے تو نے بالکل سچ کہا میں ایسا ہی ہوں۔ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر دعا کرنے کی درخواست کرتا ہوں تاکہ میں اپنے قافلے سے جا ملوں۔

لڑکے نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر زیر لب کچھ پڑھا (شیخ ابراہیم کہتے ہیں) اس وقت مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ ہوش اس وقت آیا جب میرے قافلے کے ساتھی نے مجھے مخاطب کر کے کہا شیخ ابراہیم سواری پر سنبھل کر بیٹھو کہیں گر نہ جانا مجھے معلوم نہیں وہ لڑکا آسمان کی جانب پرواز کر گیا یا کہاں چلا گیا۔ مگر میں اپنے قافلے میں پہونچ چکا تھا۔ یہ سب کیسے ہوا خود میرے لئے باعث تعجب ہے؟۔

ہمارا قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو ایک دن خانۂ کعبہ کے قریب میری نگاہ ایک

لڑکے پر پڑی جو غلافِ بیت اللہ شریف سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ میں نے پہچان لیا یہ وہی لڑکا ہے۔ میرے قریب پہونچتے پہونچتے غلافِ کعبہ کو چھوڑ کر اس نے سجدہ میں سر رکھ دیا ــــــــ میں نے اس کے سر اٹھانے کا انتظار کیا۔ مگر اس نے سر نہیں اٹھایا۔ بہت دیر بعد میں نے اس کے بدن کو جنبش دی تو وہ بے جان تھا ــــــــ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

میں ... لڑکے کا جنازہ وہیں چھوڑ کر اپنی قیامگاہ گیا۔ کفن دفن کا انتظام کرنے کے لئے کچھ کپڑے وغیرہ لئے۔ اور واپس حرم شریف میں آیا تو وہاں اسے نہیں پایا۔ لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی کوئی خبر نہیں دی۔ گویا میرے سوا کسی نے اس لڑکے کو زندہ یا مردہ دیکھا ہی نہیں۔ اور مصلحت خداوندی کے تحت اس کے احوال لوگوں سے پوشیدہ رہے ۔ مجھے اس واقعہ نے بہت فکر مند کر دیا۔

اسی رات کی بات ہے میں نے خواب میں لڑکے کو دیکھا جو ایک عظیم جلوس کے آگے آگے چل رہا ہے۔ ایک نورانی بیش قیمت عبا زیب تن کئے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا کیا میں وہی نہیں جس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی؟۔

لڑکا: آپ بیشک وہی ہیں!

شیخ ابراہیم: کیا تمہارا انتقال نہیں ہو چکا؟

لڑکا: بیشک میں وفات پا چکا ہوں۔

شیخ ابراہیم: تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے کفن دفن اور نمازِ جنازہ کی فکر میں میں کتنا پریشان ہوا؟۔

لڑکا: شیخ ابراہیم! میری تجہیز و تکفین اس ذات نے کی جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا۔ اپنی محبت کا شیدا بنایا۔ مجھے میرے گھر والوں سے الگ کر کے مسافرت بخشی۔ میری تمام حاجتوں کا وہی کفیل ہے۔

شیخ ابراہیم: تمہارے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟۔

لڑکا: مجھے اپنے حضور کھڑا کیا۔ اور پوچھا تیری مراد کیا ہے؟ میں نے عرض

کیا مولا! تو ہی میری منزل اور تو ہی میرا مقصود ہے۔ تیرے سوا میری اور کوئی مراد نہیں۔ ارشاد فرمایا ——— تو میرا مخلص بندہ ہے۔ تیرا انعام یہ ہے کہ جس کا تو طالب ہے وہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے اہل زمانہ لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول کر، رب تعالےٰ نے میری یہ التجا قبول فرمائی۔
شیخ ابراہیم فرماتے ہیں اسی عالم خواب میں لڑکے نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو میرے ہاتھوں میں اس عارف کامل لڑکے سے مصافحہ کی یہ برکت باقی رہ گئی کہ ان سے دلنواز خوشبو نکلتی ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم کے ہاتھوں میں وہ خوشبو تا حیات باقی رہی۔ اور ان سے مصافحہ کرنے والے کمسن عارف کے فیضانِ عشق سے متمتع ہوتے رہے۔ (ص ۱۰۷، ۱۱۰)

عطر و عنبر گلاب کی خوشبو،
ارغوانی شباب کی خوشبو

سب فریبِ نظر ہیں حق ہے ایک
عشقِ حق کے نصاب کی خوشبو — بدر

جن صحابہ کا مسکن:

شاخوں سے ٹوٹے ہوئے پھول چند روز کے بعد مرجھا جاتے ہیں، مگر حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کے پاس پھولوں کی چند ایسی پنکھڑیاں تھیں جو سال بھر تک ترو تازہ ہری بھری اور عطر بار رہیں ——— وہ انہیں کہاں سے ملیں؟ خود فرماتے ہیں۔

میں سفرِ حج میں قافلہ کے ہمراہ تھا۔ یکایک دل میں خیال آیا کہ سب سے جدا شاہراہِ عام سے ہٹ کر چل، میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن اور تین راتیں اسی طرح چلتا رہا۔ اس دوران نہ مجھے بھوک پیاس لگی اور نہ کوئی دوسری حاجت محسوس ہوئی

بالآخر ایک سرسبز وشاداب باغ میں گزر ہوا جو ثمر دار پیڑوں اور رنگ برنگے خوشبو دار پھولوں سے مرصع تھا۔ وہاں ایک خوبصورت تالاب بھی تھا۔ میں نے سوچا یہ تو جنت کا کوئی ٹکڑا ہے۔ باغ کی نفاست اور تزئین نے مجھے متعجب کر رکھا تھا۔ وہاں مجھے لوگوں کی ایک جماعت ملی، جن کے چہرے انسانوں جیسے تھے۔ سب عمدہ لباس، اور خوبصورت ٹکوں سے مرصع تھے۔ ان لوگوں نے مجھے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ سلام کیا میں نے جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ میں نے دل میں سوچا شاید یہ جن حضرات ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم لوگ ایک مسئلہ کے سلسلہ میں الجھے ہوئے ہیں ہمارا تعلق قوم جن سے ہے۔ اللہ تعالے کا قرآن ہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے لیلۃ العقبہ میں سنا۔ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک باتوں نے ہمیں ایسا وارفتہ بنایا کہ ہم کو دنیا کے سارے کاموں سے الگ کر دیا اور رب تعالےٰ نے ہمارے واسطے یہاں یہ مقام متعین فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا میرے اہل قافلہ ساتھی یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں؟ ان میں سے ایک نے تبسم کرتے ہوئے جواب دیا۔ ابو اسحاق! یہ مقام جہاں آپ اس وقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار وعجائب میں سے ایک ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آیا۔ اس کا یہیں انتقال ہوا۔ اور وہ ہے اس کی قبر، یہ کہہ کر اس نے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ قبر لب تالاب تھی۔ قبر کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں، جن میں نہایت حسین وجمیل رنگ برنگے پھول مسکرا رہے تھے۔ اس جن نے مزید کہا۔ آپ کے ساتھیوں اور آپ کے درمیان مہینوں کا فاصلہ ہے۔

میں نے پھر ان جنوں سے صاحب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب ملا، ایک روز ہم تالاب کے کنارے بیٹھے محبت کا ذکر کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا۔ ہم نے جواب دے کر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا نیشاپور سے آ رہا ہوں۔ ہم نے پوچھا کب چلے تھے۔ کہا سات روز ہوئے۔ ہم

نے پوچھا۔ گھر سے نکلنے کا سبب؟ اس نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ (زمر ۳۹)

(اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور گردن جھکاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو)

ہم نے پوچھا انابت کیا ہے؟ ——— جواب ملا، انابت یہ ہے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرکے اسی کا ہو رہے۔ تسلیم کیا ہے؟ ——— اس نے کہا، اپنی جان اس کے سپرد کردے۔ اور جانے کہ خدا میری بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق ہے ہم نے پوچھا اور عذاب؟ ——— عذاب کا مفہوم بتانے کے بجائے اس نے ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) مجھے سنکر تعجب ہوا۔ میں قبر کی بالیں پر گیا تو وہاں نرگس کے پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا تھا۔ اور قبر پر یہ عبارت تحریر تھی،

هٰذَا قَبْرُ حَبِیْبِ اللّٰہِ قَتِیْلُ الْغَیْرَۃِ ———

یہ اللہ تعالٰی کے دوست کی قبر ہے۔ جسے غیرتِ عشق نے مارا۔

وہاں مجھے ایک ورق ملا جس پر انابت کا مفہوم لکھا ہوا تھا۔ جسے میں نے پڑھا ان لوگوں نے اس کی تفسیر چاہی میں نے اس کی تفسیر کی جسے سنکر ان پر سرور طرب کی کیفیت چھا گئی۔ اور کہا۔ ہمیں اپنے مسئلہ کا جواب بھی مل گیا۔

شیخ ابراہیم خواص فرماتے ہیں، اس کے بعد مجھے نیند آئی اور میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو میں نے خود کو مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پایا۔ میرے نزدیک ہی پھولوں کی یہ پنکھڑیاں تھیں۔ حضرت شیخ کے پاس وہ پنکھڑیاں سال بھر تک تروتازہ اور خوشبودار رہیں۔ ایک سال بعد وہ پنکھڑیاں خود بخود غائب ہو گئیں ———

(رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم) (ص: ۱۱۰، ۱۱۱)

اور توبہ پہونچ گئی:

شیخ ابو اسحاق نے دیکھا کہ ایک نہایت مہیب بڑے منہ والا سانپ ان کی جانب

بڑھ رہا ہے۔ اس کے منہ میں خوشبودار پھولوں کی شاخیں ہیں۔ اور وہ سانپ کہہ رہا ہے اپنے معززات کے ساتھ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہاں تمہاری کیا ضرورت؟ مولا پاک اس بندۂ حق کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے باخبر ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابو اسحاق بے ہوش ہو گئے۔

شیخ ابو اسحاق حج کے ارادہ سے تنہا سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں رات کو ایک جگہ پڑاؤ کر لیا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی، تھکے ماندے تھے نیند نے آگھیرا۔ ابھی اچھی طرح سوئے نہیں تھے کہ کان میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ اٹھ کر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف انسان زندگی کی آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ انہیں دیکھا تو کہا ——— اے ابو اسحاق میں کل سے تمہارا منتظر ہوں۔ اس ویرانے میں نہ کوئی آبادی تھی نہ دور دور تک مکان کا نام و نشان، ضعیف مرد کے قریب ہی پھولوں کے ڈھیر موجود تھے۔ کچھ پھول تو ایسے تھے جو معروف و مشہور ہیں۔ مگر ان میں کچھ ایسے پھول بھی تھے جنہیں شیخ اسحاق نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

شیخ اسحاق نے پوچھا آپ کہاں کے باشندے ہیں؟ ——— ضعیف مرد نے پتہ بتایا۔ اور عرض حال کیا کہ میں ایک خوشحال گھرانے کا عزت دار انسان تھا، میرے دل میں تنہائی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جنگل اختیار کیا، بیابانوں کی خاک چھانی۔ اور اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں۔ میں نے ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس وقت اللہ کا کوئی دوست یہاں آجائے۔ سو تم آگئے۔ شیخ ابو اسحاق نے مرد ضعیف سے اس کے والدین اور کنبہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا، ماں، باپ، بھائی، بہن سب ہیں۔ شیخ اسحاق نے پوچھا کیا ان لوگوں کی یاد نہیں آتی؟ مرد ضعیف نے کہا یوں تو کبھی نہیں آتی تھی۔ لیکن آج مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بو حاصل کروں۔ تو وحشی درندوں، اور جنگل کی مخلوق نے مجھ پر رحم کھایا۔ اور مجھے اس باغ میں لاکر آرام پہنچایا۔ مرد ضعیف ابھی اتنا ہی کہہ

پایا تھا کہ شیخ ابواسحاق کی نظر اس مہیب سانپ پر پڑی۔
شیخ ابواسحاق ہوش میں آئے تو اس مرد خدا کا وصال ہو چکا تھا۔ اسی عالم بیخودی میں شیخ کو پھر نیند آگئی۔ جب بیدار ہوئے تو حجاز کے راستے پر تھے۔ فریضۂ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اس مرد باصفا کے وطن کا سفر کیا۔ وہاں انہیں ایک عورت ملی جس نے پانی کا برتن اٹھا رکھا تھا۔ ابواسحاق کہتے ہیں وہ اس مرد صالح کے بہت مشابہ تھی۔ اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ ابواسحاق میں تین روز سے تیری منتظر تھی۔ اس مرد کا حال بتاؤ۔ شیخ نے سارا ماجرا سنا دیا۔ جب اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے کہا۔ آج مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بو پاؤں تو عورت چیخ مار کر گری، اور یہ کہتے ہوئے کہ آہ! بو پہونچ گئی۔ اپنی جان دے دی۔ اس کے بعد کچھ اور خوش پوشاک عورتیں گھر میں پٹکے باندھے نکلیں اور انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔
(ص: ۱۱۱، ۱۱۲)

اولیاء اللہ کا مرکز:

بحری سفر درپیش تھا۔ تاجروں کے ساتھ مال تجارت بھی تھا۔ اور عزم حج بھی ایک بیک کشتی ٹوٹ گئی۔ بہت جتن کیئے گئے مگر اموال تجارت بچانے کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوئی۔ ادھر حج کے ایام بالکل قریب آگئے۔ فرصت اگر چند روز کی اور اجازت دیتی تو ممکن تھا مال تجارت بچانے کی راہ نکل آتی۔ ایک تاجر جس کا پچاس ہزار دینار کا سرمایہ تھا اس نے سب چھوڑ کر حج کی حاضری کو مقدم کیا۔ اس کے چند ہمراہی تاجروں نے کہا تم یہ کیا کر رہے ہو؟۔ اس نے جواب دیا۔ بخدا اگر مجھے دنیا بھر کا مال مل جائے پھر بھی میں اسے ادائے حج اور اولیاء اللہ کی ملاقات پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ میری نگاہوں نے ان کی عظمت پہچان لی ہے۔ ہمراہیوں نے دریافت کیا۔ آخر کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ اس نے کہا۔
ایک مرتبہ ہم خشکی کے راستے سفر حج کر رہے تھے۔ پانی ختم ہو گیا سب پیاس سے

پریشان تھے۔ میں نے پورے قافلہ کا چکر لگایا۔ مگر قیمت دینے پر بھی کہیں پانی میسر نہیں آیا۔ پیاس کے غلبہ نے بے حال کر دیا۔ اس وقت میں ایک طرف چل پڑا۔ وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس ایک برچھی تھی۔ اور ایک چھاگل، اس نے میری پیاس دیکھی تو حوض جیسی ایک جگہ پر اپنی برچھی زمین میں ماری اور پانی نالی بنا کر برچھی کی جڑ سے جاری ہوگیا۔ دیکھتے دیکھتے حوض بھرنے لگا، میں نے پہلے تو خوب پی کر سیرابی حاصل کی اس کے بعد اپنا مشکیزہ بھرا۔ اور تمام ساتھیوں کو جا کر بتایا۔ اس طرح سب آسودہ ہوئے۔

اب آپ ہی لوگ بتائیں جہاں ایسے ایسے مردانِ حق جمع ہوتے ہیں ان مقدس مقامات کی حاضری کیسے ترک کی جاسکتی ہے۔ (ص ۱۱۲)

چھ کے صدقے چھ لاکھ مقبول:

میدان عرفات میں شب کا آخری حصہ تھا۔ حجاج کرام سے سارا میدان بھرا پڑا تھا۔ حضرت ابو عبداللہ جوہری علیہ الرحمہ شب بیداری کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوئے۔

پہلا فرشتہ: امسال کتنے لوگوں نے حج کیا۔

دوسرا فرشتہ: چھ لاکھ انسانوں نے مگر ان میں سے صرف چھ کا حج قبول ہوا۔

شیخ جوہری نے سنا تو انہیں نہایت دکھ ہوا۔ اور انہوں نے چاہا کہ اپنے منہ پر طمانچہ لگائیں۔ اور زور زور سے اپنی حرماں نصیبی پر ماتم کریں۔ اتنے میں مزید سنا۔

دوسرا فرشتہ: جن لوگوں کا حج مقبول نہیں ہوا۔ رب تعالٰی نے ان کے حق میں کیا فیصلہ فرمایا۔

پہلا فرشتہ: کریم نے ان پر نظر کرم فرمائی۔ اس نے چھ مقبولوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ بخش دیئے اور چھ کے صدقے میں چھ لاکھ کا حج قبول فرمالیا۔ اس کا فضل بے نہایت اور اس کی عطا بیشمار ہے ——— ذٰلِكَ فَضْلُ

اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (ص ۱۱۲، ۱۱۳)

وہی جاتا ہے اس در تک جسے مولا بلاتا ہے:

حضرت علی بن موفق کا یہ ساٹھواں حج تھا۔ حرم شریف میں تھے۔ ان کے ذہن میں خیال آیا کب تک حج کے لئے ہر سال ویرانوں اور جنگلوں کی خاک چھانو گے۔ اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا سو گئے۔ اور کسی پکارنے والے کی آواز سُنی۔ اے موفق کے فرزند! تم اپنے گھر اسی کو تو بلاتے ہو جسے دوست رکھتے ہو، تو اس کے لئے مژدہ جسے اس کے مولا نے دوست رکھا۔ اور اپنے گھر بلا کر مقام بلند سے سرفراز کیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے پاس ایک جوان کو دیکھا، جو پیہم نماز پڑھتا اور رکوع و سجود کرتا چلا جا رہا تھا، رکنے کا نام ہی نہ لیتا۔ انہوں نے پاس جا کر کہا۔ تم تو بہت نماز پڑھتے چلے جا رہے ہو۔ جواب دیا۔ میں از خود کیسے واپس ہو جاؤں، انتظار ہے کہ اجازت ملے تو جاؤں۔

شیخ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ اس جوان کے اوپر ایک رقعہ گرا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

یہ خط خدائے عزیز و غفار کی جانب سے اِس بندۂ شاکر و مخلص کے لئے ہے واپس جا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں۔ (ص ۱۱۳)

زمزم کی لذتیں:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس تھے ——— انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کپڑے میں منہ چھپائے ہوئے چاہِ زمزم کے پاس گیا۔ اپنی ایک چھاگل میں آب زمزم نکال کر پیا۔ کہتے ہیں اس کا بچا ہوا پانی میں نے لے کر پیا۔ تو اس میں مجھے ایسے شہد آمیز پانی کا مزہ ملا، جس سے عمدہ کبھی مجھے میسر ہی نہ ہوا۔ اس کے

بعد نظر پھری تو وہ جا چکے تھے۔

دوسرے روز بہ چاہ زمزم کے پاس ان کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ آج بھی دیکھا کہ وہ بزرگ چہرے پر کپڑا اڈالے ہوئے تشریف لائے اور ایک ڈول سے پانی نکال کر پیا۔ کہتے ہیں ان کا بچا ہوا پانی آج جو میں نے پیا تو اس میں شکر ملے ہوئے دودھ کا نادر نایاب ذائقہ تھا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے آج تک زندگی میں اس قدر لذیذ مشروب کبھی نہیں پیا جتنا لذیذ اس مرد خدا کا بچا ہوا زمزم شریف تھا (ص ۱۳۱)

کعبہ روحانیوں کا مرکز:

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اللہ کے ولی کا لوگوں سے خلط ملط رکھنا باعثِ ذلت ہے۔ اور لوگوں سے الگ ہو کر اللہ تعالےٰ کے ساتھ رہنا اس کے لئے باعث عزت ہے۔ یہ مقرب طبقہ خلق سے متنفر تنہا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن صالح مشغول بحق تھے۔ فضل الہٰی ان کے شامل حال تھا۔ لوگوں سے بچنے کے لئے ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کا رخ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ پہونچے۔ دہاں بہت روز رہ گئے۔ حضرت سہل بن عبداللہ نے پوچھا۔ یہاں تو آپ کا قیام کافی دنوں ہا فرمایا

> کیوں نہ ہو اس جیسا کوئی شہر میں نے دیکھا ہی نہیں۔ جہاں اس سے زیادہ نزول رحمت و برکت ہوتا ہو۔ یہاں صبح و شام فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اس شہر مبارک میں میں نے بیشمار عجائبات دیکھے ہیں۔ میں یہاں فرشتوں کو مختلف صورتوں میں مصروف طواف دیکھتا ہوں۔ جو کچھ بھی دیکھتا ہوں ذکر کروں، تو ناقص الایمان لوگ باور نہ کریں

حضرت سہل نے عرض کیا۔ ان احوال کے بارے میں سے کچھ مجھے افادہ فرمائیں ارشاد فرمایا۔

> کوئی ولی کامل ایسا نہیں جو مکہ معظمہ میں شب جمعہ نہ آتا ہو، میں نے یہاں اسی لئے قیام کیا ہے۔ میں ان اولیاء کے عجائب کا نظارہ کرتا ہوں۔ میں نے مالک بن قاسم جبلی

رضی اللہ عنہ نامی ولی اللہ کو دیکھا وہ تشریف لائے توان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔ میں نے پوچھا آپ ابھی کھانا کھا کر آرہے ہیں۔ کہنے لگے استغفراللہ! ایک ہفتہ سے میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو ان ہاتھوں سے کھانا کھلایا اور نماز فجر میں شرکت کے لئے تیزی سے آیا۔ ان کے گھر سے یہاں تک کا فاصلہ نوسو فرسخ تھا۔ کیا تمہارا اس پر ایمان ہے۔ حضرت سہل نے کہا جی ہاں! فرمایا اللہ تعالےٰ کا بحد شکر ہے کہ اس نے ایک مرد مؤمن سے ملایا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ نوسو فرسخ کی ایک سوستر منزلیں ہوتی ہیں۔ جو تین ماہ ۲۷ روز کی مسافت ہے موجودہ حساب سے تین ہزار کلومیٹر سمجھئے۔

ایک صاحب باطن نے خانۂ کعبہ کے گرد انبیاء و اولیاء اور فرشتوں کی زیارت کی ہے۔ یہ اکثر شب جمعہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح شب دوشنبہ و شب پنجشنبہ کو بھی ——— بزرگ نے انبیاء اور اولیاء علیہم السلام، ورضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد شمار کرائی۔ اور اس مقام کا بھی ذکر کیا جہاں وہ حضرات اپنے اہل قرابت اور احباب کے ہمراہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضور انور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جن کے جلو میں اولیاء اللہ کی اتنی بڑی تعداد ہوتی ہے جس کا علم خدائے تعالےٰ ہی کو ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد خانۂ کعبہ میں مقام ابراہیم کے مقابل جمع ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور کچھ انبیاء علیہم السلام رکن یمانی و رکن شامی کے درمیانی حصہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کچھ دوسرے انبیاء علیہم السلام حجر اسود کی طرف بیٹھتے ہیں۔ اور اسی جگہ فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کے پاس ان صحابہ و اولیاء تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام تمام نبیوں سے زیادہ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ) کے ساتھ پیار فرماتے ہیں۔ یعرف ذٰلک من له الاطلاع علی الاخبار والآثار بل یفهم ذٰلک من القرآن (ص: ۱۱۳، ۱۱۵)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ :

ہشام بن عبدالملک کے بارے میں منقول ہے کہ زمام خلافت سنبھالنے سے قبل حج کرنے گیا۔ طواف کے وقت حجراسود چومنے کی کوشش کی مگر کثرت ازدحام کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکا ـــــــ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک درخشندہ رُو، نورانی پیشانی والے بزرگ تشریف لائے اور حجراسود سے استلام کے لئے بڑھے تو مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ اور انہوں نے نہایت اطمینان سے حجراسود کا بوسہ لے لیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ہشام نے کہا۔ میں نہیں پہچانتا۔ فرزدق شاعر جو اہل بیت کا عاشق تھا وہ بھی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا مگر میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اس نے مدحیہ قصیدہ کہا اور بتایا کہ آپ شہید گلگوں قبا سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ کے شہزادے امام زین العابدین علی ہیں (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) دو شعر تبرکاً نقل ہیں۔

هٰذا ابن خير عباد الله كلهم   هٰذا النقي التقي الطاهر العلم

هٰذا الذی تعرف البطحاء وطأته   والبيت يعرفه والحل والحرم

آپ بندگانِ خدا میں سب سے بہتر شخص کی اولاد ہیں۔ پاکیزہ، متقی، طاہر، کوہ بلند ہیں بطحا، ان کے نشانِ قدم سے آشنا ہے۔ بیت اللہ، درحل وحرم سب انہیں پہچانتے ہیں

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں نماز تہجد کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ وضو کرتے تو خشیت الٰہی سے چہرے کا رنگ زرد ہوجاتا۔ اور نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ تم نہیں جانتے میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں ـــــــ کبھی آندھی چلتی تو خوف سے بیہوش ہوجاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے مکان میں آگ لگ گئی۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ سر سجدے میں تھا۔ لوگوں نے شور مچایا۔ اے فرزند رسول آگ لگی ہوئی ہے۔ مکان سے باہر تشریف لائیں۔ آپ نے آگ کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ یہاں تک کہ

آگ بجھ گئی۔ اب آپ نے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس بے پروائی کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

آتشِ آخرت کے خوف نے مجھے دنیا کی اس آگ سے غافل کر دیا ——

آپ کے فرمودات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ دعا فرماتے :

○ —— ربّ العالمین میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کی نظر میں میرا ظاہر اچھا ہو اور حقیقتاً میرا باطن بُرا ہو۔

○ —— کچھ لوگ اللہ کی عبادت اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ کچھ لوگ ثواب کی تمنا میں عبادت کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ کچھ لوگ محض شکر نعمت میں عبادت کرتے ہیں یہ بندگانِ آزاد کی عبادت ہے'

وضو یا طہارت میں آپ کسی سے مدد لینا ناپسند کرتے تھے۔ وضو کے لئے پانی خود لاتے۔ سونے سے پہلے پانی لاکر ڈھک دیتے۔ شب میں بیدار ہو کر مسواک کرتے اس کے بعد وضو کر کے نماز شروع فرماتے۔ دن میں اگر کچھ وظیفہ رہ جاتا تو اسے بھی رات میں پورا فرماتے۔ چلتے وقت ہاتھ زانو سے ملاکر رکھتے۔ ہاتھوں کو حرکت نہ دیتے۔ فرماتے :۔

○ —— فخر کرنے والے پر مجھے تعجب ہے۔ ابھی کل تک تو وہ ایک ناپاک نطفہ تھا۔ اور کل پھر ایک مردار لاشہ بن جائے گا۔ اور اس سے زیادہ حیرت مجھے اس شخص پر ہے جو فانی گھر کے لئے عمل کرتا ہے اور دارالبقاء کے کام چھوڑ دیتا ہے۔

مدینہ منورہ کے بہت سے باشندے ایسے تھے جنہیں اپنے معاش کے بارے میں خود کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بخیل خیال کرتے تھے۔ مگر جب آپ کا انتقال ہوا اور لوگوں کے گھر ان کی روزی نہیں پہونچی اس وقت راز کھلا کہ رات کی تاریکی میں آپ ان غرباء کے گھر معاش پہونچا دیا کرتے تھے۔ اور ایسے مکانوں کی تعداد سو تھی۔

آپ کے شہزادے امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میرے والد گرامی نے مجھے پانچ آدمیوں سے بچنے کی وصیت کی۔ فرمایا کہ نہ ان کے پاس بیٹھنا، نہ ان سے دوستی کرنا، اور نہ ان کے ہمراہ سفر کرنا (۱) بدکار، فاسق کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے بھی کم میں تجھے بیچ دے گا۔ (۲) جھوٹا، کیونکہ وہ فریب نظر اور سراب کی طرح ہے۔ قریب کو دور کر دے گا، اور دور کو نزدیک بنا دے گا۔
(۳) احمق، جو تجھے فائدہ پہونچانا چاہے گا مگر اپنی بیوقوفی سے تجھے نقصان پہونچا دے گا کہا جاتا ہے کہ عقلمند دشمن بیوقوف دوست سے بہتر ہے۔ (۴) قاطع رحم، (رشتہ داروں سے تعلقات کاٹنے والا) اسے میں نے قرآن مجید میں تین مقام پر ملعون پایا۔
کسی نے آپ کی شان میں بدزبانی کی اور آپ پر افترا رکیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں واقعی ایسا ہوں جیسا تو نے بیان کیا تو رب تعالےٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں تو اللہ تعالےٰ تجھے معاف کرے۔ یہ خلق عالی دیکھ کر اس نے آپ سے معافی مانگی۔ اور سر مبارک کا بوسہ لیا پھر کہنے لگا۔ آپ پر میں قربان ہو جاؤں۔ یقیناً آپ ایسے نہیں جیسا میں نے کہا تھا۔ اس خطا کے لئے میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تجھے معاف فرمائے۔ اس نے کہا ——— واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

ایک بار آپ اپنے مہمان کے ہمراہ دستر خوان پر تشریف فرما تھے۔ خادم تنور سے گوشت کا گرم برتن لا رہا تھا جو آپ کے کسی چھوٹے صاحبزادے کے سر پر گر پڑا۔ وہ صاحبزادے اس طرح جل گئے کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے غلام کو آزاد کر دیا۔ فرمایا یہ غلطی تو نے جان بوجھ کر نہیں کی۔ اس کے بعد فرزند دلبند کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

حضرت اسامہ بن زید کے صاحبزادے حضرت محمد بیمار تھے۔ حضرت امام زین العابدین ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام کو دیکھ کر محمد بن اسامہ رو پڑے
امام زین العابدین: جانِ برادر! کیا بات ہے آپ کیوں رو رہے ہیں۔
محمد بن اسامہ: مجھ پر ایک قرض ہے اس سے سبکدوشی کی فکر مجھے رُلا رہی ہے۔

امام زین العابدین: آپ پر قرض کتنا ہے؟۔

محمد بن اُسامہ: پندرہ ہزار دینار،

امام زین العابدین: آپ فکر نہ کریں، اس قرض کی ادائیگی میں کر دوں گا۔

ایک بار آپ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، راہ میں ایک شخص ملا جس نے شان والا میں نازیبا کلمات کہے۔ غلام اور خادموں نے یہ بدتمیزی دیکھی تو اس کی جانب لپکے۔ آپ نے منع فرمایا۔ پھر گالی دینے والے کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا ——— ہمارا جو حال تم سے مخفی ہے وہ تو اس سے بہت زیادہ ہے جو تم نے بیان کیا۔ تمہیں کوئی حاجت ہے؟۔ جس میں ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں۔ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ جسم مبارک پر اس وقت جو چادر تھی آپ نے اتار کر اسے دیدی۔ اور خدام سے ہزار درہم مزید دلوائے۔ اس کے بعد وہ گالی دینے والا ہمیشہ کہا کرتا تھا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولاد رسول میں ہیں ———

شیخ یافعی یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس سے کوئی نادان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ دنیادار تھے (دنیا کا مال بہت رکھتے) اور خرچ کرتے تھے۔ ایسا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کریم تھے۔ سخی اور جواں مرد تھے۔ صاحب مروت، اور صاحب فضل و کمال تھے۔ اور خصائل نبویہ سے ہمہ جہت مرصع، اور آراستہ پیراستہ تھے۔ دنیا آپ کے پاس آتی بھی مگر اسے جلد اپنے پاس سے دور کر دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ (ص: ۱۱۷/۱۹۵)

امام باقر رضی اللہ عنہ:

امام زین العابدین کے شہزادے امام محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ جن کا لقب باقر ہے حج کے لئے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب مسجد الحرام میں پہونچے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر زار و قطار روئے۔ آواز بلند ہو گئی۔ خدام و مصاحبین کہنے لگے۔ حضور! لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آواز پر قابو کریں۔ اور اس طرح رونا بند کریں۔ لوگ کیا

کہیں گے ——— فرمایا۔

...... شاید اللہ تعالےٰ روزِ حشر میری طرف نگاہِ رحمت فرمائے اور نجات بخشے،

آپ کعبہ گئے بعد انہوں نے طواف کیا۔ اور نفل ادا کرنے کے لئے مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے جب سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا گیا کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی ہے۔ ایک مصاحب سے فرمایا۔ میں رنجیدہ ہوں، میرا دل فکر سے خالی نہیں۔ سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ جس کے دل میں صاف ستھرا دینِ خالص جاگزیں ہوا وہ ماسوی اللہ سے باز رہا۔ اور دنیا کیا ہے؟ کوئی سواری جس پر کچھ دیر سوار ہو لئے یا کوئی کپڑا جسے پہن لیا۔ یا کوئی عورت جسے پالیا۔ یا کوئی لقمہ جسے کھالیا۔ اہلِ دنیا میں صاحبانِ تقویٰ سب سے کم سامان رکھنے والے، اور سب سے زیادہ لوگوں کی امداد کرنے والے ہیں۔ اگر تم انہیں فراموش کردو تو بھی وہ تمہیں یاد کریں اور اگر تم انہیں یاد کرو تو تمہاری مدد کریں۔ خدا کا حق بہت زیادہ بیان کرنے والے، اور خدا کا حکم بہت زیادہ برپا کرنے والے ——— دنیا کو ایک منزل سفر سمجھو کہ شب کو اترے صبح کو کوچ کیا۔ یا کوئی مال جسے خواب میں دیکھا اور بیداری پر کچھ پاس نہیں،

○——— بندہ مومن کا دل غنا و عزت کی جولانگاہ ہے۔ یہ دونوں جب ایسی جگہ پہونچتے ہیں جہاں توکل ہو تو اسی مقام کو اپنا وطن قرار دے لیتے ہیں۔

حضرت کے اس قول کی تشریح میں امام یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یعنی اگر کسی کے دل میں توکل نہ ہو تو غنا اور عزت دونوں اس سے جدا ہو جاتی ہیں۔ اور دل میں اللہ کے خالص دین کے داخل ہونے کا مطلب رب تعالےٰ کی محبت ہے کیونکہ دینِ خالص کے لئے حقیقت محبت ضروری ہے۔ جس قلب میں حبِ صادق ہوگی وہیں دینِ خالص بھی ہوگا۔ اس وقت وہ دل محبوبِ حقیقی کے ساتھ مشغول ہو کر اس کے علاوہ سے اعراض کرے گا۔ اور وہ محض اللہ تعالےٰ ہی کے ساتھ سننے اور دیکھنے کا تعلق رکھے گا۔ اور اس قول حبیب قلبی بہ سمعی بہ بصری "وہ میرے دل کا محبوب ہے اسی سے میرا دیکھنا اور اسی سے میرا سننا ہے"۔ کا یہی مطلب

ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ حدیث ہے کہ کسی شئی کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عطاء کا قول ہے۔ میں نے علماء کو کسی کے سامنے علم و فضل کے اعتبار سے اتنا کمتر نہ دیکھا جتنا محمد بن علی بن حسین کے سامنے دیکھا۔ ان کے بالمقابل بڑے بڑے اہل علم کم درجہ معلوم ہوتے تھے۔

بَقَرَ کا معنی چاک کیا بَاقِر کا معنی چاک کرنے والا، بعض اہل لغت نے فرمایا، امام محمد بن علی کو "باقر" اسی لئے کہا گیا کہ انہوں نے علوم کو چاک کیا۔ اور ان میں وسعت و کشادگی پیدا کی۔

سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرا ایک بھائی میری نگاہ میں بڑا تھا۔ وہ میری نگاہ میں عظیم اس لئے ہوا کہ دنیا اس کی نگاہ میں حقیر تھی ——— رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ (ص، ۱۱۹، ۱۲۰)

حق تعالےٰ کی محبت میں فدا ہیں باقر
واصل اللہ سے غیروں سے جدا ہیں باقر
ان کا ہر لمحہ ہے ایمان و اطاعت بردوش
کیا بھلا اہل ہوس جانیں کہ کیا ہیں باقر
آل و اصحاب کے انوار کا مجموعۂ عطر
سرور و حیدر و شبر کی دعا ہیں باقر
ہیں وہ اصحابِ محمد کی ولا میں سرشار
مصطفےٰ سے نہ صحابہ سے جدا ہیں باقر
ان کی جانب کسی فتنہ کو نہ منسوب کرو
وارثِ دولتِ اربابِ رِدا ہیں باقر (رضی اللہ عنہ) بدرؔ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

حضرت لیث بن سعد راوی ہیں، میں ۱۱۳ھ کے حج میں پیدل چل کر حاضر ہوا مکہ میں ایک روز نماز عصر کے بعد ابو قبیس کی پہاڑی پر چڑھا۔ تو وہاں ایک مرد حق کو دعا و ذکر میں مشغول پایا۔ (اس کے بعد ذکر و دعا کی تفصیل اس طرح ہے) وہ کہنے لگا۔

یا ربِ یا ربِ .... یہاں تک کہ سانس بھول گیا

یا ربا ہ یا ربا ہ .... پوری ایک سانس بھر کہتا رہا

یا اللہ یا اللہ .... " "

یا حیّ یا حیّ .... " "

یا رحمٰن یا رحمٰن .... " "

یا رحیم یا رحیم .... " "

یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین ، ۷ مرتبہ ، یہاں تک سانس پوری ہو گئی

پھر دعا کی مالک و مولا! میں انگور کھانا چاہتا ہوں مجھے کھلا، اور مولا! میری چادریں پھٹ گئی ہیں۔ حضرت لیث بیان کرتے ہیں ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ انگور سے بھری ہوئی ایک ٹوکری وہاں موجود تھی۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور کا موسم نہیں تھا اور دو چادریں بھی موجود تھیں۔ اس مرد حق نے انگور کھانا چاہے میں۔ نے عرض کیا میں بھی حصہ دار ہوں ______ فرمایا، وہ کیسے ؟ میں نے عرض کیا آپ جب دعا کر رہے تھے میں آمین کہہ رہا تھا۔ فرمایا آگے آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں نے قریب پہونچ کر انگور کے دانے کھائے۔ اتنے لذیذ انگور میں نے عمر میں کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج بھی نہیں تھے۔ میں شکم سیر ہو گیا مگر انگوروں میں کمی نہیں آئی۔ پھر فرمایا، ان چادروں میں سے جو پسند ہوے لو۔ میں نے عرض کیا چادر کی مجھے حاجت نہیں۔ پھر فرمایا تخلیہ کرو، میں کپڑے بدل لوں۔ میں ایک طرف ہو گیا، انہوں نے ایک چادر کا تہبند بنایا اور دوسری اوڑھ لی۔ اور اتاری ہوئی چادریں

ہاتھ میں لئے بوقبیس سے نیچے اترے، میں بھی ہمراہ چلا۔ مسعیٰ پر پہونچے تو ایک شخص ان کے قریب آیا۔ اور التجا کی اے فرزند رسول! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جنت کے جوڑوں میں سے کوئی جوڑا پہننے کو عطا فرمائیے۔ اتاری ہوئی چادریں آپ نے اس کے حوالے کیں اور آگے تشریف لے گئے۔ لیث بن سعد نے پوچھا یہ کون تھے۔

جواب ملا، گل گلزار زہرا، فرزند شہید کربلا ابن امام باقر حضرت جعفر بن محمد بن علی ہیں ——— حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں یہ سنکر میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے دوڑا تاکہ فیضان نبوت کی کچھ اور کرنیں سمیٹ سکوں، مگر افسوس کہ آپ کو نہ پاسکا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ آپ کے اقوال بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

● سلامتی کا حصول بڑا دشوار ہے اس کی راہیں بھی مخفی ہیں۔ اگر سلامتی مل سکتی ہے تو گمنامی میں، اگر اس میں بھی نہ ملے تو خلوت میں، اور خلوت گمنامی کی طرح نہیں، اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو خاموشی میں، اور خاموشی خلوت کی طرح نہیں ہے۔ اور اگر سلامتی خاموشی میں بھی نصیب نہ آئے تو قدیم بزرگوں اور نیک بندوں کے کلام میں ملے گی۔ نیک بخت وہ ہے جسے خود اپنی ذات میں خلوت حاصل ہو جائے۔

(ص: ۱۲۰، ۱۲۱)

روزانہ عز و شرف ہے خلوت
نفس شعلہ ہے برف ہے خلوت
فاصل خلق، حق سے واصل ہے
گوشہ اہل ظرف ہے خلوت
بدرؔ

امام جعفر اور منصور خلیفہ:

خلیفہ منصور عباسی کے بارے میں روایت ہے کہ کسی بات پر ناراض ہو کر اس

نے اپنے سپاہیوں کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا۔ برافروختگی زیادہ تھی قتل کی دھمکی دے چکا تھا۔ حضرت امام جب تشریف لائے تو اس نے تہدید آمیز باتیں کیں۔ اور کہا۔

اہل عراق نے آپ کو اپنا امیر بنایا ہے۔ اور اپنی زکوٰۃ آپ کو دیتے ہیں۔ اور آپ میری خلافت سے بغاوت کر کے فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا مجھے قتل کرے اگر میں آپ کو قتل نہ کروں۔

امام محترم نے نہایت متانت سے جواباً ارشاد فرمایا۔

امیر المومنین! حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت عطا کی گئی تو انہوں نے رب تعالےٰ کا شکر ادا فرمایا! حضرت ایوب علیہ السلام دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر فرمایا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم و زیادتی ہوئی تو انہوں نے عفو و درگزر سے کام لیا۔

حضرت کے اس کلام کو سنکر منصور کا غصہ ختم ہو گیا، ایذا کا خیال ترک کر دیا، اور وہ خوش ہو کر آپ کی تعظیم کرنے لگا۔ وہاں سے واپسی پر کسی نے دریافت کیا حضور! آپ نے منصور کے پاس جانے سے قبل کچھ دعا فرمائی تھی۔ وہ دعا کیا تھی — ارشاد فرمایا۔ وہ دعا یہ تھی۔

اَللّٰهُمَّ احْرِسْنِيْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنِيْ بِكَنَفِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَاغْفِرْ لِيْ بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ لَا اَهْلِكُ وَاَنْتَ رَجَائِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَجَلُّ وَاَكْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَدْفَعُ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ

آپ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اللہ تعالےٰ جسے کوئی نعمت عطا فرمائے، اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور جسے روزی کی تنگی ہو اسے چاہئے کہ استغفار پڑھے۔ اور جو کسی کام کی وجہ سے رنجیدہ و فکرمند ہو اسے چاہئے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

کا ورد کرے۔ (ص: ۱۲۱)

اہلِ نعمت کو شکر لازم ہے — تنگدستو! پڑھو تم استغفار
ہم و غم کا علاج ہے لاحول — ہے یہ ارشادِ سیدِ ابرار، بدرؔ

جوانِ صالح:

حضرت شقیق بلخی صوفیائے متقدمین میں ممتاز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بلخ سے ۱۴۹ھ میں حج کے ارادے سے نکلے، مقام قادسیہ میں رکے۔ اور اہلِ قافلہ کے حالات کا جائزہ لینے لگے۔ دیکھا کہ لوگ کیسی کیسی زینت کی چیزوں سے آراستہ ہیں۔ اتنے میں ان کی نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جس کے جسم پر اعلیٰ قسم کا لباس تھا۔ اوپر سے اونی شال اوڑھے، پیروں میں جوتیاں، سب سے کنارہ کش ایک جانب بیٹھا تھا۔ شیخ شقیق نے خیال کیا کہ یہ کوئی صوفی نوجوان ہے — اور جوش میں بے راحلہ و زادِ سفر نکل پڑا ہے۔ لوگوں پر بار بننا چاہتا ہے۔ میں چلوں اور اسے سمجھاؤں۔ اس سے قبل کہ حضرت شقیق کچھ کہیں، نوجوان نے کہا۔

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ فَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات ۴۹، ۱۲)

بہت گمان سے بچو! بعض گمان گناہ ہے۔

اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت شقیق کو ندامت ہوئی کہ یہ تو کوئی بندۂ صالح ہے۔ اور میں نے اس کے بارے میں کچھ اور سوچا۔ پھر اسے میرے دل کی بات پر اطلاع بھی ہوگئی۔ میں اب پھر اس سے ضرور ملوں گا۔ اور معافی چاہوں گا حضرت شقیق تیزی سے اس جوان صالح کے پیچھے دوڑے۔ وہ نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ حاجیوں کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو کر مقام واقصہ میں پہونچا۔ حضرت شقیق نے دیکھا کہ جوان صالح مشغول نماز ہے۔ اس کے اعضاء تھر تھر کانپ رہے ہیں آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ حضرت شقیق نے سوچا اچھا موقع ہے۔ نزدیک پہنچ کر نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس بار بھی ان کے کچھ کہنے سے قبل

ہی کہا اے شقیق! اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر،

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ (طٰہٰ ۲۰، ۸۲)

اور بیشک میں ضرور بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی۔ اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت یاب ہوا۔

اور وہاں سے روانہ ہوگیا ـــــ حضرت شقیق نے سوچا، یہ جوان طبقۂ ابدال میں سے ہوگا۔ میرے دل کی بات اس نے دو بار بیان کر دی۔ حضرت شقیق نے اسے تیسری بار منیٰ میں دیکھا۔ پانی کی چھاگل لئے کنویں کے پاس کھڑا تھا چھاگل ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑی۔ اس نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی۔ اور مناجات کی۔ ایک شعر پڑھا اور کہا۔

بارالٰہا! تو جانتا ہے کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تو یہ مجھے حاصل کرادے،

حضرت شقیق فرماتے ہیں واللہ العظیم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ مرد حق نے اپنی چھاگل پانی سے بھر کر نکالی۔ اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا ـــــ نماز سے فراغت پا کر ایک ریتیلے ٹیلے پر چڑھا۔ اور بالو اٹھا کر چھاگل میں ڈالتا جاتا اور جنبش دے دے کر پیتا جاتا تھا۔ شیخ شقیق نے قریب پہونچ کر سلام کیا۔ جواب پایا۔

حضرت شقیق: حضور! مجھے اپنے پیالہ کا جھوٹا عطا فرمائیے۔ اور خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کا کچھ بچا ہوا حصہ مجھے بھی دیجئے۔

مرد صالح: اے شقیق! اللہ تبارک و تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمہ وقت ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو۔

یہ فرما کر پیالہ حضرت شقیق بلخی کے حوالہ کر دیا۔ حضرت شقیق بیان کرتے ہیں اس میں شکر آمیز نہایت خوشبودار ستو تھا۔ بخدا اس سے لذیذ کوئی شئی میں نے اپنی زندگی میں نہیں پی ہوگی ـــــ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری بھوک پیاس مٹ گئی۔ اور کئی روز تک اس طرح رہا کہ کھانے پینے کی کوئی خواہش نہ ہوتی۔ پھر اس جوان صالح سے

وہاں ملاقات نہیں ہوئی۔ جب ہم لوگ مکہ معظمہ میں پہونچے۔ آدھی رات کو ذخیرۂ آب کے پاس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ عجز و نیاز، آہ و گریہ میں ڈوبی ہوئی نماز، غور سے دیکھا تو وہی میرا صاحبِ واقعہ تھا ——— اس نے تمام شب اسی طرح گزار دی۔ صبح کے وقت مصلے ہی پر بیٹھا تسبیح خوانی کرتا رہا۔ پھر نماز فجر پڑھی خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ اور مسجد حرام سے نکلا وہاں اس کے غلام و خدام نظر آئے۔ حضرت شقیق نے دورانِ سفر جس حال میں دیکھا تھا یہاں اس سے مختلف پایا لوگ اس کے گرداگرد جمع ہوگئے۔ سلام و آداب کرنے لگے۔

حضرت شقیق بلخی کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی انہوں نے ان کے قریب ایک آدمی سے پوچھا یہ صالح جوان کون ہے؟ ——— جواب ملا، یہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں۔

حضرت شقیق بلخی نے زبان اعتراف سے کہا۔ یقیناً ایسی عظیم کرامات و خوارق ایسے فرزند رسول ہی کے ہوسکتے ہیں۔ (ص ۱۲۲، ۱۲۳)

رسول پاک کے گلشن کا ایک اک بوٹا،
زمانے بھر کے گلستانوں سے نرالا ہے،
یہیں یہ دین و شریعت نے پرورش پائی
انہی کے دم سے طریقت کا بول بالا ہے
نبی کے لالوں کا سوزِ نفس ہے یہ جس سے
حرم میں نور ہے اقصیٰ میں بھی اجالا ہے

بدر

نگاہِ کشف:

مسجد حرام میں ایک کمبل پوش فقیر کو حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ لوگوں سے کچھ سوال کر رہا تھا۔ انہوں نے دل میں سوچا۔ یہ شخص ضرور لوگوں پر بار ہوگا ——— اِدھر ان کے ذہن میں یہ بات ابھری، اُدھر اس نے

ان کی جانب دیکھا، اور کہا ——— یہ جان لو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اللہ سے ڈرو۔ اس کی یہ بات سنکر شیخ ابوسعید نے دل ہی دل میں اس بدگمانی سے توبہ کی۔ اس نے دوبارہ حضرت ابوسعید خراز کی طرف توجہ دی، اور کہا۔

اے ابوسعید! وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ (ص: ۱۲۳)

تو نے جیب سے لیا اور میں نے غیب سے:

ایک بزرگ قافلہ کے ساتھ بیابان میں سفر کر رہے تھے۔ سب لوگ سواری پر تھے۔ انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو آگے آگے پیدل چل رہی تھی۔ بزرگ نے یہ سوچا یہ آگے آگے اس خوف سے چل رہی ہے کہ پیچھے پیچھے پیدل چلنے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ قافلہ آگے نکل جائے اور یہ پیچھے رہ جائے۔ کچھ سوچ کر بزرگ نے اپنی جیب سے چند درہم نکالے اور خاتون کو دئے۔ اور کہا، آگے چل کر قافلہ پڑاؤ کرے تو میرے پاس آنا۔ میں لوگوں سے پیسے جمع کر کے تیرے لئے سواری کا انتظام کرا دوں گا۔

عورت نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس کی مٹھیاں درہموں سے بھر گئیں۔ اس نے وہ مٹھی بھر درہم بزرگ مرد کی طرف بڑھا دیئے۔ اور کہا۔

تو نے جیب سے لیا ——— اور میں نے غیب سے لیا ——— (ص: ۱۲۳)

مقصود ترا جلوہ ہے:

ایک عارفہ خاتون کو لوگوں نے دیکھا، خانہ کعبہ کا غلاف تھامے کہہ رہی تھی۔

اے دلوں کے محبوب! میرا تیرے سوا کون ہے؟ ——— تو ہی اپنے زائر پر رحم فرما اب صبر کا یارا نہیں۔ تیرے شوق کی فراوانی ہے۔ دل کو تیرے سوا کسی کی محبت گوارا

نہیں، تو ہی میرا سوال ہے۔ تو ہی میری آرزو، اور تو ہی میری مراد ہے۔ کاش مجھے اس بات کا علم ہو کہ تیری ملاقات کب نصیب ہوگی۔ میرا مقصود جنت کی نعمتیں نہیں، مگر ہاں! جنت چاہتی ہوں تو صرف اس لئے کہ وہاں تیرا دیدار نصیب ہوگا (ص، ۱۲۳)

تو ہی محبوب ہے مسجود ہے تو،
میرا مطلوب ہے مقصود ہے تو
قلب ویراں کو بسا دیجئے
ہر گھڑی، ہر کہیں موجود ہے تو
خلد میں جلوہ عطا کر مجھ کو،
میں ترا عبد ہوں معبود ہے تو بدر

صبر و توکل:

توکل علی اللہ کے راہرو، شیخ ابو عبدالرحمٰن بن حنیف رضی اللہ عنہ حج کے لئے روانہ ہوتے راہ میں بغداد ملا۔ اس سے گزرے مگر حضرت جنید بغدادی سے بھی ملاقات نہیں کی۔ ریاضت و مجاہدہ کا یہ حال کہ چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ہر وقت باوضو رہتے۔ بغداد سے آگے بڑھ کر دورانِ سفر بیابان سے گزر رہے تھے پیاس کا غلبہ تھا۔ ایک کنواں نظر آیا جہاں انہوں نے دیکھا کہ اس کا پانی لبالب ہے اور ہرن پانی پی رہا ہے۔ مگر جب یہ کنویں کے قریب پہونچے اور ہرن سیراب ہو کر روانہ ہو گیا تو کنویں کا پانی اندر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا۔ مالک و مولا! تیرے نزدیک میری قدر کیا۔ اس ہرن کے برابر بھی نہیں۔

اتنے میں آواز آئی، میں نے تیری آزمائش کی مگر تو نے صبر کا دامن چھوڑ دیا، جا پانی پی ——— ہرن رسی ڈول کے بغیر تھا، اور تو رسی ڈول کے ساتھ ہے تجھ میں اور اس میں بڑا فرق ہے۔

یہ آوازِ غیبی سنکر شیخ ابو عبدالرحمٰن دوبارہ کنویں پر گئے تو پانی اس کی منڈیر تک لبریز تھا۔ انہوں نے چھاگل کو پانی سے بھرا اور اسی پانی سے مدینہ منورہ تک پورے سفر میں پیتے اور وضو کرتے رہے۔ مگر وہ ختم نہیں ہوا۔ حج و زیارت کے بعد واپسی کے وقت جامع مسجد بغداد میں داخل ہوئے۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن کو سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی نے دیکھتے ہی فرمایا۔

اگر تم ذرا صبر سے کام لیتے تو پانی تمہارے پیروں تلے سے جاری ہوتا (ص: ۱۲۴/۱۲۳)

ہر صبح کو غول پرندوں کا دانہ چگنے کو جاتا ہے
جو جس کے نام کی روزی ہے ہر طائر اتنا پاتا ہے
اللہ نگہباں ہوتا ہے اپنے متوکل بندوں کا
گہرے کنویں کا پانی خود پیاسوں تک چل کر آتا ہے — بدر

آبِ نیل سے زیادہ شیریں :

ایک بندۂ خدا جنگل بیابان میں سفر کر رہے تھے، انہوں نے ضعیف العمر بے سروسامان، سر و پا برہنہ، خستہ حال مسافر کو بھی جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم پر صرف دو کپڑے تھے۔ ایک کو تہبند بنا کر پہن رکھا تھا۔ دوسرے کو چادر کی طرح اوڑھ لیا تھا۔ نہ اس کے پاس کوئی توشہ تھا۔ نہ پانی کا کوئی برتن، بندۂ خدا نے سوچا کیا خوب ہوتا کہ یہ شخص اپنے ہمراہ کچھ لوٹا وغیرہ لے کر نکلتا تاکہ بآسانی وضو وغیرہ کر سکتا۔ پھر کچھ سوچ کر خود ہی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ موسم بہت گرم تھا۔ کچھ دور چل کر اس نے ضعیف العمر شخص سے کہا۔ گرمی شدید ہے اور تیز دھوپ میں تم ننگے سر ہو۔ کپڑا جو کاندھے پر ہے اسے اپنے سر پر رکھ لو، تو کیا حرج ہے؟ —— اس نے سُنی اَن سنی کر دی۔ اور چلتا رہا، کچھ راستہ اور طے ہوا۔ تپش کی وجہ سے زمین گرم ہو گئی۔ اس نے پھر کہا۔ پاؤں گرمی سے جل رہے ہیں یہ میرے جوتے ہیں، کچھ دیر تم پہن کر چلو، کچھ دیر میں، پاؤں کو تھوڑا آرام مل جائے گا۔ ضعیف العمر نے اسے

گھور کر دیکھا۔

ضعیف العمر: تم فضول باتیں بہت کرتے ہو، کیا تم نے یہ حدیث نہیں سُنی۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ۔ انسان کی خوبیٔ اسلام میں سے فضول بات کو چھوڑنا بھی ہے۔

بندۂ خدا: میں نے یہ حدیث پاک سنی ہے۔

پھر دونوں خاموش ہو گئے اور سفر جاری رہا —— وہ دونوں سمندر کے کنارے آگئے اور چلتے رہے۔

ضعیف العمر: کیا تمہیں پیاس لگی ہے۔

بندۂ خدا: ہاں! پیاس تو لگی ہے مگر اس جگہ تم میری پیاس کے لئے کیا کر سکتے ہو

مردِ ضعیف نے اس کے ہاتھ سے پانی کا برتن لیا اور سمندر کے کھارے پانی میں گھس کر اسے بھر لایا۔ اور کہا پیو۔ اس نے جب پانی پیا تو وہ دریائے نیل سے زیادہ صاف اور شیریں تھا۔ وہ بندۂ خدا کہتے ہیں کہ میں نے ان بزرگ کی مصاحبت چاہی مگر ناکام رہا۔ اور وہ پانی میں نے ایک بیمار دوست پر چھڑکا تو وہ شفایاب ہو گیا۔ مگر میں پھر انہیں نہیں پا سکا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین (ص: ۱۲۴، ۱۲۵)

دولتِ یقین:

شیخ فتح موصلی علیہ الرحمہ کو بیابان، ویرانے میں ایک نابالغ لڑکا ملا جو پیدل چل رہا تھا۔ اور اس کے لب جنبش کر رہے تھے۔

شیخ فتح: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

لڑکا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شیخ فتح: صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے؟۔

لڑکا: بیت اللہ شریف کا،

شیخ فتح: زیر لب کیا پڑھ رہے ہو؟۔

لڑکا: قرآن مجید،
شیخ فتح، ابھی تو تم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہو؟۔
لڑکا: مجھے پتہ ہے کہ موت مجھ سے چھوٹوں تک کو نہیں چھوڑتی۔
شیخ فتح: صاحبزادے اس کم عمری میں تم نے اتنے عظیم سفر کا ارادہ کیا ہے تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ لمبا،
لڑکا، شیخ محترم! میری ذمہ داری قدم اٹھانے تک کی ہے۔ منزل تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے کرم پر ہے۔
شیخ فتح: زاد سفر اور سواری بھی تو تمہارے پاس نہیں؟۔
لڑکا: یقین میرا زاد سفر ہے، اور میرے پاؤں میری سواری،
شیخ فتح، میاں صاحبزادے! کچھ کھانا پانی تو ساتھ لے لیتے؟
لڑکا، عم محترم! کوئی عزیز اگر آپ کو اپنے گھر دعوت دے تو کیا آپ کو مناسب ہے کہ اپنی روٹی پانی ہمراہ لے کر جائیں۔
شیخ فتح: ہرگز نہیں؛
لڑکا: میرے مالک ومولا نے بندوں کو اپنے گھر بلایا، اپنے بیت اللہ کی زیارت کا موقع عنایت کیا، بندوں کے ضعف یقین نے انہیں زاد سفر لینے پر تیار کیا۔ مگر میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ ادب پیش نظر رکھتا ہوں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے ضائع کردے گا۔
شیخ فتح: ہرگز نہیں۔

یہ باتیں کرنے کے بعد لڑکا وہاں سے غائب ہوگیا۔ اس کے بعد وہ شیخ فتح موصلی کو مکہ معظمہ میں ملا۔ اور انہیں دیکھ کر بولا۔ شیخ محترم! آپ ہنوز ضعف یقین پر ہیں۔

(ص: ۱۲۵)

لگا عزم ویقیں کی بلد مہمیز — منور اپنا بخت شوم کردے
یقیں سے پانی میں لگ جاتی ہے آگ — یقیں فولاد کو بھی موم کردے

یقیں جس دل میں ہوتا ہے آباد — وہ دل رہتا ہے غیر حق سے ناشاد
یقیں خود خضرِ راہِ بندگی ہے
یقیں ایمان ہے اور زندگی ہے — بدرؔ

رب کھلاتا ہے:

رہروانِ راہ سلوک میں سے ایک صاحب عرب کے ویرانے میں یکہ و تنہا، بے آب و دانہ مصروف ریاضت رہے۔ اسی دوران ان کے دل میں گرم سبزی اور روٹی کھانے کی خواہش ہوئی۔ مگر پھر سوچنے لگے جس سبزی (باقلا) کی مجھے خواہش ہے۔ وہ تو عراق میں پیدا ہوتی ہے اور عراق یہاں سے لمبی مسافت پر ہے۔ اسی خیال میں تھے کہ کسی اعرابی نے آواز لگائی "گرم باقلا اور روٹی"، آگے بڑھ کر پوچھا۔ تمہارے پاس گرم باقلا اور روٹی ہے؟۔ اس نے کہا ہاں! اور اپنے جسم کی ایک چادر اتار کر بچھادی اس پر وہی سبزی اور روٹی گرم گرم رکھ دی۔ اور تقاضا کر کر کے پیٹ بھر کھلایا۔۔ چوتھی بار اس نے مزید کھانے کا تقاضا کیا۔ تو انہوں نے پوچھا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو میرے لئے اس بیابان میں بھیجا۔ بتائیے آپ کون ہیں؟۔۔۔۔ اعرابی نے کہا میں خضر ہوں اور غائب ہوگئے ۔۔۔۔ سلام اللہ و رضوانہ علیہ۔ (ص: ۱۲۶)

تلقینِ میّت:

مکہ معظمہ میں ایک جنازہ کی تدفین کے بعد ایک شخص تلقین کرنے لگا اس وقت شیخ نجم الدین اصفہانی مسکرانے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ تلقین کرنے والا بیٹھا صاحب قبر نے کہا۔ اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ مَیِّتٍ یُلَقِّنُ حَیًّا۔ کیا تم لوگوں کو تعجب نہیں کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے ۔۔۔۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَنَفَعَنَا بِہٖ۔ آمین ۔۔۔۔ (ص: ۱۲۷)

طے ارض:

مرکزِ عارفاں، مورد کاملاں، مدینہ منورہ میں خاص مرقد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرِ شام ایک سالک نے کسی عجمی زائر کو دیکھا جو سرکار سے رخصت ہو رہا تھا۔ بزرگ نے اس شخص میں روحانی کمال کے آثار دیکھ کر اس کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ مسجد ذوالحلیفہ میں جا کر درود شریف پڑھا، اور تلبیہ کہا۔ بزرگ نے بھی ویسا ہی کیا۔ اور ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا۔

عجمی بزرگ: آخر تم کیا چاہتے ہو؟۔

: میں آپ کی معیت کا خواہش مند ہوں۔

عجمی بزرگ، جی نہیں!

: اگر مجھے اپنی صحبت سے محروم نہ کریں تو بڑا کرم ہو گا۔

عجمی بزرگ: اچھا ٹھیک ہے۔ اگر سچ مچ ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

چند ثانیہ دونوں آدمیوں کا سفر جاری رہا۔ سالک کو ان راستوں کی شناخت نہ ہو سکی۔ رات کچھ گزری تو چراغوں کی روشنی نظر آئی۔ عجمی بزرگ نے کہا یہ مسجد عائشہ ہے تم آگے بڑھو گے یا میں چلوں۔

سالک نے کہا آپ جو پسند فرمائیں۔ عجمی بزرگ پہلے، اور سالک ان کے بعد مسجد میں پہونچے۔ سالک وہاں سو رہے، صبح ہوئی تو سالک مکہ معظمہ میں طواف و سعی کر کے اس زمانے کے عظیم بزرگ شیخ ابو بکر کتانی علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوئے شیخ اس وقت دیگر مشائخ کی جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ انہیں دیکھا تو سلام و کلام کے بعد پوچھا۔ مدینہ منورہ سے کب آئے۔

سالک: رات آیا ہوں۔

شیخ کتانی: وہاں سے کب چلے تھے۔

سالک، شب گزشتہ (اس کے بعد سالک نے سارا واقعہ ذکر کیا تو سب لوگ تعجب سے دیکھتے رہ گئے)

شیخ کتانی: شاید تم نہیں جانتے کہ تم نے رات کس کے ہمراہ یہ سفر کیا۔ یہ حضرت ابوجعفر دامغانی تھے۔ اس کے بعد شیخ کتانی نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ جاؤ اور شیخ دامغانی کو تلاش کرو اور سالک کی طرف متوجہ ہوئے۔

میرے عزیز! تمہارے احوال تو ایسے نہیں ہیں کہ تم ایک شب میں مدینہ منورہ سے مکہ پہونچ جاؤ۔ بتاؤ حضرت دامغانی کے ہمراہ چلتے ہوئے زمین تمہارے قدموں تلے کیسی محسوس ہو رہی تھی۔

سالک: بالکل اس طرح جیسے موج رواں کشتی تلے محسوس ہوتی ہے۔

(ص: ۱۲۷، ۱۲۸)

گریۂ شکر:

ہمارے جان و دل قربان ہوں مکہ معظمہ، سوق اللیل کے اس مکان کی دہلیز پر جہاں کونین کے سرتاج، رحمتِ دوعالم، سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اس دہلیز پر یہ حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے آنسو بہا رہے ہیں راستہ تنگ ہے، لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ انہیں اسی حال میں دور سے حضرت سفیان بن ابراہیم نے دیکھا، حضرت ابراہیم بن ادہم کی نظر سفیان پر پڑی تو دیوار سے چپک رہے۔ سفیان قریب پہونچ گئے۔ اس مقام مبارک پر درود پڑھا اور حضرت ابراہیم سے رونے کی وجہ دریافت کی اور پوچھا یہاں رونا کیسا ہے؟

حضرت ابراہیم: اچھا ہے۔

تفتیش حال کے لئے حضرت سفیان نے دو تین بار چکر لگا لگا کر انہیں دیکھا۔ ہر بار روتے ہی پایا۔ وجہ گریہ جاننے کے لئے حضرت سفیان نے جب کئی بار تقاضا کیا

تو جواب ملا۔

حضرت ابراہیم: تیس سال کا عرصہ ہوا مجھے سِکبا (ایک قسم کی دلیا، جو کوٹا ہوا گیہوں سرکہ، مصری یا شکر، گوشت اور کشمش ڈال کر بنتی ہے) کھانے کی خواہش ہوئی تھی رات کیا ہوا کہ خواب میں ایک خوبصورت جوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا پیالہ تھا، جس سے بھاپ نکل رہی تھی، اور سکبا کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس نے لاکر مجھے دیا اور کہا۔ ابراہیم لو اسے کھاؤ، میں نے کہا۔ جو چیز خدا کے لئے ترک کر دی ہو کیسے کھاؤں؟۔ اس نے کہا کیا خود خدا ہی اگر کھلائے پھر بھی نہیں کھاؤ گے۔ بخدا اسکی اس بات کا میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ سوائے اس کے میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ اس نے پھر تقاضا کیا لو کھاؤ، اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا ہمیں یہ حکم ہے کہ بغیر علم کے کوئی چیز اپنے برتن میں نہ ڈالیں۔ اس جوان نے پھر کہا۔ اللہ تعالےٰ تم سے درگزر فرمائے کھالو، یہ طعام مجھے جنت کے داروغہ نے لاکر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اے خضر! یہ لے جاکر ابراہیم کو کھلاؤ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی جان پر رحم فرمایا ہے اس نے عظیم صبر کیا اور خود کو خواہشات سے روکا۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کھلا رہا ہے اور تم منع کر رہے ہو؟۔ اے ابراہیم! میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ جس شخص کو بے مانگے دیا جائے اور وہ نہ لے اس کا انجام یہ ہو گا کہ ایک وقت طلب کرے گا اور نہ پائے گا۔ میں نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہارے روبرو موجود ہوں۔ خدا کا یہ عہد اب تک نہیں توڑا ہے۔

ابھی اتنی بات ہوئی تھی کہ ایک دوسرا نوجوان وہاں آیا۔ اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دیا۔ اور کہا لقمے بنا کر ابراہیم کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کھلا دو۔ اس کے بعد میں حضرت خضر کے ہاتھ سے کھاتا رہا۔ جب میں سو کر بیدار ہوا تو کھانے کا ذائقہ میری زبان پر، اور رنگ زعفران ہونٹوں پر موجود تھا۔ میں نے چاہ زمزم پر جاکر منہ دھویا، کلی کی مگر نہ زبان سے لذت دور ہوئی نہ لبوں سے رنگ زعفران،

حضرت سفیان نے ان کے ہونٹوں پر غور کیا تو اس وقت بھی رنگ زعفران موجود تھا۔ حضرت سفیان نے یہ دیکھ کر وہیں کھڑے حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اپنے حق میں دعا کی ـــــــ اور دیر تک مناجات کرتے رہے۔ (ص: ۱۲۸، ۱۲۹)

پاسِ عہد:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے جب راہ مولا میں قدم رکھا اور اپنا گھر بار چھوڑ کر دشت نوردی اختیار کی۔ اس وقت ان کی اہلیہ کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ ایک بار، شیخ دوران حج طواف میں مشغول تھے۔ ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان کو دیکھ دیکھ کر رو دیتے تھے۔ اس کے چہرے کی خوبصورتی، اور حسنِ مردانہ پر دیکھنے والے عش عش کرتے تھے۔ شیخ کی حالت گریہ دیکھ کر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ایک شخص بولا۔ شیخ کو غفلت نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس نوجوان کو دیکھ کر رو دینے کا سبب کیا ہے؟ ـــــــ فرمایا۔

جانِ برادر! میں نے اپنے مالک ومولا سے ایک عہد کیا ہے جسے توڑنے کا مجھے یارا نہیں، ورنہ اس جوان کو قریب بلاتا، اور اسے اپنے سینے سے چمٹاتا۔ یہ میرا نورِ نظر اور لختِ جگر ہے۔ میں نے اسے کمسن چھوڑا تھا۔ مجھے رب تعالٰی سے شرم آتی ہے کہ جس کو اسکے لئے خیرباد کہا۔ اسے پھر کس طرح قریب کر دوں۔ ـــــــ برادر تو میرے فرزند کے پاس جا۔ اور میری طرف سے اس کو غائبانہ سلام پہونچا۔ ممکن ہے اس طرح میرے بے چین دل کو کچھ تسلی نصیب ہو۔

فرستادہ جب جوان کے پاس پہونچا، اور کہا اللہ تعالٰی تمہارے والد گرامی کو برکتوں سے نوازے۔ لڑکے نے باپ کا ذکر سنا تو کہنے لگا۔

عم محترم! کہاں ہیں میرے والد گرامی؟ وہ تو مجھے بچپن میں چھوڑ کر رب تعالٰی کی طلب میں چلے گئے۔ کاش! میں ایک بار ان کا دیدار کر لیتا پھر چاہے میرا دم نکل

جاتا۔ مجھے منظور ہے۔ یہ کہہ کر وہ شدتِ کرب سے رونے لگا۔ اور اس کا دم گھٹنے لگا۔ بخدا میں انہیں صرف ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔

وہ شخص نوجوان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابراہیم کے پاس آیا۔ حضرت ابراہیم سجدے میں سر رکھے گریہ و زاری کر رہے تھے۔ اور ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ رہی تھیں۔ اس نے کہا ابراہیم اپنے لڑکے کے حق میں دعا کرو۔ انہوں نے کہا۔ مولائے کریم اسے معاصی سے بچائے اور اپنی مرضی کے کاموں میں لگائے۔

(ص: ۱۲۹، ۱۳۰)

مردانِ غیب:

راہِ مولا کے ایک سالک کا واقعہ ہے کہ اس نے تنہا بے سروسامان سفرِ حج اختیار کیا۔ اور رب تعالےٰ سے عہد کیا کہ کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا ـــــــ کئی روز بھوکا پیاسا رہا۔ مگر کمزوری اور نقاہت اتنی بڑھی کہ چلنے کا یارا نہ رہا۔ اس نے سوچا اس طرح تو حج نہ کر سکوں گا۔ ایسی مجبوری میں تو جان بچانا فرض ہے۔ چلو کسی سے کچھ لے کر زندگی بچاؤں۔ دوسرے لمحے دل سے آواز آئی خواہ کچھ بھی ہو میں نے رب تعالےٰ سے جو عہد کیا ہے اسے نہیں توڑوں گا، جان جاتی ہے تو جائے عہد و پیمان نہ جائے ـــــــ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ اور یہ نقاہت سے چور اس کے ساتھ نہ جا سکا۔ لمحہ لمحہ موت کے انتظار کا لمحہ تھا، قبلہ کی جانب رخ کر کے مالک حقیقی کی طرف متوجہ تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک اسپ سوار اس کے قریب آیا۔ اس کے پاس پانی سے بھری چھاگل تھی جس سے اس کو پلا کر سیراب کیا۔ اور کہا کیا قافلہ میں پہونچنا چاہتے ہو ـــــــ سالک نے تاسف سے کہا۔ قافلہ اب کہاں ملے گا؟ نووارد نے کہا چلو میرے ہمراہ، اور چند قدم چلنے کے بعد کہا۔ یہاں رک کر انتظار کرو۔ قافلہ تھوڑی دیر بعد آئے گا ـــــــ۔ تھوڑی دیر بعد قافلہ پیچھے سے آتا نظر آیا ـــ

(ص: ۱۳۱، ۱۳۲)

مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسول اللہ:

ایک جوان کو لوگوں نے طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا وہ درود شریف پڑھ رہا تھا۔ وجہ پوچھی گئی تو اس نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں ان کا مزاج ناساز ہو گیا۔ حالت خراب ہوئی اور وہ انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ــــــ ان کا چہرہ سیاہ، اور آنکھیں زرد ہو گئیں، شکم پھول گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ دیارِ غیر اور مسافرت کی حالت میں، اس حادثہ سے میں نہایت پریشان ہوا۔ رات کو مجھے چند لمحہ کے لئے نیند آئی تو میں نے خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضور سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ عطر کی خوشبو کا جاں نواز جھونکا سرکار کے جسم مبارک سے پھوٹ رہا تھا۔ میرے باپ کی لاش کے پاس تشریف لا کر سرکار نے ان کے چہرے پر دستِ انور پھیرا۔ فوراً ہی ان کا سیاہ چہرہ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن ہو گیا ــــــ شکم پر دستِ مبارک پھیرا، وہ برابر ہو گیا۔ حضور جب واپسی کے لئے پلٹے تو میں نے اٹھ کر ردائے مبارک کا گوشہ تھام لیا اور عرض گزار ہوا۔

اے سیّد و سرور! اس ذاتِ والا کا واسطہ جس نے ہماری حالت غربت میں آپ کو بھیجا ــــــ آپ کون ہیں؟۔

فرمایا۔

تم نے نہیں پہچانا، میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ تیرا باپ نافرمان عاصی تھا مگر مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا تھا۔ جب یہ مصیبت میں گرفتار ہوا تو مجھ سے استمداد کی اور میں فریاد کو پہونچا۔ میں ہر اس شخص کا فریاد رس ہوں، جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔

حضور کی شانِ شفاعت میں، میں نے کہا۔

عليك صلوٰة الله يا ملجأ الورىٰ ... اذا أقبلت يوم الحساب جهنّمُ
ويا من هو شفيعاً يستغاث بجاهه ... له شرفُ العلياء وحبُّ مكرمُ

(ص: ۱۳۲).

صبر کا پھل:

طواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر پڑی وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبرو تھی۔ شیخ نے اپنے آپ سے کہا۔ بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا۔ شاید یہ اس کی خوشحالی اور فکر وغم کی آزادی کی وجہ سے ہو۔

عورت نے شیخ کی بات سن لی، اس نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ —— واللہ میں غموں میں گرفتار، اور فکروں سے زخمی ہوں۔ اور کوئی میرے ساتھ میرا غم بانٹنے والا بھی نہیں —— شیخ نے کہا۔ تجھے کیا غم ہے؟۔ عورت بولی، میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا۔ میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے ایک شیر خوار گود میں تھا، میں کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دوسرے سے کہا۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا۔ چھوٹے نے کہا ہاں بتاؤ، بڑے نے چھری ہاتھ میں لی بھائی کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا۔ بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا۔ مگر اسے نہ پاسکا —— کیونکہ اس بیٹے کو بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ میرا شوہر بھی پہاڑ سے زندہ واپس نہ آسکا۔ پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی۔ ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں اسے دیکھنے گئی۔ اور شیر خوار بچہ کو چولہے کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور جل کر ہلاک ہو گیا —— میری ان تمام بچوں سے بڑی ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی۔ ان

واقعات کی خبر اس کو پہونچی تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور زمین پر تڑپ تڑپ کر مر گئی ــــــــ اب صرف تنہا میں رہ گئی ہوں جو ان تمام غموں کا بوجھ لئے چل رہی ہوں۔

شیخ ابوالحسن نے سنا تو متعجب ہوئے اور پوچھا آخر تم ان پر صبر کیسے کرتی ہو عورت نے جواب دیا ــــــــ جو بھی صبر اور بے صبری کو الگ الگ کر دے اسے دونوں کے درمیان نمایاں راہ مل جائے گی۔ خوشحالی ظاہر کر کے اگر صبر کر لیا تو اس کا انجام بہتر اور اس کا پھل میٹھا ہے۔ اور اگر بے صبری میں مبتلا رہا تو اس کا کوئی اجر و عوض نہ پائے گا ــــــــ عورت نے شیخ سے یہ بات کہی اور ان کے پاس سے چلی گئی۔ (ص: ۱۳۲)

خواجہ خضر علیہ السّلام:

ایک بار حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمہ دوران سفر شدت پیاس سے مغلوب بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا ایک حسین و جمیل مرد ان کے چہرے پر پانی چھڑک رہا ہے۔ وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے انہیں پانی پلایا اور انہیں اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت ابراہیم نے تھوڑی دیر کے بعد خود کو مدینہ طیبہ میں پایا۔ اسپ سوار نے کہا اب تم جاؤ۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کہنا کہ آپ کے بھائی خضر نے سلام عرض کیا ہے۔ (ص: ۱۳۳، ۱۳۴)

سرکار کی میزبانی:

شیخ ابوالخیر اقطع کا بیان ہے، وہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، وہاں انہوں نے پانچ روز قیام فرمایا۔ اس مدت قیام میں کچھ کھانے کو نہ ملا، بھوک سے بے تاب تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے۔ سرکار اور شیخین کریمین پر سلام پیش کیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ کچھ دیر بعد منبر رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا سوئے۔ خواب میں نصیبہ جاگا اور زیارت رسول سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور کے بائیں، اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخ ابوالخیر کو اٹھایا اور کہا۔ دیکھ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس تشریف لائے ہیں۔ شیخ ابوالخیر نے اٹھ کر حضور کی چشمان مبارک کے بیچ میں بوسہ دیا۔ اس وقت قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابوالخیر کو ایک روٹی عنایت فرمائی۔ انہوں نے خواب ہی میں آدھی روٹی کھالی۔ اور جب بیدار ہوئے تو آدھی روٹی ان کے ہاتھ میں موجود تھی ——— (ص: ۱۳۴)

تصوّف کیا ہے؟:

شیخ ابوجعفر صفار کئی دنوں تک جنگلوں میں سرگرداں رہے۔ اور بھوک پیاس کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا نحیف و نزار منہ کھولے آسمان کو تک رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو؟۔ جواب دیا تم سے کیا سروکار؟ ——— مالک و مولا اور اس کے بندے کے درمیان تم دخل دینے والے کون؟۔ پھر ہاتھ سے راستے کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ ابوجعفر اس راستہ پر چل پڑے۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ دو روٹیاں، گرم گرم گوشت، اور ایک گلاس پانی ایک جگہ رکھا تھا۔ انہوں نے آسودہ ہو کر کھایا۔ اور پانی پی کر سیراب ہو گئے پھر لوٹ کر اسی شخص کے پاس آ گئے۔

شیخ صفار: تصوف کیا ہے؟

شخص مذکور: تبسم کرتے ہوئے ایک شئے نمایاں ہونے والی تھی ہوئی جس نے ختم کر کے سب کچھ لوٹ لیا۔

شیخ ابومحمد عبداللہ بن سعد یمنی یافعی فرماتے ہیں۔ یعنی تصوف وہ کشف ہے جو

اسرار پر وارد ہو کر بندے کو اُچک لیتا ہے۔ اور اس کے مال و دولت کو لوٹ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ اپنے لئے کچھ نہیں رکھتا۔

اسی ختم کی جانب شیخ ابو الغیث یمنی اشارہ فرماتے ہیں۔ اہل حضوری چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو خطاب ہوا تو وہ سراپا کان بن گئے۔ دوسرے وہ جنہیں مشاہدہ کرایا گیا تو وہ سراپا آنکھ بن گئے۔ تیسرے وہ جنہیں تجلی کے انوار نے ختم کر دیا۔ چوتھے وہ جو شفاعت کی زبان حال ہیں۔ اور یہ سب سے باکمال ہیں (ص، ۱۳۴، ۱۳۵)

پیادہ حجاج کا رتبہ:

شیخ علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ ایک سال سواری پر سفرِ حج کے لئے روانہ ہوئے حجاج کے قافلے پیدل رواں دواں تھے۔ شیخ نے پیدل چلنے والوں کو دیکھا، تو اپنی سواری پر ایک شخص کو سوار کر دیا۔ اور خود پیادوں کے ہمراہ چلنے لگے۔ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں کے ساتھ راستہ سے الگ ہو کر چلنے لگا۔ ناگاہ مجھ پر اور میرے تمام ساتھیوں پر نیند کا غلبہ ہوا، سو گئے۔ میں نے خواب میں چند حسین و جمیل لڑکیوں کو دیکھا جو ہاتھوں میں سونے کے طشت اور چاندی کے لوٹے سنبھالے ہوئے تھیں۔ انہوں نے تمام پیدل سفر کرنے والوں کے پاؤں دھلائے صرف مجھے چھوڑ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ کیا یہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے دوسری نے جواب دیا۔ یہ تو سواری والا ہے۔ پہلی نے پھر کہا۔ سواری ساتھ ہونے کے باوجود ان کے ساتھ اس نے پیادہ پا چلنے کو ترجیح دی۔ اس لئے یہ بھی انہی میں سے ہے تو لڑکیوں نے میرے پاؤں بھی دھلائے جس کی وجہ سے ساری تکان بالکل ختم ہو گئی۔ (ص: ۱۳۵)

حج کا ایصالِ ثواب:

حضرت شیخ علی بن موفق رضی اللہ عنہ نے پچاس سے زیادہ حج کئے۔ اور ان

سب کا ثواب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اپنے والدین کی ارواح کو بخش دیا۔ ایک حج باقی رہ گیا۔ ایک بار آپ عرفات کے میدان میں تھے۔ اور موقف میں حجاج کرام کی آوازوں کا شور سن رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے بارگاہِ رب الصمد میں دعا کی۔

خداوندا! ان حجاج میں اگر کوئی ایسا ہو جس کا حج نامقبول ہو تو میں نے اپنا یہ حج اسے بخش دیا تاکہ اس کا ثواب اسے مل جائے۔

اسی رات مقام مزدلفہ میں شب گزاری کے دوران خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور یہ ارشاد سنا۔

اے علی بن موفق! میرے ہی اوپر سخاوت کر رہا ہے۔ میں نے تمام اہل موقف، ان جیسے دوگنے چہار گنے لوگوں کی مغفرت کر دی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی شفاعت اس کے گھر والوں، دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں قبول کی۔ اور میں اہلِ تقویٰ اور اہل مغفرت ہوں۔ (ص: ۱۳۵)

اللہ جن کی قسم پوری فرماتا ہے:

بحری جہاز میں بہت سے پیر و جوان سوار تھے۔ اتنے میں جہاز کے مالک کا دولت سے بھرا بٹوہ کھو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کی تلاشی لی جائے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کشتی میں موجود تھے۔ اور ایک حسین و جمیل نورانی پیشانی والا جوان بھی کشتی میں موجود تھا۔ سب کی تلاشی پوری ہو گئی۔ مگر بٹوہ برآمد نہیں ہوا۔ تلاشی لینے والے اب اس نوجوان کی طرف بڑھے۔ اور تمام مسافروں کی بھیڑ اس نوجوان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ مگر اس سے پہلے کہ تلاشی لینے والے نوجوان کے جسم پر ہاتھ لگاتے اس نوجوان نے ایک جست بھری اور دریا کی لہروں پر اس طرح جا بیٹھا جیسے لوگ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ سب کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے پکارا۔

اے میرے مالک و مولا! مجھ پر چوری کا الزام لگایا گیا۔ اے میرے قلب کے حبیب.
میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے جتنے جاندار پانی کے اس حصہ
میں موجود ہیں تو انہیں حکم فرما کہ اپنا منہ جواہر دیا قوت سے بھر کر پانی سے باہر
نکالیں۔

نوجوان کا جملہ ابھی تمام بھی نہ ہوا تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ سمندری جانور جہاز
کے چاروں جانب اپنے دہن میں جواہر لئے ہوئے برآمد ہوئے۔ ان موتیوں کی
چمک دمک سے ہر طرف روشنی ہو گئی۔ اور لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہونے لگیں
چند ثانیہ بعد نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور سطح آب پر خراماں خراماں نازو نخترے سے یہ
کہتا ہوا روانہ ہوا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل
ہو گیا ــــــ اس واقعہ کے راوی حضرت شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں میں نے اسی لیے سیاحت اختیار کی ہے کہ سفر میں اولیاء اللہ
سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک
یاد آتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

> میری امت میں تیس نیک مرد ہمیشہ رہیں گے، جن کے قلوب سیدنا ابراہیم
> خلیل اللہ علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک کا انتقال
> ہو جاتا ہے تو اللہ تعالے اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ (ص: ۱۳۶)

بندگی کیا ہے کچھ نہ ہونا ہے:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو سفر کے دوران جنگل ویرانے میں سخت
تکالیف کا سامنا درپیش ہوا۔ مگر انہوں نے خندہ پیشانی سے ان تکلیفوں پر صبر
کیا۔ جب مکہ معظمہ پہونچے تو ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں نے یہ بڑا کام کیا۔
اس خود بینی کا خیال آتے ہی انہیں دوران طواف ایک بوڑھی خاتون نے آواز
دی۔

ابراہیم! میں بھی تیرے ساتھ اسی جنگل میں تھی۔ مگر میں نے جان بوجھ کر تجھ سے بات نہیں کی تاکہ تیری توجہ نہ ہٹ جائے۔ یہ اپنے دل کا وسوسہ نکال پھینک، (ص ۱۳۶)

شیخ ابوالحسین مزین رحمۃ اللہ علیہ نے جنگل و برانہ میں ریاضت کی نیت سے ننگے پاؤں ننگے سر سفر اختیار کیا۔ دورانِ سفر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ امسال اس طرح صعوبتِ سفر اٹھانے والا میرے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اتنے میں کسی نے پشت سے انہیں پکڑ کر کھینچا اور کہا۔

اے شخص! تو کب تک ان جھوٹی باتوں میں گرفتار رہے گا (ص ۱۳۶)

ایک مردِ حق نے فرمایا۔ ترکِ نفس ہی وصالِ حق ہے۔ اور وصالِ نفس ترکِ حق، نیز کسی نے فرمایا۔ ہجر آتش ہے اور وصل جنت، کسی اور نے فرمایا۔ رب تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو معرفت بخشی۔ جسے معرفت کا جتنا حصہ ملا اسی لحاظ سے بلاؤں پر صبر کی قوت عطا ہوئی۔ (ص ۱۳۶)

چہار خصائل درویشی:

حضرت سمنون رضی اللہ عنہ اکابر صوفیہ میں ہوئے ہیں۔ انہیں کسی نے طواف بیت اللہ کے دوران نہایت خوش اور ناز و ادا سے چلتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا اے شیخ! آپ کو بارگاہ رب العالمین میں کھڑے ہونے کی قسم دیتا ہوں مجھے بتائیں کہ آپ کس طرح اللہ کو پاگئے۔ بارگاہ رب العالمین میں کھڑے ہونے کا ذکر سنکر شیخ سمنون بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا۔

جان پدر! میں نے خود پر پانچ خصلتیں لازم کرلی ہیں۔

- جو کچھ مجھ میں زندہ تھا (خواہش نفسانی) میں نے اسے مار ڈالا، اور جو شے مردہ تھی (حیات دلی) اسے زندہ کرلیا۔
- جو نظروں سے اوجھل تھا (عالم آخرت) میں نے اسے سامنے رکھا۔ اور جو سامنے تھا (عیشِ دنیوی) اسے اوجھل کیا۔

• جو میرے نزدیک فانی تھا (تقویٰ) اسے باقی رکھا۔ اور جو شئے باقی تھی۔۔۔ (خواہشِ نفسانی) اسے فنا کر دیا۔

• جس شئے سے لوگ متوحش تھے میں نے اس سے محبت کی۔ اور جس سے لوگ انس کرتے تھے میں نے اس سے فرار اختیار کیا۔

حضرت سمنون رضی اللہ عنہ نے اتنا فرمایا اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

(ص: ۱۳۷)

کیفِ روحانی:

بجوار کعبۃ اللہ میں فقراء کی ایک جماعت کے ساتھ شیخ ابوالربیع رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے ان درویشوں میں ہر قسم کے اہل اللہ تھے۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے روئے زمین کے بہت سے خطوں کی سیر کی تھی۔ اور ان کے اندر "حال" اور "کیف" پایا جاتا تھا، شیخ ابوالربیع ان کی باتوں کو سنتے تھے تو خود کو نہایت حقیر خیال کرتے تھے۔ ایک روز ایسے ہی بیٹھے بیٹھے خود کلام ہوئے۔

کیا میں نے بھی کچھ اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنے والا کام کیا ہے جس کے آثار آئندہ دیکھ سکوں۔ نہیں، بلکہ میں تو بالکل مفلس اور قلاش ہوں۔

اس کے بعد ان کے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اب سے کوئی ایسا عمل کروں جس کا اثر جلد ظاہر ہو۔ تو اس وقت خیال آیا کہ طواف سے بہتر کون سا عمل ہوگا۔ بس پھر کیا تھا، انہوں نے کثرت سے طواف کرنا شروع کیا۔ جماعتِ فقراء میں سے ایک نے شیخ ابوالربیع سے کہا۔

یوں کب تک پانی بھرنے والی چرخی کے گدھے کی طرح چکر کاٹتے رہو گے۔ کیا اس کام سے تمہیں مقام قلب تک رسائی ہوئی۔

شیخ ابوالربیع نے کہا۔ نہیں بلکہ میں تو قلب کو پہچاننے سے بھی عاجز ہوں اور نہ اس کے پانے کی راہ جانتا ہوں۔ البتہ میں نے اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان ضرور سنا ہے۔ اور اسی پر میرا عمل ہے۔۔۔۔۔۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔۔ اور

بیتِ عتیق کا طواف کیا کرو۔ (ص: ۱۳۸)

متوکلوں کا رزق:

شیخ ابو یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حرم شریف میں دس روز تک بھوکے رہے۔ جسم میں نقاہت کا احساس ہوا۔ دل میں خیال آیا ویرانے کی جانب نکل جاؤں ممکن ہے کچھ مل جائے تو اس سے بھوک دفع کر لوں گا۔ ویرانے میں پہنچے تو ایک شلجم راستہ میں ملا مگر وہ سڑا ہوا تھا۔ اٹھانے کو تو اٹھا لیا مگر اندر سے طبیعت میں تکدر پیدا ہوا کہ دس روز کی بھوک کے بعد تمہارے حصہ میں کیا یہ سڑا شلجم ہی رہ گیا ہے؟ ـــــــ پھینک دیا اور پھر مسجد حرام میں لوٹ آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا۔ اور آکر شیخ کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور ایک تھیلی کھولنے لگا۔ اور کہا یہ پانچ سو اشرفیاں آپ کے لئے ہیں۔ شیخ نے کہا میرے لئے کیوں؟
اس نے جواباً کہا۔

میں دس روز پہلے سمندری سفر کر رہا تھا۔ اور ہمارا جہاز غرقاب ہونے کے قریب تھا۔ تمام سواروں نے اپنے اپنے طور پر الگ الگ نذریں مانیں کہ کسی طرح غرقابی سے نجات مل جائے۔ میں نے یہ عہد کیا کہ زندہ بچ جاؤں تو یہ پانچ سو اشرفیاں خانہ کعبہ میں داخل ہو کر مجاورین میں سے اس شخص کی نذر کروں گا جس پر میری نگاہ پہلے پڑے۔ اور آپ ہی پہلے شخص ہیں، جن کو میں نے دیکھا۔ لہٰذا یہ قبول کیجئے ـــــــ شیخ نے کہا تھیلی کھولو! تاجر نے تھیلی کھولی تو اس میں روٹی، مصری، بادام کے چھلے ہوئے دانے اور شکر پارے تھے۔
شیخ نے اس میں سے ایک مٹھی لے لیا۔ اور کہا لے جاؤ بقیہ اپنے گھر والوں میں تقسیم کر دینا یہ میری طرف سے انہیں ہدیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں کہا۔ اے نفس! تیری روزی دس دن سے تیری طرف چل کر آ رہی تھی۔ اور تو اسے ڈھونڈنے ویرانے میں گیا تھا۔ (ص: ۱۳۸)

عجب ہے تری شانِ حاجت روائی :

مصر سے مکہ معظمہ جانے والی راہ پر شیخ بنّان حمال رحمۃ اللہ علیہ محوِ سفر تھے۔ ساتھ میں زادِ سفر بھی تھا۔ ایک خاتون ملی اس نے کہا۔ تم واقعی حمّال ہو، پیٹھ پر بوجھ لاد کر چلتے ہو، کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہیں روزی نہ دے گا؟ ــــــ عورت کی یہ بات سنکر شیخ کو غیرت آئی اور توشہ راہ میں بانٹ دیا۔

اس کے بعد سفر کرتے کرتے تین روز گزر گئے۔ اور انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ بھوک تیز ہونے لگی یک بیک انہیں راستہ میں ایک زیور (پازیب) ملا۔ انہوں نے سوچا اٹھالوں اس کا مالک آئے گا تو ممکن ہے مجھے کچھ دیدے ــــــ اتنے میں وہی عورت پھر آن پہونچی۔ اور کہا تم تو ایک بیوپاری ہو، کہتے ہو کہ اس کا مالک آئیگا تو اس سے کچھ لوں گا۔

عورت نے یہ کہہ کر شیخ بنّان کی طرف کچھ درہم ڈال دیئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ وہ درہم میرے لئے مصر واپسی تک کافی ہو گئے۔ (ص: ۱۳۹)

وصفِ محبّت :

ایامِ حج میں وادی القریٰ اہل اللہ کا مرکزِ خاص بن جاتی ہے۔ صوفیہ کرام، اور عارفانِ حق کا ایسا ہی اجتماع تھا۔ اور "محبتِ حق" کے عنوان پر باتیں ہو رہی تھیں مشائخ اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت آپ ان صوفیہ کرام میں سب سے کم عمر تھے ــــ لوگوں نے گزارش کی تم بھی کچھ کہو۔ شیخ ابوبکر کتانی کا بیان ہے امام الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے سر جھکایا اور آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ پھر فرمایا۔

مُحب وہ ہے جو خود رفتہ ہو جائے۔ ذکرِ حق سے واصل ہو، اس کا حق ادا کرتا ہو اللہ تعالےٰ کی جانب دل سے دیکھتا ہو۔ اس کے قلب کو انوارِ ہیبت نے سوختہ

کردیا ہو۔ اس کے لئے حبِ الٰہ کی مئے شفاف کا جام ہو۔ عالم غیب کے پردوں سے رب تعالیٰ اس کے لئے ظاہر ہوچکا ہو۔ کلام کرے تو حق کے ساتھ، حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے، سکون پائے تو خدا ہی کے ساتھ، اور خدا ہی کے لئے، اور خدا ہی کے ہمراہ،

امام الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سنکر تمام موجود مشائخ پر گریہ طاری ہوگیا۔ سب نے بیک زبان کہا۔ اس سے زیادہ اور کوئی کیا کہے۔ اے عارفوں کے سرتاج مولا پاک آپ کو اور زیادہ فہم و دانائی اور علم و عرفان عطا فرمائے (ص ۱۳۹)

اسرارِ روحانی:

شب جمعہ چھٹکی ہوئی چاندنی میں جامع مسجد کوفہ کے ارادہ سے حضرت ضحاک بن مزاحم اپنے دولتکدہ سے برآمد ہوئے۔ مسجد میں قدم رکھتے ہی ان کی نظر ایک جوان صالح پر پڑی۔ حضرت ضحاک نے پہلی ہی نظر میں یقین کرلیا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے قریب گئے تاکہ اس کی مناجات اور دعائیں سن سکیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اے صاحب عز و شرف! میرا اعتماد اور بھروسہ تجھی پر ہے، جو تجھے اپنا مقصود و مطلوب قرار دے لے وہ مسعود ہے۔ وقت کی قدر اسی نے کی۔ جو شب بھر خوف دہراس میں رہا اپنے رب کریم ہی کی طرف اپنے دکھ درد کی شکایت لاتا ہو۔ حالاں کہ اسے نہ کوئی بیماری ہے نہ مرض، بس اتنا ہے کہ مولیٰ کا عشق اس پر حاوی ہے۔ جب شب تار میں اپنے مالک حقیقی سے عاجزی کر رہا ہو تو ربِ کریم اس کی دعا قبول فرمائے اور اس کی صدا پر لبیک کہے۔ (جوان صالح نے یہ جملہ بار بار دہرایا)

حضرت ضحاک گریۂ وزاری کے ساتھ اس کی دعا سنتے رہے اور خود بھی اس کے ہمراہ آنسو بہاتے رہے ——— اس کے بعد جوان صالح نے کچھ اور بھی کہا جس کا مفہوم یہ تھا۔

شیخ نے نور دیکھا اور یہ صدا سنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں تو میری پناہ میں ہے۔ اور تو جو کچھ کہہ رہا ہے میں سن رہا ہوں۔ فرشتے تیری آواز سننے کے شائق ہیں۔ میں نے تیری خطائیں معاف کر دیں۔

حضرت ضحاک بن مزاحم علیہ الرحمہ نے جوان صالح کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا انہوں نے کہا۔ رب تعالیٰ تمہاری راتوں میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟۔

جوان صالح: میں سلیمان کا بیٹا راشد ہوں۔

حضرت ضحاک نے پہلے ہی سے اس نوجوان کے حالات سن رکھے تھے۔ اور عرصے سے مشتاق ملاقات تھے۔ آج مل کر بیحد خوش ہوئے۔

حضرت ضحاک: کیا مجھے بھی اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو؟۔

جوان صالح: یہ کیسے ممکن ہے، جو خلوت میں رب العالمین سے دعا و مناجات کا لذت چشیدہ ہو وہ مخلوق سے کیوں محبت کرے؟۔ بخدا اگر کوئی عارف حق دور حاضر کے مشائخ کو دیکھے تو ضرور کہے گا کہ یہ لوگ قیامت کا یقین نہیں رکھتے۔

یہ کہہ کر جوان صالح وہاں سے غائب ہو گیا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ معلوم نہیں وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں روپوش ہو گیا۔ مجھے اس کی جدائی کا بیحد قلق ہوا۔ میں نے بارگاہ رب الصمد میں دعا کی خدایا! موت سے قبل مجھے ایک بار پھر اس سے ملا دے ـــــــ حضرت ضحاک فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا۔ تو راشد بن سلیمان کو کعبہ اللہ کے سائے میں دیکھا۔ اس کے ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ لوگ اسے سورۂ انعام پڑھ کر سنا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا، اور کہا یہ علما کی نوازش اور اولیاء اللہ کا انکسار ہے اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور کہنے لگا آپ کی موت سے قبل ایک بار ملاقات کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ کا بیحد شکر ہے۔

حضرت ضحاک نے کہا۔ اس شب تم نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا مجھے بتاؤ۔ اس سوال پر صالح جوان نے زور سے چیخ ماری۔ گویا اس کے دل کا پردہ شق ہو گیا۔ اور

زمین پر بے سدھ گر پڑا۔ قرآن مجید سنانے والے ایک ایک کر کے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو کہا۔ ان اسرار کو بیان کرنے میں قلوب اولیاء اللہ کے اندر کیسی ہیبت و خوف ہے آپ سے مخفی نہیں۔

حضرت ضحاک: یہ قرآن مجید سنانے والے کون لوگ تھے؟۔

صالح جوان: یہ جن تھے۔ پرانی شناسائی کی وجہ سے میں ان لوگوں کا احترام کرتا ہوں ـــــ یہ لوگ مجھے قرآن سناتے ہیں۔ اور ہر سال حج میں میرے ہمراہ ہوتے ہیں۔

جوان صالح راشد بن سلیمان نے اس کے بعد کہا۔ رب تعالیٰ مجھے اور تمہیں بہشت میں جمع فرمائے، جہاں پھر جدائی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی وہاں رنج و غم و الم کا شائبہ ہوگا۔ اس کے بعد وہ پھر نظروں سے غائب ہو گیا ـــــــــ رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما۔ (ص: ۱۳۹، ۱۴۱)

وسیلۂ رزق:

مسجد حرام میں ایک عابد خداوند کریم سے لو لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ سوائے عبادت و ریاضت کے تمام دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا ـــ روزانہ شام کو ایک شخص اسے دو روٹیاں لا کر دے دیتا۔ وہ انہی سے افطار کر لیتا۔ اور پھر دوسرے دن تک کے لئے عبادت میں لگ جاتا۔

ایک روز اس کے دل میں بات آئی کہ یہ کیسا توکل ہے کہ ایک انسان کی دی ہوئی روٹیوں پر تکیہ کر کے بیٹھے ہو۔ اور جو ساری خلقت کا رازق ہے، اس پر بھروسہ نہیں۔ اس شام کو روٹیاں لے کر آنے والا آیا تو عابد نے واپس کر دیں۔ اسی طرح تین روز گزار دیئے۔ بھوک کا غلبہ ہوا، رب سے شکایت کی۔ شب کو خواب دیکھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ذریعہ جو کچھ بھیجتا تھا، تو نے اسے کیوں لوٹا دیا۔ عابد نے عرض کیا۔ مولا! میرے دل میں خیال آیا کہ تیرے

سوا دوسرے پر تکیہ کر بیٹھا ہوں۔ رب تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ روٹیاں کون بھیجا کرتا تھا۔

عابد نے عرض کیا، خداوندا تو ہی بھیجنے والا ہے۔

حکم ہوا، اب جو میں بھیجوں اسے لے لینا، واپس نہ لوٹانا۔

اسی وقت یہ بھی دیکھا کہ روٹیاں لانے والا شخص حضور رب العالمین میں حاضر ہے رب تعالےٰ نے اس سے پوچھا تو نے اس عابد کو روٹیاں دینی کیوں بند کر دیا۔ اس نے عرض کیا۔ اے مالک و مولا تجھے خوب معلوم ہے۔

پھر پوچھا اے بندے! وہ روٹیاں تو کسے دیتا تھا۔ عرض کیا۔ میں تو تجھے دیتا تھا ارشاد ہوا تو اپنا عمل جاری رکھ، میری طرف سے تیرے لئے اس کے عوض میں جنت ہے۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۱۴۱)

موسم سے بے نیاز:

حضرت ابو سلیمان دارانی کے ہمراہ احمد بن حواری مکہ معظمہ کا سفر کر رہے تھے۔۔۔ راستے میں سواری سے پانی کی چھاگل گر گئی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی کو خبر دی گئی تو انہوں نے دعا کی۔ اے گمشدہ چیزوں کے ملانے والے ہمارا مشکیزہ ہمیں لوٹا دے، چند لمحہ بعد ایک شخص آواز دیتا ہوا آیا یہ کس کا مشکیزہ ہے؟۔ ان لوگوں نے اپنا مشکیزہ لے لیا۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ یہ لوگ پوستین پہنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اور آگے بڑھے تو انہیں ایک شخص نظر آیا، جس کے بدن پر دو مخدوش چادریں تھیں۔ اور جسم سے پسینہ نکل رہا تھا۔ حضرت ابو سلیمان نے دیکھا تو پوچھا۔ اگر حاجت ہو تو ہم آپ کو سردیوں کا کچھ کپڑا دیدیں۔

اجنبی عارف: سردی و گرمی سب رب تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ اگر وہ حکم فرمائیگا تو یہ دونوں میرے پاس آئیں۔ اور وہ حکم فرمائے تو وہ دونوں مجھے چھوڑ دیں۔ میں تو تیس برس سے اسی حال میں اس ویرانے میں پھرتا ہوں۔ نہ کبھی سردی میں ٹھنڈک

کی زیادتی سے کپکپایا، نہ گرمی میں پسینہ نکلا۔ وہ سردی میں مجھے اپنی آتشِ عشق میں چھپاتا ہے۔ اور گرمی میں محبت کی ٹھنڈک سے نوازتا ہے۔

اے دارانی! تم کپڑے کی جانب اشارہ کرتے ہو اور زہد کو ترک کرتے ہو تو تمہیں سردی ستاتی ہے۔ اے دارانی! تم روتے چلاتے ہو اور ٹھنڈی ہوا سے آسائش پاتے ہو۔

حضرت دارانی نے فرمایا۔ مجھے اس آدمی کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔

اس واقعہ کا رمز یہ ہے کہ گمشدہ مشکیزہ ملنے سے شیخ دارانی میں اگر کچھ خود پسندی ابھری ہو تو اس مرد کامل کا سامنا کرا کے رب تعالٰے نے ان کے اس جذبہ کو سرد فرمایا تاکہ وہ خود کو حقیر شمار کریں۔ رب کریم اپنے محبوب دوستوں کے حالات کی اسی طرح آراستگی فرماتا ہے۔ اور انہیں نخوت و خود پسندی سے بچاتا ہے ــــ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین۔ (ص: ۱۴۲)

ایک درویش خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اور جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیکھتا تھا۔ ایک بزرگ نے کئی روز تک اسے یونہی کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک روز دیکھا کہ وہ گرا اور انتقال کر گیا۔ جیب سے جب کاغذ کا ٹکڑا نکالا گیا تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ — اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کر بے شک تو ہماری نظر میں ہے۔ (ص: ۱۴۲)

اللہ کے مستور بندے:

حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے ابدال میں سے ایک بزرگ نے پوچھا۔ کیا آپ نے کسی اپنے سے بلند مرتبہ ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے؟ ــــ انہوں نے فرمایا۔ ہاں!

میں مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا۔ وہاں شیخ عبد الرزاق محدث علیہ الرحمہ درس

حدیث دے رہے تھے۔ ان کے درس میں لوگوں کا ایک انبوہ جمع تھا۔ اور حدیث شریف کی سماعت کر رہا تھا۔ اور مسجد کے ایک کونے میں ایک نوجوان سر بزانو الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا تمہیں معلوم نہیں لوگ شیخ عبدالرزاق محدث سے حدیث شریف سن رہے ہیں۔ تم بھی ان کے پاس بیٹھ کر حدیث شریف کی سماعت کیوں نہیں کرتے؟ ــــــ نوجوان نے میری بات سُنی اَن سُنی کر دی اور اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا۔ وہاں وہ لوگ جمع ہیں جو عبدالرزاق سے حدیث سن رہے ہیں۔ اور یہاں وہ ہیں جو خود رزّاق سے سنتے ہیں، اس کے بندے سے نہیں ــــــ میں نے کہا اگر تمہاری بات سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں؟ جواب دیا۔ اگر فراستِ مومن سچی ہے تو آپ خضر ہیں۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ رب تعالےٰ کے کچھ دوست ایسے بھی ہیں جنہیں ان کے علوئے مرتبت کے باعث میں نہیں پہچانتا۔ (ص: ۱۴۳، ۱۴۴)

کارِ مرداں:

شہرِ رحمت و نور، مدینہ طیبہ میں درویشانِ حق بیٹھے ہوئے باہم بندگانِ خاص میں رونما ہونے والی نشانیوں اور علامتوں کا ذکر کر رہے تھے ــــ ایک نابینا شخص ان کی باتیں غور سے سُن رہا تھا۔ وہ اٹھ کر درویشوں کے پاس گیا۔ اپنے انس و محبت کا اظہار کیا اور کہا۔

میں ایک عیال دار آدمی تھا۔ ایک دن بقیع کی جانب لکڑی لینے کے ارادے سے گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک جوان اکیلا موجود ہے۔ جو قیمتی کتان کا لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کا جوتا اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے سمجھا یہ کوئی سرگرداں آدمی ہے جس کے دماغ میں کچھ فتور آگیا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ اس کے کپڑے چھین لوں۔ میں نے اس سے کہا۔ اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا۔ رب تعالےٰ کی حفاظت میں یہاں سے چلا جا۔ میں نے اس سے یہی بات

دو تین بار کہی۔ اس نے کہا کیا تو میرے کپڑے ضرور اتروائے گا۔ میں نے کہا۔ ہاں! پھر اس نے اپنی دونوں انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری دونوں آنکھیں نکل کر باہر گر پڑیں۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ اور چیخا تجھے خدا کی قسم اپنا نام تو بتا دے۔ جواب ملا میں ابراہیم خواص ہوں۔

شیخ ابو محمد عبداللہ یمنی یافعی فرماتے ہیں، حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ نے جان لیا تھا کہ چور اندھا ہوئے بغیر اپنی حرکت سے تائب نہ ہو گا۔ اس لئے ایسا کیا۔ دوسری جانب حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کو جس شخص نے مارا تھا انہوں نے اس کے حق میں دعائے جنت فرمائی۔ کیوں کہ انہیں اسے ایذا دینے میں اس کا تائب ہونا معلوم نہیں ہوا۔ اس لئے ہمتِ جوانمرداں سے کام لیتے ہوئے اس کے حق میں جنت کی دعا فرمائی۔ اور واقعی اس دعا کی خیر و برکت ظاہر ہوئی۔ مارنے والے نے حاضر ہو کر معافی مانگی، اور معذرت پیش کی۔ حضرت ابراہیم نے پھر ہمت مردانہ سے جواب دیا۔ اور فرمایا۔ وہ سر جسے اعتذار کی ضرورت تھی اسے تو میں بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔ (یعنی جب وہاں تخت شاہی پر متمکن تھا تو سر میں اپنی بڑائی کا سودا تھا۔ اب تو طریق فقراء و مردانِ راہ کا پابند ہوں)

حج ٹیکس :

یمنی حجاج کا قافلہ ساحلِ جدّہ پر اتر کر حج کے لئے روانہ ہوا۔ جدّہ سے کرایہ کے اونٹ لئے گئے۔ اور مکہ مکرمہ کی طرف چلے۔ قافلہ کے ساتھ ایک یمنی بزرگ بھی تھے راستے میں سلطان مکہ کا ایک لڑکا سرِ راہ اپنا گھوڑا روکے آنے والے حجاج سے ٹیکس وصول کر رہا تھا۔ یمنی شیخ اور ان کے ہمراہیوں کے ٹیکس دینے کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا۔ ہمارے اونٹ چھوڑ، شہزادے نے ترش رو ہو کر ضد کی، اس طرح بات آگے بڑھ گئی۔ شہزادے نے کہا مجھے میرے باپ کے سر کی قسم! اتنا لئے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ شیخ نے کہا رب ذوالجلال کی قسم ہم کچھ نہیں دیں گے

اور ساربان سے کہا۔ اونٹ کو آگے بڑھاؤ۔ شہزادہ اپنے گھوڑے کے ساتھ منجمد ہو گیا۔ اس میں حرکت کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ وہ اور اس کے ساتھی حیران و ششدر رہ گئے۔ یہ دیکھ کر شہزادے نے اپنے غلاموں کے ذریعہ شیخ کی خدمت میں منت وسماجت کی۔ اس کے بعد وہ اپنی حالت پر واپس آیا۔ (ص: ۱۴۵)

مصاحبتِ حج کی شرطیں:

شام کے حجاج کرام کا ایک گروہ حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ —— انہوں نے جواب دیا ہم شامی ہیں حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے انہیں قبولیت حج کی دعا دی۔ ان لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ سفر حج میں آپ کے ہمراہ رہیں تاکہ صحبت سے مستفیض ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ وہ لوگ مُصر ہونے لگے تو فرمایا۔

میں تین شرطوں پر ساتھ جانا منظور کرتا ہوں۔ اپنے ساتھ کوئی توشہ نہ لینا، راستہ میں کسی سے کچھ طلب نہ کرنا، اور اگر کوئی راہ میں تمہیں کچھ دے تو اسے قبول نہ کرنا۔

ان لوگوں نے کہا۔ پہلی دو شرطیں تو منظور ہیں۔ مگر تیسری یہ کہ باوجود ضرورت کے اگر ہمیں کوئی کچھ دے تو قبول بھی نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم تو اس پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لگتا ہے تم گھر سے حج کے لئے دوسروں کے زادِ سفر پر اعتماد کر کے چل رہے ہو۔ اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ جاؤ اور میرے حال پر مجھے چھوڑ دو —— پھر ارشاد فرمایا۔

فقراء میں اچھے تین ہیں۔ ایک جو سوال نہیں کرتے، اور دیا جائے تو قبول نہیں کرتے یہ روحانی فقراء ہیں، یا کہا روحانی لوگوں کے ہمراہ ہیں —— دوسرا فقیر مانگتا تو نہیں مگر کوئی دے تو لے لیتا ہے۔ اس کے لئے بارگاہ قدس میں خوان نعمت بچھایا جائے گا —— تیسرا فقیر سوال کرتا ہے اور اگر دیں تو ضرورت بھر لے لیتا ہے۔

اس کا صدق اس کا کفارہ ہے۔

آپ کی خدمت میں گدڑی پوش صوفیوں کی ایک جماعت آئی آپ نے فرمایا۔ خدا سے ڈرو! اور یہ لباس اتار پھینکو۔ کیونکہ اس سے تمہارا تعارف ہوتا ہے۔ سب سنکر خاموش ہورہے۔ مگر ایک جوان بولا۔ بخدا ہم تو اسے ضرور پہنیں گے یہاں تک کہ ساری اطاعت خدا کے لئے ہوجائے۔

آپ نے فرمایا۔ اے جوان صالح تو نے کیا بہترین بات کی، یقیناً تم جیسے لوگ اسے پہننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ (ص: ۱۴۵، ۱۴۶)

دنیا اولیاء اللہ کی خادمہ:

حضرت شیخ ابوالخیر اقطع رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ تعجب خیز احوال میں سے کچھ بیان فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا۔ عجب ترشئے جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ مسجد طرطوس میں ایک سیاہ فام بندے نے اپنا سر کملی میں ڈالا، اس کے دل میں زیارتِ بیت اللہ کا خیال ہوا۔ اور جب گدڑی سے سر باہر نکالا تو وہ صحن حرم میں موجود تھا۔

اسی طرح شیخ ابو عاصم بصری کا واقعہ، حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے جب انہیں اذیت دینے کے ارادہ سے بلایا اس وقت وہ اپنے بالاخانے پر تھے۔ اس کے فرستادوں نے آکر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر چلے آئے۔ عین اسی وقت انہوں نے اپنے کو یوں ہٹایا کہ بصرہ سے چشم زدن میں مکہ معظمہ کے جبل ابوقبیس پر جا پہونچے۔

حضرت عبدالواحد بن زید نے پوچھا۔ وہاں آپ کو کھانا کہاں سے ملتا تھا۔ شیخ ابو عاصم نے جواب دیا۔ بصرہ میں افطار کے وقت جو ضعیفہ مجھے دو روٹیاں لاکر دیا کرتی تھی وہی مکہ میں بھی لادیا کرتی تھی۔ حضرت عبدالواحد بن زید کا فرمان ہے، کہ رب تعالیٰ نے دنیا کو حکم فرمایا ہے کہ ابو عاصم کی خدمت کرے ـــــــ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین۔ (ص: ۱۴۶، ۱۴۷)

اولیاء اللہ کا علم:

شیخ ابو محمد حریری علیہ الرحمہ نے اپنے ہمنشینوں سے فرمایا۔ تم میں کوئی ایسا ہے کہ رب تعالےٰ اس مملکت میں جب کوئی نیا معاملہ ظاہر فرمانا چاہے تو ظہور میں لانے سے قبل اس بندے کو آگاہ کر دے۔

حاضرین، جی نہیں!

شیخ حریری: ایسے قلوب پر گریہ وزاری کرو جو رب تعالےٰ سے کچھ نہیں پاتے ــــ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ بیمار ہوئے۔ ان کے لئے پیالہ میں دوا پیش کی گئی ــ انہوں نے فرمایا۔

آج دنیا میں ایک نیا واقعہ درپیش ہوا ہے، جب تک اس کا مجھے علم نہ ہو جائے میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔

چند روز بعد خبر ملی کہ مکہ میں اسی روز قرمطی فرقہ کے باغیوں نے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر قتل و غارت مچائی۔ اس واقعہ کے راوی نے کہا کہ یہ واقعہ میں نے جب ابن کاتب کو سنایا تو انہوں نے کہا حیرت ہے۔ اور شیخ ابو عثمان مغربی نے کہا۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ ــــــــ یہ سنکر ابو علی بن کاتب نے شیخ مغربی سے کہا ــ اچھا فرمایئے آج مکہ معظمہ کی کیا خبر ہے؟

شیخ مغربی نے جواب دیا۔ اس وقت طلحہ کا گروہ اور اولاد حسن باہم جنگ کر رہے ہیں۔ اول الذکر نے ایک حبشی غلام کو اپنا سردار بنالیا ہے۔ اور اس کے سر پر سرخ عمامہ ہے۔ مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اوپر بادل چھایا ہوا ہے۔

ابن کاتب نے شیخ مغربی کی ان باتوں کی تصدیق کے لئے مکہ معظمہ خط لکھا تو ہر بات ہو بہو درست نکلی۔ رضی اللہ عنہم، (ص، ۱۴۷)

نام خدا کی غیرت:

شیخ ابو جعفر حداد جو حضرت جنید بغدادی کے استاذ ہیں۔ ان کا واقعہ ہے

کہ وہ مکہ معظمہ میں اقامت گزیں تھے۔ اوران کے بال بہت بڑھ گئے تھے۔ حجامت ضروری تھی مگر پاس نقد کچھ نہیں تھا۔ شیخ حجامت بنوانے کے ارادے سے ایک حجام کے پاس گئے اور کہا برائے خدا میری حجامت بنادوگے؟ کہا، ہاں! مزید اعزاز بھی ہوگا۔ وہ اس وقت کسی کے بال بنارہا تھا۔ شیخ کی بات سُنکر اسے چھوڑا۔ اور پہلے ان کے بال درست کردیئے۔ حجامت سے فارغ ہوکر اس نے کاغذ کا ایک لفافہ دیا۔ اور کہا اسے اپنی ضرورت میں خرچ کیجئے گا۔ شیخ نے لفافہ کھولا تو اس میں چند درہم تھے۔

اس وقت شیخ حداد نے سوچا یہ نہایت نیک حجام ہے۔ مجھے اگر کچھ نقد ہاتھ آیا، تو سب سے پہلے اس حجام کو دوں گا۔ واپس آتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے وہاں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، جس نے تین سو دیناروں کی تھیلی پیش کی اور کہا یہ آپ کا ایک چاہنے والا بصرہ سے لایا ہے۔ شیخ نے وہ تھیلی ہاتھ میں لی۔ اور سیدھے حجام کے پاس پہونچے۔ اور کہا بھائی یہ تین سو اشرفیوں کی تھیلی لو اپنے کام میں خرچ کرنا۔ حجام نے ترش لہجہ میں کہا شیخ، شرم نہیں آتی مجھ سے تو کہا کہ خدا کے واسطے حجامت بنادو۔ اب میں اس کی اجرت کیسے لے سکتا ہوں، یہ سب واپس لے جائیے رب تعالٰے آپ کو عافیت سے نوازے۔ (ص: ۱۴۷، ۱۴۸)

محبتِ مال باعثِ ذلت:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میرے دل میں خیال آیا کہ شبلی تو بخیل ہے۔ میں نے انکار کیا، وہی صدا دوبارہ پھر ابھری۔ میں نے پھر تردید کی۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ جو کچھ مجھے اب ملے گا سب سے پہلے ملنے والے فقیر کو دے دوں گا۔ اس بات سے ابھی میرا ذہن خالی بھی نہیں ہوا تھا کہ فلاں شخص نے مجھے لاکر پچاس دینار دیئے۔ میں دینار ہاتھ میں لئے گھر سے نکلا۔ میں نے دیکھا ایک اندھا فقیر حجام کے سامنے بیٹھا حجامت بنوا رہا ہے۔ میں نے

وہ دینار اسے دیئے۔ اس نے کہا مجھے نہیں حجام کو دو۔ میں نے کہا یہ دینار ہیں فقیر نے سر اٹھایا اور کہا۔ ہم نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم بخیل ہو ــــــ میں نے حجام سے کہا۔ تم لے لو، اس نے کہا جب یہ فقیر سر منڈانے بیٹھا۔ اسی وقت میں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس پر اجرت کچھ نہیں لوں گا۔ میں نے وہ دینار لیکر دریا میں ڈال دیئے اور کہا۔

اے دنیا کی دولت خدا تیرے ساتھ یہی معاملہ کرے ــــــ جس نے تجھے پیار کیا ذلیل ہوا۔ (ص ۱۴۸)

شیخ خواص اور راہب:

ویرانوں اور جنگلوں میں ایک مرتبہ حضرت شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کو ایک نصرانی ملا جو کمر میں زنّار باندھے ہوئے تھا۔ اس نے ساتھ رہنے کا سوال کیا چنانچہ ہم لوگ متواتر سات روز ہمراہ چلتے رہے۔ نصرانی نے کہا۔ اے مسلمان عابد و زاہد! ہم لوگ بھوکے ہیں۔ اس وقت کچھ اپنی کرامت دکھایئے۔

شیخ ابراہیم خواص نے نہایت لجاجت سے دعا کی۔ بارالٰہا! مجھے اس راہب کے روبرو رسوا نہ کرنا۔ اور پھر غیب سے ایک طباق ظاہر ہوا، جس میں روٹی ــــ گوشت ــــ تازہ کھجور اور پانی تھا۔ ہم دونوں نے کھایا اور پھر سفر شروع ہو گیا، اس طرح سات دن اور گزر گئے۔ اب شیخ خواص نے کہا۔ اے نصرانی راہب! اب تو تمہاری باری ہے۔ نصرانی نے اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائی۔ اور دعا کرنے لگا۔ اور تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ غیب سے دو خوان ظاہر ہوئے۔ جن میں میرے طباق سے کئی گنا زیادہ اور لذیذ غذائیں تھیں۔ شیخ حیرت زدہ رہ گئے ــــــ اور کھانے سے کترانے لگے۔ نصرانی نے اصرار کیا اور کہا آپ کھائیں میں آپ کو دو بشارتیں سناتا ہوں ــــــ ایک یہ کہ میں نصرانیت سے تائب ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر زنار اتار پھینکی۔ اور پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُوْلُ اللہِ ـــــــ اور کہا اے شیخ! دوسری یہ کہ میں نے اس طرح دعا کی تھی۔ بار الٰہا! اگر تیری بارگاہ میں میرے ہمسفر مسلمان عابد کا کچھ حصہ ہے تو ہم پر اپنے کرم کا دروازہ کھول دے۔ یہ سب اسی کا اثر ہے۔

شیخ خواص علیہ الرحمہ نے یہ سنکر رب تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ مل کر کھانا کھایا، پھر وہ حج کے لئے ساتھ مکہ معظمہ آیا، اس کے بعد بھی ایک سال تک وہاں قیام پذیر رہا اور وہیں وفات پاکر مدفون ہوا۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص: ۱۴۸، ۱۴۱)

دوائے دل

حضرت خواص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ دل کی دوا پانچ چیزوں میں ہے ① فکر و تدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت ② نماز شب ③ خلوِ باطن ④ وقت سحر گریہ وزاری ⑤ صالحین کی ہم نشینی،

نگاہِ باطن:

حضرت حذیفہ مرعشی علیہ الرحمہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی کوئی عظیم کرامت دیکھی ہو تو فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کی سب سے عجیب کرامت یہ ہے کہ ہم لوگ مکہ معظمہ کے راستے میں کئی روز چلتے رہے کھانے کو کچھ نہیں ملا، کوفہ پہونچ کر ہم لوگوں نے ایک ویران مسجد میں پناہ لی حضرت ابراہیم بن ادہم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ حذیفہ! تم بھوکے لگتے ہو میں نے عرض کیا۔

حضور کا خیال بجا ہے ـــــــ انہوں نے فرمایا۔

قلم دوات اور کاغذ لاؤ۔

رقعہ تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ہر حال میں تو ہی مقصود ہے اور ہر طرح تیری ہی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

تین شعر بھی لکھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

میں حامد میں شاکر میں ذاکر ہوں ـــــــ میں بھوکا، میں قانع، میں برہنہ ہوں

یہ چھ ہوئے جن میں سے نصف کا ضامن میں ہوں۔ تو اے میرے خالق باقی نصف کا ضامن تو ہو جا۔ تیرے سوا کسی اور کی مدح آگ کے شعلوں میں پڑنے کے مرادف ہے تو اپنے بندوں کو آگ میں جانے سے بچا۔

یہ رقعہ مجھے دے کر فرمایا۔ جاؤ خدا کے علاوہ کسی سے دل نہ لگانا، اور راستے میں جو شخص تمہیں پہلے ملے یہ رقعہ اسے دیدینا ــــــ میں مسجد سے رقعہ لے کر چلا کچھ دور پر ایک شخص ملا جو دراز گوش پر سوار تھا۔ میں نے اسے رقعہ دیا تو وہ پڑھ کر رونے لگا اور پوچھا اس کا لکھنے والا کہاں ہے؟ میں نے کہا فلاں مسجد میں مقیم ہے۔ اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے، اور چلا گیا۔ ایک دوسرے شخص سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ خچر سوار تو نصرانی ہے۔

وہ دیناروں بھری تھیلی لے کر میں حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں لوٹ آیا، اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا درہموں کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس کا مالک ابھی آئیگا کچھ دیر بعد وہ راہب حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں میں گرا اور اپنے باطل مذہب سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ (ص: ۱۴۹)

جس کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے:

سفر حج کے دوران ایک ویران علاقے سے گزرتے ہوئے شیخ ابو حمزہ خراسانی علیہ الرحمہ رہ گزر کے ایک کنویں میں جا گرے ــــــ مقرب اللہ، عارف حق موحد تھے۔ خیال آیا کہ آواز دے کر کسی کو مدد کے لئے پکاروں مگر پھر عہد کیا کہ بجز خدا کسی غیر سے مدد نہ مانگوں گا۔ اسی اثناء میں کنویں کے دہانے پر دو شخص آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ کنواں سر راہ ہے اور نہایت خطرناک ہے۔ اس میں کوئی اجنبی گر سکتا ہے۔ لاؤ اسے بند کر دیا جائے۔ شیخ کے دل میں پھر خیال آیا کہ ان لوگوں سے کہہ کر جان بچاؤں مگر اپنا عہد یاد کر کے خاموش رہے۔ ان لوگوں نے کنویں کا منہ بالکل بند کر دیا، اور چلے گئے ــــــ شیخ ابو حمزہ علیہ الرحمہ نے رگِ

جاں سے قریب تر ذات کی طرف توجہ کی اور اسی پر اعتماد کئے بیٹھے رہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد انہیں آہٹ ملی جیسے کوئی کنوئیں کا منہ کھول رہا ہے۔ اور اس کے بعد اپنی ٹانگیں کنوئیں میں لٹکا دیں شیخ نے تائید غیبی سمجھ کر ٹانگ پکڑ کر خود کو کنوئیں سے نکال لیا۔ باہر آکر انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ایک خونخوار درندہ ہے ـــــــ اسی وقت کانوں میں آواز آئی۔

کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک جان لیوا مخلوق کے ذریعہ ہم نے تمہاری جان بچادی ـــــــ

(ص ۱۴۹، ۱۵۰)

جس سر میں تیرا سودا وہ سر گراں نہیں ہے :

ایک سپاہی کوڑا سنبھالے باغ میں داخل ہوا۔ اور باغباں سے کہا لاؤ کچھ میوہ کھلاؤ۔ باغباں نے کہا میں خادم ہوں مالک نہیں، اور مالک کی امانت میں خیانت مجھ سے ممکن نہیں۔ سپاہی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور باغباں کے سر پر کوڑے مارنے لگا۔ باغبان نے کہا اس سر نے خدا کی نافرمانی کی ہے اسے مار ہی چاہیے کسی نے دور سے دیکھا تو چیخا نادان تو کسے مار رہا ہے۔ یہ تو حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں ـــــ سپاہی نے آپ کو پہچانا تو دست بستہ معافی مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس سر کو معذرت کی خواہش تھی وہ تو میں بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے ایک شخص کو مصروف طواف دیکھا تو فرمایا۔

نادان! چھ دشوار گزار پہاڑیاں طے کئے بغیر نیکوں کا مقام نہیں حاصل کر پائیگا،

(۱) ـــ یہ کہ اپنے اوپر خوش حالی کا دروازہ بند کرلے۔ اور مصیبت و آفات کا دروازہ کھول لے۔

(۲) ـــ عزت کا دروازہ بند کرلے ذلت کا دروازہ کھول لے۔

(۳) ـــ راحت کا دروازہ بند کرلے مشقت کا دروازہ کھول لے۔

(۴) ـــ نیند کا دروازہ بند کرلے بیداری کا دروازہ کھول لے۔

(۵)—— غذا کا دروازہ بند کرلے فقر کا دروازہ کھول لے۔
(۶)—— آرزوؤں اور خواہشات کا دروازہ بند کرلے موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے۔ —— (ص ۱۵۰)

غلام حق آگاہ:

وادیٔ حجاز قحط سے دھُو دھُو جل رہی تھی۔ مکہ معظمہ میں خرد و کلاں، پیر و جواں صلوٰۃ استسقاء پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکل آئے تھے۔ مسجد حرام مکیوں سے بھر گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بھی باب بنی شیبہ کے قریب، ایک حصہ میں موجود تھے —— انہوں نے دیکھا کہ اچانک ایک حبشی غلام وہاں آیا جس کے جسم پر معمولی لنگی اور چادر تھی۔ ایک پوشیدہ جگہ بیٹھا۔ اور چھپ کر دعا کرنے لگا۔

ربِّ ذوالجلال! کثرتِ معاصی، اور شامتِ اعمال سے لوگوں کی صورتیں فرسودہ ہوگئی ہیں۔ اور تونے ہم سے بارش روک دی ہے تاکہ خلق خدا اس سے سبق لے اور آگاہ ہو۔ اے حلم و بردباری والے مولا! اے وہ کریم جس کے بندوں کو اس کے احسان و کرم ہی سے آشنائی ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ابھی پانی برسادے اپنے بندوں کو ابھی سیراب کردے۔

جوان دعا کے یہی الفاظ بار بار کہتا رہا۔ حتیٰ کہ جھوم کر گھٹا اٹھی اور مکہ معظمہ جل تھل ہو گیا۔ اور وہ اپنی جگہ بیٹھا ذکر و تسبیح میں مصروف رہا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک حبشی غلام کا یہ سوز دل دیکھ کر رونے رہے۔ وہ چلا تو اس کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ اور اس کی رہائش گاہ دیکھ آئے۔ پھر ملولِ خاطر حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے آکر سارا ماجرا سنایا۔ شیخ فضیل نے جوان صالح کا حال سنکر چیخ ماری، اور کہا مجھے جلد اس جوان با خدا کے پاس لے چلو۔ —— رات زیادہ گزر گئی تھی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے وہاں جانا مناسب

نہیں سمجھا۔

صبح ہوئی تو اس کی تلاش میں اس کے مکان پر دستک دی۔ وہاں ایک ضعیف مرد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو پہچانا۔ اور آنے کی غرض و غایت پوچھی۔ انہوں نے کہا مجھے ایک سیاہ فام غلام چاہیئے۔ اس کے پاس کئی اور بھی غلام تھے ——— ایک ایک کر کے ضعیف مرد نے اپنے سب غلاموں کو بلوایا۔ جب وہ غلام سامنے آیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک نہایت خوش ہوئے اور اسے خریدنا چاہا مگر ضعیف مرد نے اولاً تو انکار کیا مگر حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان ثوری کی خواہش جان کر مجبوراً فروخت کر دیا۔ ضعیف مرد نے کہا۔

اس غلام سے میرے گھر میں برکت ہے۔ اس پر میرا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ یہ خود رسّی بٹتا ہے کم و بیش نصف دانگ روز کماتا ہے یہی اس کی روزی ہے میرے اور غلام کہتے ہیں یہ رات بھر نہیں سوتا، تنہا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک اسے لے کر حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کی طرف چلے راستہ میں غلام نے کہا۔ اے میرے آقا! حضرت عبداللہ نے کہا، لبیک اس نے کہا میرے آقا! آپ لبیک نہ فرمائیں۔ لبیک تو مجھے آپ کے بلانے پر کہنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا ——— تم میرے غلام نہیں دوست ہو میں نے تمہیں اپنی خدمت کے لئے نہیں خریدا۔ میں تمہارے لئے ایک مکان خریدوں گا تمہارا نکاح کر دوں گا۔ اور خود تمہاری خدمت کروں گا۔ وہ رونے لگا اور بولا ضرور آپ کو میرے رب تعالےٰ سے تعلقات کی خبر ہو گئی ہے۔ ورنہ ان غلاموں کو چھوڑ کر آپ مجھے پسند نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ سچ ہے میں نے تمہاری دعا قبول ہوتے ہوئے دیکھا ہے ——— پھر اس نے کہا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دیر مجھے موقع دیں تاکہ میں رات کی کچھ بقیہ رکعتیں ادا کر لوں۔

حضرت عبداللہ نے کہا۔ حضرت فضیل کی قیام گاہ اب زیادہ دور نہیں۔

غلام: نہیں، میں یہیں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ خدا کے کام میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس کے بعد ایک مسجد میں گیا۔ اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فارغ ہو کر پوچھا۔ اے میرے آقا! کیا آپ کو کوئی کام ہے۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا۔ اس طرح کیوں دریافت کرتے ہو؟ ——— اس نے کہا۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ: کہاں آخر،

غلام: دارالبقاء کو

حضرت عبداللہ: ایسا نہ کر دیں تمہاری زندگی سے اپنی مسرت چاہتا ہوں۔

غلام: کیا کروں جب تک میرا اور ربِ کائنات کا معاملہ مخفی تھا زندگی اچھی تھی اب تمہیں معلوم ہو گیا۔ تم سے اور لوگوں کو معلوم ہو گا۔ مجھے ایسی زندگی کی تمنا نہیں، غلام یہ کہہ کر سجدے میں گرا اور عرض گزار ہوا۔

رب کائنات! اسی آن میری روح قبض فرمالے

حضرت عبداللہ بن مبارک اس کے قریب پہونچے۔ تو وہ واصل بحق ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں واللہ العظیم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم بڑھ جاتا ہے۔ اور دنیا میری نظر میں خوار ہو جاتی ہے۔ (ص: ۱۵۱، ۱۵۲)

عارفہ کنیز:

شیخ محمد بن حسین بغدادی حج کرنے گئے۔ بازار مکہ میں ایک بوڑھا شخص ایک باندی فروخت کر رہا تھا، اور پکار رہا تھا ——— میں اس کے عیبوں سے بری ہوں۔ کوئی بیس دینار سے زیادہ دے تو اسے لے سکتا ہے۔ باندی دبلی پتلی کمزور تھی۔ چہرہ زردی مائل تھا مگر اس میں ایک خاص روشنی موجود تھی۔

شیخ محمد بوڑھے کے پاس گئے ——— بزرگوار! باندی کی قیمت تو معلوم ہو گئی۔ یہ تو فرمائیں کہ اس میں کیا عیب ہے؟۔

بوڑھا: یہ پاگل ہے، اداس رہتی ہے، رات بھر بیدار رہتی ہے، پورا دن بغیر

کمائے پئے گزارتی ہے، تنہائی پسند ہے۔ شیخ نے بوڑھے کی یہ باتیں سُنیں اور باندی کو خرید لیا۔ قیام گاہ پر پہونچ کر باندی سر بگریباں رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے سر بلند کیا۔ اور پوچھا۔

باندی: اے میرے مجازی مولیٰ! رب تعالےٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کہاں کے باشندے ہیں۔

شیخ محمد: عراق کا رہنے والا ہوں۔

باندی: عراق میں کس شہر کے، کوفہ کے یا بصرہ کے؟

شیخ محمد: نہ کوفے کا نہ بصرے کا۔

باندی: پھر تو آپ ضرور مدینۃ السّلام بغداد کے باشندے ہیں۔

شیخ محمد: یہ سچ ہے۔

باندی: کیا خوب وہ شہر تو عابدوں اور زاہدوں کا شہر ہے۔

شیخ محمد: (دل ہی دل میں تعجب کرتے ہوئے کہ حجروں کی رہنے والی باندی مردانِ خدا کے احوال سے کس طرح واقف ہے) اچھا یہ بتاؤ تم بغداد کے بزرگوں میں سے کس کس کو جانتی ہو؟۔

باندی: حضرت مالک بن دینار، حضرت بشر حافی، حضرت صالح مزنی، حضرت ابو حاتم سجستانی، حضرت معروف کرخی، حضرت محمد بن حسین بغدادی، رابعہ عدویہ شعوانہ، میمونہ، اِن تمام عبّاد و زہاد کو میں جانتی ہوں۔

شیخ محمد: تم انہیں کہاں سے پہچانتی ہو؟۔

باندی: اے جوانِ صالح! بھلا انہیں میں کیوں نہ پہچانوں، وہ لوگ تو دلوں کے معالج اور محبانِ حق کے رہنما ہیں۔

شیخ محمد: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں ہی محمد بن حسین بغدادی ہوں۔

باندی: اے ابو عبداللہ! میں نے رب تعالےٰ سے دعا مانگی تھی کہ محمد بن حسین سے میری ملاقات کرادے۔ بتائیے آپ کی وہ دلسوز آواز کیا ہوئی جس سے

اہل ارادت کے قلوب میں زندگی پیدا ہوتی تھی۔ اور سننے والوں کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔

شیخ محمد: میری وہ آواز اپنے حال پر ہے۔

باندی: آپ کو ربِ ذوالجلال کی قسم! مجھے کلام اللہ کی کچھ آیتیں سنائیے، حضرت شیخ فرماتے ہیں ——— میں نے تلاوت سے قبل تسمیہ پڑھی۔ جیسے سنتے ہی اس نے چیخ ماری، اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو ہوش آیا۔

باندی: اے ابو عبداللہ! یہ تو اس کا نام ہے۔ اس وقت میرا کیا حال ہوگا جب میں اس کا عرفان پاؤں، جنت میں اس کا دیدار کروں، اے ابو عبداللہ رب تعالٰے آپ پر رحم فرمائے۔ اور پڑھئے۔

شیخ محمد نے پھر تلاوت شروع کی۔ اور آیتِ مبارکہ:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ ۴۵/۲۱)

کیا گمان کر لیا ان لوگوں نے جنہوں نے گناہ کئے کہ ہم انہیں کر دیں گے ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

باندی: اے ابو عبداللہ! ہم نے نہ کسی بت کی پرستش کی، نہ ہی کسی اور کو معبود قبول کیا۔ اور پڑھئے اللہ تعالٰے آپ پر رحم فرمائے۔ شیخ محمد نے پھر تلاوت کی۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکہف ۱۸/۲۹)

ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چہار دیواری

(ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی۔ اور اگر (پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی (اس) پانی سے ہوگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری آرام گاہ ہے ____

باندی: اے ابو عبداللہ! آپ نے اپنے کو یاس کا پابند کرلیا ہے۔ امید وبیم کے درمیان رکھئے، اور کچھ پڑھئے۔ رحمکم اللہ، شیخ محمد نے پھر پڑھا۔

- وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔ (عبس ۸۰/۳۸/۳۹) — بہت سے چہرے اس دن چمکتے ہوں گے، مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش،
- وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (القیامہ ۷۵/۲۲-۲۳) — کتنے منہ اس دن تروتازہ اپنے رب کے دیدار میں مصروف ہوں گے۔

باندی: جس روز وہ اپنے دوستوں کے لئے ظاہر ہوگا مجھے اس کے ملنے کا کس قدر شوق ہوگا؟ اور پڑھئے، خدا آپ پر رحم کرے۔ شیخ محمد نے پھر پڑھا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ٥ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ٥ لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ٥ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ٥ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ٥ وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ٥ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (الواقعہ ۵۶/۱۷-۲۴)

(خدمت کے لئے) آتے جاتے رہیں گے ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے (بہشتی) لڑکے گلاس، اور آفتابے اور چشمے سے بہتی ہوئی شراب کے لبریز جام لے کر، جس سے نہ انہیں درد سر ہو، نہ ان کی عقل میں فتور آئے۔ اور ان کے پسندیدہ لذیذ پھل، اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔ اور گوری کشادہ چشم ہویاں جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

باندی: اے ابو عبداللہ! میرا خیال ہے کہ آپ نے حور کو پیغام تو دیا ہے مگر کیا مہر کے لئے کچھ خرچ بھی کیا ہے؟۔

شیخ محمد: میں تو مفلس ہوں، بتائیں کیا کروں؟۔
باندی: نمازوں سے شب بیداری کیجئے۔ ہمیشہ روزہ رکھئے۔ اور فقراء و مساکین سے محبت رکھئے۔
اتنا کہتے کہتے باندی بیہوش ہو گئی۔ شیخ محمد نے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے ـــــ ہوش میں آئی تو مناجات کرنے لگی۔ رب تعالےٰ کی حمد و ثناء، اور اس کے بعد التجا کرتے کرتے خاموش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ شیخ محمد نے دیکھا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ شیخ کو اس کے مرنے کا بڑا غم ہوا۔ نڈھال حالت میں کفن وغیرہ خریدنے کی نیت سے بازار گئے۔ بازار سے واپس ہوئے تو اسے کفن میں ملبوس، خوشبو سے آراستہ پایا۔ اس کے علاوہ اس پر سبز رنگ کے دو جنتی حلے پڑے ہیں۔ اور کفن پر دو نورانی سطریں لکھی ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

شیخ محمد اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اداس و غمگین اپنے حجرے میں چلے گئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر سو رہے، اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں لعل و جواہر کے تاج پہنے، بہشتی لباس زیب تن کئے، پاؤں میں سرخ یاقوت کی جوتیاں ڈالے، آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن و تابندہ رخسار کے ساتھ محو خرام ہے ـــــ انہوں نے پوچھا۔ اے کنیز تجھے یہ عظیم مقام کیسے ملا؟۔
کنیز نے کہا۔ فقراء و مساکین کی محبت، استغفار کی کثرت، اور مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزیں دور کرنے کے باعث، (ص: ۱۵۳، ۱۵۵)

قرآن کی تاثیر:

ایک عالم ربانی کی خدمت میں ایک باندی مسائل و معارف کے سلسلہ میں آیا کرتی تھی ـــــ حسین و جمیل تھی۔ اور پردہ وغیرہ کا نہایت اہتمام کرتی تھی انہوں نے ایک روز بازار میں

دیکھا کہ اسے ایک شخص فروخت کر رہا ہے۔ عالم صاحب اس کے پاس گئے اور کنیز کو پہچان کر اس کے بیچنے والے سے اس کا حال دریافت کرنے لگے۔ اس نے بتایا کہ اس کا مالک ایک آتش پرست ہے۔ اسی دوران وہ آتش پرست بھی آپہنچا، اس نے عالم صاحب کو بتایا کہ میں نے اسے ہوشیار اور خوبصورت دیکھ کر خریدا تھا۔ اور اس زمانے میں ہمارے معبود کی دل لگا کر عبادت کیا کرتی تھی ــــ ایک شب کی بات ہے، تمہارا ایک ہم مذہب آیا اور اس نے کچھ اسے پڑھ کر سنایا جسے سنتے ہی یہ چیخ مار کر گر پڑی۔ اس کے بعد اس پر تحیر غالب آگیا۔ اس نے ہمارے مذہب اور طریقہ عبادت کو ترک کر دیا۔ ہمارا کھانا کھانے سے منکر ہوئی ــــ اب یہ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتی ہے۔ اس لئے میں اس سے نالاں ہوں۔ اب میں ایسی لونڈی کو رکھ کر کیا کروں گا؟۔

عالم ربانی نے کنیز سے تصدیق چاہی تو اس نے بھی تصدیق کی۔ عالم ربانی نے دریافت کیا۔ مسلمان سنانے والے نے تجھے کیا سنایا تھا؟۔

کنیز: فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الذاریات ۵۱/۵۱، ۵۶)

تو اللہ کی طرف بھاگو! بیشک میں تمہارے لئے اس کی طرف سے واضح ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ۔ بیشک میں تمہارے لئے اس کی طرف سے کھلا ہوا ڈر سنانے والا ہوں۔

میں نے جب سے یہ آیت سنی ہے میرا دل بیقرار ہو گیا ہے۔ اور میرا جو حال ہے، آپ سے پوشیدہ نہیں۔

عالم ربانی: کیا تم اس کے بعد کی آیتیں سننا چاہتی ہو؟۔

کنیز: سنا سکیں تو کرم ہو گا۔

عالم ربانی نے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝ تک تلاوت کیا۔ کنیز نے سنکر کہا۔ اس سے اچھی کیا بات ہو گی۔ اللہ تعالٰے جس امر کا ضامن

ہوا تجھے وہی کافی ہے۔

عالم ربانی پھر اس کنیز کے مالک سے قیمت کی بات چیت کرنے لگے۔ اسی اثنا میں مالک کنیز کا ایک عم زاد آگیا، جو کنیز سے محبت رکھتا تھا۔ اور اس نے اس سے یہ کہہ کر کنیز لے لی کہ میں اسے دوبارہ مجوسیت پر لوٹا لاؤں گا۔

کنیز کا دوسرا خریدار اسے جب اپنے ہمراہ لے جا رہا تھا۔ تو عالم ربانی دیکھ کر فکر مند تھے۔ کنیز نے کہا۔ آپ فکر نہ کریں۔

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا،

عالم ربانی ایک روز اپنی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کنیز کو لے جانے والا نوجوان مسلمانوں کی صف میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ عالم ربانی نے اس سے بعد میں دریافت کیا تو اس نے سرگزشت سنائی۔

نوجوان: میں اسے لے کر اپنے گھر گیا۔ اس کے بعد کنیز نے یہ کیا کہ کرسی پر بیٹھ کر ذکر الٰہی، توحید خداوندی بیان کرنے لگی۔ اور میرے تمام اہل خانہ کو آگ کی عبادت سے ڈرا کر خدائے واحد کی عبادت پر مائل کرنے لگی۔ جنت کی خوبیاں ذکر کرنے لگی ـــــــ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کہ یہ تو میرے پورے گھر کو بگاڑ دے گی۔ میں اس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے لایا تھا یہ تو ہم سب کو مجوسیت سے پھیر رہی ہے ـــــــ اپنی اس الجھن کو میں نے اپنے ایک دوست سے بیان کیا۔ دوست نے رائے دی کہ اس پر سختی کا راستہ نکالنے کی ترکیب یہ ہے کہ اسے اپنی طرف سے کچھ مال امانت کے طور پر رکھنے کو دو۔ اور وہ جہاں رکھے، خاموشی کے ساتھ مال وہاں سے غائب کر دو۔ اس کے بعد امانت اس سے طلب کرو۔ مال جب اس کے پاس ہے ہی نہیں تو دے گی کہاں سے؟۔ اس وقت تمہیں اختیار ہوگا کہ اس بہانے اسے خوب مار و پیٹو اور جیسے چاہو ویسے اسے کرنے کو کہو۔

میں نے اس رائے پر عمل کیا۔ اور کنیز کو پانچ سو دینار کی تھیلی رکھنے کو دی۔

اور پھر جب وہ نماز پڑھ رہی تھی چپکے سے تھیلی وہاں سے اڑا لی ــــــ اور اطمینان ہو جانے کے بعد میں نے کہا وہ تھیلی لاؤ۔ تو وہ اس جگہ گئی اور پانچ سو دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی لاکر میرے حوالے کر دی۔ میں نے غور کیا کہ وہ تھیلی میں لے چکا ہوں۔ یقیناً اس کے معبود کے کرم سے اس کو یہ دوسری تھیلی دستیاب ہو گئی ہے ــــــ تو معبود برحق اسی کنیز کا معبود ہے۔ اس کے بعد میں، میرے گھر والے، اور میرا دوست سب مسلمان ہو گئے۔ اور تسلیم کر لیا کہ یقیناً وہ خدا جس پر کنیز کا ایمان ہے وہی سچا اور حقیقی معبود ہے ــــــ اور میں نے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ (ص: ۱۵۵۔۱۵۸)

مالک الملک کا اکرام بھی ہے لافانی، خون کا پیاسا بنا لحظہ میں پیارا جانی
پھول کھل آئے اڑی خوشبو فضائیں بدلیں دل کی کھیتی پہ جب ایقان کا برسا پانی
رب کا عرفان غلاموں کو کنیزوں کو ملا دیکھا کفار نے تو ان کی بڑھی حیرانی
اپنے حیلوں سے وہ اسلام کو زک دے نہ سکے
باندھ بندھتے رہے اور بڑھتی رہی طغیانی؛ بدر

حق آشنا تحفہ:

وہ شب نہایت اضطراب و بےچینی کی شب تھی۔ معمولات سے فارغ ہونے کے بعد بھی حضرت سری سقطی کی آنکھوں میں نیند کی کوئی علامت نہیں تھی۔ طبیعت پر یک گونہ بیقراری چھائی ہوئی تھی ــــــ پوری رات یوں ہی گزر گئی۔ ایک عالم کو طمانیتِ قلب کے نور سے معمور کرنے والے حضرت سری آج خود روح میں اضطراب کا درد لئے جامع مسجد میں داخل ہوتے ہیں کہ واعظ کی تقریر سنکر شاید کچھ سکون ہو۔ مگر وہاں سے بھی مقصد حاصل نہیں ہوا ــــــ ایک مجلسِ وعظ سے اٹھ کر دوسری محفل میں شریک ہوئے مگر درد کی ٹیسیں اور بڑھنے لگیں۔

خیال ہوا وہاں جائیں جہاں مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ کوڑوں سے ضرب

لگائی جاتی ہے۔ کوتوالی جا پہونچے۔ کتنوں کو سزا پاتے دیکھا مگر خود ان کی حالت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اس کے بعد شیخ سری کے قدم خود بخود شفا خانے کی جانب اٹھنے لگے۔ جہاں بیماروں کو علاج کے لئے رکھا جاتا ہے شفا خانے پہونچتے ہی حضرت شیخ سری کو اپنا دردِ دل وا ہوتا نظر آیا۔ طبیعت پر بشاشت چھانے لگی جیسے کسی متعفن اور محبوس مقام سے نکل کر فرحت بخش فضا میں پہونچنے پر دل کو نشاط ملتا ہے ـــــــ سیدنا سری سقطی ایک عارف حق تھے، اور شفا خانے میں چشم گریاں، اور قلب بریاں لئے ایک پاکیزہ روح تڑپ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل کنیز کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی پڑی ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ زبان پر عشقیہ اشعار ہیں جن کا مفہوم یہ ہے ؎

کر کے یوں طوق و سلاسل میں اسیر — مجھ کو کس جرم کی سزا دوگے

دل تو پہلے ہی جل کے خاک ہوا — آگ اب پھر کہاں لگاؤ گے

تم کو حق ہے چلاؤ تیر پہ تیر — مجھ کو صادق وفا میں پاؤ گے

شیخ سری کو شفا خانے کے مہتمم نے بتایا کہ یہ باندی دیوانی ہو گئی ہے ـــــ اس کا مالک اسے یہاں رکھ گیا ہے تاکہ ٹھیک ہو جائے۔ باندی نے بھی مہتمم کی بات سنی اور رونے لگی ـــــ حضرت شیخ کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے۔ فرمایا۔ میں نے اس سے وہ باتیں سنی ہیں جن سے دل کا غم فزوں ہوا۔ درد میں اضافہ ہوا۔ اور گریہ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

کنیز: اے سری! تم نے مجھ سے اس کی صفات سن کر رونا شروع کر دیا۔ اگر اس کا عرفان پا جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ ـــــ اتنا کہنے کے بعد وہ بے ہوش ہو گئی کچھ دیر بعد آنکھ کھولی۔

شیخ سری: اے کنیز یہ بتا تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔

کنیز: جب سے مجھے معرفت ملی، میں نا آشنا نہیں رہی۔ اور جب سے خدمت کی سست نہیں ہوئی۔ اور جب سے وصل نصیب ہوا جدا نہیں ہوئی۔ اہلِ درجات

ایک دوسرے سے آشنا ہوتے ہیں۔

شیخ سری: تو محبت کرتی ہے۔ تیرا دوست کون ہے؟۔

کنیز: میرا دوست وہی ہے جس نے اپنے پیار کے ساتھ مجھے معرفت دی۔ اور اپنی عظیم عطاؤں کے ساتھ سخاوت فرمائی۔ وہ دلوں کے قریب ہے۔ طلب کرنے والوں کا دوست ہے۔ سننے والا، جاننے والا، پیدا کرنے والا، حکمت والا سخاوت والا، کرم والا، بخشش والا، اور رحم فرمانے والا ہے۔

شیخ سری: یہاں تجھے کس نے مقید کیا۔

کنیز: میرے حاسدوں نے، ایک دوسرے کی مدد کی، اور بات طے کرلی۔ کنیز نے اتنا کہنے کے بعد بلند آواز سے چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی۔ شیخ نے سوچا جاں بحق ہوئی مگر کچھ دیر بعد پھر ہوش میں آئی ـــــــ شیخ نے مہتمم شفاخانہ سے کہا اسے آزاد کردو ـــــ اس نے چھوڑ دیا۔

شیخ سری: اے کنیز! اب تو جہاں چاہتی ہے چلی جا۔

کنیز: میں کہاں جاؤں؟۔ اسے چھوڑ کر جانے کا میرے لئے کون سا راستہ ہے میرے دل کے محبوب نے اپنے ایک بندے کو میرا آقا بنا دیا ہے۔ اگر میرا آقا بخوشی راضی ہوگا تو چلی جاؤں گی ورنہ صبر اختیار کروں گی۔

شیخ سری: واللہ! یہ تو مجھ سے بھی دانشمند ہے۔

اس اثنا میں اس کا مالک آگیا۔ اور اس نے مہتمم شفاخانہ سے دریافت کیا میری کنیز تحفہ کہاں ہے؟۔ مہتمم نے کہا اندر ہے۔ شیخ سری تشریف لائے ہیں تحفہ کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس سے باتیں کر رہے ہیں ـــــــ کنیز کا مالک یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ شیخ کے پاس آیا۔ ان کی تعظیم وتکریم کی۔

شیخ سری: تیری یہ کنیز مجھ سے زیادہ تکریم کی مستحق ہے تجھے اس کی کیا بات ناپسند ہے؟۔

مالک: حضور والا! ایک دو باتیں ہوں تو ذکر کروں، بہت سی عادتیں اس

میں ایسی ہیں جو ناپسندیدہ ہیں۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، اور نہ سوتی ہے عقل سے خالی ہے۔ خود بھی جاگتی ہے ہمیں بھی سونے نہیں دیتی۔ ہر وقت فکرمند رہتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی بات پر رونے لگتی ہے۔ نالۂ و شیون کے سوا اسے کچھ اچھا ہی نہیں لگتا۔ اور جناب عالی! یہی میری دولت و ثروت ہے۔ میں نے اپنی کمائی کی کل پونجی بیس ہزار درہم دے کر اسے خریدا ہے۔ اور یہ امید تھی کہ اس سے دو گنا فائدہ حاصل ہوگا ——— کیونکہ یہ حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین گانا بھی جانتی ہے۔ مگر ایک سال کا زمانہ ہوا ——— جب یک بیک اس کی حالت میں یہ تغیر پیدا ہوا ——— ہاتھ میں عود لئے نغمہ و سرود میں مشغول تھی۔ یکایک عود کو توڑ ڈالا۔ اور روتی چلاتی کھڑی ہو گئی ——— میں نے سوچا شاید اسے کسی شخص سے محبت ہو گئی ہے۔ مگر چھان بین کے بعد میرا یہ شک غلط ثابت ہوا۔

شیخ سری، تحفہ اب تو کچھ اپنے بارے میں بتا۔

کنیز: (دل جلے انداز میں بولی) میرے دل سے میرے خدا نے خطاب کیا۔ دوری کے بعد اس نے مجھے قربت سے نوازا۔ اپنے خواص میں منتخب کیا۔ میں جب رضا و رغبت سے طلب کی گئی، میں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اور بلانے والے کے جواب میں لبیک کہی۔ اپنے سابقہ گناہوں سے ڈری۔ لیکن محبت نے میرے خوف کو دفع کر کے تمناؤں میں لا ڈالا۔

شیخ سری: (مالک سے مخاطب ہو کر) تم اس کی قیمت کا اندیشہ نہ کرو۔ میں اس سے زیادہ تمہیں دوں گا۔

مالک: آپ تو خود ایک فقیر ہیں، اتنی بڑی رقم کہاں سے پائیں گے۔

شیخ سری: فکر نہ کرو، تم میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔

شیخ وہاں سے شکستہ دل، بھیگی پلکوں کے ساتھ، رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کر کے روانہ ہوئے۔ واقعتاً ان کے پاس اس وقت ایک درہم بھی موجود نہیں تھا ——— یہ رات حضرت شیخ نے روتے بلکتے، آہ و زاری کرتے دیتے

کائنات کے حضور دعا مناجات میں گزاری۔ نہ بستر پر لیٹے اور نہ آنکھوں کو نیند آئی دعا فرماتے رہے۔

اے ربِ کائنات تو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ میں نے محض تیرے فضل و کرم پر بھروسہ کیا ہے ——— مجھے رسوا نہ کرنا ——— کنیز کے مالک کا سامنا ہو تو مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ یا ارحم الراحمین، یا اکرم الاکرمین،

—————○—————

اسی رات کی بات ہے احمد بن مثنیٰ نامی ایک دولت مند مسلمان نے خواب دیکھا۔ غیب کا منادی پکار رہا ہے۔ "اے احمد! اشرفیوں کی پانچ تھیلیاں لے جا کر سرّی کی خدمت میں پیش کر تاکہ ان کا دل خوش ہو۔ وہ میری بندی تحفہ کی قیمت دے سکیں۔ میں اس کنیز کے حال پر مہربان ہوں"۔ ابھی بغداد معلّیٰ کی گلیوں میں ملگجا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ فجر کا مؤذن بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ مگر احمد بن مثنیٰ کی قسمتِ بیدار نے اسے ایسا سہانا خواب دکھا کر اس کی زندگی کے دامن میں خوشیاں بھر دی تھیں ——— اس سے اجالا ہونے کا انتظار برداشت نہ ہو سکا۔ غلاموں کو حکم دیا اور شمع ہاتھوں میں لی اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے طشت سروں پہ لئے چار غلام حضرت سری سقطی کے عبادت خانے کے در پر جا پہونچے۔ دروازے پر دستک دی۔

شیخ سری: کون ہے؟۔

احمد بن مثنیٰ: یارانِ باوفا میں سے ایک،

شیخ سری: کس ضرورت سے آئے ہو؟۔

احمد بن مثنیٰ: ربِ کریم کا حکم مجھے یہاں لایا ہے۔ اور پانچ تھیلیاں اشرفیوں کی حاضرِ خدمت ہیں۔

نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد احمد کو ہمراہ لئے شیخ شفاخانے میں داخل ہوئے مہتمم نے شیخ کا استقبال کرتے ہوئے بتایا کہ آج رات میں غیب سے یہ آواز سنی ہے کہ

"خداوند قدوس تحفہ پر مہربان ہے"۔ ادھر تحفہ نے دیکھا تو مُڑ کر عرض کرنے لگی ـــ یا شیخ! آپ نے مجھے مشہور کر دیا۔ اتنے میں تحفہ کا مالک زار و قطار روتا ہوا وہاں پہونچا ـــــ شیخ نے کہا۔ پریشان نہ ہو۔ جتنی قیمت تم نے اس کنیز کی ادا کی ہے اس سے دوگنی رقم لایا ہوں۔

مالک: یا شیخ! آپ اب اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں تو میں قبول نہیں کر سکتا۔ میں نے آج رات ایسی تنبیہ اور زجر و توبیخ پائی ہے کہ میں دنیا کو چھوڑ کر ربّ کائنات کی جانب بھاگ چلا ہوں۔ اور میں نے! اسے آزاد کیا۔

احمد بن مثنیٰ: حضور! میں تو محروم ہی رہ گیا۔ شاید جب اس نے مجھے اس خدمت کا حکم فرمایا۔ مجھ سے راضی نہ تھا۔ آپ گواہ رہیں کہ میں اپنی ساری دولت خدا کی راہ میں صدقہ کر رہا ہوں۔

شیخ سری: اللہ اللہ تحفہ کتنی برکت والی ہے۔

آزاد ہونے کے بعد تحفہ نے صوف کا ایک جبہ پہنا۔ اور وہاں سے چل کھڑی ہوئی ـــــ آزادی پر خوش ہونے کے بجائے وہ جاتے جاتے روتی جاتی تھی۔ وہاں سے جانے کے بعد لوگوں نے پھر تحفہ کو نہیں پایا۔

احمد بن مثنیٰ وہاں سے لوٹ کر گھر نہ جا سکے اور قید ہستی سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے ـــــ حضرت شیخ سرّی عازم مکہ ہوئے، ساتھ میں تحفہ کا آقا بھی تھا۔ ایک روز دونوں مصروف طواف تھے کہ کسی رنجور دل سے نکلی ہوئی غمناک صدا ان دونوں کے کان میں آئی۔

> خدا کا دوست دنیا سے علیل ہے۔ اس کی بیماری لمبی ہے۔ اس کا مرض ہی خود اس کی دوا ہے۔ اسے محبت کا جام پلایا، پلا کر خوب سیراب کیا۔ پھر محب اس کی محبت میں حیران اسی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے علاوہ اور اسے کوئی محبوب نہیں اور یہی حالت اس کی ہے جو شوق کی راہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف طلب کیا جائے وہ اس کی محبت میں حیران رہتا ہے۔ تا آنکہ اس کے دیدار سے مشرف ہو۔

دونوں جب اس مریضِ عشق کے قریب پہونچے اس نے شیخ سری کا نام لیکر مخاطب کیا

شیخ سری: تم کون ہو؟۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ، تعارف کے بعد بھی یہ ناآشنائی۔ میں تحفہ ہوں۔

شیخ فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ بالکل نحیف وناتواں، کمزور ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تحفہ! بتاؤ مخلوق سے الگ تھلگ ہو کر جب سے تم رب تعالےٰ کی جانب متوجہ ہوئی ہو تمہیں کیا حاصل ہوا؟۔

تحفہ: خدائے کریم نے مجھے اپنے قرب سے انس عطا کیا۔ غیر سے نفرت و وحشت دی

شیخ سری: اے تحفہ! ابن مثنیٰ کا انتقال ہو گیا۔

تحفہ: اللہ تعالےٰ ان پر رحم فرمائے۔ میرے رب نے انہیں وہ انعام واکرام بخشا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا بہشت میں ان کا مقام میرے پڑوس میں ہے۔

شیخ سری: تمہارا آقا جس نے تجھے آزاد کیا میرے ہمراہ ہے۔

یہ سُنکر تحفہ نے زیرِ لب کچھ دعا کی۔ اور چشم زدن میں اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ تحفہ کے مالک نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی خود کو سنبھال نہ سکا۔ اور بے قابو ہو کر اسی پر گر پڑا۔ شیخ نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ بھی خدا کو پیارا ہو چکا تھا۔

اس طرح حرم کی مقدس زمین پر سالارِ عارفاں حضرت شیخ سری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ان دونوں کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (ص: ۱۵۸، ۱۶۴)

جس کو عرفان مل گیا تیرا
وہ زمانے سے بے نیاز ہوا
گ[illegible] وہ پھول سا ہو
عشقِ حق کا جو شاد باز ہوا — بدر

سورۂ والشمس کی برکت:

اللہ واسطے کی محبت مسلمان کا بہت عظیم سرمایہ ہے۔ شیخ ابوہاشم کا بھی ایک ایسا ہی یار تھا جس کی دوستی کو چالیس سال پورے ہوئے تھے کہ موت نے اسے آلیا شیخ ابوہاشم اپنے اس دوست کی جدائی پر غمگین تھے۔ ان کی باہمی بھائی چارگی محض خدا واسطے کی تھی۔ ابوہاشم کو آج وہ دن بڑی شدت سے یاد آرہا تھا جب وہ دریا کے کنارے کھڑے بصرہ جانے کے لئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک کشتی میں جگہ ملی۔ اس کشتی میں پہلے ہی سے ایک اور شخص موجود تھا۔ اس کے ہمراہ ایک خوبصورت کنیز بھی تھی۔ کنیز کے مالک نے ابوہاشم کو دیکھ کر کہا تھا ـــــ تمہارے لئے کشتی میں جگہ نہیں، یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر کنیز نے کہا مسکین معلوم ہوتا ہے، اسے ساتھ لے لو ـــــ اس طرح اس نے مجھے بٹھا لیا۔ راستے میں اس نے کنیز سے کھانا طلب کیا۔ اس نے دستر خوان لگا دیا۔ اس نے کہا اس مسکین کو بھی کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ میں بھی شریک طعام ہوا۔ کھانا کھا لینے کے بعد اس نے کنیز سے شراب منگوائی اور پینے لگا۔ مجھے بھی شراب پینے کے لئے بلوایا۔ مگر میں نے انکار کیا ـــــ شراب سے بدمست ہونے کے بعد اس نے کنیز سے کہا۔ ساز اٹھا۔ اور کوئی نغمہ سنا۔ کنیز نے نغمہ سنجی شروع کی۔ اور خوب گایا ـــــ پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا۔ اور پوچھا کیا تم بھی ایسا کچھ سنا سکتے ہو؟ ـــــ میں نے کہا ایسا نہیں اس سے بہت بہتر، اس نے کہا پھر سناؤ، میں نے سورۂ والشمس اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ تک پڑھی۔ وہ سنکر رونے لگا ـــــ جب میں اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ پر پہونچا۔ اس نے باندی سے کہا جا! میں نے تجھے آزاد کیا۔ اور شراب جس قدر اس کے پاس تھی سب دریا میں بہا دی۔ ساز کو توڑ ڈالا۔ اور مجھ سے لپٹ گیا۔ اور بولا۔

کیا اگر میں توبہ کر دوں تو تمہیں امید ہے کہ رب تعالیٰ مجھے معاف فرمائے گا؟

میں نے کہا۔ رب غفور توبہ کرنے والوں، اور گناہوں سے پاکی چاہنے والوں کو پسند فرماتا اور دوست رکھتا ہے، وہ دن اور آج کا دن ہماری دوستی اور بھائی چارگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ افسوس چالیس سال بعد وہی دوست بچھڑ گیا تھا ـــــ ابوہاشم اس کے لئے رنجیدہ تھے۔

شب میں سوئے تو خواب دیکھا۔ دوست نہایت خوش ہے۔ حال دریافت کیا تو اس نے کہا۔ میرے پیارے دوست! تم نے جب مجھے سورۂ والشمس سنائی تھی اس کی برکت سے خداوند تعالٰے نے مجھے بہشت عطا فرمائی ہے ـــــ

ـــــ (ص: ۱۶۳ ۱۶۴)

ایسا ہی واقعہ بنی مہلب کے ایک شخص کا حضرت شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ خزاعی نے بیان کیا ہے۔ اس نے بصرہ جانے والی اپنی کشتی میں ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے عصا بردار جوان کو سوار کیا۔ اس نوجوان نے اسے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ الخ۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ الخ۔ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا الخ پڑھ پڑھ کر سنائی۔ آخری آیات کو سنکر اس نے جان دیدی ـــــ اس کا جنازہ قوم کے لوگوں تک پہونچایا گیا۔ اور اس کے ہمراہ جو کنیز تھی اس نے بھی فقر کی راہ پر زندگی گزار دی۔ اور چالیس دن اسی حال میں صائم الدہر اور قائم اللیل رہی۔ ایک شب قرآن مجید کی مذکورہ آیات پڑھتی رہی:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکہف ۱۸/۲۹)

اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بیشک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے، جس (کے شعلوں) کی چہار دیواری (ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی۔ اور اگر پیاس

کی وجہ سے وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے ہوگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا۔ ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بدترین آرامگاہ ہے۔

اور انہی کی تلاوت کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ——— (ص ۱۶۴، ۱۶۵)

دنیا بدل گئی:

چاندنی چھٹکی ہوئی تھی، موسم بہار نہایت خوشگوار تھا۔ چند بزرگ ایلہ کے ساحل سے گزر رہے تھے۔ آبادی کے کنارے ایک فوجی کا مکان تھا۔ فوجی نشاط و طرب میں کھویا ہوا تھا۔ اس کی مغنیہ کنیز خوش آوازی سے عشقیہ اشعار بربط کے سُروں سے ملا کر گا رہی تھی۔

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وُدٌّ　　کَانَ مِنِّیْ لَکَ یُبْذَلُ

کُلَّ یَوْمٍ تَتَلَوَّنُ　　غَیْرُ ھٰذَا بِکَ اَجْمَلُ

خدا کی راہ میں میری جانب سے محبت کا ایک تحفہ تیرے لئے ہے۔ مگر روزانہ تیرا معاملہ بدلتا رہتا ہے جب کہ بہتر کچھ اور تھا۔

مکان کے باہر دیواروں کے سائے تلے ایک کمبل پوش فقیر لیٹا ہوا تھا۔ اشعار سنکر اس نے چیخ ماری۔ اور آواز دی پھر یہی گاؤ۔ بخدا اے باندی! میرے پروردگار کے ساتھ میرا بالکل یہی معاملہ ہے۔ باندی کے مالک نے اسے حکم دیا۔ عود و بربط چھوڑ صرف شعر سُنا۔ یہ فقیر صوفی معلوم ہوتا ہے۔ باندی انہی دو شعروں کو متواتر دہراتی رہی حتی کہ فقیر پر حال طاری ہوا۔ اسی کیفیت میں اس نے ایک زور کی آواز نکالی، اور زمین پر گر پڑا ——— لوگوں نے سنبھالا دیا مگر وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ گزرگاہ سے جاتے ہوئے بزرگ وہیں رک گئے۔ فوجی نے فقیر کی لاش اپنے مکان میں اٹھوائی۔ اور اپنے گھر کے تمام سامانِ لہو و لعب توڑ توڑ کر باہر پھینکنے لگا ——— رات زیادہ ہو گئی تھی۔ شہر ایلہ میں داخل ہو کر ان بزرگوں نے قیام کیا۔ اور لوگوں کو اس

واقعہ کی خبر دی ـــــ صبح کے وقت مسافر بزرگوں نے پھر فوجی کے مکان کی جانب رُخ کیا ـــــ وہاں دیکھا کہ ہر طرف سے جوق در جوق لوگ جنازے میں شریک ہونے کے لئے چلے آرہے ہیں جیسے کسی نے نہایت اہتمام سے منادی کرائی ہو بصرہ کے عمائدین اور شرفاء بھی شریک جنازہ ہوئے، قاضئ شہر نے نماز پڑھائی۔ فوجی کو لوگوں نے دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے برہنہ سر چل رہا تھا۔ نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے بعد فوجی نے سب کو گواہ بنا کر اپنی سب باندیوں اور غلاموں کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ اور تمام مال و اسباب زمین جائیداد، اور چار ہزار دینار خیرات کر ڈالے ـــــ اس کی یہ حالت دیکھ کر لوگ زار و قطار رو تے تھے۔ بس ایک تہبند، ایک چادر جسم پر ڈالے اس نے فقر کی راہ اختیار کی۔ (ص ۱۶۵، ۱۶۶)

بنی اسرائیل کے میدان تیہ میں ایک بزرگ نے ایک، ایسے بندۂ حق کو مصروف ریاضت پایا جس کا جسم نہایت زار و نزار اور لاغر ہو گیا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کس شئے نے آپ کو اتنی جانفشانی پر آمادہ کیا۔ کہنے لگے۔

ثقلِ معاصی، خوفِ جہنم، اور خدائے جبار کی حیاء نے ـــــ (ص: ۱۶۶)

اہلِ مراقبہ:

شیخ عبداللہ بن احنف مصر کے باشندے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ رملہ جائیں۔ اور وہاں حضرت روزباری رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں۔ انہیں عیسیٰ بن یونس مصری نے رائے دی کہ اس سفر میں آپ فلاں فلاں راستے سے جائیں اور "صور" میں ضرور رکیں۔ کیونکہ وہاں دو کامل بزرگ اہل مراقبہ رہتے ہیں۔ اگر آپ نے ان لوگوں کی ایک نظر بھی زیارت کر لی تو عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

شیخ عبداللہ نے ایسا ہی کیا ـــــ جب وہ صور پہونچے تو بھوک پیاس لگ رہی تھی۔ اور ان کے پاس دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی سامان نہیں تھا۔

وہاں انہوں نے مذکورہ دونوں بزرگوں کی زیارت کی ان میں سے ایک ضعیف تھے۔ اور دوسرے جوان، شیخ عبداللہ بیان کرتے ہیں وہ دونوں روبقبلہ تھے، میں نے انہیں سلام کیا اور بات کرنی چاہی۔ مگران لوگوں نے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے انہیں قسم دی کہ مجھ سے بات کریں۔ اس پر ضعیف مرد نے سر کو بلند کیا۔ اور کہا ـــــ اے فرزند احنف! تمھارے پاس وقت کتنا بیکار ہے کہ وہاں سے چل کر ہم لوگوں کے پاس آئے پھر سربگریباں ہوگئے۔ میں اس جگہ کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے ہمراہ ظہر وعصر کی نمازیں پڑھیں۔ ان کی صحبت میں میری بھوک پیاس ختم ہوگئی ـــــ پھر میں جوان سے مخاطب ہوا۔ اور کچھ نصیحت کی درخواست کی۔ انھوں نے کہا ہم لوگ خود پریشانی میں ہیں۔ ہمارے پاس نصیحت کے قابل زبان نہیں۔ میں نے تین شبانہ روز اسی طرح ان کے ساتھ قیام کیا۔ اس وقفہ میں ان لوگوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا ـــــ تیسرے روز میں نے اپنے دل میں ان سے سوال کرنے کا ارادہ کیا۔ شاید یہ لوگ مجھے کچھ مفید نصیحت سے نوازیں۔

اتنے میں، نوجوان نے مراقبہ سے سر اٹھا اور کہا۔

جس کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے جس کی زبان عمل سے (زبانِ قول سے نہیں) تمہیں نصیحت ہو۔ اس کی صحبت لازم پکڑو۔

اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو وہاں نہیں پایا ـــــ رضی اللہ عنہما۔ (ص ۱۶۰، ۱۶۷!)

حقیقی انسان:

سیّدالطائفہ امام جنید بغدادی کو ایک بار خواب میں شیطان ننگا نظر آیا ـــــ (اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم) انہوں نے فرمایا تجھے انسانوں سے شرم نہیں آتی شیطان نے جواب دیا۔ کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک انسان ہیں؟۔ انہوں نے فرمایا۔ بیشک! ابلیس لعین بولا، اگر انسان ہوتے تو میں ان سے اس طرح بازی

نہ کرتا جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں ــــــ انسان تو حقیقتاً وہ لوگ ہیں، جو شونیزیہ کی مسجد میں معتکف ہیں، جن کی عبادت و ریاضت سے میرا بدن نحیف و کمزور ہو رہا ہے۔ میں جب انہیں ورغلانے بہکانے کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ رب تعالےٰ کا اشارہ کرتے ہیں۔ اور میں جلنے لگتا ہوں ــــــ خواب سے بیدار ہو کر امام الطائفہ رضی اللہ عنہ مسجد شونیزیہ میں گئے۔ وہاں انہوں نے تین شخصوں کو دیکھا جو اپنی گدڑی میں سر چھپائے بیٹھے ہیں۔ جب آنے کی آہٹ سنی تو ان میں سے ایک نے سر اپنی گدڑی سے باہر نکالا۔ اور کہا۔

اے ابوالقاسم! شیطان لعین کی بات سے دھوکہ نہ کھائیے گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ظن کی شکستگی:

(ص: ۱۶۷)

امام الطائفہ ابوالقاسم حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ایک بار مسجد شونیزیہ میں بیٹھے کسی جنازے میں شرکت کا انتظار کر رہے تھے۔ اور بھی بہت سے باشندگانِ بغداد وہاں موجود تھے ــــــ آپ نے وہاں ایک فقیر کو دیکھا جس کے چہرے بُشرے سے عبادت و ریاضت کے آثار ہویدا تھے۔ وہ لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ امام جنید رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں اس کے سوال کو ناپسند کیا اور سوچا کہ اس کے بجائے اگر یہ کوئی ایسا کام کرتا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی تو بہتر تھا ــــــ اسی شب کی بات ہے عشاء کے بعد شیخ جنید نے اپنے معمولاتِ شب میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا تھا۔ آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا۔ فرماتے ہیں جب آنکھ لگی تو خواب دیکھا کہ اسی فقیر کو لایا گیا، اور ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ اور مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ تو اس کا گوشت کھا، تو نے اس کی غیبت کی ہے۔ اسی خواب میں مجھ پہ منکشف ہوا کہ میں نے جو اس کے سلسلہ میں ایسا سوچا اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ میں نے عرض کیا ــــــ اس کی غیبت نہ کی۔ ہاں! اس سے متعلق اپنے دل میں کچھ ایسا سوچا تھا۔ فرمایا گیا

تم ان لوگوں میں سے نہیں. جن سے اس قدر بھی ہم گوارا کریں جاؤ اس بندے سے معافی مانگ۔
شیخ فرماتے ہیں صبح میں اس کی تلاش میں نکلا، دریا کے کنارے سبزیاں دھونے والے جو پتے چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ انہیں چن رہا تھا ـــــ میں نے سلام کیا، اس نے جواب دیا، اور فوراً کہا۔ اے ابوالقاسم! کیا پھر ایسا کرو گے؟ ـــــ میں نے کہا۔ نہیں، کہا جاؤ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے ـــــ

(ص: ۱۶۷ ـــ ۱۶۸)

خدا سے تعلق والے:

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمہ کا گزر لکام پہاڑ پر ہوا۔ وہاں انار کے درخت دیکھ کر انہیں انار کھانے کی خواہش ہوئی۔ انہوں نے ایک انار توڑ کر کھایا تو بہت ترش تھا۔ وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ـــــ تھوڑی دوری پر انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے جسم پر بہت سی بھڑیں لپٹی ہوئی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا، جواب ملا، وعلیکم السلام یا ابراہیم! ـــــ
آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا۔
جو اللہ تعالےٰ کو پہچان لیتا ہے اس پر کچھ چھپا نہیں رہتا۔
میرے خیال میں آپ کو اللہ تعالےٰ سے خصوصی تعلق ہے۔ اگر آپ اس تعلق سے اپنے حق میں دعا کریں تو شاید وہ ان بھڑوں سے نجات دے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کو بھی اللہ تعالےٰ سے خاص تعلق ہے ـــــ اگر آپ اس کے وسیلے سے دعا کرتے تو وہ آپ کو انار کی خواہش سے محفوظ رکھتا۔ کیونکہ لذت انار کی سزا تو آخرت میں بھگتنی ہوگی۔ اور ان بھڑوں کی تکلیف تو بس یہیں تک ہے پھر ختم ہو جائے گی۔ (ص: ۱۶۷)

نگاہِ صدیق:

فقراء کی ایک جماعت کے مرکز پر حضرت شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ نے ایک

ہوشیار، چالاک، اور خوبصورت نوجوان کو دیکھا۔ حضرت شیخ نے حاضرین سے فرمایا ــــ یہ تو مجھے یہودی لگتا ہے۔ فقراء نے شیخ کی بات ناگواری سے سنی شیخ جب وہاں سے چلے تو وہ نوجوان بھی ان کے ساتھ مجلس سے باہر نکلا۔ مگر معًا پھر واپس جا کر لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ شیخ ابراہیم میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے۔ لوگوں نے بتانے سے احتراز کیا ــــ مگر جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو بات بتا دی۔ وہ نوجوان اسی وقت دوڑتا ہوا شیخ ابراہیم کی خدمت میں پہونچا۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔

ہماری کتابوں میں ملتا ہے کہ صدیق کی فراست غلط نہیں ہوتی۔ میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں شامل ہو کر اس کی آزمائش کروں۔ فقراء کا یہ گروہ مجھے نظر پڑا، تو میں نے سوچا اگر صدیق کوئی ہوگا تو ان ہی میں ہوگا کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ماسوی اللہ کو ترک کرتے ہیں ــــ چنانچہ جب میں شیخ ابراہیم کے روبرو ہوا تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اور میں نے بھی انہیں جان لیا کہ وہ مرتبہ صدیقیت پر فائز ہیں۔

وہ نوجوان آگے چل کر صوفیۂ کبار میں سے ہوا۔ (ص: ۱۶۹)

ایسا ہی واقعہ شیخ ابوالعباس مسروق علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ ان کے پاس ایک بوڑھا شخص آیا کرتا تھا۔ اور نہایت میٹھی زبان میں اچھی باتیں کرتا رہتا تھا۔ اور کہتا تھا دل میں آپ لوگ جیسا خیال رکھتے ہوں بلا تکلف کہہ دیں۔ ایک روز شیخ نے اپنے احباب کی مجلس میں اظہار خیال کیا کہ یہ بوڑھا مجھے یہودی لگتا ہے۔ تو ان کے دوست جریدی پر یہ بات بہت گراں گزری ــــ شیخ ابوالعباس نے ایک روز خود اسی سے کہا تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے بارے میں میں اپنے خیال کا اظہار کرتا ہوں کہ تم یہودی ہو۔ یہ سن کر اس نے کچھ دیر سر جھکا کر رکھا۔ پھر سر اٹھا کر کہا ــــ آپ نے سچ فرمایا۔ اور اب میں آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر اسلام

قبول کرتا ہوں۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ــــــ اس نے کہا۔
میں نے تمام مذاہب کی چھان بین کی ہے۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ اگر سچائی ہوگی تو تمہارے ہی مذہب میں ہوگی۔ میں اس بات کا امتحان کر رہا تھا۔ اور آج تم نے میرے گمان کو یقین میں بدل دیا۔ (ص ۱۶۹)

یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہ:

امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
شیخ سری سقطی (میرے شیخ) مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں میں وعظ کیا کرو اور میں لوگوں کے سامنے تقریر کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ ایک جمعہ کی شب میں سویا تھا کہ مجھے خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو نصیحت کرو۔ میں بیدار ہوا اور صبح کا انتظار کئے بغیر حضرت شیخ سری سقطی کے دروازے پر جاکر دستک دی۔ انہوں نے کہا۔ جب تک تم سے خود نہ فرمایا گیا تم نے میرے کہنے کا اعتبار نہیں کیا۔
حضرت شیخ جنید بغدادی نے اسی صبح سے جامع مسجد میں اپنا وعظ شروع کر دیا۔ لوگوں میں یہ بات فوراً پھیل گئی کہ آج سے جنید بغدادی وعظ فرمانے لگے ــــــ وعظ کے دوران بھیس بدل کر ایک نصرانی جوان مجلس میں آیا۔ اور کھڑے ہو کر سوال کیا ــــــ اے شیخ! بتائیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (تبارک وتعالیٰ) کا کیا مطلب ہے؟
ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کہ اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے۔
شیخ جنید نے اس کا سوال سنا تو چند لمحے سر کو جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔
تو نصرانی ہے ــــــ اور اب تیرے ایمان لانے کا وقت آن پہونچا ہے ــــــ اسلام لے آ ــــــ وہ جوان اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (ص ۱۶۹، ۱۷۰)

احسان کے بدلے احسانِ عظیم:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ ایک روز اپنے چالیس مریدوں کے ہمراہ شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر پہونچ کر آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے رزق کا کفیل ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد کتنا پیارا ہے۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ۰ (الطلاق ۶۵/۳)

اور جو اللہ سے ڈرے وہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دے گا۔ اور اس کو روزی دے گا، جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

یہ وعظ فرمانے کے بعد شیخ نے مریدوں کو وہیں چھوڑا اور خود وہاں سے تشریف لے گئے وہ تمام مریدین تین روز تک وہاں رہے مگران پر کچھ واشگاف نہ ہوا۔ چوتھے دن شیخ واپس آئے اور کہا۔ اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے بندوں کے لئے سبب تلاش کرنا مباح فرمایا ہے، اور اس کی اجازت دی ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ۔ (الملک ۶۷/۱۵)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے زمین تمہارے تابع کر دی۔ تو اسی کے راستہ پر چلو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ۔

اس لئے تم اپنے میں سے کسی اچھے کو بھیج دو امید ہے کہ وہ کچھ کھانا لے کر آئے گا۔ مریدوں نے ایک غریب شخص کو بغداد شہر میں بھیجا۔ وہ غریب گلی گلی پھرتا رہا ــــ مگر روزی ملنے کی کوئی راہ پیدا نہ ہوئی۔ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ رہا۔ جہاں وہ بیٹھا تھا وہ ایک نصرانی طبیب کا مطب تھا۔ مریض اس کے پاس آ جا رہے تھے۔ اس طبیب کا طریقہ یہ تھا کہ مریض کا حال خود بتا دیتا تھا۔ سب چلے گئے تو اس نے اس

درویش کو بھی مریض سمجھ کر بلایا ——— اور پوچھا تمہیں کیا مرض ہے۔ اس نے کچھ کہے بغیر ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا تاکہ وہ نبض دیکھے۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا۔ میں تمہاری بیماری اور اس کے علاج دونوں سے باخبر ہو چکا ہوں۔ اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ بازار جا کر بہت سی روٹیاں اور اسی لحاظ سے بھنا ہوا قیمہ اور اسی قدر حلوہ لائے۔ غلام نے تھوڑی دیر میں تمام چیزیں حاضر کر دیں۔ نصرانی طبیب نے فقیر کو وہ چیزیں دیں اور کہا تمہارے مرض کی یہی دوائیں ہیں ——— فقیر نے طبیب سے کہا۔ اگر تم اپنے طریقۂ علاج میں صادق ہو تو سنو اسی مرض میں مبتلا چالیس اور اشخاص بھی ہیں۔ طبیب نے سنا اور غلاموں کے ذریعہ چالیس آدمیوں کے لئے ایسا ہی کھانا منگوا کر فقیر کے ہمراہ بھجوا دیا ——— اور ان کے کچھ دیر بعد خود بھی ان سے چھپ کر چلا۔ کھانا جب شیخ کے روبرو رکھا گیا۔ تو انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور فرمایا فقیرو! اس کھانے میں تو عجیب راز مضمر ہے۔ کھانا لانے والے فقیر نے سارا قصہ سنایا ——— شیخ نے فرمایا۔ ایک نصرانی نے ہمارے ساتھ جو یہ حسن سلوک کیا ہے۔ کیا ہم لوگوں کے لئے روا ہے کہ ہم اسے اس کا کوئی بدلہ دیئے بغیر کھانا کھالیں۔ مرید فقرا نے عرض کیا حضور عالی! ہم تو غریب و نادار فقرا ہیں ہم کیا دے سکتے ہیں ——— شیخ شبلی نے فرمایا۔ کھانے سے پہلے اس کے حق میں دعا کرو۔ چنانچہ دعا کی گئی۔

نصرانی طبیب یہ ساری باتیں چھپ کر سن رہا تھا۔ اس کا دل اس طرح بدلا کہ اس نے فوراً ان کے روبرو حاضری دی۔ زنّار توڑ کر پھینکی۔ اور شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا ——— اور شیخ کے مریدوں میں شامل ہو کر بلند درجہ پایا۔ (ص: ۱۷۰ ——— ۱۷۱)

طبیبِ روحانی:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے۔ لوگ بسلسلۂ علاج آپ کو

شفا خانے لے گئے۔ شفا خانے میں بغداد کے وزیر علی بن عیسیٰ تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے رابطہ قائم کیا کہ کوئی تجربہ کار معالج بھیجئے۔ بادشاہ نے ایک طبیب حاذق کو بھیجا۔ وہ اپنے فن میں بہت ماہر تھا۔ اس کا مذہب نصرانیت تھا۔ اس نے بہترا علاج کیا مگر شیخ کو شفا نہ ہوئی۔ اس نے ایک روز کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ کی دوا میرے پارۂ گوشت میں ہے تو اپنے بدن کا گوشت کاٹ کر دینا بھی مجھ پر کچھ گراں نہ ہوتا ــــــ شیخ نے فرمایا ــــــ میرا علاج اس سے کم میں ہو سکتا ہے طبیب نے عرض کیا وہ کیا؟ ــــــ فرمایا۔ زنار توڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ یہ سنکر اس نے مسیحیت سے توبہ کر لی، مسلمان ہو گیا ــــــ فوراً ہی شیخ بھی صحت مند ہو گئے۔ بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو اشکبار ہو گیا۔ کہا۔

ہم نے تو اپنی دانست میں طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ مگر ثابت یہ ہوا کہ مریض کو طبیب کے پاس بھیجا گیا تھا۔ (ص ۱۷۱)

صدق توکّل:

حضرت شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سفر کا ارادہ کرتے تو کسی کو نہ بتاتے۔ بس ایک لوٹا تھا جسے ہمراہ رکھتے۔ جب سفر کرنا ہوتا لوٹا اٹھاتے اور چل پڑتے۔ شیخ ایک بار ایک مسجد سے آمادۂ سفر ہوئے۔ حامد اسود نامی ایک نیک مرد بھی ان کے پیچھے چلا ــــــ قادسیہ پہونچ کر شیخ نے پوچھا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا۔ حضور جہاں جائیں۔ فرمایا میں مکہ معظمہ کا قصد رکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پھر میں بھی کفش بردار رہوں گا۔

وہاں سے تین روز سفر کرنے کے بعد ایک تیسرا نوجوان شخص ان لوگوں کے ہمراہ چلنے لگا۔ ایک روز گزرا تو حامد اسود نے شیخ سے عرض کیا۔ یہ نوجوان ہمارے ساتھ سفر کر رہا ہے نماز بالکل نہیں پڑھتا۔ شیخ نے نوجوان سے سبب دریافت کیا۔
نوجوان: اے بزرگ مجھ پر نماز ضروری نہیں، کیونکہ میں مسلمان نہیں عیسائی ہوں،

اس نے مزید کہا۔ عیسائیت میں رہ کر میں توکل پر کاربند ہوں۔ اور اسے کامل حد تک پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اسی لئے ویرانے جنگل میں نکل پڑا ہوں۔ کیوں کہ یہاں خدا کے سوا مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور میں اپنے نفس کے دعوی توکل کا بہتر امتحان کر سکوں گا۔ شیخ ابراہیم نے اس کی باتیں سنیں تو حامد اسود سے فرمایا۔ اسے درگزر کر دو اب یہ ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا۔

وہاں سے ہم تینوں ہمراہ چل کر "بطن مر" پہونچے۔ شیخ نے وہاں اپنے کپڑے اتار کر دھوئے۔ اور نصرانی سے مخاطب ہوئے۔

شیخ، تمہارا نام کیا ہے؟۔

نصرانی: میرا نام عبدالمسیح ہے۔

شیخ: اے عبدالمسیح یہ مقام دہلیز حرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم جیسے لوگوں کو اس کے اندر جانا حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے تم حدود حرم میں نہ جانا۔

شیخ ابراہیم خواص اور حامد اسود اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھے۔ مکہ شریف پھر عرفات گئے۔ حامد اسود کہتے ہیں۔ ہم نے اسے عرفات میں احرام پوش حالت میں لوگوں کا منہ تکتے دیکھا۔ ہمیں دیکھا تو آکر شیخ ابراہیم کے قدموں میں گر پڑا۔

شیخ ابراہیم: عبدالمسیح! ہم سے الگ ہونے کے بعد تم پر کیا گزری وہ بتاؤ۔

شیخ! اب مجھے عبدالمسیح نہ کہیں۔ اب تو میں اسی کا بندہ ہوں۔ خود مسیح جس کے بندے تھے۔ آپ لوگوں کے آنے کے بعد میں اسی جگہ تھا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ آیا۔ میں نے مسلمانوں کا بھیس بنایا۔ احرام کا لباس پہنا۔ اور قافلۂ حجاج میں شامل ہو گیا۔ میں نے اس وقت خود کو ایک مجرم محسوس کیا۔ جب خانۂ کعبہ پر میری نظر پڑی تو دین اسلام کے علاوہ سب ادیان مجھے بے اصل لگنے لگے۔ اسی وقت میں نے غسل کیا، مسلمان ہوا، اور احرام باندھ لیا۔ اور آج تو میں آپ ہی لوگوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔

شیخ ابراہیم خواص نے حامد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

نصرانیت میں رہ کر بھی صدق کی یہ برکت ہے۔ دیکھو اسے اسلام کی نعمت مل گئی'
اس کے بعد وہ فقراء کے گروہ میں شامل ہو گیا ــــــ اور انہی کے ساتھ زندگی کے دن پورے کرکے وصال پایا۔ (ص ۱۷۲، ــــ ۱۷۳)

حضرات ابدال:

ایک بزرگ اس شوق میں شرق و غرب کا سفر اختیار کرتے تھے کہ کہیں حضراتِ ابدال کی زیارت سے آنکھوں کو منور کریں۔ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن عشاء کے وقت میں بصرہ کے ساحل پر پہونچا ــــــ راستے سے دائیں جانب پانی کے قریب اتر گیا۔ میں نے دیکھا کہ دس نورانی اشخاص اپنے اپنے مصلے پر تشریف فرما ہیں۔ (اس دور میں صوفی حضرات اپنے ہمراہ لوٹا رکھا کرتے تھے مگر) ان میں کسی کے پاس لوٹا نہیں تھا۔ وہ تمام میرے استقبال کو کھڑے ہو گئے۔ مجھ سے سب نے معانقہ کیا پھر سب سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کوئی ایک دوسرے کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک اٹھا۔ اور دریا میں سے اگیارہ بھنی ہوئی مچھلیاں نکال لایا۔ حالانکہ وہاں آگ اور پکانے کا کوئی سامان نہ تھا ــــــ ان میں سے ایک دوسرا اٹھا اور اس نے ہر ایک کے سامنے ایک ایک مچھلی رکھ دی اور خود ایک بڑی مچھلی لے کر سب سے دور جا بیٹھا ــــــ کچھ دیر بعد سب کے سب پھر اپنے اپنے شغل میں لگ گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ صبح کی سپیدی نمودار ہوئی تو مؤذن نے اذان دی۔ جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ اور سب اپنے اپنے مصلے لیکر دریا پر پاؤں رکھ کر جانے لگے۔ سب سے پیچھے بڑی مچھلی لے کر الگ بیٹھنے والا بھی چلا مگر وہ دریا میں غوطے کھانے لگا۔ انہوں نے اس سے کہا۔ خیانت کرنے والا ہماری جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ (ص ۱۷۳، ــــ ۱۷۴)

مردانِ بے نفس:

آبادان کی جامع مسجد میں ایک بزرگ (شیخ عبداللہ بن عبید عبادانی رضی اللہ عنہ)

نے نماز عشاء کے اندر تین نورانی صورت لوگوں کو دیکھا ـــــــ انہوں نے صف اول میں باجماعت نماز ادا کی ـــــ اور پھر مسجد سے نکل کر دریا کی طرف روانہ ہوئے ۔ بزرگ نے بھی ان کی متابعت کی ۔ اور دریا کی جانب ان کے پیچھے پیچھے چلے ۔ ان تینوں نے سطح آب پر قدم رکھ کر چلنا شروع کیا ۔ تو ایسا لگا دریا کے اندر سے چاندی کے تاروں سے بنی ہوئی جالی جیسی شئے ان کے لئے نکل کر سطح آب پر پھیل گئی ـــــــ ان بزرگ نے سوچا کہ میں بھی ان نقرئی جالیوں پر پاؤں رکھ کر گزر جاؤں مگر وہ جالی زیر آب چلی گئی ۔ اور وہ وہیں دریا کے کنارے غم سے رونے لگے ،

نماز صبح میں پھر وہ تینوں حضرات صف اول میں نظر آئے اور اس وقت سے ؤ مسجد ہی میں رہے ۔ اور عشاء بعد دریا سے گزر گئے ۔ وہ بزرگ پھر ناکام لوٹے ۔ تیسرے دن وہ تینوں حضرات پھر نظر آئے اور سطح آب سے گزر نہ سکنے والے بزرگ نے انہیں دیکھ کر اپنے جی میں سوچا ۔ یقیناً مجھ میں کوئی خرابی یا کمی ہے ۔ اسی لئے تو یہ حضرات پار اتر جاتے ہیں اور میں رہ جاتا ہوں ۔ انہوں نے تیسرے روز بھی ان حضرات کے پیچھے پیچھے چل کر دریا پار کرنا چاہا ۔ تو وہ چاندی کی جالیاں ان کے لئے بھی بچھی رہیں ۔ اور ان تینوں میں سے ایک نے انہیں سہارا بھی دیا ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ ہم لوگ اس پار پہونچے تو وہ سب مل کر سات آدمی تھے ۔ آٹھواں میں تھا ، تھوڑی دیر بعد آسمان سے ایک خوان اترا ، جس میں آٹھ بھُنی ہوئی مچھلیاں تھیں ۔ میں بھی ان کے ہمراہ کھانے کے لئے بیٹھا ۔ اتفاقاً آٹھویں نو وارد بزرگ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ ہمارے پاس اگر نمک ہوتا تو کیا بات تھی ؟ ـــــــ اس پر انہوں نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا ۔ تم ایسے لوگوں میں ہو ؟ ۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر بعد میں نے خود کو ایک پَن گھٹ پر پایا ۔ اور پھر میں نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں دیکھا ۔ (مں ؛ ۴، ۱، ۱۷۵)

خدا رسیدہ غلام :

شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک غلام خریدا رات کا اندھیرا چھایا ۔

اور شیخ نے غلام کو تلاش کیا تو پورے گھر میں کہیں نہ پایا۔ دروازوں کو دیکھا تو سب بند ہیں، کوئی دروازہ بھی کھلا ہوا نہیں۔ وہ سخت حیرت میں پڑے کہ آخر وہ کیسے غائب ہوا۔ صبح ہوئی تو حاضر ہو گیا۔ اور شیخ کی خدمت میں ایک درہم پیش کیا۔ جس پر سورۂ اخلاص کندہ تھی۔ عرض کیا اگر آپ مجھے رات کی خدمت سے آزاد رکھیں تو ایسا ہی درہم میں روزانہ حاضر کیا کروں ــــــ شیخ نے اسے اس کی مہلت دے دی۔ کچھ عرصہ بعد شیخ کے چند پڑوسیوں نے آکر ان سے شکایت کی کہ آپ کا غلام کفن چور ہے اسے بیچ ڈالیے۔ شیخ نے ان لوگوں کو رخصت کیا اور خود اس بات کی تحقیق کا ارادہ کیا ــــــ شیخ نے دیکھا کہ عشاء کے بعد جب اس کے جانے کا وقت ہوا، اس نے بند دروازے کو اشارہ کیا وہ خود بخود کھل گیا۔ اسی طرح مکان کے تمام دروازوں سے گزر کر وہ ایک چٹیل میدان میں پہونچا جو لباس اس کے بدن پر تھا اتار کر صوف کا موٹا کپڑا پہنا۔ اور صبح تک مصروف نماز رہا۔ صبح کے آثار نمودار ہوئے تو اس نے دعا کی۔ اے میرے آقائے حقیقی میرے مجازی آقا کی اجرت عطا کر! ــــــ آسمان سے ایک درہم اس کے ہاتھ میں گرا جسے اس نے رکھ لیا۔ شیخ یہ سارے واقعات دیکھ کر حیران رہ گئے ــــــ اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور اس کے حق میں اپنی بدظنی سے استغفار کیا اور اس کو آزاد کرنے کا عہد کیا۔ اس سے فارغ ہو کر انہوں نے غلام کو تلاش کیا تو وہاں اسے نہیں پایا۔ اور وہ میدان وبیابان بھی شیخ کے لئے اجنبی تھا ــــــ اسی وقت وہاں ایک اسپ سوار نمودار ہوا۔ اور خود ہی پوچھا عبدالواحد آپ آج یہاں کیسے؟ ــــــ شیخ نے سارا قصہ ذکر فرمایا

اسپ سوار: کیا آپ کو معلوم ہے یہ بیابان آپ کے شہر سے کتنی دور ہے فرمایا نہیں؟ ــــــ اس نے کہا اگر تیز سواری سے سفر ہو تو دو برس میں آپ اپنے شہر پہونچ سکیں گے۔ آپ یہیں ٹھہریں، اور اس غلام کے آنے کا انتظار کریں۔ رات ہوئی تو غلام وہاں جا پہونچا۔ اس کے ہاتھ میں دستر خوان تھا جس میں انواع واقسام کے کھانے تھے ــــــ اس نے عرض کیا۔ اے میرے آقا مجھے تناول

فرمائیے۔ اور آئندہ ایسا نہ کیجئے گا۔ شیخ نے کھانا کھایا۔ اور غلام پھر اپنی نماز میں مشغول ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے کوئی اسم اعظم پڑھا۔ اور پھر چند قدم اٹھانے کے بعد ہم لوگ اپنے گھر جا پہونچے۔

غلام: اے میرے آقا! کیا آپ نے مجھے آزاد کرنے کا عہد نہیں کر لیا ہے؟۔

شیخ: میں اپنے عہد پر اب بھی قائم ہوں۔

غلام: میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مجھے آزاد رکھیئے اور میری قیمت لے لیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا جو اٹھاتے ہی خالص سونا بن گیا، وہ شیخ کو دیا، اور چلا گیا ——— شیخ اس عارفِ حق غلام کو جاتے ہوئے بھیگی ہوئی پلکوں سے دیکھتے رہے۔ بعد میں جب ہمسایوں نے جب شیخ سے دریافت کیا کہ اس غلام کا آپ نے کیا کیا۔ اور شیخ نے انہیں حقیقتِ حال سے باخبر فرمایا۔ اور اس کی کرامات سنائیں تو سب نے اپنی بدظنی پر توبہ کی اور تاسف کے اشک بہائے

عبد عارف کی آزادی اور جہنم سے رہائی: (ص: ۱۷۵ ——— ۱۷۶)

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمہ بازار بصرہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص غلام فروخت کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے اس کے ساتھ تین عیوب لگے ہوئے ہیں ——— شیخ نے پوچھا اس میں کیا خرابیاں ہیں۔ کہا۔

① شب میں سوتا نہیں ② دن کو کھاتا نہیں ③ کوئی غیر ضروری بات کرتا نہیں

شیخ نے غلام سے کہا، مجھے تم عارف لگ رہے ہو؟۔

غلام: عارف ہوتا تو غیر خدا میں مشغول ہوتا؟

اس کی یہ بات سن کر شیخ کو اس کے ولی اللہ ہونے کا یقین واثق ہو گیا۔ اور انہوں نے اسے خرید لیا۔ غلام کے آقا کو اس کی قیمت چکاتے ہوئے شیخ نے اپنے دل میں نیت کی کہ اسے اللہ کے لیے آزاد کر دوں گا ——— اسی لمحے غلام نے شیخ کی جانب دیکھا ——— اور کہا:

آپ نے اگر مجھے دنیا میں غلامی سے آزادی تو ربِ کائنات نے آپ کو آخرت میں دوزخ سے آزادی بخشی۔

فرماتے ہیں کہ یہ کہہ کر غلام چلا گیا۔ اور پھر کبھی نظر نہیں آیا ——— (ص: ۱۷۶)

اللہ تعالےٰ سے تعلّق کا سبق:

اہل اللہ میں سے کسی نے ایک غلام خریدا۔ فرماتے ہیں، میں نے اس سے جو سوالات کئے اس نے اس کے جواب اس طرح دیئے۔

تمہارا نام کیا ہے؟۔

میرا نام وہی ہے جو آپ رکھ دیں۔

اور کام؟۔

آپ جو حکم دیں، اس پر عمل کرنا میرا کام،

اور تمہار کھانا؟۔

آپ جو کھلائیں وہی میرا کھانا ہے۔

تمہارے دل کی اپنی کوئی خواہش؟۔

آقا کے ہوتے ہوئے غلام کی خواہش کیا؟ آپ کی مرضی ہی مری خواہش ہے۔

اس کی یہ تین باتیں سن کر مجھے رونا آگیا۔ اور مجھے اپنے مالکِ حقیقی سے اپنا تعلق یاد آگیا۔ میں نے غلام سے کہا۔

عزیز من! تو نے مجھے ربِ کائنات سے ادب کا سبق سکھا دیا۔ (ص: ۱۷۶)

بے غبار دل والے:

ایک اللہ والے کو ایک ساعت میں کئی بار ایک دروازے سے بلایا گیا۔ مگر جب وہ پہونچتے بلانے والا واپس کر دیتا۔ انہوں نے اپنے دل پر اس کا کوئی غبار نہیں لیا۔ اور بلا رنج لوٹ آئے۔ اس دعوت دینے والے شخص نے جب دیکھا کہ

ان پر ہماری بد خلقی کا کوئی اثر نہیں ہوا، تو کہا یہ تو بہت بڑی بات ہے ——— اللہ والے بزرگ نے سُنا تو فرمایا۔

یہ تو نہایت چھوٹی بات ہے جو کتے میں بھی پائی جاتی ہے اسے جب بلاؤ آجاتا ہے اور راندو تو چلا جاتا ہے۔

حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کتے میں دس عادتیں ایسی ہیں، جو ہر مؤمن میں ہونی چاہئے۔

(۱) ——— کتا بھوکا رہتا ہے جو صالحین کی خصلت ہے۔

(۲) ——— کتے کا کوئی خاص مکان نہیں ہوتا جو اہلِ توکل کی علامت ہے۔

(۳) ——— کتا رات میں بہت کم سوتا ہے جو اہلِ محبت کی عادت ہے۔

(۴) ——— کتا مرتا ہے تو کوئی وراثت نہیں چھوڑتا جو زاہدوں کی علامت ہے،

(۵) ——— کتا اپنے مالک کو خواہ وہ جفا کرے نہیں چھوڑتا جو مریدان صادق کا طریقہ ہے۔

(۶) ——— کتا تھوڑی سی جگہ پر قناعت کرتا ہے جو اہل تواضع کی نشانی ہے۔

(۷) ——— کتے کی جگہ پر کوئی قبضہ کرلیتا ہے تو وہ وہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہے، جو اہل رضا کا شیوہ ہے۔

(۸) ——— کتا اپنے مارنے اور ستانے والے کے تھوڑے ٹکڑے پر پھر لوٹ آتا ہے پچھلی بات بھول جاتا ہے جو خاشعین کی صفت ہے۔

(۹) ——— کھانا رکھا ہو تو کتا دور بیٹھا دیکھا کرتا ہے جو مساکین کا طریقہ ہے۔

(۱۰) ——— جس جگہ سے کوچ کرتا ہے پھر پلٹ کر ادھر نہیں دیکھتا، جو غمزدوں کی نشانی ہے ——— (ص: ۱۷۷)

کتوں سے سبق آموزی:

ایک پہاڑ کے غار میں بہت سے کتے رہتے تھے۔ ہفتہ بھر وہ غار سے باہر نہیں جاتے

تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن غار سے نکل کر شہر کے ان مقامات پر جاتے جہاں ان
انہیں کچھ کھانے کو مل جاتا۔ پھر لوٹ کر اسی غار میں آجاتے ——— ایک شخص نے
کتوں کے ان معمولات کو اپنے لئے رہنما بنایا۔ اور ہفتہ بھر انہیں کے ساتھ غار میں
رہنے لگا اور صرف ایک بار شہر جا کر وہاں کچھ کھا لیتا۔ گویا اس نے ان کتوں ہی
سے ریاضت اور آداب سیکھے۔ (ص ۱۷۷)

سید التابعین خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ:

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ کوڑے
کرکٹ جمع ہونے کی جگہ سے پرانے کپڑے چن چن کر پاک کر لیا کرتے۔ اور انہی سے
گدڑی سی لیتے۔ سبزی فروشوں کے نکالے ہوئے پتے اور پھل وغیرہ کو کھانے کے
لئے اٹھا لیتے۔ ایک روز مزبلہ کے پاس ایک کتا آپ پر بھونکنے لگا۔ آپ نے جواباً
فرمایا۔

جو تیرے قریب ہے اس سے تو کھا، جو میرے قریب ہے اس سے میں کھا رہا ہوں
تو مجھ پر بھونکتا کیوں ہے۔ اگر پل صراط سے میں سلامت گزر گیا تو میں تجھ سے بہتر
ہوں ورنہ تو مجھ سے بہتر ہے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ گھر والے آپ کو مجنون خیال کرتے تھے۔ اور اہل رشتہ
حقارت سے دیکھتے، تمسخر کرتے اور بچے پاگل سمجھ کر آپ کو کنکر پتھر مارتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
روز فرمایا ——— اللہ تعالےٰ خلقت میں سے ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو
متقی ومخلص ہوں۔ پاک وصاف اور پوشیدہ زندگی گزارنے والے ہوں، ان
کے بال بکھرے ہوئے، چہرہ غبار آلود، اور شکم پیٹھ سے لگے ہوئے ہوں۔ وہ اگر
مالداروں کی مجلس میں جانا چاہیں تو اجازت نہ پائیں۔ خوش حال عورتوں سے
نکاح کرنا چاہیں تو رشتے نہ ملیں۔ اگر وہ کہیں چلے جائیں تو کوئی ان کا متلاشی نہ

ہو۔ اور جب کہیں سے آئیں تو دیکھ کر کوئی خوش ہونے والا نہ ہو۔ بیمار ہوں تو کوئی عیادت کو نہ آئے۔ مرجائیں تو کوئی جنازہ پر نہ پہونچے۔

صحابہ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان میں سے کسی شخص سے کیسے ملاقات کرسکتے ہیں؟

فرمایا: اویس قرنی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں گے۔

عرض: یارسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہوگی؟۔

فرمایا: آنکھیں نیلگوں، بال سرخی آمیز، سینہ چوڑا، میانہ قد، سخت گندمی رنگ اپنی ٹھوڑی سینے کی طرف مائل، اور نگاہ ہمیشہ جائے سجدہ اور اپنی نگاہ کی جانب جھکی رکھیں گے۔ اکثر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر روتے ہوں گے۔ دو کمبل ساتھ رکھیں گے۔ ایک تہبند، دوسرا چادر کی جگہ استعمال کریں گے۔ اہلِ زمین میں گمنام ہوں گے مگر اہلِ آسمان میں ان کی شہرت ہوگی۔ وہ اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ضرور پوری کردے۔ ان کے بائیں مونڈھے تلے تھوڑا سا سفید داغ ہوگا۔

لوگو! یاد رکھو روزِ حشر سب نیک بندوں سے تو جنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا۔ مگر اویس کو حکم ہوگا کہ تم ٹھہرو لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر رب تعالیٰ ربیعہ و مضر قبیلوں کی تعداد برابر لوگوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائیگا

اے عمر اور اے علی! جب تم لوگ ان سے ملاقات کرنا تو ان سے اپنے حق میں دعا و استغفار کرانا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

اس کے بعد دس سال تک حضرت سیدنا عمر اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما خواجہ اویس قرنی کی جستجو میں رہے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی بالآخر جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی حیات کے آخری سال حج میں تھے تو آپ بوقبیس کی کی پہاڑی پر چڑھے اور باآواز بلند اہلِ یمن کو پکارا۔ اور پوچھا کہ کیا تم میں اویس نام کا کوئی آدمی ہے؟ ——— اس وقت ایک بوڑھا شخص جس کی ریش

دراز تھی وہ کھڑا ہوا۔ اور دست بستہ عرض کیا۔ ہمیں تو اویس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ مگر اس نام کا میرا ایک بھتیجا ضرور ہے جو نہایت گمنام، کم مال، بے وقعت ہے وہ اس لائق نہیں کہ آپ کی خدمت میں لایا جائے۔ شتربانی کرتا ہے اور ہم لوگوں میں بہت معمولی حثیت رکھتا ہے۔

حضرت عمر: وہ کہاں ہے؟۔ کیا وہ نزدیک کہیں ہے؟۔

ضعیف مرد: جی ہاں! میدانِ عرفات میں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جلدی سے عرفات پہنچے تو انہیں ایک درخت کے پاس کھڑے نماز پڑھتے پایا۔ اور ان کے گرد اونٹ چرنے میں مصروف تھے۔ تھوڑی دور پر اپنی سواری روک کر یہ دونوں حضرات قریب پہونچے، اور سلام کیا۔ خواجہ اویس نے نماز پوری کرکے انکے سلام کا جواب دیا۔

ان لوگوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟۔

ایک شتربان اور لوگوں کا ملازم،

آپ کی شتربانی اور اجرت کاری سے متعلق ہمارا سوال نہیں، اپنا نام بتائیے؟۔

عبداللہ (اللہ کا بندہ)

یہ تو ہم بھی جانتے ہیں، تمام اہلِ زمین و آسمان اللہ کے بندے ہیں۔ آپ ہمیں اپنا وہ نام بتائیں جو آپ کی والدہ نے رکھا۔

آپ حضرات کو آخر مجھ سے کیا غرض ہے؟۔

بات دراصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو اویس قرنی کی صفت اور ان کا حلیہ بتایا تھا جس میں سے بالوں کی سرخی، آنکھوں کا نیلا پن تو ہم نے دیکھ لیا۔ مگر سرکار نے ارشاد فرمایا تھا کہ اویس کے بائیں مونڈھے تلے قدرے سفیدی ہوگی۔ کیا آپ ہمیں دکھانے کی زحمت کریں گے؟۔

یہ سنکر خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنا مونڈھا دکھایا تو وہ سپیدی موجود تھی۔ ان حضرات نے اس سپیدی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔

ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ بیشک اویس قرنی آپ ہی ہیں —— آپ ہمارے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

خواجہ اویس، میں تو استغفار میں اپنی کسی فرزند آدم کی تخصیص نہیں کرتا (سب کی بخشش مانگتا ہوں) مگر بحر و بر کے مومنین و مومنات، اور مسلمین و مسلمات میں مستجاب الدعوات کون ہے ؟۔

خواجہ اویس: آپ لوگوں پر خدا نے میرا حال ظاہر کر دیا ہے، بتائیں آپ کون لوگ ہیں ؟۔

سیدنا علی مرتضیٰ: یہ ہیں امیر المومنین عمر بن خطاب، اور میں ہوں علی بن ابی طالب

خواجہ اویس یہ سنکر ادباً کھڑے ہو گئے۔ اور کہا السّلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ویا ابن ابی طالب" اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس امت کی جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ کو بھی رب تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔

امیر المومنین: آپ کے لئے میں مکہ شریف جا کر کچھ خرچ اور کچھ کپڑے لانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔

خواجہ اویس: امیر المومنین ایسا کوئی وعدہ نہ لیں۔ اور نہ ہم آج کے بعد دوبارہ ملیں گے۔ اور بھلا اس پیسے اور کپڑے کو میں کیا کروں گا؟ —— آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس اون کی چادر اور لنگی موجود ہے۔ میں انہیں اتنی جلد تو نہ پھاڑ ڈالوں گا۔ اس کے علاوہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس مضبوط سلا ہوا جوتوں کا جوڑا بھی ہے۔ یہ ابھی کہاں ٹوٹتے ہیں ؟۔ اور آپ کو تو خبر نہیں —— میں اونٹ چرانے کی اجرت چار درہم لیتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں انہیں کب تک کھاؤں گا۔ امیر المومنین! ہمارے اور آپ کے مابین ایک نہایت سخت گھاٹی آنے والی ہے۔ اس پر سے وہی پار اترے گا جو ہلکا اور دبلا ہوگا۔ لہٰذا آپ بھی ہلکے ہی رہیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے خواجہ اویس کی یہ بات سنی تو اپنے کوڑے کو زمین پر

مارا۔ اور بہ آواز بلند پکارا۔ اے کاش عمر! تجھے تیری ماں پیدا نہ کرتی تو بہتر تھا۔ کاش وہ عقیم ہوتی، تیرے حمل کی مصیبت نہ اٹھاتی۔ اس کے بعد امیر المومنین اور سیدنا علی مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور خواجہ اویس قرنی نے اپنے اونٹوں کو ہنکایا، اور سب اونٹ ان کے مالکوں کے حوالے کئے۔ اور شتربانی چھوڑ کر صرف عبادت میں لگ گئے یہاں تک کہ وصال فرما گئے۔ (ص ۱۷۹، ۱۸۰)

صحیح مسلم میں فاروق اعظم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تمہارے پاس اویس بن عامر بنی مراد پھر قرن کے یمنی لوگوں کے ساتھ آئے گا اسے برص تھا جس سے اس کو شفا مل گئی ہے صرف درہم کے برابر سفیدی رہ گئی۔ وہ اپنی ماں کا فرماں بردار ہے۔ اگر کوئی قسم کھالے تو خدا پوری کر دے۔ اگر تم اپنے لئے اس سے دعائے مغفرت کرا سکو تو ضرور کراؤ۔ پھر باقی حدیث حسب بالا بیان کی۔ یہاں تک اپنی اور حضرت علی کی ملاقات کا ذکر کیا۔ اور یہ کہ ان سے دعائے مغفرت کو کہا تو انہوں نے دعائے مغفرت کی۔ پھر حضرت عمر نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ ہے بتایا کوفہ کا، فرمایا کیا آپ کے لئے میں کوفہ کے گورنر کو لکھ دوں؟۔ کہا مجھے نادار و گمنام رہنا زیادہ پسند ہے۔

مسلم کی ایک روایت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے لوگ اویس کہتے ہیں۔ (اہل خانہ میں) اس کی محض ماں ہے۔ اس کے جسم پر ذرا سی سفیدی ہے۔ تم لوگ ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا۔

امام یافعی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم کا یہ ارشاد کہ اویس خیر التابعین ہیں اس بارے میں صریح ہے کہ وہ تمام تابعین سے مطلقاً بہتر ہیں۔ اس ارشاد سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ نفع لازم، نفع متعدی سے بعض اوقات افضل بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خداشناس، علمائے باطن احکام شناس علمائے ظاہر سے افضل ہیں۔

حضرت علقمہ بن مرثد کا فرمان ہے۔

زہد تابعین میں آٹھ آدمیوں پر ختم ہے۔ انہی میں سے ایک اویس قرنی بھی ہیں۔ ان کے گھر والوں نے انہیں مجنوں خیال کر کے باہر ان کے واسطے ایک حجرہ بنا دیا تھا۔ اور وہ لوگ سالہا سال تک ان کو دیکھنے بھی نہ جاتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو موسم حج میں انہوں نے آواز دی۔ اے لوگو! سب کھڑے ہو جاؤ سب لوگ سنکر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پھر فرمایا۔ یمن والوں کے علاوہ سب بیٹھ جائیں۔ (چنانچہ یمن کے لوگ کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ بیٹھ گئے) اس طرح پھر اہل یمن میں سے صرف ضلع مراد کے باشندوں کو، اس کے بعد مقام قرن کے باشندوں کو کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اس طرح سب لوگ بیٹھ گئے محض ایک آدمی کھڑا رہ گیا جو حضرت اویس قرنی کا چچا تھا۔

حضرت عمر: کیا تم خاص قرن کے باشندے ہو؟۔

ضعیف مرد: ہاں! یا امیرالمومنین

حضرت عمر: کیا تم اویس کو جانتے ہو؟۔

ضعیف مرد: امیرالمومنین! آپ اویس کو کیا پوچھتے ہیں۔ اس سے زیادہ بیوقوف مجنون، اور محتاج ہم میں کوئی نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بوڑھے کی یہ بات سنکر رو پڑے ـــــ اور فرمایا یہ عیوب جو تو گنا رہا ہے تجھ میں ہیں اس میں نہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اویس کی شفاعت سے قبیلۂ ربیع و مُضر جتنے آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔

عمّار بن یوسف ضبّی کا بیان ہے۔

کسی نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آپ صبح و شام کس طرح گزارتے ہیں؟ ـــــ انہوں نے جواب دیا صبح کو اللہ تعالےٰ کی محبت میں رہتا ہوں، اور شام کو اس کی حمد و ستائش میں، ویسے تم ایک ایسے انسان کا حال دریافت کرتے ہو جو صبح کو شام تک کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا۔ اور شام کو صبح

تک کی زندگی کا، کیوں کہ موت اور اس کی یاد نے مومن کے لئے کوئی خوشی باقی نہ رکھی اور مال میں اللہ تعالےٰ کے حق نے مسلمان کے لئے چاندی سونے کی گنجائش باقی نہ رکھی۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مسلمان کا کوئی دوست نہ رہنے دیا جب ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں تو وہ ہمیں برا جانتے ہیں۔ ہماری بے حرمتی کرتے ہیں۔ اور ہمارے مقابلہ میں اہلِ فسق کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں۔ بخدا نوبت بایں جا رسید کہ مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھ دیئے ——— اتنا کہہ کر اویس نے اپنا راستہ لیا۔ اور مجھے تنہا چھوڑ گئے۔

ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

میں اویس قرنی کے احوال سنکر کوفے پہونچا۔ ان سے ملاقات کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ دوپہر کے وقت میں نے انہیں دریائے فرات کے کنارے وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کا جو حلیہ اور اوصاف میں نے سن رکھے تھے ان سے انہیں فوراً پہچان گیا۔ گندم گوں، غمگین صورت، سر کے بال منڈے ہوئے، باہیبت آدمی تھے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ اور میری جانب دیکھا میں نے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا مگر انہوں نے مصافحہ نہیں کیا۔

ہرم بن حیان: اللہ آپ کو رحمت و مغفرت سے نوازے۔ آپ کس حال میں ہیں۔ (یہ کہتے کہتے میں اپنے دل میں چھپی ان کی محبت کے سبب سے رونے لگا اویس بھی مجھے دیکھ کر رو پڑے)

اویس قرنی: اے ہرم بن حیان! اللہ تعالےٰ تمہیں خوش و خرم رکھے تم کس طرح ہو؟ ——— اور تم کو میرا کہاں سے پتہ چل گیا۔

ہرم: اللہ تعالےٰ نے خبر دیدی۔

اویس: بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمارا پروردگار، پاک اور منزہ ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ہرم: آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جانا۔ آج سے قبل تو ہم لوگوں نے

کبھی باہم ملاقات نہیں کی۔

ادریس: نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (علیم وخبیر رب نے بتادیا)

ہرم: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیں؟

ادریس: مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت نصیب نہ ہوئی۔ البتہ میں نے ان لوگوں کی زیارت کی ہے جنہوں نے حضور کی زیارت کی تھی۔ مگر میں محدث، قاضی، یا مفتی ہونا پسند نہیں کرتا۔ اور میری طبیعت لوگوں سے اکتاتی ہے ——

ہرم: قرآن مجید کی کچھ آیات ہی سنادیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے کچھ سنوں۔ اور مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جسے میں یاد رکھوں۔

یہ سنکر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ یہ پڑھا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اور فرمایا کہ بیشک سب سے سچی بات میرے پروردگار کی ہے اور سب سے صادق قول اللہ ہی کا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ ۔ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا لَّاتَّخَذْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا اِنْ کُنَّا فٰعِلِیْنَ (الانبیاء ۲۱/۱۶)

اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیلتے ہوئے (بے مقصد) پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم کھیل تماشا بنانا چاہتے تو اپنے پاس سے اسے بنا لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔

یہاں سے آخری سورہ تک تلاوت کیا۔ اور ایک سرد آہ کھینچی جسے سنکر میں نے سوچا کہ اب بیہوش ہوئے۔ پھر فرمایا۔

اے ابن حیان! تمہارے والد تو مرہی چکے ہیں۔ عنقریب تم بھی مرجاؤ گے معلوم نہیں اس کے بعد تم جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں، اس کے علاوہ دیکھو کہ بابا آدم اور ماں حوا بھی انتقال کر چکے۔ حضرت نوح نبی اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، داؤد خلیفۃ اللہ، محمد رسول اللہ (صلوات اللہ

تعالےٰ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین) اور حضور کے خلیفہ ابوبکر صدیق، اور میرے بھائی اور میرے دوست عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سب کے سب وفات پا چکے۔

ہرم: ابھی امیر المومنین عمر بن خطاب تو بحیات ہیں ان کا تو انتقال نہیں ہوا۔

اویس: نہیں، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے یہی سُنا ہے، اللہ تعالےٰ کی جانب سے بھی یہی معلوم ہوا ہے، اور میرا دل بھی یہی کہتا ہے۔ اور ہم تم بھی مرنے والوں ہی میں ہیں۔ اس کے بعد درود اور دعا پڑھی اور فرمایا۔

میری تمہیں بس اتنی ہی وصیت ہے کہ موت کو یاد رکھنا۔ اور زندگی میں پلک جھپکنے کے مقدار بھی اس ذکر کو دل سے الگ نہ کرنا۔ اور جب اپنے اہل وعیال میں پہونچنا تو انہیں خوفِ خدا کی تاکید کرنا۔ اور ساری امت کو سمجھانا۔ جماعت سے علیٰحدہ نہ رہنا ورنہ دین سے جدا ہو کر دوزخ میں پہونچ جاؤ گے۔ اور تم میرے لئے اور اپنے لئے دعا کرو۔ پھر دیر تک میرے لئے دعا کرتے رہے۔ اور فرمایا۔ آج کے بعد اب تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ کیوں کہ میں شہرت کو ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی کو عزیز رکھتا ہوں۔ اب نہ کسی سے میرے بارے میں سوال کرنا اور نہ مجھے ڈھونڈنا۔ بس یاد کر کے دعا کرتے رہنا۔ میں بھی تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں گا اب تم چلے جاؤ میں بھی چل رہا ہوں۔

مجھے ان کے ہمراہ کچھ دیر چلنے کی خواہش تھی۔ لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ اور میں روتا ہوا ان سے جدا ہوا۔ وہ بھی روتے رہے۔ میں انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے انہیں بہت تلاش کیا۔ چند لوگوں سے دریافت کیا مگر کوئی ان کا سراغ بتانے والا نہیں ملا۔ اور مجھ پر کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں ایک دو بار انہیں خواب میں نہ دیکھوں۔

حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب شام ہوتی تو کہتے یہ رکوع کرنے کی رات ہے۔ اور پھر پوری رات رکوع ہی میں گزار دیتے۔ کبھی فرماتے یہ رات سجدے کی رات ہے۔ اور رات سجدہ ہی میں بسر ہو جاتی۔ بعض اوقات شام کو کچھ کھانا بچ رہتا تو شام ہی کو خیرات کر دیتے۔ پھر دعا کرتے۔ بار الٰہا! اگر کوئی بھوکا مر جائے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔ اور کوئی ننگا ہو تو بھی مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

دور فاروقی میں آذربائیجان میں جہاد ہوا تھا۔ جس میں ہم لوگ شریک ہوئے تھے اس میں خواجہ اویس قرنی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ جب ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو اویس بیمار ہوئے ہم نے انہیں اٹھانا چاہا۔ مگر ان کی طبیعت سنبھل نہ سکی۔ اور وہیں انتقال فرما گئے۔ وہاں کفن، خوشبو، اور قبر تیار تھی۔ ہم لوگوں نے غسل و کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن کر کے چلے آئے۔ ہم میں سے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہم ان کی قبر جان لیتے تو اچھا ہوتا مگر لوٹ کر دیکھا تو نہ قبر نظر آئی نہ نشانِ قبر

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔

جنگ صفین میں کسی منادی نے آواز دی۔ کیا ان لوگوں میں اویس قرنی ہیں۔ تو اس جگہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شہید پائے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص: ۱۸۱ــــ۱۸۵)

نگاہِ کشف:

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ میمونہ سوداء جنت میں آپ کی بیوی ہوگی۔ صبح ہوئی تو انہوں نے میمونہ کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بکریاں چراتی ہے۔ حضرت ربیع نے سوچا۔ اس کے قریب رہ کر اس کے عمل کا جائزہ لینا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نے دن میں فرض نمازوں سے زیادہ کچھ نہ پڑھا۔ شام ہوئی تو ایک بکری کا دودھ دوہا اور خود پیا۔ پھر اسی کا دودھ دوہا اور مجھے پلایا۔ دودھ سنہ دین

بھی یہی معمول رہا۔ تیسرے دن میں نے کہا مجھے کسی اور بکری کا دودھ کیوں نہیں پلاتی بکریاں تو بہت ہیں۔ اس نے کہا میں ان کی مالک نہیں، میں نے کہا پھر اس بکری کا دودھ کیسے پلاتی ہے؟ ——— کہا یہ مجھے اس لئے دی گئی ہے کہ اس کا دودھ خود پیوں اور جس کو چاہوں پلاؤں۔

حضرت ربیع: تمہارے پاس اس سے زیادہ عمل نہیں جو میرے مشاہدے میں آیا ———

میمونہ: نہیں، مگر میں نے جس حال پر بھی صبح شام کی تقدیر الٰہی پر رضامند رہی۔ اور جس حال میں اس نے رکھا اس کے علاوہ کسی حال کی میں نے تمنا نہ کی۔

حضرت ربیع: خواب میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بہشت میں میری بیوی ہو گی۔

میمونہ: تو تم ربیع بن خثیم ہو۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص: ۱۸۵)

شانِ درویش:

شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

شہباز میرے دروازہ پر آیا۔ لیکن میں اسے دام میں نہ لا سکا۔ پھر اس کے بعد چالیس سال ہو گئے۔ اس انتظار میں ہوں کہ وہ یا اس جیسا کوئی دوسرا شہباز میسر آئے۔ مگر اب تک نامراد ہوں۔

لوگوں نے شیخ سے اس بات کی توضیح چاہی تو فرمایا۔

میرے مہمان خانے میں ایک بار عصر کی نماز کے بعد ایک جوان شخص آیا۔ اس کا رنگ زرد، بال بکھرے ہوئے، ننگے سر، پاؤں برہنہ تھے۔ وضو کر کے نماز ادا کی۔ اور مغرب کے وقت تک گریبان میں سر ڈالے بیٹھا رہا۔ اس روز خلیفہ کے دربار میں ہم لوگوں کی دعوت تھی۔ وہاں سے ایک بلانے والا آگیا۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ جماعت کے ہمراہ تم بھی خلیفہ کی دعوت پر چلو۔ اس نے گریبان سے سر نکال کر جواب دیا۔ میرے پاس خلیفہ کے دربار تک جانے کا دل نہیں

اور اپنی اشتہا کا اظہار کیا۔ البتہ میرا گرم حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے اس نے چونکہ جماعت کی معیت سے انکار کیا۔ اس لئے میں نے بھی اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ اور خیال کیا کہ ابھی راہ سلوک میں یہ جلدی داخل ہوا ہے ادب نہیں جانتا پھر میں دعوت میں چلا گیا۔ رات کے پچھلے پہر وہاں سے واپسی ہوئی۔ مہمان خانہ میں میں نے اس نوجوان کو اسی حالت میں سر بگریباں دیکھا۔ میں نے بھی کچھ دیر مصلے پر ذکر فکر کیا۔ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات کا اجتماع ہے۔ ایک شخص مجھے بتا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور جملہ انبیاء علیہم السلام، میں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے مجھ سے روئے انور پھیر لیا۔ میں نے پھر دوسری جانب سے جا کر سلام کیا۔ مگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ میں نہایت پریشان ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ حضور روئے انور پھیر لیتے ہیں۔

فرمایا۔

ہماری امت کے ایک درویش نے تم سے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا اور تم نے اس کی تکمیل میں لاپروائی کی۔ یہ سنکر میری غنودگی ختم ہوگئی۔ (میں بیدار ہوگیا) مجھ پر ہیبت طاری تھی۔ فوراً اس فقیر کے پاس گیا۔ مگر وہاں وہ نہیں ملا۔ میں نے دروازہ کھلنے کی آہٹ سنی۔ اس کی تلاش میں باہر پہونچا۔ تو اسے نکل کر جاتے دیکھا۔ میں نے آواز دی۔ اے نوجوان! میری بات سنو، جو کچھ تم طلب کرتے تھے میں ابھی حاضر کرتا ہوں۔

اس نے مڑکر جواب دیا۔

فقیر نے تم سے ایک شئی طلب کی تو تم نے نہیں دی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سفارش ہوئی تو تم اس کے لئے تیار ہوئے ہو۔ مجھے اب حاجت نہیں، یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین۔

ترکِ ماسوا اللہ:

سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دن شہر بغداد کی جامع مسجد میں وعظ ہو رہا تھا۔ ایک خوش حال، خوش پوشاک جوان اپنے دوستوں کے ساتھ آیا۔ اور وعظ سننے لگا۔ دورانِ وعظ حضرت سقطی نے فرمایا۔

حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

یہ سُننا تھا کہ جوان کا رنگ فق ہو گیا، اور وہ چلا گیا۔ دوسرے دن جب سری سقطی اسی مقام پر تشریف فرما ہوئے جوان پھر آیا۔ سلام کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اور عرض کیا کل میں نے آپ سے یہ جملہ سُنا۔

حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

ذرا اس کا مطلب مجھے بتائیں۔ فرمایا، مولا سے زیادہ قوی کوئی نہیں۔ اور بندے سے کمزور کوئی نہیں۔ پھر بھی بندہ اس کی نافرمانی کرتا ہے یہ سنکر وہ چلا گیا، دوسرے دن پھر حاضر ہوا۔ اب اس کے جسم پر صرف دو سفید کپڑے تھے ــــ اور اس کے ساتھ اس کا کوئی دوست نہ تھا۔ عرض کیا، خدارسی کی راہ سے مجھے باخبر فرمائیں۔ فرمایا، اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزہ رکھو، رات کو نوافل میں مشغول رہو۔ اور اگر اللہ عزوجل کے طالب ہو تو ہر ماسوا کو ترک کر دو ــــــ اسے پالو گے۔ اور رہنے کے لیے مسجدوں، ویرانوں اور قبرستانوں کو اختیار کرو۔

یہ سُنکر اس نے کہا۔ خدا کی قسم میں تو وہی راہ اختیار کروں گا، جو سب سے مشکل اور دشوار ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

شیخ سری فرماتے ہیں کچھ روز بعد میرے پاس کچھ لڑکے آئے اور انہوں نے پوچھا احمد یزید کاتب کا کیا پتہ ہے؟

شیخ میں تو اس نام کے آدمی کو نہیں جانتا۔ البتہ ایسی ایسی عادت و صورت کا ایک آدمی یہاں آیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے یہ یہ باتیں دریافت کیں۔ پھر چلا گیا

مجھے معلوم نہیں اب وہ کہاں ہے؟۔

انہوں نے شیخ کو قسم دی کہ جب وہ شخص آپ کے پاس آئے تو ہمیں خبر کرا دیں پھر اس نوجوان کا سال بھر تک کوئی سراغ نہیں ملا ـــــ شیخ ایک روز عشاء کی نماز کے بعد اپنے حجرے میں تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ شیخ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہی نوجوان اندر آیا۔ اس نے شیخ کی پیشانی چوم کر کہا۔

یا شیخ! آپ نے جس طرح مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد فرمایا ہے اسی طرح اللہ آپ کو آتش دوزخ سے آزاد کرے۔

شیخ نے نوجوان کے آنے پر ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کے گھر جا کر خبر کر دے۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت بچوں کو لئے ہوئے آن پہنچی۔ اس کا ایک بچہ زیور دار کپڑوں سے آراستہ تھا۔ اسے عورت نے شوہر کی گود میں ڈال دیا۔ اور کہا آپ نے تو اپنے جیتے جی مجھے بیوہ بنا دیا۔ اور بچوں کو داغ یتیمی دے دیا۔ نوجوان نے شیخ سری کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ (کہ انہیں خبر کر دی)

پھر بیوی بچوں سے کہا ـــــ بخدا تم لوگ مجھے دل سے محبوب اور پیارے ہو۔ میری اولاد مجھے مخلوقات میں سب سے عزیز ہے۔ مگر کیا کروں انہوں (شیخ سری رضی اللہ عنہ) نے ہی مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہو تو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر دو پھر بچہ کے زیور کو اتار دیا اور بیوی سے کہا ـــــ یہ غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دو اور میرے کمبل کا ایک ٹکڑا اس کو پہنا دو۔ بیوی نے کہا۔ واللہ! میں اپنے بچے کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ اور بچے کو چھین لیا۔ بیوی کو کشیدہ دیکھ کر نوجوان کھڑا ہو گیا ـــــ اور بولا: آج شب تو نے مجھے اپنے رب کی یاد سے بھی غافل کر دیا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کے گھر والے سب رونے لگے اس کی بیوی نے جاتے جاتے پھر شیخ سری سے عرض کی۔ اب اگر وہ پھر آئے تو مجھے ضرور خبر فرمائیں۔ شیخ نے انشاء اللہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک عرصہ گزر گیا۔ مگر اس نوجوان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

ایک روز ایک بوڑھی خاتون شیخ سری کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور پیغام دیا کہ مقام شونیزیہ میں ایک لڑکا آپ کو یاد کر رہا تھا۔ شیخ شونیزیہ گئے تو وہی احمد یزید کاتب زمین پر پڑا تھا۔ زیر سر ایک اینٹ رکھی تھی۔ شیخ کا سلام سنکر آنکھیں کھولیں۔ اور بولا۔

شیخ کیا خیال ہے کہ رب تعالےٰ کے حضور میری غلطیاں معاف ہو جائیں گی؟

شیخ سری، اللہ تعالےٰ غفور و رحیم ہے وہ معاف فرمائے گا۔

نوجوان؛ میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔

شیخ سری؛ وہ غرق ہونے والوں، اور ڈوبتوں کو بچالیتا ہے۔

نوجوان، میں نے بہت ظلم کیا ہے۔ اور مجھ پر لوگوں کا بہت حق ہے۔

شیخ سری؛ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے توبہ کرلی بروز حشر اسے اور اس کے حقداروں کو بلایا جائے گا۔ اور انہیں یہ حکم ہوگا کہ تم انہیں معاف کردو۔ اور اس کی جانب سے اللہ تعالےٰ اجر عطا کرے گا۔

نوجوان؛ میرے پاس گٹھلیوں کی فروخت کے چند درہم ہیں۔ میں مرجاؤں تو اسی سے کفن اور ضرورت کی چیزیں خریدیئے گا۔ میرے اہل خانہ کو نہ بتایئے گا۔ ورنہ وہ حرام کمائی کے کفن سے میرا یہ کفن تبدیل کردیں گے۔

شیخ سری فرماتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھیں کھلی رہیں۔ اس کے بعد اس نے پڑھا۔ لِمِثْلِ ھٰذا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْن ___ عمل کرنے والوں کو ایسے ہی اجر کے لئے عمل کرنا چاہئے ___ اور انتقال کر گیا۔ میں نے کفن خریدنے کے لئے بازار کا رخ کیا۔ واپس ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ لوگ بے تحاشا اسی جانب چلے آرہے ہیں ___ میں نے وجہ پوچھی تو بتایا۔ ایک ولی اللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ ہم اس کی نماز جنازہ کے لئے دوڑے جارہے ہیں۔ اس طرح ہم لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔

کچھ دنوں بعد اس کے اہل خانہ اس کی خبرگیری کرنے آئے تو میں نے انہیں بتادیا

کہ احمد یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ بیوی نے جب یہ سُنا تو رونے پیٹنے لگی۔ اس کی قبر کا پتہ دریافت کیا۔ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں سب باندیوں کو آزاد کر دیا، ساری زمینیں، جائداد اللہ کے نام پر وقف کر دی۔ مال و دولت خیرات کر دی اور عمر بھر کے لئے شوہر کی قبر کے پاس بیٹھ رہی۔ بالآخر وہیں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۱۸۶، ۱۸۸)

حضرت ابراہیم بن ادہم اور ترک بادشاہی:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ مال و دولت، حکومت و ریاست چھوڑ کر راہِ فقر پر کس طرح لگ گئے۔ اس کے بارے میں ایک روایت ہے۔

آپ ایک بار شکار کے لئے گئے، ایک لومڑی یا خرگوش کا پیچھا کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو، یا اسی کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟۔ پھر ان کے گھوڑے کی زین سے جواب آیا۔ نہیں، ہم نہ اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ یہ سُنکر اپنی سواری سے اتر گئے۔ اپنے باپ کے گلہ بان کو راہ میں پا گئے۔ اس سے اون کا کمبل لے کر پہن لیا۔ اپنا گھوڑا اور جو کچھ ساتھ تھا اسے دے دیا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ رضی اللہ عنہ۔ (ص: ۱۸۹)

دنیا بندگانِ حق کی باندی:

فرماں روائے کرمان شیخ ابو الفوارس بن شجاع رضی اللہ عنہ ایک بار شکار کے ارادے سے نکلے۔ جنگل میں شکار کی تلاش کرتے کرتے تنہا دور نکل گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان خونخوار درندہ کی پشت پر سوار ہے۔ اور اس کے اِرد گرد بہت سے درندے اور بھی ہیں۔ بادشاہ کو دیکھ کر درندے ان پر جھپٹے ـــــ مگر نوجوان نے انہیں روک دیا۔

نوجوان: السلام علیکم، اے بادشاہ تم رب تعالےٰ سے کتنے غافل ہو۔ دنیا کے لئے آخرت کو بھولے ہوئے ہو۔ لذت و خواہشات کی پیروی میں اپنے مالک سے روگرداں ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں دولت اس لئے دی کہ اس کے ذریعہ اس کی اطاعت میں سعی کرو۔ تم نے تو اسے عیش و عشرت کا ذریعہ بنالیا۔

نوجوان ابھی یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی کا پیالہ لئے ہوئے آئی اور نوجوان کو دیا۔ نوجوان نے اس میں سے پہلے خود پیا۔ پھر شاہ کو پینے کے لئے دیا۔ پھر بڑھیا وہاں سے غائب ہو گئی۔

شاہ: میں تو آج تک اتنی لذیذ اور مزیدار شئے عمر میں نہیں پی۔

نوجوان: وہ بڑھیا جسے تم نے دیکھا وہ دنیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے میری خدمت کے لئے متعین فرمایا ہے۔ جب بھی مجھے کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے، دل میں خیال کرتے ہی حاضر کرتی ہے ——— کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جب دنیا کو تخلیق فرمایا تھا تو اسے حکم دیا تھا کہ جو میری خدمت کرے تم اس کی خدمت کرنا۔ اور جو تمہاری خدمت کرے اس سے مزید اپنی خدمت لینا۔

شاہ کرمان نے جب یہ سُنا تو دنیا داری سے توبہ کی۔ پھر ان کا حال و مقام کچھ اور ہی ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ (ص: ۱۸۹)

حضرت مالک بن دینار کی توبہ کا سبب:

ایک شخص نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے دنیا سے تائب ہو کر راہِ مولیٰ کیسے اختیار کی اس کا سبب کیا ہے؟۔ انہوں نے فرمایا

میں ایک شرابی انسان تھا ——— ہر وقت شراب میں مست رہتا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک حسین و جمیل کنیز خریدی۔ اس کنیز کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی اس سے مجھے بے حد محبت ہو گئی۔ وہ بیٹی ذرا بڑی ہو کر جب گھٹنے لگی تو میرے دل میں اس کی محبت نے اور جڑ پکڑ لیا ——— پھر ایسا ہوتا کہ جب شراب لیکر بیٹھتا،

تو وہ میرے پاس آجاتی۔ اور شراب کا پیالہ مجھ سے چھینتے ہوئے میرے کپڑوں پر گرا دیتی ــــــ وہ میری بیٹی جب دو سال کی ہوئی تو اچانک اس کا انتقال ہو گیا اس کی موت کے غم نے مجھے بدحال کر دیا۔ شب برات (پندرہویں شعبان) آئی۔ جمعہ کی رات بھی تھی۔ میں نے اس شب بھی شراب پی۔ اور شراب کے نشے میں سو گیا عشاء کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت کا میدان ہے مردے قبروں سے نکل نکل کر آرہے ہیں۔ انہی میں میں بھی ہوں، مجھے اپنے پیچھے کسی چیز کی آہٹ ہوئی۔ مڑکر جو دیکھا تو ایک بہت کالا سانپ منہ کھولے میری ہی طرف دوڑا آرہا ہے۔ مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں نے بھاگنا شروع کیا۔ ایک راہ پر مجھے ایک سفید پوش بزرگ شخص ملا۔ میں نے اس سے منت سماجت کی کہ مجھے اس مہلک سانپ سے بچالو۔ مگر اس نے معذرت کی۔ اور کہا میں کمزور ہوں۔ اور سانپ بہت زبردست ہے اس لئے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ مگر آگے جاؤ شاید مولا تعالےٰ تمہاری نجات کا کوئی راستہ ظاہر فرما دے۔ میں وہاں سے آگے چلا اور ایک بلند ٹیلے پر جا چڑھا ــــــ جہاں سے جہنم کی آگ، اس کے طبقات اور بھڑکتے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ پیچھے آتے ہوئے سانپ کے اندیشے سے مجھے ڈر لگا کہ کہیں میں اس غار جہنم میں نہ گر پڑوں ــــــ اتنے میں میں نے غیب سے ایک آواز سنی۔ پیچھے ہٹ جا تو دوزخی نہیں ہے یہ سنکر مجھے قدرے اطمینان ہوا میں وہاں سے پلٹا تو سانپ بھی میرے ساتھ آیا۔ ایک آواز سنکر میں ضعیف مرد کے پاس آیا۔ اور کہا آپ نے اس سانپ سے بچانے میں میری مدد نہیں کی ضعیف مرد میری بات سنکر رونے لگے۔ میں تو ضعیف و ناتواں ہوں۔ مگر تم اس ٹیلے پر چلے جاؤ جہاں اہل ایمان کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اگر تمہاری بھی کوئی امانت ہوگی تو اس سے تمہیں ضرور مدد ملے گی ــــــ میں ادھر بھاگا۔ وہ ایک گول پہاڑی تھی۔ اس کے اندر بہت سے دروازے تھے۔ دروازوں پر ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ ہر دروازہ پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے سونے کے پٹ لگے ہوئے

تھے۔ میں پہاڑی پر دوڑا تو سانپ بھی میرے تعاقب میں آیا۔ میں دروازے کے نزدیک پہونچا تو ایک فرشتے نے پکارا۔ پردے اٹھا دو، دروازے کھول دو۔ شاید اس بدحال کی یہاں کوئی امانت ہو جو اس کے دشمن سے اسے بچا سکے۔ دروازہ کھلتے ہی بہت سے چاند جیسے خوبصورت بچے میرے پاس آگئے۔ اتنے میں سانپ بھی میرے قریب آگیا۔ بچوں میں سے ایک نے چیخ مار کر کہا۔ سب کے سب جلدی پہونچو، سانپ تو اس کے قریب آگیا۔ اسی اثنار میں میری بیٹی بھی وہاں آگئی۔ اور مجھے دیکھ کر رو پڑی۔ اور بولی بخدا یہ تو میرے باپ ہیں یہ کہہ کر بجلی کی سرعت کے ساتھ ایک نورانی جھولے میں میرے پاس آپہونچی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ میری داہنی جانب بڑھایا جسے میں نے پکڑ لیا ——— پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ پیچھے بھاگ نکلا ——— پھر اس نے مجھے بٹھایا۔ اور خود میری گود میں آبیٹھی۔ اور میری ریش پر ہاتھ پھرا اور بولی۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ (الحدید، ۵۷/۱٦)

کیا وہ وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو نازل ہوا۔

میں یہ سنکر آبدیدہ ہوگیا۔ میں نے پوچھا اے بیٹی! کیا تم یہاں قرآن مجید بھی جانتی ہو؟۔

بیٹی: ہم لوگوں کو آپ لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے۔

باپ: تو بتاؤ یہ سانپ جو مجھے دوڑا رہا تھا یہ کیا مصیبت تھی؟۔

بیٹی: یہ آپ کا برا عمل تھا۔ آپ نے انہیں اسے مضبوط بنایا تو وہ توانا اور مضبوط ہوگیا۔ اور آپ کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔

باپ: یہ بزرگ مرد کون تھے؟۔

بیٹی: یہ آپ کا نیک عمل تھا، جسے آپ نے اتنا کمزور کر دیا کہ آپ کے عمل بد سے ٹکرانے کی اس میں قوت نہ رہی۔

باپ: بیٹی! اس پہاڑی میں تم لوگ کیا کرتی ہو؟۔

بیٹی: ہم سب مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ہم قیامت تک یہیں رہیں گے۔ ہم لوگوں کو آپ لوگوں کا انتظار ہے تاکہ ہم شفاعت کریں۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ میری آنکھ کھلی تو میں حیران و پریشان تھا، مجھ پر خوف طاری تھا۔ صبح ہوئی تو جو سرمایہ پاس تھا لوگوں کو دیدیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کی۔ یہی واقعہ میری توبہ کا سبب ہوا۔

حضرت علامہ یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے ——— انسان قبر میں دفن ہوتا ہے تو اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہیں تو اس کا اعزاز واکرام کرتے ہیں۔ اور برے ہیں تو اسے تکلیف دیتے ہیں۔ یعنی اگر اعمال صالحہ ہیں تو اس سے انس کرتے ہیں اور اسے خوش رکھتے۔ اور قبر کو پُر نور اور کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور اسے تکالیف سے بچاتے ہیں ——— اور برے اعمال ہیں تو اسے پریشان اور خوفزدہ کرتے ہیں، اور ستاتے ہیں۔ اور قبر کو تاریک کر کے اسے تنگ کر دیتے ہیں اور اس پر عذاب لاتے ہیں۔

میں نے بعض صالحین سے سُنا ہے کہ ملکِ یمن میں لوگ ایک میت کو دفن کر کے لوٹنے لگے تو قبر میں بہت زور سے مار پیٹ اور بھگانے کی آواز آئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی قبر سے ایک سیاہ کتا نکل کر بھاگا۔ مرد صالح نے کتے کو مخاطب کیا اور کہا، تو کیا بلا ہے؟ ——— اس نے جواب دیا میں اس مردے کا گناہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا یہ مار پیٹ کس پر ہوئی، تجھ پر یا مردے پر؟ ——— جواب دیا یہ حملہ مجھ پر ہوا۔ اس مردہ کے پاس سورۂ یٰسین وغیرہ آگئیں جن کا یہ ورد کیا کرتا تھا ——— اور مجھے وہاں سے مار کر نکال دیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے نیک اعمال، قوی اور مضبوط تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم سے اس کی برائیوں پر غالب آگئے۔ اگر برائیاں مضبوط ہوتیں تو وہ غالب آتیں اور کئی قسم قسم کی تکلیفیں دیتیں۔ (اَعُوذُ باللہِ مِن عَذابِ القبر) ص: ۱۸۹، ۱۹۱)

بندۂ مومن خدا کا خوف کر — نیک بن اور کر برائی سے حذر
آج جو بیجے گا کل وہ پائے گا — زندگی کی فرصتیں ہیں مختصر، بدر

بدعملی قبر کا سانپ :

ایک بدکردار انسان مرگیا ــــــ جب اس کے لئے قبر کھودی گئی تو اس میں بہت بڑا سانپ نکلا۔ لوگوں نے اس قبر کو بند کر دیا ــــــ اور دوسری قبر کھودی۔ مگر اس میں بھی وہی سانپ نکلا ــــــ اسی طرح اس شخص کے لئے تیس قبریں کھودی گئیں مگر سب میں وہی سانپ نکلتا رہا ــــــ لوگوں نے جب سمجھ لیا کہ رب تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھاگ نہیں سکتا تو مجبوراً ایک قبر میں اسے دفن کر دیا گیا۔ اور یہ سانپ دراصل اس کا برا عمل تھا۔ (ص: ۱۹۱، ۱۹۲)

قبلہ سے منحرف موحّدین :

شیخ ابواسحاق فزاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا کرتا تھا جو اپنا نصف چہرہ ہردم چھپا کر رکھتا۔ شیخ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے راز داری کا عہد لینے کے بعد بتایا۔

میں ایک کفن چور تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت کی قبر پر کفن چرانے گیا۔ رات کا وقت تھا۔ قبر کی اینٹیں نکالنے کے بعد میں نے پہلے اس کی چادر کھینچ لی۔ پھر کفن کھینچنے لگا۔ ادھر سے مُردہ عورت کھینچنے لگی۔ میں نے کہا تو مجھ سے طاقتور نہیں۔ بالآخر میں اپنے دونوں گھٹنوں سے زمین پر زور دے کر زور سے کھینچنے لگا۔ اتنے میں قبر سے عورت نے میرے گال پر ایک زناٹے دار تھپڑ مارا۔ جس سے میرے رخسار پر اس کی پانچوں انگلیوں کے نشان بن گئے۔ شیخ نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی انگلیوں کے نشان ظاہر تھے۔

شیخ ابواسحاق : اس کے بعد پھر کیا ہوا ؟۔

اس کے بعد میں ۔نے اس کا کفن واپس کیا۔ قبر کی اینٹیں درست کیں ۔مٹی برابر کردی اور دل میں یہ پختہ عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کبھی پھر یہ غلط کام نہیں کروں گا۔
شیخ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو میں نے مِنْ وعَنْ شیخ اوزاعی علیہ الرحمہ کی خدمت میں لکھ بھیجا تو انہوں نے تحریر فرمایا۔
ذرا اس سے یہ تو پوچھو کہ تم اہل توحید مُردوں کے کفن چرانے جاتے تھے ۔ تو ان سب کا رخ قبلہ ہی کی جانب ہوتا تھا؟۔
اس نے جواباً کہا: بہتیروں کے منہ قبلے سے منحرف ہوتے تھے ۔
شیخ ابو اسحاق نے شیخ اوزاعی کو جب اس کا یہ جواب لکھا تو شیخ نے جواب میں تین بار یہ لکھا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون، یاد رکھو جس کا منہ قبلہ سے پھر گیا یہ وہ ہوگا جسے غیر سنّت پر موت آئی ۔
امام یافعی فرماتے ہیں ۔ اس سے مراد دین حق کی مخالفت ہے ۔ ہوتا یہ ہے کہ کبائر کا ارتکاب انسانوں کو کفر کی حد تک پہونچا دیتا ہے ۔ اسی کو قرآن نے فرمایا ہے ۔
بُرائی کرنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ۔ اور ان کا مذاق اڑایا ۔ (ص: ۱۹۲)

برتن میں جو ہو وہ ٹپکے :

ایک شخص عالم نزع میں تھا ۔ لوگ اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کر رہے تھے مگر وہ بار بار یہ شعر پڑھ رہا تھا ۔

یا رُبَّ قائلۃٍ یوماً وقد تعبتْ   این الطریق الی حمّام منجاب

اصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک عورت حمام جاتی ہوئی راستہ بھول گئی ۔ یہ شخص اپنے دروازے پر کھڑا تھا ۔ عورت نے اس سے حمام کا پتہ پوچھا ۔ اس نے اسے اپنے گھر کا راستہ دکھا دیا کہ حمام یہی ہے ۔ جب وہ گھر میں داخل ہو گئی تو اس نے اندر سے مکان

کا دروازہ بند کر لیا۔ عورت ہوشیار تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے مجھے اپنے فریب میں لے لیا ہے تو اس نے مسرت و شادمانی کے انداز میں اس سے کہا۔ اگر تم مجھ کو چاہتے ہو تو ذرا کچھ خوشبو وغیرہ تو لاؤ تاکہ میں اپنے جسم پر لگالوں۔ مرد فوراً خوشبو لینے بازار چلا گیا۔ اور دروازہ کچھ کھلا چھوڑ دیا۔ عورت دروازہ کھلا پاکر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ــــــ جب یہ بازار سے فسق و فجور کی نیت لے گھر لوٹا تو گھر خالی دیکھ کر بدحواس ہو گیا۔ اور مذکورہ شعر زور زور سے پڑھنے لگا۔ اس حمام کا نام حمام منجاب تھا۔ اب جب اس کا آخری وقت آن پہونچا موت کی سختی کے وقت بھی اس کی زبان پر کلمۂ طیبہ کے بجائے وہی شعر تھا۔ (ص ۱۹۳)

جیسا جینا ویسا مرنا :

ایک گھاس بیچنے والے کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عالم نزع میں اسے کلمہ شریف پڑھایا جاتا تو وہ کہتا ایک پیسے میں ایک گٹھر، ایک دوسرے مرد صالح کو تلاوت کا بیحد شوق تھا۔ وقت اخیر لوگوں نے کہا کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ طٰهٰ ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىٓ ۔ تا آیت مبارکہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (طٰہٰ ۲۰/۱،۸)

پھر لوگ کلمہ شریف کی تلقین کرتے تو پھر اسی کو پڑھنے لگتے۔ اسی حال میں انتقال کر گئے۔

شیخ یافعی یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اسی لحاظ سے وفات پاتا ہے۔ اور اسی حالت میں اس کا حشر ہوگا۔ رب تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ رحیم و کریم پروردگار سب کو اسلام اور اہل سنت و جماعت پر خاتمہ بالخیر کی سعادت بخشے۔ آمین۔ (ص ۱۹۳)

ایصالِ ثواب کا فائدہ:

باہیہ نامی ایک صالحہ خاتون کا واقعہ ہے کہ جب اس کے انتقال کا وقت آیا، تو اس نے آسمان کی جانب منہ کر کے یہ دعا کی۔

میرے پروردگار! میرا ذخیرہ اور توشہ سب کچھ تو ہی ہے۔ موت اور زندگی ہر حال میں میں نے صرف تجھ ہی پر بھروسہ کیا ــــــ اب جب کہ میرا وقتِ اخیر آیا تو مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور وحشتِ قبر سے بچانا۔

اس کا انتقال ہو جانے کے بعد اس کے بیٹے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر جمعرات و جمعہ کو ماں کی قبر پر جاتا اور کچھ قرآن شریف تلاوت کر کے اپنی ماں اور قبرستان کے تمام مدفونین کی ارواح کو ثواب پہونچاتا۔ ان کے حق میں دعا و استغفار کرتا اس نے بیان کیا۔ کہ

ایک بار میں نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا۔ سلام کرنے کے بعد میں نے دریافت کیا پیاری ماں آپ کس طرح ہیں؟ ــــــ جواب دیا۔ موت کی تکالیف اور سختیاں تو بہت ہیں۔ لیکن میں رب تعالےٰ کے فضل و احسان سے آرام میں ہوں۔ عالمِ برزخ میں میرے لئے فرش بچھا ہوا ہے۔ اور سُندس و استبرق کے گاؤ تکئے لگے ہوئے ہیں ــــــ میں نے پوچھا آپ کو کسی شئے کی ضرورت ہو تو بتائیں ــــــ انہوں نے کہا۔ نورِ چشم تم جو میری زیارت کو آیا کرتے ہو۔ اور قرآن مجید پڑھ کر دعا کر جاتے ہو اسے ترک نہ کرنا۔ اے میرے بیٹے! جمعرات و جمعہ کو ہمیں تمہارے آنے سے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب تم میرے پاس آتے ہو تو تمام مردے میرے قریب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے باہیہ! تمہارے بیٹے کے آنے سے ہم سب مسرور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے اس معمول پر اور زیادہ پابندی سے عمل کیا۔ اور اپنی والدہ نیز تمام مُردوں کے لئے دعا کرتا رہا ــــــ پھر ایک بار اور میں نے خواب دیکھا

کہ میرے پاس بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں اور میرے پاس کیوں آئے ہیں۔ تو جواب ملا ہم اس قبرستان کے رہنے والے ہیں۔ اور تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہوئے ہیں۔ اور تم سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنا وہ عمل خیر نہ چھوڑنا۔ (ص، ۱۹۴)

اولادِ صالح ذریعۂ ثواب:

ایک صاحبِ نظر اہلِ علم نے خواب دیکھا کہ قبروں کے مُردے باہر نکل کر زمین سے کچھ چن رہے ہیں جیسے لوگ پھل وغیرہ چنتے ہیں۔ انہی مُردوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو ایک طرف مطمئن بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ متعجب ہوئے۔ اور اس شخص سے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟۔

اس نے جواب دیا مسلمان جو کچھ تلاوت، دعا، صدقہ وغیرہ ایصالِ ثواب کرتے ہیں یہ لوگ اسی کو لے رہے ہیں۔ پھر پوچھا۔ مگر تم ان سے الگ تھلگ بے نیاز کیوں بیٹھے ہو؟۔ اس نے جواب دیا۔ میرا بیٹا مجھے ایک ختم قرآن مجید کا ثواب خود پہونچا دیتا ہے۔ وہ فلاں بازار میں رہتا ہے۔

صبح ہوئی تو عالم اس بازار میں گئے اور اس شخص کے بیٹے کو دیکھا کہ ایک طرف تجارت کرتا تھا اور دوسری طرف اس کے لب ہل رہے تھے۔ عالم صاحب نے پوچھا تمہارے لب کیوں ہل رہے ہیں۔ اس نے کہا میں روزانہ ایک ختم قرآن شریف پڑھ کر اپنے مرحوم باپ کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔

اس عالم ربانی نے عرصۂ دراز کے بعد وہی خواب پھر دیکھا۔ اور اس نوجوان کے باپ کو بھی تمام مردوں کے ہمراہ کچھ چنتے ہوئے دیکھا۔ اس کی صبح جب انہوں بازار میں جا کر تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان تاجر کا انتقال ہو چکا ہے ——— علیہما الرحمہ۔ (ص: ۱۹۴، ۱۹۵)

ایصالِ ثواب:

ایک خاتون نے اپنی فوت شدہ سہیلی کو خواب میں دیکھا۔ وہ ایک تخت پر بیٹھی ہے۔ اور اس کے نیچے ایک نورانی برتن ڈھکا ہوا رکھا ہے۔ اس نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ ــــــ اس کی سہیلی نے جواب دیا اس میں وہ تحفہ رکھا ہے جو کل رات میرے شوہر نے میرے لئے بھیجا ہے۔ بیداری کے بعد عورت نے اپنی سہیلی کے خاوند سے دریافت کیا کہ تو نے اپنی بیوی کو شب گذشتہ کیا ہدیہ روانہ کیا تھا؟۔ اس نے کہا میں نے قرآن شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا تھا۔ عورت نے اپنے خواب کا واقعہ اسے بتا دیا۔

شیخ یافعی یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ملک یمن میں ایک شخص نے اپنے دوست کو جس کا انتقال ہو چکا تھا، خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا۔ ذرا میرے فلاں دوست کو میرا سلام کہہ کر شکرا دا کر دیجئے گا کہ مولا کریم انہیں بہترین جزا سے نوازے۔ انہوں نے میرے لئے قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب بخشا ہے۔

بعض علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام کو لوگوں نے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو سوال کیا کہ آپ تو قرآن مجید کے ایصال ثواب کو نہیں مانتے تھے اب اس بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا۔

میں نے یہاں (عالم برزخ) میں اپنے گمان کے خلاف دیکھا ــــــ (ص: ۱۹۵)

موت کے بعد بھی انہوں سے تعلق مت کاٹ جس قدر ہو سکے کر ان کو بھی ایصال ثواب
آج تو ان پہ جو احسان کرے گا اے دوست کل تری قبر کو اللہ کرے گا شاداب بدر

حضرت صالح مرّی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جمعہ کی شب میں جامع مسجد کے ارادے سے نکلا تاکہ نماز فجر وہاں ادا کروں ــــ راستے میں میرا گزر ایک قبرستان سے ہوا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے ایک قبر کے نزدیک بیٹھا رہا۔ اتفاقاً مجھے وہیں نیند آ گئی ــــــ خواب میں میں نے

دیکھا کہ تمام مردے قبروں سے نکل نکل کر حلقہ دار بیٹھے ہیں۔ اور باہم گفتگو کر رہے ہیں۔ ان میں ایک نوجوان شخص بھی ہے جس کے کپڑے صاف ستھرے نہیں ہیں، اور ایک جانب الگ تھلگ اُداس بیٹھا ہے۔ اتنے میں کچھ نورانی طبق لئے ہوئے فرشتے آئے اور جن جن کے لئے تھا انہیں دے دیا۔ اور وہ سب مردے طبق لیکر اپنی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے ـــــ صرف وہ ایک نوجوان عالمِ مایوسی میں خالی ہاتھ اپنی قبر میں واپسی کے لئے اٹھا۔ تو میں نے پوچھا تم غمگین کیوں ہو؟ اور یہ جو میں دیکھ رہا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــ اس نے کہا ـــــ جو نورانی طبق تم نے دیکھے وہ زندوں کی طرف سے مُردوں کو بھیجے جانے والے ثواب (تلاوت، دعا، ذکر، صدقات) ہیں۔ ان کے پاس ہر شبِ جمعہ اور جمعہ کو پہونچتے ہیں۔ اس کے بعد نوجوان نے طویل گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میری ایک ماں ہی ہے مگر وہ بھی دنیا دار ہو کر مجھے بھول گئی ہے، اس نے نکاح کر لیا اور مجھ سے غافل ہو گئی۔ اب مجھے یاد کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے اس سے اس کی ماں کا پتہ دریافت کیا ـــــ صبح کو میں اس کی ماں کے گھر گیا۔ پردہ کی آڑ سے اس نے بیٹے کا سب حال سُنا، اور خوب روئی۔ پھر بولی اے صالح وہ میرا بیٹا میرا لختِ جگر ہے۔ میں نے جس کے لئے اپنے شکم کو مکان، اپنی چھاتیوں کو مشک، اور اپنی آغوش کو بازی گاہ بنایا۔ میں اسے کیوں کر بھول سکتی ہوں۔ اب میں اس کے لئے دعا و صدقہ کرتی رہوں گی۔ اور یہ لو ایک ہزار درہم، اس کے لئے میری طرف سے خیرات کر دو ـــــ میں نے اس کی طرف سے درا ہم خیرات کر دیئے۔ دوسری شبِ جمعہ کو پھر میں جامع مسجد کے ارادے سے نکلا۔ اور اسی قبرستان میں آلیٹا۔ اور خواب میں پھر وہی منظر دیکھا کہ اہلِ قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں۔ انہی میں وہ نوجوان بھی تھا۔ مگر اب اس کے جسم پر سفید لباس تھا۔ اور وہ بھی اوروں کی طرح خوش تھا۔ میرے قریب آیا۔ اور کہا۔ اے صالح اللہ تعالٰی آپ کو میری طرف سے جزائے خیر دے میرے پاس بھی ماں کا ہدیہ پہنچ

گیا۔ میں نے پوچھا کیا اہلِ قبور بھی جمعہ کو جانتے ہیں ؟۔ اس نے کہا بیشک ہوا کے پرندے تک اس دن کو جانتے ہیں ۔ اور السلام السلام لیوم صالح کہتے ہیں ۔
اللہ تعالیٰ اس مبارک دن کی برکتیں ہم پر بار بار لائے۔ آمین ۔ (ص: ۱۹۵، ۱۹۶)

ایمان بھرا دل:

قبرستان بصرہ کے قریب حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک جنازہ کو محض چار اشخاص لئے جا رہے ہیں ۔ ان کو پانچواں سہارا دینے والا کوئی نہیں ہے۔ حضرت مالک بن دینار جا پہونچے ــــــ بھئی! کیا بات ہے صرف آپ ہی لوگ، پانچواں کوئی نہیں ؟۔

جواب : یہ شخص نہایت بدکار، اور گنہگار تھا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ان چاروں کے ساتھ مل کر ان کی نماز جنازہ پڑھی ۔ اور اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتارا ۔ اور تدفین کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سائے میں جا لیٹے ۔ غنودگی چھائی اور اس کی قبر کا سارا ماجرا ملاحظہ فرمایا۔

دو فرشتے قبر شق کر کے اندر داخل ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ اسے اہل جہنم میں لکھو، اس کا کوئی عضو بدن گناہوں سے بری نہیں ہے ۔ دوسرے نے کہا ــــ ذرا اس کی آنکھوں پر غور کرو۔ کیا دیکھوں، اس کی آنکھیں عمل حرام اور بد نظری سے لبریز ہیں ۔ اور کان ؟ کان منکرات اور حرام سننے کے ارتکاب سے بھرے ہوئے ہیں ۔ ذرا زبان پر بھی توجہ دو ۔ زبان بھی حرام خوری کی تلویث سے پُر ہے اور اس کے ہاتھوں کا کیا حال ہے ؟۔ بدکاری کی ظلمت ہاتھوں میں بھی پائی جاتی ہے ۔ آخری حصہ بدن پاؤں بھی دیکھ ڈالو ؟ ۔ اس کے تو پاؤں بھی ناپاک رخ پر چلنے کے عیب سے وزنی ہیں ۔ اب پوچھنے والا فرشتہ خود مُردے کے قریب آ کر اس کے دل پر غور کرنے لگا۔ اور اس نے کہا۔ مگر اس کا دل تو ایمان سے بھرا

ہوا ہے۔ اس کو مرحوم اور نیک لکھنا چاہئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس کی معصیتوں اور غلطیوں کو محو فرما دے گا۔ اس مضمون سے متعلق یہ دو شعر کہے گئے ہیں ــــــ

لَمَّا رَأَوْهُ مُبْعَدًا عَنْ طَاعَتِيْ	حَكَمُوْا بِاَنِّيْ لَا اَجُوْدُ بِرَحْمَتِيْ
حِلْمِيْ اَجَلُّ وَلَنْ يَّضِيْقَ عَلَى الْوَرىٰ	مَنْ ذَا يَحُدُّ اَوَامِرِيْ وَمَشِيَّتِيْ

جب لوگوں نے بندے کو میری اطاعت سے دور دیکھا تو حکم لگا دیا کہ میں اپنی رحمت سے اسے نہیں بخشوں گا۔ میرا حلم بہت عظیم ہے۔ اور مخلوق پر حلم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ امر و مشیّت کی حد بندی کون کر سکتا ہے۔

علامہ یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اس شخص کو یہ سب اللہ تعالیٰ کی سابقہ عنایت سے حاصل ہوا۔ اس سے فریب خوردہ ہونا مناسب نہیں۔ کیوں کہ ہر شخص کو یہ مقام حاصل نہیں۔ گنہگار اس خطرہ سے محفوظ بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ اطاعت گزاروں کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کیا درپیش ہو۔ ہم رب تعالیٰ سے دارین کی عافیت و مغفرت اور مسلمانوں کے لئے حسنِ خاتمہ، اور دین کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ مولا کریم قبول فرمائے ــــ آمین

(ص: ۱۹۶ ــ ۱۹۷)

مقاماتِ قبر:

مقبولانِ بارگاہِ حق میں سے بعض نے حضورِ صمدیت میں دعا کی کہ مولا! موت کے بعد کے مقامات مجھے دکھا دے چنانچہ ایک شب انہوں نے خواب میں یہ مناظر ملاحظہ کئے

قیامت قائم ہے ــــ قبریں شق ہیں۔ ــــ ان قبروں میں کوئی فرشِ سندس پر، کوئی حریر پر، کوئی فرشِ دیبا پر، کوئی شاندار تخت پر، کوئی پھولوں کی سیج پر آرام کر رہا ہے ــــ کسی کا حال یہ ہے کہ رو رہا ہے ــــ اور کوئی خوشی سے ہنس رہا ہے۔ صاحبِ خواب بزرگ نے عرض کیا۔ مولا! اگر تو چاہتا تو سب کو یکساں اعزاز و اکرام سے نوازتا ــــ اسی وقت اہلِ قبر میں سے ایک نے

چیخ کر کہا۔ اے فلاں! یہ جو تو دیکھ رہا ہے، اعمال کے درجات ہیں ـــــ اچھے اخلاق والے اور نیک حضرات فرشِ سُندس پر ہیں ـــــ حریر و دیبا پر جنہیں دیکھ رہے ہو وہ شہیدانِ ملت ہیں ـــــ پھولوں کی سیج پر آرام فرما روزہ دار حضرات ہیں ـــــ اور تم جنہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہے ہو یہ سچی توبہ والے ہیں ـــــ اور یہ جو رو رہے ہیں یہ گنہگار ہیں ـــــ اور بلند درجات میں وہ حضرات ہیں جو خدا ہی کے لئے باہم محبت رکھنے والے ہیں۔

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کی توضیح میں طویل اور علمی تقریر فرمائی ہے۔ اسی میں ہے کہ ترمذی کی حدیث میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

المتَحَابّونَ فی اللہِ لھم مَنَابِرُ مِنْ نورٍ یَغْبِطُھُمُ النّبیونَ والشُّھَدَاءُ

خدا واسطے محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے، جس پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

اور موطا میں ارشاد ربّ العالمین ہے۔

وَجَبَتْ مَحَبّتی للمُتَحَابِّیْنَ فیّ والمتجالِسِیْنَ فیّ والمتَزاوِرِیْنَ فیّ والمتَبَاذِلِیْنَ فیّ۔

جو لوگ میرے لئے محبت کرتے ہیں، میرے لئے مل بیٹھتے ہیں، میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میرے لئے خرچ کرتے ہیں، ان پر میری محبت واجب ہے۔

اِن دونوں احادیث سے بھی واضح ہوا کہ اصحابِ مراتب سے مراد تخت نشین حضرات ہیں یہ عظیم درجہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ خوش عیشی اور رب تعالیٰ کا قرب، اور جمالِ ربانی کی رویت بھی ہے۔ (جو یقیناً تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے) اللہ تعالیٰ ان کی نعمتیں فزوں تر کرے۔ آمین ـــــ اور یہ سوال کہ یہاں متحابین کا تخت پر ہونا، اور حدیث میں منبرِ نور پر ہونا مذکور ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منبر قیامت میں ہوں گے اور تخت قبر میں، اِنشاء اللہ العزیز۔ (ص: ۱۹۷، ۱۹۸)

قبر میں تخت اور نہر جاری:

پرہیزگار اور صاحبِ نظر حضرات میں سے ایک نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کھودی تو دیکھا کہ لحد میں قبر کے اندر ایک شخص تخت پر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ اور جس تخت پر وہ بیٹھا ہے اس کے نیچے ایک نہر جاری ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر میں بیہوش ہو گیا ——— مجھے کئی روز بعد ہوش آیا تو میں نے لوگوں کو سارا ماجرا سنایا۔ ایک شخص نے کہا مجھے اس قبر تک لے چلو۔ مگر جب میں اس کے بعد شب میں سویا تو صاحبِ قبر نے خواب میں آکر ڈانٹا کہ خبردار! جو کسی کو میری قبر کا پتہ بتایا میں نے اپنے ارادے سے توبہ کی اور کسی کو اس قبر کے بارے میں نہیں بتایا (ص: ۱۹۹)

شہید تیغ قرآں:

حضرت منصور بن عمار علیہ الرحمہ نے ایک جواں سال کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ خوف سے لرز رہا تھا۔ اور اس کی نماز کا طریقہ اہلِ خشوع جیسا تھا۔ حضرت منصور نے سوچا یقیناً یہ کوئی ولی اللہ ہے ——— جب وہ نماز ختم کر چکا تو انہوں نے سلام کیا ——— اور کہا۔

تمہیں معلوم ہے جہنم میں ایک وادی "لظی" ہے، جو کھال کھینچ لے گی۔ وہ اس شخص کو پکڑ لے گی جس نے روگردانی کی ہوگی۔ بے رخی سے پیش آیا ہوگا۔ اور مال جمع کر کے اٹھا رکھا ہوگا۔

یہ باتیں سنیں تو نوجوان غش کھا کر گر پڑا ——— پھر کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا۔ اور اس نے کہا کچھ اور بھی سنائیے۔ منصور بن عمار نے یہ آیات تلاوت کیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم ۶۶/۶)

اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت مزاج قوی فرشتے متعین ہیں۔ وہ اللہ کا کوئی حکم نہیں ٹالتے اور جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں۔

یہ آیات سنکر وہ شخص گر پڑا، اور انتقال کر گیا ______ میں نے دیکھا کہ اس کے سینے پر قلمِ قدرت سے تحریر ہے۔

فھو فی عِیشَۃٍ رَّاضیۃٍ ج فی جنۃٍ عالیۃٍ ہ قُطُوفُھا دَانیۃ ہ (الحاقہ ۶۹/۲۱)

تو وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ عالی شان جنت میں جس کے (پھلوں کے) گچھے جھکے ہوئے ہیں۔

انتقال کی تیسری شب منصور بن عمار نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مرصع تخت پر بیٹھا ہے۔ اور سر پر تاج چمک رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ______ جواب دیا۔ کریم رب نے مجھے بخش دیا۔ اور اہلِ بدر کا ثواب عطا کیا۔ بلکہ اور زیادہ، اس لئے کہ حضرات اہلِ بدر تو شمشیر کفار سے شہید ہوئے تھے۔ اور میں کلام ربانی سے شہید ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً (ص: ۱۹۹، ۲۰۰)

اِمام یافعی کی والدہ ماجدہ:

شیخ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں ایک کھلی ہوئی قبر دیکھی جو اندر نہایت کشادہ تھی۔ اور اس میں صرف تخت کے چاروں پائے نظر آرہے تھے۔ جس پر کوئی موجود تھا۔ میں نے کہا اہل دنیا کیسے عجیب ہیں۔ مردوں کے لئے قبر میں تخت بچھاتے ہیں۔ اور اپنے آرام و آسائش کو موت کے بعد نہیں چھوڑتے۔ میری یہ بات سنکر سر برآرائے تخت نے اوپر آنے کو کہا۔ میں زینہ جیسی ایک چیز کے ذریعہ اوپر گیا ______ تو کیا دیکھتا ہوں کہ تخت پر میری والدہ آرام فرما ہیں — انہوں نے بڑی ہی شفقت اور مہر و محبت سے مجھے سلام کیا۔ میرا ایک بھائی زندہ تھا۔ اس کے حالات پوچھے۔ اور جو بھائی والدہ کی وفات کے وقت زندہ تھے مگر اس خواب

سے قبل وفات پا چکے تھے۔ ماں نے ان کے بارے میں نہیں پوچھا۔ پھر مجھے رخصت کیا ـــــ شیخ فرماتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والوں کا حال مردوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اور جو لوگ دنیا سے مر کے وہاں جاتے ہیں مُردے ان سے یہاں والوں کے احوال دریافت کرتے ہیں۔ اپنی ماں کے اس خواب کا اثر میرے دل پر سالہا سال تک رہا۔ (ص ۲۰۰، ۲۰۱)

اہلِ قبر کے لئے سفارش:

اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین میں سے بعض کشف و کرامت کے ذریعہ اہلِ قبر کے احوال پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بلند مرتبہ بھی ہوتے ہیں جو مردوں کو زندوں کے مانند دیکھتے ہیں، اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کی حاجت روائی بھی فرماتے ہیں۔ جیسے شیخ عارف باللہ، صاحبِ مقامات، ابوالذبیح اسماعیل بن محمد یمنی حضرمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔

حضرت شیخ حضرمی رضی اللہ عنہ ملک یمن میں ایک مقبرہ سے گذرے۔ آپ پر گریہ طاری ہوا۔ اور سخت رنج وکلفت سے روتے ـــــ پھر کچھ دیر بعد خوب ہنسے ـــــ اور مسرت و فرحت ظاہر ہوئی۔ حاضرین نے حضرت کے یہ حالات دیکھ کر تعجب کیا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا ـــــ اس قبرستان کے لوگوں کی خستہ حالی مجھ پر ظاہر ہوئی۔ میں نے انہیں عذاب میں مبتلا دیکھا تو غم ناک ہو کر رویا۔ رب تعالےٰ کے حضور ان کے لئے گریہ وزاری کی۔ ارحم الراحمین کا حکم ہوا کہ ان کے حق میں تیری سفارش قبول ہوئی۔ یہ سُنکر اس فلاں قبر کے مردے نے کہا۔ میں بھی انہی میں سے ہوں۔ میں فلاں گانے والی عورت ہوں۔ اس پر مجھے ہنسی آگئی۔ اور میں نے کہا تو بھی انہی کے ساتھ ہے ـــــ راوی کا بیان ہے کہ شیخ نے گورکن سے سے پوچھا۔ فلاں نئی قبر کس کی ہے۔ اس نے بھی بتایا کہ فلاں مُغنیہ کی قبر ہے۔ شیخ ابو محمد عبد اللہ اسعد یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

مُردوں کو اچھی یا خراب حالت میں دیکھنا زندوں کے لئے ایک طرح کا کشف ہے جو اللہ تعالٰے کی جانب سے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کوئی خوشخبری، کوئی نصیحت، کوئی اچھائی، ایصالِ خیر، ادائے قرض یا اور کوئی مصلحت وابستہ ہوتی ہے ـــــ یہ کشف کبھی خواب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور کبھی بیداری میں، ایسا اکثر خواب ہی میں ہوتا ہے۔ اس بارے میں حکایات بہت ہیں۔ (ص: ۲۰۱)

قبر سے نکل کر بیعت لی:

شیخ اسعد یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوبکر حکمی اور حضرت ابوالغیث بن جمیل قدست اسرارہما اپنے دور میں سرزمین یمن کے ممتاز عارفین کاملین میں ہوئے ہیں۔ ان کا وصال ہو جانے کے بعد ایک درویش ان کی خدمت میں حصول فیض کا ارادہ کر کے آئے ـــ چنانچہ حضرت محمد بن ابوبکر حکمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے۔ اور درویش سے بیعت لی اور بہت کچھ عہد و شرط لیا جس کا ذکر طویل ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالغیث رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت فرمایا۔ مولا کریم ہمیں ان کی برکتوں سے نوازے۔ آمین۔ (ص: ۲۰۲)

اہلِ قبر سے بات چیت:

فقیہ محب الدین طبری سے عارف وقت شیخ اسماعیل بن محمد حضرمی نے ایک بار دریافت کیا۔ کیا تمہارا کلامِ موتیٰ (مردوں کا بات کرنا) پر ایمان ہے؟ ـــــ انہوں نے جواب دیا ـــــ جی! بیشک ـــــ فرمایا۔
یہ قبر والا مجھ سے کہتا ہے کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہوں۔

بیٹا باپ کی قبر پہ:

شیخ یافعی یمنی علیہ الرحمہ نے اپنے والد کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔

وہ غصہ میں تھے۔ کیونکہ وقتِ انتقال میں دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا اباجان! سیدنا یعقوب علیہ السّلام نے اپنی اولاد کے لئے کتنا صبر فرمایا۔ جواباً انہوں نے کہا۔ ہمیں انبیائے کرام سے مشابہت دے رہے ہو یا کہا۔ ہمارا صبر بھلا انبیا کے ہم پلہ ہو سکتا ہے؟ ــــــ اس کے بعد ایک بار ماہِ رجب شب جمعہ ان کی قبر پہ میں تلاوت کر کے لیٹ گیا تو انہیں خواب میں دیکھا۔ مجھے دیکھ کر خوش تھے فرمایا۔ اللہ تعالٰے نے تجھ پر تین احسان کئے ہیں۔ ایک تمہاری ملاقات، اس سے قبل کہ کچھ اور کہیں میں بیدار ہو گیا۔ (ص: ۲۰۲، ۲۰۳)

درویش مر کے زندہ:

شیخ علی رُوزباری رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں درویشوں کی ایک جماعت آکر قیام پذیر ہوئی ــــــ ان میں سے ایک درویش بیمار ہو گیا۔ اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کر کر کے تھک گئے۔ اس کی علالت لمبی ہو تی گئی۔ درویش کے ساتھیوں نے ایک دن شیخ سے اس کے طول مرض کی شکایت کی ــــــ شیخ نے اس کی خدمت اپنے ذمہ لی اگرچہ نفس بیچ میں حائل ہونا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے اس کی مخالفت کی۔ اور اس کی تیمارداری کے لئے قسم کھالی۔ درویش کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ غسل و کفن اور نماز جنازہ کے بعد شیخ نے قبر میں اتار کر جب اس کے کفن کا سر بند کھولا۔ تو درویش نے آنکھیں کھول دیں ــــــ اور کہا۔

بخدا میں اپنی وجاہت سے روزِ قیامت آپ کی مدد کروں گا۔ جیسے اپنے نفس کی مخالفت میں آپ نے میری مدد کی۔ (ص: ۲۰۴)

اولیاء مرتے نہیں زندہ ہیں:

حضرت شیخ ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں بابِ بنی شیبہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا راستے میں ایک لاش رکھی ہوئی ہے۔ شیخ نے لاش کا چہرہ دیکھا۔ وہ

ایک نوجوان تھا ـــــ شیخ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

ابوسعید! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالٰی کے محب مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک عالم سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں۔ (ص: ۲۰۴)

اسی طرح شیخ ابو یعقوب سنوسی علیہ الرحمہ کے پاس، مکہ معظمہ میں ایک مرید آیا۔ اور عرض کیا۔ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا ـــــ یہ دینار حاضر خدمت ہے۔ آدھے سے کفن کا، اور آدھے سے دفن کا انتظام کیجئے گا۔ دوسرے روز ٹھیک وہ ظہر کے وقت حرم شریف میں آیا، طوافِ کعبہ کیا ـــــ پھر ذرا دور ہٹا اور انتقال کر گیا شیخ سنوسی فرماتے ہیں۔

میں نے غسل وغیرہ دے کر اسے کفن پہنایا ـــــ جب قبر میں اتارا تو اس نے آنکھ کھول دی۔ میں نے کہا موت کے بعد بھی زندگی؟ ـــــ اس نے کہا شیخ! میں زندہ ہوں۔ اور خدا کا ہر محب زندہ ہوتا ہے۔ علیہ الرحمہ (ص، ۲۰۴، ۲۰۵)

ایک بزرگ ایک میت کو نہلا رہے تھے۔ اس نے بزرگ کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹے! انگوٹھا چھوڑ دو۔ مجھے معلوم ہے تو مردہ نہیں ہے۔ یہ تو ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف انتقال ہے۔ اس نے چھوڑ دیا۔

ایک غسالہ عورت نے میت کو غسل دیتے وقت ناخن تراشے، ایک ناخن کاٹنے میں کچھ اندیشہ محسوس کیا۔ تو میت نے اپنی انگلی کھینچ لی اور مسکرانے لگی۔ غسالہ اور مرنے والی دونوں نیک خواتین تھیں۔

حضرت شیخ ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔

میرے والد صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا۔ اور غسل کے لئے انہیں تختہ پر رکھا گیا۔ تو ہنسنے لگے۔ کسی کو انہیں غسل دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہتے یہ تو زندہ ہیں۔ بالآخر ان کے ہم رتبہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ آئے تو انہیں غسل دیا ـــــــــــ رحمۃ اللہ علیہ (ص، ۲۰۵)

سمندری مقبرہ:

ایک بزرگ بحری سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہم میں ایک بیمار شخص کا جہاز میں انتقال ہو گیا ہے۔ ہم لوگ نماز جنازہ وغیرہ پڑھ کر اس کی لاش سمندر میں ڈالنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اتنے میں سمندر کا پانی پھٹا اور ایک خشک زمین برآمد ہوئی۔ ہم نے اس کی لاش کو وہاں قبر کھود کر دفن کیا۔ پھر جہاز پر آگئے تو دونوں طرف سے پانی آکر مل گیا۔ اور زمین غائب ہو گئی۔ (ص، ۲۰۵)

غیبی روشنی:

ایک درویش کا انتقال ان کے تاریک مکان میں ہوا غسل دینے کے وقت لوگ چراغ تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں یک بیک کھڑکی سے ایک نور ظاہر ہوا جس نے سارے مکان کو روشن کر دیا۔ اور لوگوں نے نہایت اطمینان سے انہیں غسل دیا۔ جب سب کام پورا ہو گیا تو روشنی رخصت ہو گئی۔ (ص، ۲۰۵)

قائم بحق:

ایک بزرگ نے بیان کیا۔

میں نے حضرت ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ کے جسم کو جنگل میں قبلہ رُو کھڑا دیکھا۔ ان کی رُوح نکل چکی تھی۔ اور انہوں نے کسی شئے کا سہارا بھی نہیں لیا تھا۔ اس کے باوجود جسم کھڑا تھا۔ میں نے چاہا کہ اٹھا کر لے جاؤں اور دفن کر دوں۔ مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا —— البتہ ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی۔ اللہ کے دوست کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو۔ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

حضرت شیخ علی رُودباری علیہ الرحمہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگے۔ دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ طبقاتِ بہشت

سجا دیئے گئے ہیں۔ اور کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابو علی! ہم نے تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچایا باوجودیکہ تم اس کے طالب نہ تھے اور اشعار پڑھے ؎

وَحَقِّكَ لَا نَظَرْتُ اِلٰی سِوَاكَا	بِعَيْنِ مَوَدَّةٍ حَتّٰی اَرَاكَا
وَلَا اسْتَحْسَنْتُ فِی نَظَرِیْ جَمَالًا	وَلَا اَحْبَبْتُ حُبًّا غَيْرَ ذَاكَا
وَلَا اسْتَلْذَذْتُ فِی الدُّنْيَا لَذِيْذًا	وَلَا لِیْ بُغْيَةٌ اِلَّا رِضَاكَا
فَمُنَّ بِنَظْرَةٍ فَضْلًا وَمَنًّا	وَبَلِّغْنَا الْمُنٰی حَتّٰی اَرَاكَا

تیرے حق کی قسم! محبت کی آنکھ سے میں نے تیرے غیر کو نہیں دیکھا تاآنکہ تجھے دیکھ لوں میری نگاہ میں کوئی حسن و جمال پسند آیا، نہ اس حسن کے سوا کسی اور کی محبت میرے دل میں سمائی۔ اور نہ دنیا میں کسی لذت کا مزا چکھا۔ اور نہ تیری رضا کے سوا میرا کوئی اور مطلوب ہے۔ لہٰذا اپنے فضل و کرم سے ایک نگاہ لطف فرما، مجھے ساحل مراد تک پہنچا۔ اور دیدار سے شرفیابی بخش۔ (ص: ۲۰۵، ۲۰۶)

چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست:

حضرت ابن جلار رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے وقتِ وفات دیکھا تو وہ تبسم ریز تھے اہل طب و حکمت حیران ہوئے۔ ان کے طبیب نے کہا وہ زندہ ہیں۔ اس کے بعد نبض پر ہاتھ رکھا تو کہا نہیں، یہ تو مر گئے۔۔۔ پھر چہرے کو دیکھا تو کہنے لگا۔ پتہ نہیں زندہ ہیں یا انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں آنکھ کھولی۔ اور پڑھا۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ (یعنی ایسے ہی وقت کے لئے عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں)

سید الطائفہ امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے وقتِ اخیر شیخ ابو محمد حریری موجود تھے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ نزع کے وقت تلاوت فرمانے لگے، حتیٰ کہ پورا کر لی۔ شیخ حریری نے پوچھا۔ اس وقت ایسی کیفیت میں بھی؟ ——— جواب دیا۔

مجھ سے زیادہ اس عمل کا حقدار کون ہوگا جب کہ اس وقت میرا اعمال نامہ سمیٹا جا رہا ہے،

حضرت امام احمد بن خضرویہ رضی اللہ عنہ کے عالم نزع کا حال حضرت محمد بن حامد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں۔

میں ان کے قریب بیٹھا تھا۔ وہ حالتِ نزع میں تھے۔ اس وقت حضرت کی عمر ۹۵ برس تھی۔ اس وقت ان کے مصاحبین میں سے کسی نے ایک مسئلہ دریافت کیا حضرت کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ فرمایا۔ اے فرزند! میں ۹۵ سال سے ایک دروازہ کھلوا رہا تھا۔ اب کھلنے کا وقت آگیا ہے۔ معلوم نہیں سعادت و شقاوت میں سے کیا لئے ہوئے کھلے گا۔ ان کے ذمہ، دینار قرض تھے۔ اور قرض خواہ سرہالیں موجود تھے۔ حضرت نے کہا۔ تو نے رہن کو قرض کا وثیقہ بنایا۔ اور تو ان کا وثیقہ لینا چاہتا ہے۔ (یعنی میری جان) مولا! تو نے ہی فرمایا ہے۔ اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ ——— دعا کرو میں قبول کروں گا ——— میرا قرض ادا فرما دے اور میرے قرض خواہوں کو مجھ سے راضی کر دے۔ تو ہر شئے پر قادر ہے۔ اسی لمحے کسی نے دروازہ کھلوایا اور آواز دی احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں۔ پھر ان کا سارا قرض فوراً ادا کر دیا اور حضرت کی روح پرواز کر گئی ——— رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین۔ (ص ۲۰۶، ۲۰۷)

مشتاق روح:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا۔ حضور آپ ذکر میں اللہ اللہ کہتے ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کیوں نہیں کہتے۔ شیخ نے جواب دیا۔ میں اس کا کوئی بدل نہیں چاہتا۔

سائل، حضور مجھے اس سے بلند جواب سے نوازیں۔

شیخ: مجھے خوف ہے کہ میں وحشتِ حجاب میں نہ رہ جاؤں۔

سائل: اس سے بھی اعلیٰ جواب سے سرفراز کریں۔

شیخ، فرمایا، ارشاد رب العالمین ہے۔

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ (الانعام ۶/۹۲) — تم کہو، اللہ پھر انہیں اپنی بحث میں پڑے کھیلتے رہنے دو۔

حضرت کا یہ جواب سنکر سائل نے ایک چیخ ماری اور گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اس کے اہل خانہ اور خاندان والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے حضرت شیخ کے خلاف دربار خلافت میں استغاثہ کیا اور خون بہا طلب کیا۔

خلیفہ کے قاصد نے شیخ کی خدمت میں ان لوگوں کے استغاثہ کا حال بیان کیا تو شیخ شبلی نے اسے جواب دیا۔

ایک روح اللہ کے شوق میں رونے لگی۔ جب اسے طلب کیا گیا تو صدائے محبوب پر لبیک کہا اور چلی گئی۔ اس میں میری کیا خطا ہے؟۔

خلیفہ تک جواب پہونچا تو اس نے بھی ایک سرد آہ کھینچی اور کہا ——— واقعی ان کا کوئی قصور نہیں۔ (ص: ۲۰۷)

اہلِ قرب:

ایک عارف ربانی کا وقت اخیر آیا۔ شیخ ابوالحسن مزنی علیہ الرحمہ وہاں موجود تھے انہوں نے کلمہ شریف کی تلقین کی اور کہا ——— لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیے۔ بزرگ مسکرانے لگے۔ اور بولے ——— مجھے تعلیم دے رہے ہو؟۔ اس ذات کی قسم جسے موت نہیں، میرا اور اس کے مابین حجاب عزت کے علاوہ اور کوئی پردہ نہیں اور فوراً وفات پاگئے ——— شیخ مزنی علیہ الرحمہ اپنی ریش پکڑ کر کہا کرتے تھے۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ مجھ جیسا فرومایہ اولیاء اللہ کو کلمۂ توحید سکھائے۔ اور بہت روتے تھے۔ رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین۔ (ص: ۲۰۷)

کسی نے امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے کہا حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کو موت کے وقت وجد آرہا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔

ان کی روح اگر فرطِ شوق میں مائلِ پرواز نظر آئی تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟۔
شیخ ابو محمد رُدَیم بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خراز علیہ الرحمہ وفات سے قبل اشعار پڑھ رہے تھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔
عارفوں کے دل ذکرِ حبیب کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور وقت مناجات وہ راز کی باتیں کرتے ہیں۔ ان پر موت کے ساغروں کا دَور چلایا گیا۔ تو وہ دنیا سے یوں غافل ہوئے جیسے نشہ والا غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار کا گشت ایسے لشکر میں ہوتا ہے جس میں اللہ سے محبت والے نجوم تاباں کے مانند ہیں۔ ان کے جسم زمیں پر عشقِ حبیب میں شہید ہیں۔ اور روحیں پردے میں بلندی کی سیر کرتی ہیں۔ وہ لوگ حبیب کے سوا کہیں نزول نہیں کرتے، اور تکلیف و مشقت سے نہیں پھرتے
(ص: ۲۰۷ — ۲۰۸)

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا :

حضرت ابو علی بن مغیرہ علیہ الرحمہ سے خلف بن سالم نے پوچھا —— آپ کا مسکن کہاں ہے؟ —— جواب دیا میرا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں عزت دار اور ذلیل دونوں برابر ہوتے ہیں۔
خلف: وہ جگہ کہاں ہے؟۔
ابو علی: وہ مقام قبرستان ہے۔
خلف: تاریک رات میں آپ کو وہاں خوف نہیں لگتا؟۔
ابو علی: ڈر لگتا ہے تو میں قبر کی سیاہی اور وحشت کو یاد کر لیتا ہوں اس وقت تاریکی میرے لئے آسان ہو جاتی ہے۔
خلف: کیا آپ نے وہاں کبھی کوئی خوفناک شئے دیکھی؟۔
ابو علی: دیکھی ہوگی —— مگر خوفِ آخرت کے سامنے ہر خوف بے وزن ہو جاتا ہے —— (ص: ۲۰۸)

قابلِ رشک زندگی:

حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزّالی علیہ الرحمہ اپنے دادا استاذ شیخ ابو بکر امام بن فورک رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

دور طالب علمی میں حضرت کے ایک ساتھی تھے جو ابھی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے نہایت متقی، پرہیزگار اور پڑھنے میں محنتی تھے۔ مگر انہیں حاصل بہت کم ہوتا تھا۔ وہ اچانک بیمار ہوئے۔ مگر علاج کے لئے کسی طبیب کے پاس نہیں گئے۔ بلکہ خانقاہ ہی میں رہے۔ حضرت بھی ان کے قریب ہی رہتے تھے۔ علالت کی حالت میں ایک روز انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور شیخ ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابنِ فورک! لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ اور فوراً ان کا اِنتقال ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ (ص: ۲۰۸)

تول میں کمی کا وبال:

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ آپ کا ہمسایہ نزع کی حالت میں ہے۔ آپ تشریف لے گئے تو اس نے کہا۔ حضرت! میرے سامنے دو آگ کے پہاڑ ہیں۔ اور مجھے ان پر چڑھایا جارہا ہے۔ حضرت نے اس کے گھر والوں سے پوچھا یہ کون سا کام کرتا تھا۔ انہوں نے کہا ـــــ اس نے دو پیمانے رکھ لئے تھے۔ خریدتے وقت بڑا، اور بیچتے وقت چھوٹا پیمانہ استعمال کرتا تھا۔ حضرت نے دونوں پیمانوں کو منگوایا، اور توڑ ڈالا۔ مگر اس کی تکلیف میں افاقہ نہیں ہوا ـــــ اس نے کہا۔ تکلیف کی شدت میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔

اِسی طرح ایک ناپ تول کرنے والے کا آخری وقت آیا۔ ایک بزرگ موجود تھے۔ کلمہ شریف کی تلقین کی۔ مگر وہ زبان سے کلمہ شریف نہ بول سکا۔ اور کہا ترازو کا کانٹا زبان میں پیوست ہے، جو کلمہ شریف سے روک رہا ہے۔ بزرگ نے پوچھا

کیا تم پورا نہیں تولتے تھے؟۔

بولا! میں پورا تو تولتا تھا مگر کبھی ترازو کے پلّے پر مٹی بیٹھ جاتی تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا ـــــــ (ص ۲۰۸، ۲۰۹)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عالمِ برزخ میں:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو بعد وفات ان کے اصحاب میں سے بعض نے خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ اکڑ کر شان و طمطراق سے خرام فرما رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا یہ چلنے کا کون سا انداز ہے؟ ـــــ فرمایا۔ یہ دار السلام کے لوگوں کا طریقہ ہے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔

جواب دیا۔ مجھے بخش دیا۔ سونے کے جوتے پہنائے۔ اور ارشاد ہوا، تم نے جو کہا تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر حادث ہے، یہ اس کی جزا ہے۔ اور مجھے اجازت دی کہ جہاں چاہو جاؤ۔ پھر میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ان کے دو سبز پر ہیں جن کے ذریعہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھر رہے ہیں۔ اور یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔

قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ (الزمر ۳۹/۷۴)

اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث بنایا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں۔ تو کیا ہی اچھا ثواب عمل کرنے والوں کا ہے۔

مصاحب نے دریافت کیا حضرت عبد الواحد وراق کی کیا خبر ہے۔ فرمایا۔ میں نے دریائے نور کے اندر کشتیٔ نور پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتے ہوئے دیکھا۔ اور اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں ـــــــ اور بشر بن حارث کس عالم میں ہیں ـــــ فرمایا ـــ سبحان اللہ! ان کی طرح کون ہو سکتا ہے؟ میں،

نے انہیں حق تعالیٰ کی جانب دیکھا ـــــ رب تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہا ہے، تجھے پتہ نہیں تیرا مقام کیا ہے؟ ـــــ اے نہ پینے والے سیراب ہو کر پی، اور اے نہ کھانے والے آسودہ ہو کر کھا۔

حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کو بزرگوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا۔
وہ زیر عرش ہیں۔ رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے یہ کون شخص ہے؟ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں۔ اے مالک و مولا تو خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہے ـ فرماتا ہے یہ معروف کرخی ہیں، جو میری محبت کے نشے میں بے ہوش ہیں انہیں میرے دیدار کے سوا کسی چیز سے ہوش نہیں آئے گا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو ربیع بن سلیمان علیہ الرحمہ نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ جواب دیا۔
اللہ رب العزت نے مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر مجھ پر چمکدار تازہ موتی نچھاور فرماتے،

شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔
سپید لباس زیب تن کئے، سر پر تاج مرصع سجائے ہوئے ہیں۔ پوچھا؟ یہ سفید لباس کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ عبادت کی عظمت ہے۔ پھر پوچھا یہ تاج؟ ـــــ فرمایا۔ یہ علم کا وقار ہے۔ (ص: ۲۰۹)

حضور رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیخ عارف ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا۔
اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے روبرو، ابو حامد امام غزالی کے بارے میں مباہاۃ فرماتا ہے کہ کیا تم لوگوں کی امت میں بھی کوئی ایسا اہل علم ہے ـــــ وہ فرماتے ہیں نہیں ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الاولیاء والعلماء اجمعین ونفعنا بہم، آمین۔ (ص: ۲۱۰)

ماں کی خدمت کا صلہ:

بلال خواص رضی اللہ عنہ میدان تیہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ میرے ہمراہ کوئی اور بھی چل رہا ہے۔ پھر وہ شخص ساتھ چلنے لگا۔ بلال خواص کو تعجب ہوا۔ اور ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ حضرت خضر ہوں گے۔

بلال خواص: رب تعالےٰ کی قسم! سچ بتائیں آپ کون ہیں۔

فرمایا: میں خضر ہوں۔

بلال خواص: میں آپ سے امام شافعی کی نسبت دریافت کرنا چاہتا ہوں؟۔

فرمایا: وہ اوتادمیں سے ہیں۔

بلال خواص: اور احمد بن حنبل کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟۔

فرمایا: وہ صدّیق ہیں۔

بلال خواص: اور بشر بن حارث کا کیا مقام ہے؟۔

فرمایا: ان کے بعد ویسا انسان پیدا نہیں ہوا۔

بلال خواص: آج یہ جو میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں، یہ کس کی برکت ہے۔

فرمایا: ماں کی خدمت کے طفیل، (ص: ۲۱۰)

عظمتِ بشر رضی اللہ عنہ:

حضرت بشر بن حارث کو بعد وفات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ جواب دیا۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور آدھی جنت میرے لئے مباح کر دی۔ اور فرمایا تو دنیا میں کھانا پینا ترک کئے ہوئے تھا۔ اب سیر ہو کر کھا پی ——— اور فرمایا اے بشر! میں نے تیری اتنی عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی ہے کہ اس کے شکر

میں اگر تو انگاروں پر بھی سجدہ کرے تو حق سے عہدہ برآنہ ہوگا۔ (ایک دوسری روایت کے بموجب) نیز فرمایا ــــــ جس وقت میں نے تیری روح قبض کی اس وقت پوری روئے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ (ص: ۲۱۰)

مرتبۂ عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ:

پارسا بزرگوں میں سے ایک کا بیٹا شہید ہو گیا۔ انہوں نے اسے کبھی خواب میں نہیں دیکھا۔ جس رات سیدنا عمر بن عبدالعزیز کا وصال ہوا۔ انہوں نے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا۔

اے نورِ چشم! کیا تم مرے نہیں ہو؟۔

ابو جان! میں مرا نہیں ہوں بلکہ شہید ہوا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور زندہ ہوں مجھے رزق ملتا ہے۔

پارسا: آج یہاں کیسے آئے ہو؟۔

شہید: اہل فلک میں یہ اعلان ہوا کہ تمام انبیاء، صدیقین اور شہداء عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے جنازے میں جائیں۔ چنانچہ میں بھی اسی میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ اسی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے چلا آیا۔ (ص: ۲۱۰)

شانِ سفیان رضی اللہ عنہ:

مردِ صالح میں سے ایک نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا ــــــ حال دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! کیسے ہیں؟ انہوں نے یہ سنکر چہرہ پھیر لیا۔ اور کہا یہ کنیت کے ساتھ پکارنے کا زمانہ نہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اے سفیان! بتایئے کیا حال ہے؟ ــــــ تو جواب میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

نَظَرتُ اِلیٰ رَبّی عِیاناً فقالَ لی — هَنیئاً رِضائی عَنکَ یا ابنَ سَعید
لقَد کنتَ قوّاماً اِذا اَظلَمَ الدُّجیٰ — بِعَبرَۃِ مُشتاقٍ وَ قَلبِ عَمید
فدُونکَ فاختَر اَیَّ قَصرٍ اَرَدتَہٗ — وَ زُرنی فاِنّی عَنکَ غیرُ بَعید

حق تعالٰے کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرمایا اے ابن سعید تمہیں ہماری رضا مبارک ہو۔ جب ظلمتیں پھیلتی تھیں تو تم قیام لیل کرتے تھے۔ اور تمہارے قلب میں ہماری محبت تھی۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوتے۔ تمہارے لئے اجازت ہے بہشت کے جس محل میں چاہو رہو۔ اور میری زیارت کرو کہ میں تم سے دور نہیں ہوں ——— (ص: ۲۱۱)

جنازہ پر نزولِ ملائکہ:

جب حضرت سہل بن عبداللہ تُستری رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو حصولِ برکت کے لئے لوگ جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ ایک ہنگامہ کا عالم تھا۔ شور سنکر ایک یہودی اپنے مکان سے نکلا جس کی عمر ستّر سال سے زیادہ تھی۔ جنازے کی طرف دیکھ کر لوگوں سے کہا۔ جو میں دیکھ رہا ہوں کیا آپ لوگ بھی دیکھ رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ ——— اس نے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت سہل کے جنازے پر آسمانی مخلوق گروہ در گروہ اتر رہی ہے اور برکت حاصل کر رہی ہے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اِسلام کا فیضان اس پر خوب ظاہر ہوا ——— رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۱۱)

سیّدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا:

سیّدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی خادمہ نے بیان کیا۔ رابعہ تمام رات طلوعِ فجر تک نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ پھر کچھ وقفہ کے لئے مصلّے پر لیٹ جاتیں۔ اچانک گھبرا کر بیدار ہوتیں۔ اور کہتیں اے نفس! کب تک سوتا

رہے گا اور عبادت کے لئے نہیں اٹھے گا۔ وہ وقت قریب ہے جب ایسی نیند سونا ہے کہ پھر صُور قیامت ہی سے بیداری ہو گی۔ ان کی یہی حالت اخیر دم تک رہی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بلاکر اون کا ایک جبہ دکھایا۔ اور کہا انتقال کے بعد مجھے اسی کا کفن دینا۔ اور کسی کو میکے مرنے کی خبر نہ دینا۔ وہ جبہ وہی تھا جسے وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں ـــــ چنانچہ انہیں میں نے اسی جبہ اور ایک اونی چادر کا کفن دیا۔ اسی شب وہ مجھے خواب میں نظر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ سبز استبرق کا جبہ اور سبز ریشمی اوڑھنی زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ وہ جبہ اور اوڑھنی کیا ہوئی۔ فرمایا ـــــ میرا وہ جبہ اور اوڑھنی سربمہر اعلیٰ علیین میں رکھ دیا گیا ہے تاکہ روز حشر مجھے اس کا ثواب عطا ہو۔ اور رب کائنات نے اس کے بدلے مجھے یہ لباس عنایت فرمایا ہے۔ خادمہ نے پوچھا۔ کیا آپ دنیا میں اسی لئے نیک اعمال کرتی تھیں؟ ـــــ فرمایا۔ رب تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں ـــــ خادمہ نے عرض کیا۔ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جس سے اللہ تعالےٰ کا تقرب نصیب ہو ـــــ فرمایا ـــــ اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ عنقریب تمہیں قبر میں اس پر فرحت و شادمانی حاصل ہو گی ـــــ رضی اللہ عنہا،

(ص: ۲۱۱ ـــــ ۲۱۲)

سیدہ رابعہ شامیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت احمد بن ابو الحواری رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ رابعہ شامیہ کے متعلق فرماتے ہیں، ان کے متعدد حالات تھے۔ کبھی حُب کا غلبہ ہوتا، کبھی موانست کا، اور کبھی خوف کا، غلبۂ محبت کے عالم میں میں نے انہیں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سُنا۔

حبیبٌ لیسَ یعدِلہٗ حَبیبٌ ، وما لسِواہُ فی قلبی نَصیبٌ

حبیبٌ غابَ عن بصَری وشخصی ولکن عن فؤادی ما یغیبُ

جس کا مفہوم کچھ یوں ہے

مرے حبیب سا جگ میں کوئی حبیب نہیں — جز اس کے کوئی مرے درد کا طبیب نہیں
مری نگاہ سے وہ خواہ دور ہو لیکن — غلط ہے یہ کہ وہ دل سے مرے قریب نہیں

اور جب کبھی ان پر انس غالب ہوتا تو اس حالت میں یہ پڑھتیں۔

ولقد جَعلتُ فی الفؤاد مُحدِّثی — وابَحتُ جسمی مَن اَرادَ جلوسی
فالجسمُ منی للجلیسِ مُوانسٌ — وحبیبُ قلبی فی الفؤادِ اَنیسی

میں نے دل میں تجھے اپنا ہم کلام بنایا۔ اور جسم کو ہم نشیں کا حق ادا کرنے کے لئے رکھا۔ میرا جسم جلیس کے ساتھ موانست رکھتا ہے۔ اور دل میں دل کا حبیب میرا مونس ہے۔

اور حالتِ خوف کا غلبہ ہوتا تو اس وقت انہیں یہ اشعار پڑھتے سنتا۔

وزادی قلیلٌ ما اَراہ مُبَلِّغی — لِلزّادابکی اَم لطولِ مَسافتی
اَتُحرِقُنِی بالنّار یا غایۃَ المُنیٰ — فاینَ رَجائی فیک اینَ مَخافتی

میرے پاس توشہ کم ہے، امید نہیں کہ اس سے منزل تک رسائی ہو۔ زادراہ کم ہونے پر روؤں یا مسافت زیادہ ہونے پر روؤں۔ اے میرے معبود حقیقی! کیا تو مجھے آگ میں جلائے گا۔ اس وقت میری امید اور میرا خوف کہاں جائے گا۔

حضرت شیخ احمد فرماتے ہیں۔

میں نے ان سے کہا۔ ساری رات نماز پڑھتے تمہارے سوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! آپ جیسا شخص ایسی بات کہہ رہا ہے۔ حالانکہ میرا حال یہ ہے کہ مجھے جب آواز دی جاتی ہے اس وقت میں قیام لیل کے لئے اٹھتی ہوں ایک روز میں ان کی عبادت کے وقت کھانا کھانے بیٹھا۔ تو مجھ سے ذکر آخرت شروع کر دیا۔ اس پر میں نے کہا مجھے اچھی طرح کھا لینے دو۔ اس پر بولیں ہم تم ایسے تو نہیں کہ آخرت کی یاد کرنے سے ہمارا کھانا بدمزا ہو —— میں تم سے خاوندوں اور شوہروں جیسی نہیں، بلکہ بھائیوں جیسی محبت کرتی ہوں۔ اور جب کوئی کھانا تیار کریں تو کہتیں۔ اے میرے سردار! اسے کھائیے یہ تسبیح سے تیار شدہ

کھانا ہے۔ ایک دفعہ مجھ سے کہا نکاح کرو۔ میں نے تین نکاح کئے۔ مجھے کھانے میں گوشت دیتی تھیں۔ اور کہتی تھیں اپنی طاقت و قوت اپنی بیویوں پر صرف کرو۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے اکثر جن اور حوریں دکھائی دیتی ہیں ——— رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہا، (ص: ۲۱۱-۲۱۲)

شیخ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ظاہراً یہ پتہ چلتا ہے کہ جن اور حور کا دیکھنا جو اس میں مذکور ہے، اس سے مراد بیداری میں دیکھنا ہے۔ کیونکہ خواب میں تو اولیاء اللہ کے علاوہ عام لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔

سیّدہ شعوانہ رضی اللہ عنہا:

مشہور ولیہ سیدہ شعوانہ رضی اللہ عنہا جب بہت ضعیف ہوگئیں اور عبادت و نماز وغیرہ میں حرج پڑنے لگا تو ان دنوں انہوں نے کسی کو یہ اشعار پڑھتے سُنا۔

اِذرِیْ دُمُوعَكِ اِذماکنتِ شاجِیَۃً ــــ اِنَّ النِّیَاحۃَ لاتَشْفِی الحَزِینِینَا

جِدّی وقُومی وصُومی الدھرَ دائبۃً ــــ فانما الدَّأبُ مِن فِعْلِ المطیعینا

آنسو بہاؤ جب تک ہمارا غم ہے۔ کیونکہ آہ و بکا سے غمگینوں کو بھی شفا نہیں ہوتی۔ نماز روزہ میں کوشش کرتے رہو۔ اہل طاعت کی عادت اور حالت یہی ہے۔

یہ سُنکر انہوں نے گریہ وزاری اور عبادت میں انہماک شروع کر دیا۔ اور ان کا یہ عالم تھا کہ خود بھی روتی تھیں اور حاضراتِ مجلس کو بھی رلاتی تھیں ——— اس وقت یہ شعر پڑھتیں۔

لَقَدْ اَمِنَ المغرورُ دارَ مُقَامِہٖ ــــ ویُوشِكُ یوماً اَن یَّخَافَ کما اَمِن

مغرور اپنے ٹھکانے سے بے خوف ہوگیا ہے۔ ایک دن وہ انتہائی خوفزدہ ہوگا۔ جتنا آج بے خوف ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے۔ اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کی ——— انہوں نے جواب دیا۔

اے فضیل! کیا رب تعالٰی اور آپ کے مابین یہ رازدارانہ عہد نہیں ہے کہ آپ اگر دعا کریں گے تو وہ قبول فرمائے گا۔

یہ بات سننے کے بعد حضرت فضیل رضی اللہ عنہ چیخ مار کر بیہوش ہو گئے (ص: ۲۱۳)

سیّدہ عمرہ رضی اللہ عنہا:

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ "عمرہ" کا یہ معمول تھا کہ رات کے وقت اپنے شوہر کو بیدار کرتی تھیں، اور کہتیں۔

اٹھ جائیے رات گزر گئی۔ راستہ طویل ہے۔ اور ہمارے پاس زادِ سفر بہت کم ہے۔ نیک بندوں کے قافلے ہم لوگوں سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ اب پیچھے صرف ہم لوگ رہ گئے ہیں۔

ایک مردِ حق فرماتے ہیں۔ میں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اچھے کپڑے پہنتی، عطر وغیرہ لگاتی اور مجھ سے پوچھتی کیا آپ کو کوئی کام ہے ـــــــ اگر میں اثبات میں جواب دیتا تو میرے پاس رہتی۔ ورنہ وہ کپڑے اتار ڈالتی اور عبادت کا لباس پہن کر صبح تک نماز میں قیام کرتی۔ (ص: ۲۱۳)

سیّدہ جوہرہ رضی اللہ عنہا:

ایک بادشاہ کے پاس جوہرہ نامی ایک کنیز تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا جوہرہ آزادی پا کر چلی تو اس زمانے کے مشہور بزرگ ابو عبداللہ ترابی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ انہیں دیکھا کہ اپنی جھونپڑی میں مصروفِ عبادت رہتے ہیں۔ جوہرہ نے ان سے نکاح کر لیا، ان کے ہمراہ مصروفِ عبادت ہو گئی۔ ایک شب اسے خواب نظر آیا کہ بہت سے خیمے قطار در قطار نصب ہیں۔ پوچھا۔ یہ خیمے کس کے ہیں؟ ـــــــ اسے بتایا گیا کہ یہ تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے

واسطے ہیں۔ اس کے بعد اس نے رات میں سونا چھوڑ دیا۔ خود اپنے شوہر کو بیدار کرتی اور کہتی اے ابوعبداللہ! قافلہ آگے نکل گیا۔ اور اشعار پڑھتی جس کا مفہوم یہ ہے

ہنوز منزلِ مقصود دور ہے میری! ابھی میں باغ کی دیوار تک نہیں پہنچا
ہیں قائمین کے خیمے اُدھر اِدھر اک میں نہ چھوڑی نیند تو دربار تک نہیں پہنچا

فقیر خصلت شہزادی:

حضرت شیخ شاہ کرمانی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے لئے بادشاہ کرمان نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ شیخ نے کہلا بھیجا کہ مجھے جواب کے لئے تین روز کی مہلت دیں ـــ اس دوران وہ مسجد مسجد گھوم کر کسی صالح انسان کو تلاش کرنے لگے۔ ایک لڑکے پر ان کی نگاہ پڑی جس نے اچھی طرح نماز ادا کی اور دعا مانگی۔ شیخ نے اس سے پوچھا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ ـــ اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا ـــ کیا نکاح کرنا چاہتے ہو؟۔ لڑکی قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، خوبصورت پاکباز اور نیک ہے ـــ اس نے کہا۔ بھلا میرے ساتھ کون رشتہ کرے گا شیخ نے فرمایا۔ میں کرتا ہوں۔ لو یہ درہم، ایک درہم کی روٹی، ایک درہم کا سالن اور ایک درہم کی خوشبو، خرید لاؤ ـــ اس طرح شاہ کرمانی نے اپنی دختر کا نکاح اس سے پڑھا دیا۔ لڑکی جب شوہر کے گھر آئی تو اس نے دیکھا پانی کی صراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا یہ روٹی کیسی ہے؟۔

شوہر: یہ کل کی باسی روٹی ہے۔ میں نے افطار کے لئے رکھی ہے۔ یہ سُنکر وہ واپس ہونے لگی۔

شوہر: مجھے معلوم تھا کہ شیخ شاہ کرمانی کی دختر مجھ غریب انسان کے گھر نہیں رک سکتی۔

لڑکی: میں تیری مفلسی کے باعث نہیں لوٹ رہی ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا پر تمہارا یقین بہت کمزور نظر آرہا ہے۔ بلکہ مجھے تو اپنے باپ پر حیرت ہے کہ انہوں نے

تجھے پاکیزہ خصلت، عفیف اور صالح کیسے کہا جب کہ اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعتماد کا یہ حال ہے کہ روٹی بچاکر رکھتے ہو۔

نوجوان نے اس کی بات سنی تو کہا۔ اس کمزوری سے معذرت خواہ ہوں۔

لڑکی: اپنا عذر تم جانو! البتہ ایسے گھر میں تو نہیں رک سکتی، جہاں ایک وقت کی خوراک جمع رکھی ہو۔ اب یا میں رہوں گی یا روٹی۔

نوجوان نے فوراً جاکر روٹی خیرات کردی۔ اور ایسی درویش خصلت شہزادی کا شوہر بننے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ایسی عورتوں کی مدح میں کسی نے بہت عمدہ بات کہی ہے۔

لو کانَ النساءُ کما ذکرنا　　لفُضّلتِ النساءُ علی الرجالِ

فلا التانیثُ لِاسمِ الشمسِ عیبٌ　　ولا التذکیرُ فخرٌ للهلالِ

اگر عورتیں ایسی ہی ہوتیں جیسی ہم نے بیان کیا تو ضرور عورتیں مردوں سے افضل قرار پاتیں۔ کیونکہ شمس کے نام کا مؤنث ہونا اس کے لیے باعثِ عیب ہے اور نہ ہی ہلال کا مذکر ہونا اس کے لئے باعثِ فخر ہے۔ (ص ۲۱۴، ۲۱۵)

شکم سیری کا وبال:

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام پیغمبر کے پاس ابلیس آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ آپ پر وحی آئی کہ اے پیغمبر! اس سے کچھ پوچھئے۔ آپ سے یہ سچ بولے گا آپ نے اس سے چند باتیں پوچھیں۔ ان میں یہ بھی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام: اے ابلیس تو کبھی مجھ پر بھی قادر ہوا۔

ابلیس: ایک رات ایسا موقع ملا۔ جب آپ کھانے سے شکم سیر ہوئے جس کے نتیجے میں اپنا وظیفہ پڑھے بغیر سو گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام: تو اب میں کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھاؤں گا۔

ابلیس، نعوذ باللہ منہ، اب میں کسی کو نصیحت نہیں کروں گا۔ (ص: ۲۱۵)

آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شب آپ نے جو کی روٹی شکم بھر تناول کی۔ اور اوراد و ظائف پڑھے بغیر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی آئی۔

اے یحییٰ! کیا تو نے میرے دربار سے بہتر کوئی دربار دیکھا ہے، اور میرے قرب سے بہتر کوئی قرب جانتے ہو؟۔ میری عزت و جلال کی قسم! اگر فردوس پر تمہاری نظر پڑ جائے تو (عبادت سے) تمہارا جسم گل جائے، اور جنت کے شوق میں جان نکل جائے اور اگر دوزخ کو دیکھ لو تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کے بعد پیپ نکلے اور تم صوف کی جگہ لوہے کا لباس پہننے لگو۔ (ص ۲۱۶)

ابدال:

سید الطائفہ ابو القاسم امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے کونے میں جا لیٹا۔ اور حضرت شیخ کو بلا کر کہا۔

اے ابو القاسم! اللہ تعالیٰ سے اور دوستوں سے ملاقات کا وقت آن پہونچا جب میں گزر جاؤں تو آپ کے پاس ایک قوال آئے گا۔ میری یہ گدڑی، چھڑی اور لوٹا اسے دے دیجئے گا۔

شیخ جنید: آپ کے یہ تبرکات اور قوال کو، یہ کیوں؟۔

جواب دیا: اس لئے کہ وہ میری نیابت کا اہل ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ جنید فرماتے ہیں۔ جب اس کا انتقال ہو گیا۔ اور ہم لوگ اس کے کفن دفن سے فارغ ہوئے تو میرے پاس مصر کا رہنے والا ایک نوجوان آیا سلام کرنے کے بعد بولا۔

میری جو امانتیں آپ کے پاس ہیں مجھے عنایت کریں۔

شیخ جنید: ان امانتوں کے حقدار تم کیسے ہوئے، ذرا تفصیل تو بتاؤ؟۔

نوجوان: میں فلاں مقام کے ساحل پر تھا کہ میں نے غیبی پکارنے والے کی آواز سنی۔ جاؤ اور شیخ جنید کے پاس جو کچھ ہے اسے حاصل کر لو۔ وہ چیزیں یہ یہ ہیں۔ اور تو فلاں ابدال کا جانشین مقرر کیا گیا۔

حضرت شیخ جنید نے فوراً وہ اشیاء مصری نوجوان کے حوالے کیں۔ اس نے غسل کر کے گدڑی پہن لی۔ اور عصا لوٹا لے کر اسی وقت شام کی جانب روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (ص: ۲۱۶)

جسے اللہ عزت دے:

ایک نوجوان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتا۔ اور برائیوں سے روکتا تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں خلیفہ ہارون رشید کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا، اور سخت باتیں کہیں ——— خلیفہ نے اسے پکڑ کر ایک ایسے مکان میں بند کروا دیا جہاں سانس لینے کے لئے بھی کوئی سوراخ نہیں تھا تاکہ ہلاک ہو جائے۔

پانچ روز بعد ایک شخص نے خلیفہ کو خبر دی کہ آپ نے جسے محبوس کیا تھا وہ شخص تو فلاں باغ میں ٹہل رہا ہے۔ بادشاہ نے اسے بلوا کر پوچھا۔

ہارون رشید: تمہیں اس قید خانہ سے کس نے نکالا۔

نوجوان واعظ: مجھے اسی نے نکالا، جس نے باغ میں پہونچایا۔

ہارون رشید: تجھے باغ میں کس نے پہونچایا۔

نوجوان واعظ: باغ میں اسی نے پہونچایا جس نے قید خانہ سے نکالا۔

ہارون رشید: عجیب حیرت ناک بات ہے؟۔

نوجوان واعظ: تیرے رب کا کون سا کام حیرت ناک نہیں ہے۔

یہ سنکر خلیفہ رونے لگا۔ اور اسے عزت واحترام سے رکھا۔ اور حکم دیا کہ اس شخص کو شاہی گھوڑے پر سوار کر کے شہر میں جلوس نکالو، اور ندا کرو کہ اللہ تعالےٰ نے اس شخص کو

عزت بخشی۔ اور ہارون رشید نے اس کو ذلیل کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ بالآخر ہارون رشید کو بھی اس کی عزت کرنی پڑی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین (ص۱۶،۲۱)

کھارا پانی شیریں ہوگیا:

باشندگانِ آبادان میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ساٹھ سال سے زیادہ زمانہ گزرا جب سے میں جانتا ہوں کہ آبادان کی نہر کا پانی کھارا ہے۔ ساحل کے ایک بزرگ آبادان میں رہتے تھے۔ رمضان کا مہینہ، سخت گرمی کا موسم تھا۔ افطار کے وقت ذخیرۂ آب (سقایہ) میں پانی ختم ہوگیا۔ تو میں نہر کے پاس گیا تاکہ وضو کروں۔ وہاں میں نے انہیں دیکھا نہر کے اندر کھڑے مناجات کر رہے ہیں۔

اے میرے پروردگار! تو اگر میرے عمل سے راضی ہے اور میری طاعت سے خوش ہے تو میں تیرے حضور دستِ سوال دراز کردں۔ مولا! ترے نافرمان کے لئے تو حمام کا غسالہ کافی ہے۔ مجھے اگر تیرے غضب کا خوف نہ ہوتا تو میں پانی کو ہرگز نہ چکھتا۔

بزرگ نے یہ کہہ کر نہر سے ایک چلّو پانی پیا ـــــ راوی کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اتنا کھاری پانی انہوں نے کیسے پی لیا۔ پھر جب وہ وہاں سے چلے گئے تو میں نے بھی اسی مقام سے جاکر پانی پیا۔ بخدا وہ شکر کی طرح شیریں تھا۔ میں نے پی کر آسودگی حاصل کرلی۔ بزرگ نے ایک روز راوی سے کہا۔ میں نے خواب میں یہ آواز سنی ہے کہ مبارک ہو ہم نے تیرا گھر تیار کر دیا ہے۔ اسے دیکھ کر تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ ایک ہفتہ میں اسے خوشبوؤں سے بسا دیا جائیگا۔ اس کا نام "دارالسرور" ہے ـــــ راوی نے کہا۔ ٹھیک ساتویں روز جمعہ تھا۔ وہ وضو کے لئے نہر پر گئے۔ اندر داخل ہونا چاہا اتنے میں پاؤں پھسلا اور وہ ڈوب کر انتقال کر گئے۔ نماز جمعہ کے بعد ان کی تدفین عمل میں آئی۔ تین روز بعد میں نے خواب میں انہیں لباسِ سبز پہنے دیکھا۔ حال دریافت کیا تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ

نے مجھے "دارالسرور" میں اتارا۔ وہ مکان میرے لئے تیار کرایا تھا۔ راوی نے پوچھا وہ کیسا مکان ہے؟ ——— فرمایا۔ اس کی توصیف ممکن ہی نہیں، کاش میرے اہل وعیال کو خبر ہو کہ اسی کے نزدیک ان سب کے لئے بھی مکانات بنائے گئے ہیں ان مکانات میں ہر نعمت موجود ہے۔ اور ہاں! اُسن وہاں تیرے لئے بھی مکان ہے ——— دعا ہے کہ ربّ کریم! اپنے ان نیک بندوں کے طفیل ہمیں بھی جنت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ص: ۲۱۷، ۲۱۸)

بی بی ریحانہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

الٰھی لا تُعَذِّبنی فاِنّی ... اُؤَمِّلُ اَنْ افوزَ بخیرِ دارٍ

واَنتَ مجاوِرُ الابرارِ فیھا ... فیَا طوبیٰ لھم فی ذاالجوارِ

الٰہی! تو مجھے عذاب میں نہ ڈال کیونکہ میں جنت میں پہونچنے کی امیدوار ہوں۔ جنت میں تو خود نیکوں کا ہمسایہ ہے، جن کو ایسا ہمسایہ ملے وہ بہت خوش بخت ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۲۱۸)

وضو کے لئے غیب سے پانی:

سیدنا سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

میں نے عجائب وکرامات میں سب سے پہلے جو دیکھا وہ یہ کہ ایک ویران مقام کی طرف آنکلا وہاں میرے قلب کو قربِ الٰہی کی لذت سے شادکامی حاصل ہوئی۔ وہ جگہ مجھے نہایت بھلی معلوم ہوئی۔ نماز کا وقت آپہونچا۔ اور میری عادت تھی کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتا تھا۔ اس وقت پانی نہ ہونے پر میں غمگین ہوا۔ اتنے میں ناگہاں مجھے ایک آدمی دور سے چل کر آتا ہوا نظر پڑا۔ قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ ایک ریچھ ہے جو دونوں ہاتھوں میں پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے ہے۔ نزدیک آکر سلام کیا۔ مجھے یہ چیز عجیب لگی۔ میں نے پوچھا یہ پانی اور مٹکا کہاں سے آیا؟ ریچھ نے جواب دیا۔ ہم لوگ وحوش ہیں۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کی محبت میں اور اسی

پر توکل کر کے تعلقات دنیوی کو چھوڑ رکھا ہے۔ ابھی ہم آپس میں ایک مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک یہ آواز آئی سہل اس وقت تازہ وضو کرنے کے لئے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ یہ سنکر میں نے یہ پانی کا مٹکا اٹھایا۔ ناگاہ دو فرشتے آگئے۔ میں ان کے نزدیک ہوا۔ ان فرشتوں نے فضا سے اس مٹکے میں پانی ڈالا۔ اس میں پانی گرنے کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ ریچھ کی اتنی بات سنتے سنتے مجھ پر غشی آگئی۔ افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ پانی کا مٹکا رکھا ہوا ہے۔ اور ریچھ کا کہیں پتہ نہیں۔ میں افسوس کرنے لگا کہ میں نے کچھ اور باتیں کیوں نہ پوچھ لیں۔ اس پانی سے میں نے وضو کیا۔ اور کچھ پینا چاہتا تھا کہ آواز آئی۔ اے سہل! ابھی تمہارے لئے اس پانی کے پینے کا وقت نہیں آیا ہے۔ پانی کا وہ مٹکا جنبش کرنے لگا اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو کر معلوم نہیں کہاں گیا۔ (ص: ۲۱۸)

قصر اولیاء:

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس وقت پہونچے جب مسجد بھر چکی تھی اور امام خطبہ دینے کے لئے منبر پر جارہے تھے ——— یہ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے پہونچے۔ اور پہلی صف میں جا بیٹھے۔ ان کے دائیں جانب ایک نوجوان معطر اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ اس نے حضرت سہل کو دیکھا تو پوچھا سہل! کیا حال ہے؟۔

حضرت سہل: میں اچھا ہوں۔ اَصْلَحَکَ اللہ۔

حضرت سہل نے اس نوجوان کو بات کا جواب دیدیا مگر وہ اس ادھیڑبن میں رہے کہ یہ ہے کون شخص، جس نے مجھے پہچان لیا اور میں اسے نہ پہچان سکا؛ اسی دوران حضرت سہل کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ مگر وہ سوچنے لگے اس وقت اگر یہاں سے نکلوں تو پھر لوگوں کو تکلیف دوں گا۔ لامحالہ پھلانگ کر ہی جانا ہوگا۔ اور اگر نہیں جاتا تو نماز خراب ہوتی ہے۔ وہی نوجوان اتنے میں پوچھتا ہے۔

آپ کو پیشاب کی حاجت ہے؟
حضرت سہل: بات تو ایسی ہی ہے۔
نوجوان نے اپنے کندھے سے چادر اتار دی، اور حضرت سہل کو اڑھا دی۔ اور کہا جلد فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو جاؤ۔ حضرت سہل فرماتے ہیں۔
میری آنکھ لگ گئی اور جب کھلی تو میں نے خود کو ایک بڑے دروازے پر پایا ایک شخص دروازے پر کھڑا کہتا ہے اندر چلے آؤ۔ اندر ایک عالیشان محل تھا۔ اور ایک جانب ایک درخت تھا، جس کے پاس ایک لوٹے میں پانی رکھا ہوا تھا۔ وہیں پر استنجا خانہ بھی تھا۔ اور ایک طرف مسواک اور رومال موجود تھے۔ میں نے استنجا اور غسل کیا۔ اب وضو کر رہا تھا۔ اتنے میں اس شخص کی آواز آئی جب اپنا کام پورا کر چکے ہو تو ہاں کہو تو میں نے کہا۔ ہاں! ——— پھر جب اس نے میرے اوپر سے چادر اتاری تو میں مسجد میں اسی جگہ موجود تھا۔ اور میرے اس واقعہ کا کسی کو علم نہیں ہوا۔ اور میرا یہ حال کہ میں فکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ قصہ کیا ہوا؟ ——— میں کبھی اس واقعہ کی تصدیق کرتا، اور کبھی تکذیب کرتا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہوئی۔ لوگوں کے ساتھ میں نے بھی نماز پڑھی۔ مجھے اس نوجوان کا برابر خیال رہا۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں اسی کے پیچھے چلا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوا۔ اور میری جانب دیکھ کر کہنے لگا۔ کیا آپ کو اپنے دیکھے ہوئے پر اعتبار نہیں آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ نوجوان نے کہا۔ اچھا آیئے اس دروازہ میں داخل ہوئیے۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی قصر ہے۔ اندر درخت لوٹا، بھیگا ہوا رومال سب کچھ بعینہٖ موجود تھا۔ میں نے کہا۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ۔
نوجوان: اے سہل! جو انسان اللہ کی فرماں برداری کرتا ہے ہر چیز اس کی فرماں برداری کرتی ہے۔ آپ بھی اس کے طالب ہوں تو اسے پالیں گے۔
یہ سنکر میری آنکھیں اشکوں سے تر ہو گئیں۔ اس نوجوان نے میرے آنسو پونچھ دیئے۔ اس کے بعد جب میں نے آنکھ کھولی تو نہ نوجوان وہاں موجود تھا نہ وہ محل تھا

اس مردِ حق آگاہ کے جانے سے اور اس کی صحبت کی محرومی سے افسوس کرنے لگا پھر کارِ عبادت میں لگ گیا۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما۔ (ص ۲۱۸ ـــــ ۲۱۹)

بیک وقت دو جگہ موجود:

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایک حاجی نے عرفات کے اندر حج میں دیکھا حالانکہ اس سال انہوں نے سفرِ حج نہیں کیا تھا۔ وہ لوٹ کر آیا، تو اس نے یہ بات قسم کھا کر اپنے بھائی سے کہی۔ اور کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو میری بیوی کو طلاق، اور اس کا بھائی خود حضرت کی مجلس کا حاضر باش تھا۔ اس نے کہا ۹ ذی الحجہ کو تم نے انہیں عرفات میں دیکھا۔ اور ۸ رتاریخ کو مکان حضرت بشر حافی کے بالمقابل حضرت سہل کی خانقاہ میں میں ان کے پاس موجود تھا۔ دونوں بھائی واقعہ کی تحقیق کے لئے اور قسم کے بارے میں حکم شرع معلوم کرنے حضرت سہل کی خدمت میں پہونچے ـــــ حضرت نے فرمایا۔ تم لوگوں کا اس بات سے تعلق نہیں ـــــ جاؤ اور اللہ کی عبادت کرو اور حاجی سے فرمایا۔ تم اپنی بیوی کے ساتھ حسب سابق رہو۔ اور میری اس بات کا چرچا نہ کرو۔ مگر اس واقعہ کے بعد حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنی اس خانقاہ میں بہت کم قیام کرتے تھے۔ آبادان اور بصرہ کے درمیان ایک جزیرہ تھا آپ نے خود کو لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے بچانے کے لئے اس جزیرہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ وہیں چلے جاتے اور سکون و طمانیت سے ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ آپ کے ایک مصاحب فرماتے ہیں۔

میں نے تیس برس ان کی خدمت کی۔ اس دوران کبھی انہیں بستر پر پہلو ٹیکتے نہیں دیکھا۔ نہ دن کو نہ رات کو، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے تھے ـــــ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص ۲۲۰)

واعظ حق نما:

ایک مردِ حق وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی ان کی بزمِ تقریر سے گزرا،

تو رک کر تقریر سُننے لگا۔ اس وقت وہ مردِ حق لوگوں کو عذابِ نار یاد دلا رہے تھے۔

وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم ۱۹/۷۱)

اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر وارد ہوگا آپ کے رب پر یہ بات قطعی فیصلہ کی ہوئی ہے۔

یہودی نے یہ سُنا تو کہا۔ اگر یہ کلام سچا ہے تو ہم تم برابر ہیں۔ مردِ حق واعظ نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں، ہم تم برابر نہیں۔ کیوں کہ ہم تو وارد ہو کر نکل آئیں گے اور تم لوگ اسی میں رہو گے ——— ہمارے وہاں سے نکلنے کی بنیاد ہمارا تقویٰ ہوگا۔ اور تمہارے وہاں رہ جانے کی وجہ تمہارا ظلم، سُنو! اسی رب العالمین کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم ۱۹/۷۲)

پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے۔ اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

یہودی نے کہا۔ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ متقی آپ ہیں۔ میں تو کہتا ہوں متقی ہم لوگ ہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ سچ یہی ہے کہ متقی تم لوگ نہیں بلکہ ہم ہیں ——— ارشادِ خداوندی اس کا معیار ہے۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ۔ (اعراف ۷/ ۱۵۶ ——— ۱۵۷)

اور میری رحمت ہر شئے کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور میں اسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ہماری نشانیوں (آیات) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نبیِ امی رسول کا اتباع کرتے ہیں۔

یہودی نے کہا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی کوئی دلیل دیجئے کہ ہم (یہود اور غیر مسلمین) جہنم میں جلیں گے۔ اور آپ (مسلمان) نہیں جلیں گے۔ بزرگ نے کہا۔ دیکھنا چاہو تو ابھی دیکھ سکتے ہو۔ تم اپنے کپڑے اتار دو، میں اپنے کپڑے اتارتا ہوں دونوں کو آگ میں ڈالتے ہیں جس کے کپڑے کو آگ جلا دے سمجھ جاؤ وہ ناری ہے۔ چنانچہ یہودی کا کپڑا شیخ کے کپڑے کے ساتھ آگ میں ڈال دیا گیا۔ کچھ دیر بعد بھڑکتے ہوئے شعلوں

میں شیخ خود داخل ہوئے اور اپنا کرتا اٹھالائے۔ یہودی کا کپڑا اگرچہ شیخ کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا مگر وہ جل کر راکھ ہوگیا۔ اور شیخ کا کرتا آگ میں صاف ستھرا ہوگیا۔ مگر جلا نہیں۔ یہودی یہ دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ (ص: ۲۲۰ — ۲۲۱)

حسرت وشوق:

ایک بزرگ نے بیان کیا۔

میں شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں مقام انس میں تھا اچانک مجھ پر باب بسط وا ہوا۔ اس میں میں ایک ایسی لغزش کا شکار ہوا جس سے میرا مقام مجھ سے چھپ گیا۔ اب میں اسے دوبارہ پالینے کے لئے کیا کروں؟ ——— شیخ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُنا تو بہت روئے، اور چند اشعار پڑھے جس میں اس بزرگ کی مشکلات کا حل تھا۔

قِفْ بالدیارِ فھٰذہٖ آثارھم ۔۔۔ وابكِ الاحبّۃَ حسرۃً وتشوّقاً

کم قد وقفتُ بربعھا مستخبراً ۔۔۔ عن اھلھا متحیراً ومشفِقاً

فاجابنی داعی الھویٰ فی رسمھا ۔۔۔ فارقتَ مَن تَھویٰ وعَزّ الملتقیٰ

دیارِ محبوب میں کھڑا رہ کہ یہی ان کے آثار ہیں۔ اور دوستوں کے نہ ہونے پر حسرت وشوق سے آنسو بہا، اس کے مقام میں بسا اوقات میں دریافتِ خبر کے لئے کھڑا رہا کہ اس کے باشندے کہاں ہیں۔ اور مجھ پر حیرت واندیشہ کا غلبہ تھا۔ تو داعیِ عشق نے جواب دیا کہ تیرا محبوب جدا ہوگیا۔ اب ملنا دشوار ہے۔ (ص: ۲۲۱)

نالۂ عشق:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ کسی قوال نے یہ شعر پڑھا۔

منازِلُ کنتَ تَھواھا وتالفھا ۔۔۔ ایامَ انت علی الایامِ منصورٌ

یہ وہ منزلیں ہیں جن سے تجھے پیار تھا۔ ان دنوں جب تو دنیا میں کامیاب و کامراں تھا
حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو سُنا تو بہت روئے۔ اور فرمایا۔
محبت دانس کا مقام کتنا پیارا ہوتا ہے۔ اور منزل مخالفت و وحشت کتنی اذیت ناک، مجھے ہمیشہ ابتدائی ارادت، شوق، سخت مجاہدہ اور پُر خطر احوال کا اشتیاق رہتا ہے ——— اور یہ اشعار پڑھے۔

خَلیلی ھَلْ بالشامِ عینٌ حزینۃٌ تَبکی علیٰ نجدٍ فانی أعِینُھا
وأَسلَمھا الواشُونَ الاحمامۃٌ مطوّقۃ ورقاءُ بانَ قرِینُھا

اے دوست! کیا شام میں کوئی آنکھ رونے والی بھی ہے، جو نجد کی جدائی پر غم بھرے تاکہ میں اس کا ساتھ دوں۔ اسے چغلی کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہے۔ مگر ایک کبوتر جس کے گلے میں پٹہ ہے جس کا ساتھی اس سے جدا ہو گیا۔ (ص: ۲۲۱)

غذائے روح:

ایک صالح مرد نے سفر کے دوران ایک کم عمر بدوی لڑکی کو دیکھا۔ انہوں نے پوچھا۔ تم رہتی کہاں ہو؟۔
لڑکی: جنگل میں
مرد صالح: تم کو تنہا جنگل میں وحشت نہیں ہوتی۔
لڑکی: اے نادان! کیا اللہ سے انس رکھنے والے اس کے ساتھ رہ کر وحشت زدہ ہوں گے۔
مرد صالح: تم کھاتی کہاں سے ہو؟۔
لڑکی: یہ بات اللہ ہی کے علم میں ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کہاں سے رزق دیتا ہے؟ ——— جب وہ اپنے منکروں کو کھلاتا ہے تو اہل ایمان کو کیوں نہیں کھلائے گا جو قلوب اللہ تعالےٰ کی معرفت میں فنا ہیں ان کا رزق اللہ کی محبت اور اس کا عشق اور اس کے جمال و کمال کا مشاہدہ ہے ——— وہ اہل اللہ ہیں۔ روحانی

قوت والے ہیں۔ وہ شب و روز تسبیح کر کے بھی تھکتے نہیں ہیں۔ (ص: ۲۲۱، ۲۲۲)

اصل کام:

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص ہے جو لوگوں سے الگ ایک ستون کے پیچھے تنہا بیٹھا رہتا ہے۔ یہ سنکر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے، اور دریافت کیا۔

حضرت حسن: تم تنہائی پسند لگتے ہو؟ کیا بات ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے ہو۔

جواب: ایک کام میں لگا ہوا ہوں، جس کی وجہ سے لوگوں سے ملنے جلنے کی فرصت نہیں،

حضرت حسن: یہاں جو ایک آدمی حسن بصری نام کا رہتا ہے اس کے پاس تو جا سکتے ہو۔

جواب: جس مشغولیت کی وجہ سے اوروں سے نہیں مل پاتا، حسن بصری سے بھی نہیں مل سکتا۔

حضرت حسن: اللہ تم پر اپنا رحم و کرم فرمائے آخر وہ ایسا کون سا کام ہے؟۔

جواب: میرے ساتھ ایک طرف خدا کی نعمت ہے، اور دوسری طرف میرا گناہ تو میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ اپنے کو نعمت کے شکر اور گناہ سے استغفار میں مصروف رکھوں ـــــــ

حضرت حسن: بندۂ خدا! تم خود حسن سے بڑے فقیہ ہو، بس اپنے کام میں لگے رہو رضی اللہ عنہما۔ (ص: ۲۲۲)

دعائے منصور کا اثر:

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک فقیر نے آکر چار درہم کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص تجھے چار درہم دے گا میں اس کے حق میں چار

دعائیں کروں گا۔ اس وقت ایک غلام وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے حضرت منصور کی یہ بات سُن لی اس کے پاس چار درہم تھے۔ اور مجلسِ شراب نوشی میں بیٹھے ہوئے اس کے مولا نے غلام کو یہ درہم اس لئے دیئے تھے کہ وہ بازار سے جاکر میوے خرید لائے اور مجلس شراب کے ہمنشینوں کو کھلائے ــــــ حضرت منصور کی بات سُنکر غلام کے قدم تھم گئے۔ اس نے مجلسِ شیخ میں حاضر ہوکر فقیر کو درہم دیدیئے۔

حضرت منصور: بتاؤ! کیا دعا کرانا چاہتے ہو؟۔

غلام: پہلی دعا یہ فرمائیں کہ مجھے غلامی سے آزادی مل جائے۔

حضرت منصور: (دعا فرماتے ہیں) اور کیا چاہتے ہو؟۔

غلام، اللہ تعالیٰ مجھے ان درہموں کا بدلہ عنایت فرمائے۔

حضرت منصور: (پھر دست بدعا ہوتے ہیں) تیسری کیا خواہش ہے جس کے لئے دعا کروں؟ ــــ

غلام: دعا فرمائیں کہ مولا کریم مجھے اور میرے آقا کو توبہ نصیب فرمائے۔

حضرت منصور: (دعا کے لئے پھر ہاتھ اٹھاکر رب سے التجا کرتے ہیں) اب تمہارے لئے چوتھی دعا کیا ہونی چاہیئے۔

غلام، حضور! اب یہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے آقا کو، آپ کو اور ان تمام حاضرین مجلس کو بخش دے۔

حضرت منصور علیہ الرحمہ نے بارگاہِ رب العزت میں پھر ہاتھ اٹھایا۔ اور غلام کی خواہش کے مطابق دعا فرمادی۔

اس کے بعد غلام اپنے آقا کے پاس پہونچا تو اس نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ غلام نے سارا واقعہ ذکر کردیا۔ آقا نے دریافت کیا بتاؤ! تم نے شیخ سے کیا چار دعائیں کرائیں؟ ــــ

غلام: میرے آقا! میں نے ایک دعا تو یہ کرائی کہ میں غلامی سے آزاد ہوجاؤں،

آقا: چلو میں نے تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کیا۔

غلام، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اِن درہموں کا بدل عطا فرمائے۔
آقا، میں نے تمہیں چار درہموں کے بجائے چار ہزار درہم دیئے۔
غلام: تیسری یہ کہ رب تعالیٰ مجھے اور آپ کو توبہ عطا فرمائے۔
آقا: میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہوں۔
غلام: چوتھی دعا میں نے یہ کرائی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو، شیخ منصور اور ساری قوم کو بخش دے۔
آقا: یہ چیز تو میرے اختیار کی نہیں ہے ـــــــ اسی شب کی بات ہے آقا خواب دیکھتا ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا۔

جو تمہارے اختیار میں تھا جب تم نے وہ سب کرلیا تو کیا میں وہ نہیں کروں گا جو میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں ارحم الراحمین ہوں میں نے تمہیں تمہارے غلام کو اور منصور کو نیز سارے حاضرین مجلس کو بخش دیا۔ (ص: ۲۲۲، ۲۲۳)

عظمتِ ذکر:

سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اپنے تخت پر تشریف لے جارہے تھے ـــــــ آپ کے اوپر پرندے سایہ کرکے اڑ رہے تھے۔ اور انسان، جن، وحشی جانور اور چوپائے دائیں بائیں تھے۔ آپ قوم بنی اسرائیل کے ایک عابد کے پاس سے ہو کر گزرے۔ عابد نے کہا۔

بخدا! اے ابن داؤد (علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عظیم ملک عطا فرمایا ہے ـــــــ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا صحیفۂ مؤمن کے اندر ایک بار تسبیح ملک سلیمان سے بہت افضل ہے۔ کیونکہ یہ ملک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہے گی۔ (ص: ۲۲۳)

اِسی نادر مضمون کو راقم الحروف بدر القادری نے یوں شعری جامہ پہنایا ہے۔
ذکر کرتے ہوئے جس شب کی سحر ہوتی ہے ✲ ظلمتِ قبر میں وہ نورِ نظر ہوتی ہے

جن کی شب کوچۂ عرفاں میں بسر ہوتی ہے　　وہ بھلا ملک سلیماں کے خریدار ہوں کیوں؟

موت ناصح ہے:

ایک بادشاہ عبادت گزار تھا ——— مگر بعد میں دنیا کے شوق میں مبتلا ہو گیا۔ ایک عالیشان محل تعمیر کرایا۔ اس میں قیمتی فرش فروش بچھوائے۔ اور اسے ہر طرح آراستہ پیراستہ کر کے دعوت کا اہتمام کیا۔ جو بھی آتا انواع واقسام کے کھانے کھاتا اور محل کی خوبصورتی، نوادرات وعجائبات دیکھتا اور تعریف کرتا ہوا جاتا۔ یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا ——— بادشاہ نے ایک روز اپنے مصاحبین سے کہا کہ اس مکان کی خوبصورتی تم لوگوں نے دیکھ لی۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے ہی مکانات اپنے لڑکوں کے لئے تعمیر کراؤں۔ تم لوگ مجھے اس کے بارے میں مشورہ دو۔ ایک روز سب اسی کی باتیں کر رہے تھے کہ مکان کے ایک خالی گوشے سے کسی نے موت کی یاد دلانے والے اشعار پڑھے، جن میں کا ایک یہ ہے۔

لَا تَأْمَنَنَّ فَاِنَّ الْمَوْتَ مَكْتُوْبٌ　　يَا اَيُّهَا الْبَانِيْ النَّاسِيْ مَنِيَّتَهٗ

اے موت کو بھول کر مکان کی تعمیر کرانے والے بے خوف نہ ہو کیونکہ موت تو قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔

یہ سُنکر بادشاہ اور حاضرین پر خوف طاری ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے بھی کچھ سنا؟ ——— سب نے کہا ہاں! ہم نے بھی سُنا، بادشاہ نے کہا، اس آواز نے میرے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ لگتا ہے یہ موت کی آہٹ ہے مصاحبین نے تسلی دی۔ مگر بادشاہ کی کیفیت بدل چکی تھی۔ اس نے شراب گروا دی، مزامیر تڑوا دیئے۔ اور فوراً صدق دل سے توبہ کی۔ اور المَوتُ المَوتُ اس کی زبان پر جاری تھا۔ اسی حالت میں اس کی روح نکل گئی ———

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ص: ۲۲۳، ۲۲۴)

ہر ایک زندگی کا انجام موت ہے　　حسنِ عمل کا پہلا انعام موت ہے

روزِ شباب غافل کچھ ہوش سے گزار — ہر آنے والی صبح کی اِک شام موت ہے
اس سے کوئی پرند نہ آزاد ہو سکا، — فطرت کا وہ بچھایا ہوا دام موت ہے (بدر)

غیبی ناصح:

ملکِ کندہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ اور لہو ولعب کا شوقین تھا۔ شکار کھیلنے یا کسی اور ارادہ سے ایک روز محل سے نکلا ——— اور ویرانہ و بیابان میں ساتھیوں سے جدا ہو کر تنہا رہ گیا۔ وہاں اس نے ایک جوان شخص کو دیکھا جو بوسیدہ انسانی ہڈیوں کو الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ اس کا جسم کمزور، چہرہ اداس اور رنگ پھیکا ہے۔ بادشاہ نے اسے اس حال میں دیکھا تو پوچھا۔

بادشاہ: بھئی! کیا حال ہے؟۔ اور اس سنسان بیابان میں اکیلے کیا کر رہے ہو؟۔

جوان: میرا یہ خراب حال اس وجہ سے ہے کہ مجھے ایک طویل سفر درپیش ہے۔ دو موکل مجھ پر لگے ہوئے ہیں جو مجھے خوفزدہ کر کے آگے کو دوڑا رہے ہیں۔ سامنے تنگ و تاریک تکلیفوں بھرا مکان ہے۔ مجھے زیر زمیں سڑنے گلنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا ——— وہاں تنگی اور پریشانی کے باوجود مجھے کیڑوں کی خوراک بننا ہوگا۔ اور میری ہڈیاں بوسیدہ اور الگ الگ ہو جائیں گی ——— اتنے ہی پر بس نہیں، اس کے بعد صدائے حشر کی جانب جانا ہوگا۔ اور وہ نہایت کٹھن مرحلہ اور سنگین مقام ہوگا۔ معلوم نہیں بعد ازاں مجھے کس گھر میں جانا ہو۔ تم ہی بتاؤ! جس کا انجام کار یہ ہو وہ کیسے خوشی منائے؟۔

یہ باتیں سنکر بادشاہ فکر سے نڈھال ہو کر گھوڑے سے نیچے آرہا۔ اور بولا۔

بادشاہ: اے بندۂ خدا تیری باتوں نے میرا چین وسکون چھین لیا۔ اور دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ذرا ان باتوں کو وضاحت کے ساتھ پھر کہہ،

جوان: یہ میرے سامنے جو ہڈیاں جمع ہیں انہیں دیکھ رہے ہو۔ یہ ایسے بادشاہوں

کی ہڈیاں ہیں جنہیں دنیا نے اپنی زینت میں الجھا کر فریب دیا۔ اور ان کے دلوں پر حکمرانی کی ـــــ آخرت سے غافل رہے ـــــ یہاں تک کہ انہیں اچانک موت آگئی ـــــ اس وقت آرزوئیں ناتمام رہ گئیں ـــــ نعمتیں سلب کرلی گئیں ـــــ عنقریب ان کی ہڈیوں کو پھر زندگی ملے گی۔ اور یہ مکمل جسم ہو جائیں گی۔ پھر ان کے کاموں کا بدلہ انہیں ملے گا۔ پھر نعمتوں والے گھر بہشت میں جائیں گے، یا عذاب والے گھر دوزخ میں،

اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان بادشاہ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ اور ادھر بادشاہ کے خدم وحشم اس کے پاس پہونچے تو اس کا چہرہ اداس اور آنکھوں سے اشک رواں تھا ـــــ رات آئی تو بادشاہ نے لباسِ شاہی کو خیرباد کیا۔ اور دو چادریں جسم پر ڈال کر راہِ فقر میں نکل گیا۔ پھر اس کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ کسی نے خوب کہا۔

اَفْنَی الْمُلُوکَ الَّتِی کَانَتْ مُنَعَّمَۃً ۔۔۔ کَرُّ اللَّیَالِیْ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا

یَا رَاقِدَ اللَّیْلِ مَسْرُوْرًا بِاَوَّلِہٖ ۔۔۔ اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ یَطْرُقْنَ اَسْحَارًا

لَا تَأْمَنَنَّ بِلَیْلٍ طَابَ اَوَّلُہٗ ۔۔۔ فَرُبَّ اٰخِرِ لَیْلٍ اَجَّجَ النَّارَا

زمانہ کی گردشِ اقبال وادبار نے نعمت والے بادشاہوں کو فنا کر ڈالا۔ اے ابتدائے شب میں خوشی کے ساتھ سونے والے، اکثر رات کے آخری حصوں میں حادثوں کا نزول ہوتا ہے۔ اول شب کی خوشی اور آرام پر نہ پھول، کیونکہ اکثر اخیر شب میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ (ص ۲۲۴ ـــــ ۲۲۵)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی برکت:

دورِ قدیم کے ایک ظالم بادشاہ کی حکایت ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت سرکش تھا ـــــ اور اپنی بادشاہت کے زعم میں اپنے پیدا کرنے والے خالقِ حقیقی سے بھی سرکشی کرتا تھا۔ خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ مسلمانوں نے اس سے جہاد

کیا۔ اور زندہ گرفتار کرلائے ____ چونکہ بادشاہ کے ظلم وستم کے خلاف ہر سینے میں نفرت کی آگ سلگ رہی تھی اس لئے بادشاہ کو کھولتے ہوئے پانی میں سزا دینے کا فیصلہ ہوا ____ اسے پانی میں رکھ کر جب آگ جلائی گئی تو اس نے اپنے تمام معبودوں کو باری باری پکارا۔ ہلاکت سے اپنی رہائی کے لئے ان سے مدد مانگی۔ مگر کسی سے کوئی مدد نہیں ملی ____ اس وقت آسمان کی جانب سر اٹھا کر صدق دل سے اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور دعا کی۔ اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ فوراً بارش ہوئی جس نے آگ بجھا دی۔ اور جس دیگ میں اسے رکھا گیا تھا اسے ہوا اڑا لے چلی۔ اور وہ برابر لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتا رہا۔ آسمان پر گشت کراتے کراتے ہوا نے اسے لے جاکر ایک بے دین قوم میں گرا دیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے احوال پوچھے تو اس نے اپنی تمام سرگزشت بیان کر دی۔ اور اپنے باطل معبودوں کی حقیقت ذکر کی۔ اس کی یہ بات سنکر اس پوری قوم نے اسلام قبول کرلیا ____

(ص: ۲۲۵ ___ ۲۲۶)

شہر لافانی:

ایک بادشاہ نے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی ____ اور اسے اپنے دور کے لحاظ سے تمام ساز وسامان سے سجایا۔ آرائش وزیبائش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ تکمیل کے بعد اس کی نمائش کا اہتمام کیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی۔ شہر کے دروازے پر دو آدمیوں کو مقرر کیا تاکہ وہ واپس ہونے والوں سے ان کے خیالات معلوم کریں۔ جو بھی آتا شہر دیکھتا اور کھانا کھا کر تعریف کرتا ہوا جاتا۔ اور دونوں پوچھنے والے جب پوچھتے کہ تمہیں اس شہر میں کوئی عیب نظر آیا تو کہتے نہیں ____ آخر میں کچھ کمبل پوش فقیر آئے ان سے عیب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے اندر دو خرابیاں نظر آتی ہیں۔ سپاہیوں نے ان کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا ____

بادشاہ: آپ لوگوں نے میرے اس شہر میں کون سے دو عیب نکالے ہیں۔

کمبل پوش: ایک عیب تو یہ کہ یہ اجڑ جائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا مالک مرجائیگا،
بادشاہ: کیا کوئی مکان ایسا ہے جو ویران نہ ہو اور جس کا مکین ہمیشہ زندہ رہے؟

بادشاہ کے اس سوال کے جواب میں کمبل پوش درویشوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کا نام لیا۔ اور مؤثر تقریر کی کہ اس میں جنت کا شوق بیدار ہو گیا، اور جہنم کی ہولناکیوں سے ایسا ڈرایا کہ بادشاہ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ اور وہ کاروبار سلطنت سے کنارہ کش ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا ——— رحمۃ اللہ علیہ، (ص: ۲۲۶)

ناصح فاتح:

زمانۂ قدیم کی بات ہے ملکِ یمن کے بادشاہوں میں جنگ ہوئی۔ ایک نے دوسرے پر غلبہ پایا اور اسے قتل کر دیا۔ جشنِ فتح منانے کے لئے انتظام کیا گیا ——— اور فاتح بادشاہ کا دربار آراستہ پیراستہ ہوا۔ لوگ مبارک سلامت کیلئے آنے لگے۔ بادشاہ بھی اپنی سواری پر سج دھج سے دربار کے لئے نکلا۔ راستہ میں ایک شخص نے جسے لوگ دیوانہ سمجھتے تھے یہ اشعار پڑھے۔

تَمَتَّعْ مِنَ الْاَیَّامِ اِنْ کُنْتَ حَازِمًا — فَاِنَّكَ فِیْهَا بَیْنَ نَاهٍ وَاٰمِرٍ

فَکَمْ مَلِكٍ قَدْ رُکِّمَ التُّرْبُ فَوْقَهٗ — وَعَهْدِیْ بِهٖ بِالْاَمْسِ فَوْقَ الْمَنَابِرِ

اِذَا کُنْتَ فِی الدُّنْیَا بَصِیْرًا فَاِنَّمَا — بَلَاغُكَ مِنْهَا مِثْلُ زَادِ الْمُسَافِرِ

اِذَا اَبْقَتِ الدُّنْیَا عَلَی الْمَرْءِ دِیْنَهٗ — فَمَا فَاتَهٗ مِنْهَا فَلَیْسَ بِضَائِرٍ

اگر تو عقل مند ہے تو اپنے ایام زندگی کو کام میں لگا کر فائدہ اٹھالے، کیونکہ اس میں حکم دینے والے بھی ہیں اور روکنے والے بھی، بہت سے بادشاہوں کے اوپر مٹی کے ڈھیر لگ چکے ہیں جب کہ ابھی کل ہم نے انہیں منبر کے اوپر دیکھا تھا اگر تو دنیا میں اہل بصیرت اور سمجھ دار ہے۔ تو تجھے مسافر کی ضرورت کے مطابق زادِ سفر لینا چاہیے۔ اگر دنیا آدمی کے دین کو باقی رکھے تو پھر جو کچھ بھی فوت ہو جائے

اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

بادشاہ نے یہ اشعار سُنے تو رک کر بولا یہ سچ ہے ——— اور گھوڑے سے اتر کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور مصاحبین کو قسم دے کر منع کر دیا کہ کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ اس طرح اس نے تاعمر راہِ فقر نہ چھوڑی۔ اور کئی دنوں تک اس کا ملک بادشاہ سے خالی تھا۔ بعد میں لوگوں نے دوسرا بادشاہ منتخب کیا۔ (ص ۲۲۶، ۲۲۷)

تین صالح بھائی:

ایک بزرگ کا گزر ایک گاؤں میں ہوا۔ وہاں انہوں نے ایک ہی طرح کی تین قبریں برابر برابر بنی ہوئی دیکھیں۔ ان پر اشعار لکھے ہوئے تھے۔ پہلی قبر پر تھا۔

وَکیفَ یَلَذُّ العیشَ مَنْ ھُوَ عالِمٌ ——— بِاَنَّ الٰہَ الخلقِ لا بدَّ سائلُہ

فیاخذُ منہ ظلمَہٗ لِعبادِہٖ ——— ویَجزِیہ بالخیرِ الذی ھو فاعلُہ

وہ شخص زندگی کا عیش کیوں کر حاصل کر سکتا ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ خالقِ دوجہاں ضرور سوال کرے گا۔ اگر اس نے مخلوق پر ظلم کیا ہو تو اس سے بدلہ لیگا اور اگر نیکی کی ہو تو جزا دے گا۔

دوسری قبر پر یہ اشعار تھے۔

وکیف یَلَذُّ العیشَ مَنْ کانَ موقناً ——— بِاَنَّ المنایا بَغتۃً سَتُعاجِلُہ

فتَسلُبُہ مُلکاً عظیماً وبَھجۃً ——— وتُسکِنُہ القبرَ الذی ھُوَ اٰھِلُہ

وہ شخص زندگی کی لذت کیوں کر پا سکتا ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے اچانک موت آئے گی۔ اس کا وسیع ملک اور رونق سلب کر لی جائے گی۔ اسے قبر میں ٹھکانا ملے گا جہاں اسے رہنا ہے۔

اور تیسری قبر پر یہ اشعار تھے۔

وکیفَ یَلَذُّ العیشَ مَنْ کانَ صائراً ——— الیٰ جَدَثٍ یُبلِی الشّبابَ منازلُہ

وَیُذھِبُ ماءَ الوجہِ بَعدَ بَھائِہٖ ——— سَریعاً ویُبلِی جسمَہ ومفاصِلُہٗ

وہ شخص زندگی میں لذتِ عیش کیسے حاصل کر سکتا ہے جو ایسی قبر کی طرف جانے والا ہے جو جوانی کو بوسیدہ کرنے والا مقام ہے۔ بہت جلد چہرے کی آب وتاب زائل کر دینے والا، اور جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کرنے والا ٹھکانا ہے۔

انہوں نے گاؤں کے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ میں نے آپ کے یہاں یہ عجیب چیز دیکھی۔ اور تینوں قبروں کے سلسلہ میں بات کی۔ انہوں نے جواب دیا۔ اِن قبروں سے زیادہ حیرت ناک قبر والوں کے حالات ہیں۔ اور واقعہ سُنایا۔

یہ لوگ تین بھائی تھے۔ ایک امیر — دوسرا تاجر اور تیسرا زاہد، زاہد کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے دونوں بھائی آئے اور صدقہ کرنے کے لئے اپنی قیمتی دولت دینے لگے۔ مگر برادر زاہد نے انکار کیا۔ اور کہا اس کی مجھے حاجت نہیں، مگر میں ایک وعدہ کرانا چاہتا ہوں، جس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ دونوں بھائیوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ — زاہد نے کہا۔ میرے مرنے کے بعد مجھے غسل دو کفن پہناؤ اور نماز جنازہ پڑھ کر کسی بلند مقام پر میری قبر بناؤ۔ اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دو۔ (وہی جو تمہیں پہلی قبر پر نظر آئے) اس کام سے فارغ ہو کر میری قبر پر برابر آتے رہنا۔ شاید اس سے تمہیں نصیحت ہو۔ اس بھائی کے انتقال کر جانے کے بعد بقیہ دونوں بھائیوں نے وصیت کے مطابق ہر کام سرانجام دیا — اور وہ بھائی جو مسندِ امارت پر تھا روزانہ اپنے زاہد بھائی کے مزار پر جاتا، اور لوحِ مزار پڑھ کر روتا — ایک روز وہاں سے واپس جا رہا تھا اتنے میں اس نے قبر کے اندر کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز سنی، جس سے اس کا دل دہل گیا۔ مگر کیا کر سکتا تھا سہما ڈرا ہوا گھر لوٹ گیا — شب میں بھائی کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کل تمہاری قبر سے کیسی چیز گرنے کی آواز آئی تھی؟۔ اس نے جواب دیا۔ وہ لوہے کا کوڑا گرنے کی آواز تھی۔ اس وقت مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ فلاں مظلوم کی تم نے دیکھتے سنتے مدد کیوں نہیں کی — اس بات کا امیر بھائی کے دل پر یہ اثر ہوا کہ صبح ہوتے ہی اس نے تیسرے تاجر بھائی کو طلب کیا۔ اور کہا۔

مرحوم بھائی نے اپنی قبر پر جو اشعار لکھوائے تھے وہ میرے ہی لئے تھے۔ میں تم کو اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ اب میں امارت سے سبکدوش ہو کر صرف عبادت میں وقت گزار دوں گا۔ چنانچہ درویشی اختیار کر لی، جنگلوں ویرانوں کو اپنالیا ـــــ یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت بھی قریب آپہونچا۔ اس لمحے وہ ایک چرواہے کے پاس تھا جس نے اس کے بھائی کو اطلاع دی۔ وہ آیا، اور گزارش کی بھائی کوئی وصیت کرو ـــــ اس نے کہا میرے پاس مال و دولت تو ہے نہیں، جس کے لئے وصیت کروں۔ لیکن میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں مرجاؤں تو مجھے بھائی کے پہلو میں دفن کرنا۔ اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا۔ اور وہ اشعار بتائے جو تم نے دوسری قبر پر دیکھے۔ اور یہ کر لینے کے بعد تین روز تک برابر میری قبر پر آکر دعا کرنا، شاید اللہ تعالے مجھ پر رحم فرمائے ـــــ اس کے بعد اس دوسرے امیر بھائی کا بھی انتقال ہو گیا ـــــ اسی طرح تیسرے بھائی نے وصیت کے مطابق ہر کام کیا۔ اور روزانہ قبر پر جاتا۔ تیسرے دن بھر حسب معمول قبر پر گیا، خوب رویا اور دعا کی۔ لوٹنے کے وقت اس نے قبر کے اندر سے ایک دھماکہ کی آواز سنی۔ حیران و پریشان گھر لوٹا۔ رات کو خواب میں بھائی سے ملا، بہت خوش ہوا۔ اور پوچھا تم میری ملاقات کے لئے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا ـــــ حیف صد حیف! اب کہاں کی ملاقات اور کیسا ملنا۔ اب تو مجھے میرے ہی گھر میں قرار مل چکا ہے۔ اس نے پوچھا حال بتاؤ؟ ـــــ کہنے لگا اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ توبہ سے بہت سی نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں ......

اور وہ ہمارا زاہد بھائی کہاں کس حال میں ہے؟ ـــــ وہ تو ائمہ ابرار کے ساتھ ہے ـــــ بتاؤ! مجھے کس کام کا حکم دیتے ہو؟۔

پیارے بھائی! جو انسان پہلے سے کچھ نیکیاں بھیجتا ہے وہ اسے پاتا ہے۔ زندگی کو موت سے قبل غنیمت شمار کر ـــــ صبح اس تیسرے بھائی نے بھی ترکِ دنیا کا ارادہ کر لیا۔ دنیا کی بجا ستوں سے دست کش ہو گیا۔ جائیداد حقدار دں، اور

غریبوں میں بانٹ دی۔ اور اللہ کی عبادت میں لگ گیا۔ اس کا ایک حسین وجمیل بیٹا تھا اس نے باپ کی جگہ تجارت سنبھال لی۔ جب اس تیسرے بھائی کا وقت اخیر آیا تو اس کے بیٹے نے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ باپ نے کہا بیٹے! تیرے باپ کے پاس کچھ مال و دولت تو ہے نہیں پھر وصیت کس چیز کے لئے کرے۔ مگر ہاں! ایک اقرار کرو کہ میرے مرنے کے بعد مجھے میرے دونوں بھائیوں کے بغل میں دفن کرنا۔ اور میری قبر پہ یہ اشعار لکھ دینا، جو تم نے تیسری قبر پہ دیکھے اور جب ان کاموں سے فارغ ہونا تو تین روز تک متواتر میری قبر پر آکر دعا کرنا۔ شاید اللہ تعالےٰ میرے حال پر رحم فرمائے ـــــ باپ کی موت کے بعد لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز باپ کی قبر سے اس نے بھی دردناک آواز سنی۔ جس سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور چہرہ متغیر ہوگیا۔ قبرستان سے بخار زدہ لوٹا۔ رات کو باپ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا بیٹے بہت جلد عالم آخرت میں تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ سفر آخرت کے لئے زادراہ کی حاجت ہے۔ اور موت اس سے بھی پہلے ہے، سفر کی تیاری کرو۔ عارضی ڈیرے سے حقیقی اقامت گاہ کی جانب اسباب روانہ کرو۔ دنیا کی زندگی پر فریفتہ نہ ہو۔ جس طرح تجھ سے قبل بہت سے لوگوں نے فریب کھایا۔ لمبی لمبی تمنائیں کیں اور آخرت کے واسطے تیاری نہیں کی۔ موت کے تحت سخت شرمندہ ہوئے۔ اور زندگی رائگاں جانے پر تأسف کیا۔ موت کے وقت ندامت وافسوس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ اور نہ ان کی مصیبتوں کی سختی شرمندگی سے کم ہوگی تو اے میرے فرزند! جلدی کر ـــ جلدی کر ـــ صبح ہوئی تو نوجوان نے کہا مجھے لگتا ہے کہ وقت موعود آن پہونچا۔ قرض خواہوں کا قرض چکایا ـــــ حقداروں کو ان کا حق دیا۔ اور سارا مال و دولت صدقہ وخیرات کردیا۔ تیسرے دن تمام اہل وعیال کو بلا کر الوداع کہا۔ سلام کرکے قبلہ رو متوجہ ہوا۔ اور کلمۂ طیبہ کی تلاوت کرتے ہوئے وفات پائی ـــــ اب حال یہ ہے کہ لوگ ان

قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں میں ان کے توسل سے دعائیں کرتے ہیں۔ تو رب تعالےٰ ان حاجت مندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے ــــ

فکان الناس یزورون قبورھم ویتوسلون بھم الی اللہ تعالیٰ فی قضاء حوائجھم فتقضیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔ (ص ۲۲۷، ۲۲۹)

دنیا کی حقیقت:

امام الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

میں ایک بار کوفہ گیا۔ وہاں ایک رئیس کا مکان دیکھا، جس سے عیش و تنعم خوب جھلک رہا تھا۔ دروازہ پر دست بستہ غلام کھڑے تھے۔ اور ایک دریچہ میں ایک خوش گلو کنیز کھڑی یہ نغمہ الاپ رہی تھی۔

اَلَا یا دارُ لا یدخلکِ حُزنٌ   وَلَا یَعبث بِساکنکِ الزَّمانُ

فَنِعمَ الدارُ انتِ لکلِّ ضَیفٍ   اِذا ما الضیفُ اعوزہٗ المکانُ

اے مکان تجھ میں کبھی غم نہ داخل ہو، نہ تیرے بسنے والوں کو زمانہ پامال کرے۔ تو ہر مہمان کے واسطے کیا عمدہ ٹھکانا ہے جب اسے اور کوئی مکان میسر نہ آئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد میرا پھر وہاں جانا ہوا۔ اور میں نے اس مکان کو دیکھا تو اس کے دروازے پر سیاہی چھا رہی تھی۔ اس میں رہنے والے اجڑ چکے تھے۔ ذلت اور پراگندگی نے سب کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔ گویا اب وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔

ذَھبتْ محاسِنُھا وبانَ شُجونُھا   والدھرُ لا یُبقی مکاناً سالماً

فاستبدلتَ مِنَ اُنسِھا بتوحُّشٍ   ومِنَ السُّرورِ بھا عزاءً راغِماً

اس کی زیبائش جاتی رہی، اور غم ظاہر ہو گیا۔ زمانہ کسی مکان کو صحیح و سلامت نہیں چھوڑتا۔ اس کا انس وحشت سے تبدیل ہو گیا۔ اور غم و ذلت نے اس کی خوشیوں کی جگہ اختیار کر لی۔

حضرت شیخ نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ مالکِ مکان مر گیا ہے۔ ادھر

اس کی حالت بدل گئی۔ اس اجڑے ویران مکان میں حضرت شیخ کو ایک نحیف آواز والی باندی ملی، جس نے اس ویران خانے کی المناک داستان سنائی۔ اور کہا، وہ لوگ یہاں کے عارضی باشندے تھے۔ ان کی تقدیر انہیں دارالقرار کی جانب لے گئی۔ اس دنیا میں جو بھی آتا ہے ایک روز چلا ہی جاتا ہے، جو اس سے باوفا بنکر رہتا ہے دنیا اس سے بے وفائی ضرور کرتی ہے۔

حضرت شیخ نے پوچھا، پہلے اس مکان کے دریچے میں ایک باندی یہ نغمہ سنجی کرتی تھی سہ اَلَا یَا دَارُ لَا یدخلکِ حزنٌ الخ

باندی: وہ بدنصیب میں ہی ہوں۔ میرے سوا اب کوئی بھی باقی نہ رہا۔ دنیا پر اترانے والے لائق افسوس ہیں۔

حضرت شیخ: تجھے اس ویران خانے میں کیا ملتا ہے، جو یہاں پڑی ہوئی ہے؟۔

باندی: آپ نے تو نہایت سخت بات فرمائی۔ کیا یہ محبوبوں کے رہنے کی جگہ نہیں، پھر چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ تو محبوب کے مکان میں رہ کر اس سے مانوس ہو گیا حالانکہ تجھ جیسا آدمی ایسے ویران خانے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے دل کی پسلیوں سے ہم آواز ہو کر جواب دیا۔ اس حال میں کہ جان نکل رہی تھی، اور شوق روح کو ضائع کر رہا تھا کہ محبت کا مقام میرے قلب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ اب نعمتِ وصال سے محرِوم ہے۔ میں اسے چھوڑوں کیسے کہ دل اس میں لگا ہوا ہے اس محبوب کے باعث جو کبھی اس میں رہتا تھا۔

حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں وہاں سے روانہ ہوا۔ مگر اس کے اشعار میرے دل میں گھر کر گئے۔ اور دل میں عشق کی فراوانی ہو گئی۔

علامہ یافعی یمنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حضرت کو اس کے اشعار اس لئے پسند آئے کہ اس میں محبت، محبوب اور

وصل کی صفات کا ذکر تھا۔ اور وہ اپنی محبت میں صادق تھی۔ اور ویران ہو جانے کے باوجود صبر کے ساتھ اپنے محبوب کے مکان میں پڑی ہوئی تھی۔ (ص: ۲۹، ۲۳۱)

حصولِ مقصد کی دھن:

ایک چور کو سزا کے طور پر باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا۔ کیوں کہ اس کا یہ پہلا جرم نہیں تھا بلکہ اس سے قبل ایک بار چوری کے سلسلہ میں اس کا ایک ہاتھ کاٹا جا چکا تھا۔ دوبارہ پھر چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں قطع کر دیا گیا۔ تیسری بار پھر اسی حرکت میں گرفتار ہوا تو بایاں ہاتھ، اور چوتھی بار کے جرم میں دایاں پیر بھی گنوا چکا تھا۔ (جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں ہے) اسے لٹکا ہوا دیکھ کر ایک بزرگ نے فرمایا۔ میں اس کا غلام ہوں۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت کیا فرما رہے ہیں؟۔

جواب دیا، اس نے اپنے محبوب کی طلب میں سب کچھ گنوا دیا۔ اور کسی سزا اور اذیت نے اسے اس کے مقصد سے باز نہیں رکھا۔ (ص: ۲۳۱)

گوشہ نشیں عابد:

جبلِ لکام کی سیر کے دوران حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ ایک ایسے خطہ میں پہونچے جہاں سرسبز درختوں کی قطار اور رنگ برنگے پھول کھلے ہوتے تھے۔ اس دلکش نظارہ کو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ اتنے میں ان کے کانوں سے ایک ایسی آواز ٹکرائی جس نے آنکھوں کو اشکبار، اور دل کو غم سے زیر بار کر دیا۔ آواز کا تعاقب کرتے ہوئے وہ چل پڑے ــــــ کچھ دور چل کر انہیں پتہ چلا کہ یہ آواز دامنِ کوہ کے غار سے آرہی ہے جہاں ایک خستہ جاں عبادت گزار، اللہ کا بندہ بیٹھا ہوا ہے، اور کہہ رہا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اہلِ شوق کی تفریح کے لئے طاعت کے باغ سجائے۔
پاک ہے وہ جس نے اہلِ بصیرت عقلمندوں کو یہ سمجھا دیا کہ وہ ماسوا اللہ پر اعتماد نہ

کریں۔ پاک ہے وہ جس نے اہلِ محبت کے نفوس کو دریائے محبت تک پہونچادیا۔ وہ اسی کی جانب مائل ہوتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ خاموش ہوا تو شیخ ذوالنون نے مخاطب کیا اور کہا ——— السّلام علیکم اے غم کے یار اور رنج کے رفیق!

عابد: وعلیک السّلام، آخر تم ایک ایسے شخص کے پاس کیسے پہونچ آئے، جو سوالِ ربّ العالمین کے مقام سے خوفزدہ ہوکر تنہا رہتا ہے۔ اور اپنے محاسبۂ نفس میں منہمک ہے۔ اور لوگوں کی باتوں پر غور و فکر کرنا ترک کرچکا ہے۔

شیخ ذوالنون: مجھے عبرت و نصیحت کی طلب، اور قلوب صالحین کی عنایات کے شوق نے آپ تک پہونچایا ہے۔

عابد: اے جوان! اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ ان کے قلوب میں محبت کے چقماق نے عشق کی چنگاری بھڑکادی ہے ——— وہ لوگ وفورِ اشتیاق کے باعث ریاضِ ملکوت کی سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کے لئے پردۂ جبروت میں پوشیدہ ہے، اسے ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔

شیخ ذوالنون، ان حضرات کا کچھ وصف بیان فرمائیں۔

عابد: وہ حضرات رحمتِ خداوندی کے غار میں پناہ گزیں ہیں۔ اور بادۂ اَلَست کے جام پیتے ہیں۔ (پھر دعا کی) اے میرے مالک و مولا! مجھے بھی ان حضرات میں ملا دے، اور ان حضرات جیسے اعمال کی توفیق عطا فرما۔

شیخ ذوالنون: مجھے کچھ پند و نصیحت فرمائیں۔

عابد: اللہ سے محبت اس کے شوق لقاء میں کرو۔ کیوں کہ وہ ایک روز اپنے اولیاء کو اپنے جمال کی تجلی دکھلائے گا۔

قَدْ کَانَ لِی دَمْعٌ فَاَفْنَیْتَہٗ   قَدْ کَانَ لِی جَفْنٌ فَاَدْمَیْتَہٗ

میرے بھی کبھی آنسو تھے تو نے انہیں فنا کردیا۔ میرے بھی پلکیں تھیں تو نے انہیں خون ناب کردیا۔

وکانَ لی جسم فَابْلَیْتَہٗ　　　وکان لی قلبٌ فاَضْنَیْتَہٗ

میرا بھی جسم تھا تو نے اسے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا تو نے اسے ضعیف کر دیا۔

وکانَ لی یاسیّدی ناظِرٌ　　　اَدریٰ بہ الخلقَ فاَعْمَیْتَہٗ

اے میرے مالک! میری آنکھیں بھی تھیں جن سے میں مخلوق کو دیکھتا تھا۔ پس تو نے اندھی کر دیں۔

عَبْدُکَ اَضْحیٰ سیّدی مُوثَقًا　　　لوشئتَ قبل الیوم اٰویتَہٗ

اب تیرا بندہ محبوس و مقید ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر تو چاہتا تو آج سے پہلے ہی اسے اپنے پاس بلا لیتا۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہٖ و بجمیع الصّالحین۔ اٰمین (ص۲۳۴، ۲۳۵)

کام کا وقت:

آدھی رات کے وقت حضرت ذوالنون مصری کوہ لبنان پر تھے۔ وہاں انہوں نے بلوط[1] کے پتوں کی جھونپڑی سے ایک چاند سا چہرہ برآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ سر نکال کر وہ بندۂ خدا یوں مناجات کرنے لگا۔

واردات کے دوران میرے دل نے گواہی دی ہے کہ تو تمام صفاتِ کمالات سے موصوف ہے۔ اور قلوب تیری کُنہِ ذات تک رسائی میں متحیر ہیں۔ اور میرا دل بھلا یہ گواہی کیوں نہ دے کہ وہ تیرے غیر کی محبت کا مادہ ہی نہیں رکھتا۔ حیف صد حیف! کہ تیری محبت میں کوتاہی کرنے والے رسوا اور ذلیل ہو گئے۔

اس نے اتنا کہہ کر اپنا سر بلوط کے پتوں سے بنائی ہوئی اوٹ کے پیچھے چھپا لیا شیخ ذوالنون ان کی روپوشی سے افسوس میں پڑ گئے۔ اور وہیں کھڑے رہے۔ یہاں تک فجر کے وقت مردِ حق نے پھر چاند سا چہرہ باہر نکالا۔ اور چاند کی طرف دیکھ

---

[1] اس درخت کو ہندی میں "سیتا سپاری" کہتے ہیں ـــــ اس کی چھال سے رنگ بنایا جاتا ہے۔ اور اس سے چمڑے رنگتے ہیں۔

کرکہتا ______

اے اللہ! زمین و آسمان تیرے ہی نور سے روشن ہیں۔ اور تیرے ہی نور سے تاریکیوں میں اجالا ہوتا ہے۔ تیرا جلال آنکھوں سے محجوب ہے ______ اور آشنا دلوں کا رشتہ اس سے مربوط ہے۔

پھر اس کے بعد کہا۔

میں اپنے اس درد و غم میں تجھی سے التجا کرتا ہوں۔ تو مجھ پر ایسی نظر کرم فرما، جو پکار پر حاضر ہو جانے والوں پر کی جاتی ہے۔

حضرت ذوالنون نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔

حضرت ذوالنون: میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ یرحمک اللہ۔

بندۂ خدا: نہیں۔

حضرت ذوالنون: آخر کیوں؟۔

بندۂ خدا: میرے دل سے اب تک تیرا خوف زائل نہیں ہوا۔

حضرت ذوالنون: حبیبی! کس بات نے آپ کو مجھ سے خوفزدہ کیا؟۔

بندۂ خدا: اے ذوالنون! آپ کام کے وقت فضول پھر رہے ہیں، معاد کا توشہ لینے سے غافل ہیں، گمان پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ان کی یہ باتیں سُنکر حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔ جب دوپہر کی دھوپ اور گرمی ان کے جسم پر لگی اور ہوش میں آئے تو فرماتے ہیں کہ نہ وہ بندۂ خدا وہاں موجود تھا، اور نہ ہی ان کی جھونپڑی، اور میں اپنے دل میں حسرت و افسوس لئے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین (ص: ۳۵، ۲۳۶)

نشانِ عارف:

حضرت ابراہیم بن شیبان رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ عارف کی نشانی کیا ہے؟ ______ انہوں نے فرمایا۔ ایک روز میں اپنے شیخ و مرشد ابو عبداللہ

مغربی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوہ طور پر تھا۔ ہمارے ساتھ اور تقریباً ستر آدمی تھے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک نوجوان آیا۔ اس پر خشوع کا اثر تھا ــــــ جب ہم لوگ نماز پڑھتے تو وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتا ــــــ اور علمی مذاکرہ کرتے تو وہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر سنا کرتا، موسم بہار تھا۔ ہر طرف ہریالی تھی۔ ایک روز ہم لوگ سبزہ زار میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت شیخ معرفت کا بیان فرما رہے تھے ــــــ شیخ کا بیان سنکر اس نوجوان نے ایک آہ کھینچی جس کی گرمی سے اس کے سامنے کی ہریالی جل اٹھی ــــــ پھر وہ غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔

ھٰذا ھو العارف وھٰذا وصفہ ــ یہ ہے عارف اور یہ ہے عارف کی نشانی،

رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ۔ آمین ــــــ (ص: ۲۳۶)

دیکھنا اور لحاظ رکھنا:

ایک بزرگ کوہ لکام میں عابدوں زاہدوں کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہاں میں نے ایک دلق پوش کو پتھر پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس کی نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا اے شیخ! یہاں کیا کر رہے ہو؟۔

جواب دیا، دیکھ رہا ہوں، اور نگہداشت کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ تمہارے سامنے تو پتھر کے سوا کچھ ہے نہیں، بھلا کسے دیکھ رہے ہو۔ اور کس چیز کی نگہداشت کر رہے ہو؟ ــــــ یہ سنکر اس کا چہرہ بدل گیا۔ اور خشمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

اَنظُرُ خواطرَ قلبی واَرعیٰ اَوامرَ رَبّی ــــــ اپنے قلبی خیالات کو دیکھ رہا ہوں اور رب تعالیٰ کے اوامر کی نگہداشت کر رہا ہوں۔

قسم ہے اس خالق و مالک کی، جس نے تجھے مجھ پر ظاہر فرمایا۔ یہاں سے چلا جا۔ میں نے کہا۔ مجھے کچھ مفید نصیحت کرو، تو میں جاؤں۔

فرمایا، جو چوکھٹ تھام لے وہ خدمت گزار لکھ دیا جاتا ہے، جو گناہوں کو یاد کرے

وہ نادم ہوتا ہے، جو اللہ کے بھروسے بے نیاز ہو، ناداری اور غربت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اتنا کہا اور روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ، (ص، ۲۴۶، ۲۳۷)

تو ہی میرے دل کا حبیب ہے تو ہی میرے غم کا طبیب ہے:

بیت المقدس سے ایک بزرگ کو ایک ضرورت کے لئے کسی نواحی بستی میں جانا پڑا۔ فرماتے ہیں۔ راہ میں میں نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ وہ ایک کمبل کا جبہ اور چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا۔

ضعیفہ: اے نوجوان! کہاں جا رہے ہو؟۔

میں: ایک ضرورت کے پیش نظر فلاں قریہ میں جا رہا ہوں۔

ضعیفہ: تیرا مکان یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟۔

میں: اٹھارہ میل کے فاصلے پر،

ضعیفہ: ایک ضرورت کی جستجو میں اٹھارہ میل سے آئے ہو، کوئی اہم ضرورت ہو گی؟ ——

میں: جی ہاں!

ضعیفہ: صاحب قریہ سے کیوں نہ سوال کیا کہ تمہاری ضرورت کی چیز تمہارے پاس بھیج دیتا۔ اور تمہیں مشقت نہ اٹھانی پڑتی۔

میں نے ضعیفہ کی اس بات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اور کہا، صاحب قریہ سے میری آشنائی نہیں ہے۔

ضعیفہ: تیرے اور اس کے درمیان کس نے ناآشنائی کرا دی۔ اور کس نے تیرے اور اس کے تعلق کو منقطع کر دیا۔ ضعیفہ کی اس بات کا مطلب میں سمجھ گیا —— اور رونے لگا۔

ضعیفہ: تو اللہ سے محبت کرتا ہے؟۔

میں: ہاں!

ضعیفہ: سچ بتا؟

میں: واللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔

ضعیفہ: اس نے جب تجھے محبت کے درجہ پر فائز کیا تو کس حکمت سے نوازا؟۔

اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

ضعیفہ: شاید تو محبت کو پوشیدہ رکھنے والے لوگوں میں ہے؟۔

میں اس بات کا جواب بھی نہیں دے سکا۔

ضعیفہ: اللہ تعالےٰ اپنی حکمت ومعرفت، اور پوشیدہ محبت کو نااہلوں کی آلودگی سے بچاتا ہے۔

میں: اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے، اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ وہ میرے دل کو بھی محبت میں مشغول کرے۔

اس کے جواب میں اس نے میرے سامنے ہاتھ جھاڑا۔ میں نے اپنی وہی بات پھر دہرائی۔

ضعیفہ: اپنے کام کے لئے جا! (اس کے بعد پھر کہا) اور سلب کا اندیشہ نہ ہوتا تو ایک عجیب راز کا انکشاف کرتی۔ اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا۔

افسوس کہ اس اشتیاق کا بجز تیرے علاج نہیں، اور اس غم کی تیرے سوا کوئی دوا نہیں۔ رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا۔ آمین۔ (ص ۲۲۰)

لکڑیاں سونا بن گئیں:

ملک شام میں دو نوجوان عبادت الٰہیہ میں مشغول رہتے تھے، حسن عبادت کے باعث ایک کا نام صبیح اور دوسرے کا نام ملیح پڑ گیا تھا اتفاقاً ان لوگوں نے کئی روز تک کچھ نہیں کھایا، بھوکے رہے ——— باہم مشورہ کیا کہ آؤ، ویرانے میں چل کر کسی کو دین کی تعلیم دیں۔ ممکن ہے اس عمل کی برکت سے اللہ تعالےٰ ہمیں نفع پہونچائے، انہوں نے بیان کیا کہ جنگل میں ہمیں ایک حبشی ملا ——————— جو سر پہ

لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے آرہا تھا۔

صبیح دبلیح: اے شخص تیرا رب کون ہے؟ —— ہماری یہ بات سُنکر اس نے لکڑی کا گٹھر زمین پر رکھا۔ اور اس پر بیٹھ گیا۔

حبشی: یہ نہ پوچھو کہ تمہارا رب کون ہے؟۔ بلکہ یہ پوچھو کہ تمہارے دل میں ایمان کا مقام کیا ہے؟۔ ہم دونوں یہ سُنکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر اس نے کہا پوچھو، پوچھو۔ مرید کو اپنا سوال نہیں روکنا چاہیئے۔ اس نے جب دیکھا کہ ہم کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں تو کہنے لگا۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ تیرے بعض بندے تجھ سے جو طلب کرتے ہیں تو انہیں دیتا ہے تو میرا یہ بوجھ سونے کا کردے —— آناً فاناً لکڑیوں کا پورا گٹھا سونے کا بن گیا۔ اور چمکنے لگا۔

پھر کہا۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ تیرے بعض بندے گمنامی کو پسند کرتے ہیں۔ اور شہرت سے بچتے ہیں تو اسے پھر لکڑی کردے۔

وہ گٹھر پھر لکڑی کا ہو گیا، جسے اس نے اپنے سر پر اٹھایا اور چل پڑا۔ اور پھر ہمیں اس کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین (ص ۳۷، ۲۲۸)

اللہ کے خاص بندے:

ایک بزرگ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی نماز کا حال بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے پیچھے نماز عصر پڑھی۔ جب انہوں نے "اللہ" کہا تو جلال الٰہی کے باعث ہیبت زدہ ہو گئے۔ گویا ان کے جسم میں جان ہی نہ ہو۔ اور جب "اکبر" کہا تو مجھے ایسا لگا کہ ہیبت تکبیر سے میرا دل پاش پاش ہو گیا۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ساحل شام کے علاقہ میں ایک عابد کو کہتے سُنا۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں، جنہوں نے اسے تحقیق و یقین کے ساتھ پہچانا اور اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ انہوں نے رضائے الٰہی کو ہی اپنا مقصود اصلی قرار دے لیا ہے۔ اس راہ میں مصائب برداشت کرتے ہیں اس امید پر کہ اس کے حضور کامیاب ہوں۔ وہ دنیا میں غم کے ساتھی ہیں۔ اور رنج و تعب میں زندگی گزارتے ہیں۔ وہ دنیا کی طرف رغبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اور اس سے مسافر کے زادِ سفر سے زیادہ نہیں لیتے۔ راستے میں رہزنی نہ ہو جائے اس خوف سے جلد چل پڑتے ہیں اور نجات کی امید پر محکم ارادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی روح کو قربان کرتے ہیں۔ رضاءِ حق کے لئے آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور دل کے کانوں سے آخرت کی خبر سماعت کرتے ہیں۔ تو اگر انہیں دیکھے تو ایسے نظر آئیں کہ ان کے ہونٹ پژمردہ، ان کا شکم دبلا، ان کے دل رنجیدہ، اور جسم نحیف و نزار، اور آنکھیں گریہ کناں ہوں گی وہ نہ کسی کام کی وجہ ڈھونڈھیں گے، اور نہ کسی امر کے ادا کرنے میں دیر کریں گے، دنیا کی قلیل شئے پر قانع، لباس فاخرہ کے بجائے پرانی چادروں پر اکتفا کرنے والے ہوں گے۔ اور شہروں کے بجائے ویران جگہوں پر زندگی گزارتے ہوں گے۔ وطن سے دور بھاگتے ہوں گے۔ دوستوں کے بجائے تنہائی سے الفت پیدا کرلی ہے۔ تو اگر انہیں دیکھے تو ایک ایسی قوم نظر آئے گی، جنہیں راتوں نے بیداری کے خنجر سے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور تکلیف کی چھری سے ان کے اعضاء الگ الگ کردیئے ہیں۔ سیرِ شب کے باعث ان کے شکم دبلے پتلے ہوتے ہیں ــــــ بے خوابی کے سبب سے بال پراگندہ ہو رہے ہیں، جو نکان پر نکان اٹھاتے ہیں ــــ اور کوچ کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم (ص ۲۳۸، ۲۳۹)

اللہ کی دعوت:

حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں سعید بن ابی عَروبہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بار حج کرنے آیا۔ اور اس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک تالاب پر

اپنا خیمہ نصب کرایا۔ صبح کے کھانے کے وقت اس نے اپنے دربان سے کہا۔ کسی شخص کو تلاش کر کے لاؤ جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔ اور میں اس سے کچھ یہاں کے حالات بھی دریافت کر سکوں ——— دربان پہاڑی کی طرف گیا۔ وہاں اس نے ایک بدوی کو دیکھا جو ایک چادر بچھائے، اور دوسری چادر اوڑھے سو رہا ہے، دربان نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ اور کہا امیر تجھے بلا رہے ہیں وہ آیا۔

حجاج، ہاتھ دھوئے اور میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔

بدوی: جو تجھ سے بہتر ہے اس نے مجھے دعوت دی ہے۔ اور میں اس کی دعوت قبول کر چکا ہوں۔

حجاج: وہ کون ہے؟۔

بدوی: اللہ تعالیٰ نے مجھے روزہ کی دعوت دی اور میں روزہ دار ہوں۔

حجاج، اس شدید گرمی میں؟۔

بدوی، بیشک! اس سے بھی سخت گرمی کے دن کی تیاری میں روزہ رکھا ہے۔

حجاج، اچھا آج افطار کر لے، کل روزہ رکھ لینا۔

بدوی، تو اگر کل کی زندگی کا ذمہ لے تو میں افطار کرتا ہوں۔

حجاج: یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔

بدوی، پھر مجھ سے کیوں کہتا ہے کہ آج کی نعمت کو اس کل کی امید پر چھوڑ دے جس پر تجھے قدرت بھی نہیں۔

حجاج: یہ بہت عمدہ کھانا ہے۔

بدوی: اس کھانے کو تو نہ تیرے باورچی نے اچھا نہیں بنایا۔ بلکہ اچھا تو اس وقت ہے جب عافیت ہو۔ یہ تو خدا کا ہی کام ہے۔ (ص: ۲۳۹)

حق گوئی و بے باکی:

زمانۂ حج میں ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا، بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے

بلند آواز سے لبیک پکار رہا تھا۔ اس سال حجاج بن یوسف بھی حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور وہ اس وقت مکہ شریف میں موجود تھا۔ اس نے سُنا تو اپنے پاس بلوایا۔

حجاج: تم کن لوگوں میں سے ہو؟۔

حاجی، مسلمانوں میں سے!

حجاج: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس ملک کے باشندے ہو؟۔

حاجی، یمن کا!

حجاج، محمد بن یوسف (حجاج کا بھائی) کے بارے میں بتاؤ وہ کیسا ہے؟۔

حاجی: وہ لمبا، چوڑا، موٹا تازہ، خوش پوش، اسپ سوار، شہر کے اندر باہر دوڑ دھوپ کرنے والا انسان ہے۔

حجاج، میں تم سے اس کے اخلاق کے بارے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

حاجی، نہایت ہی ظالم و جابر، مخلوق کا فرماں بردار اور خالق کا نافرمان ہے۔

حجاج، تو نے اتنی سخت بات کیوں کہی۔ حالانکہ اس بات سے واقف ہے کہ میرا اس سے کیا رشتہ ہے؟۔

حاجی: تیرا اس کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ اور میرا میرے خدا کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ تجھ سے رشتہ کی بنیاد پر وہ اس سے زیادہ معزز ہو جائے گا، جو میرا اپنے پروردگار کے ساتھ ہے۔ اور جب کہ اس وقت میں خانۂ خدا میں آیا ہوں ——— اس کے پیارے نبی کی تصدیق کرتا ہوں۔ (یا یمنی حاجی نے یوں کہا کہ) میں اس وقت اس کے گھر کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ اس کا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اس کے دین کی پیروی میں لگا ہوں۔

اس مستانۂ توحید کی یہ باتیں سُنکر حجاج کو چپ لگ گئی۔ اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ وہ یمنی حاجی اس سے اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ اور غلافِ کعبہ پکڑ کر رب تعالےٰ سے یوں مُناجات کرنے لگا۔

اللّٰھم بک اعوذ وبک الوذ اللّٰھم فرجک القریب و

معروفك القديم وعادتك الحسنة۔
اے اللہ! تجھی سے میں پناہ مانگتا ہوں، تیری ہی پناہ لیتا ہوں، تیری کشائش قریب، تیرا احسان قدیم، اور عادت بہتر ہے۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ ـــ آمین۔ (ص: ۲۴۰)

گدڑی میں لعل:

شیخ طاہر مقدسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے۔
میں مردانِ ابدال کی جستجو میں عسقلان سے نکلا، اور غزہ جا رہا تھا۔ ناگہاں ایک شخص مجھے ساحل پر نظر آیا۔ بوسیدہ چادریں اس کے بدن سے لپٹی ہوئی تھیں میں اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا، اور کہا۔

لا تنبُ عنی بانْ ترىٰ خلقی ۔۔۔ فانما الدر داخلَ الصدفِ
عملی جدید و ملبس خلقٌ ۔۔۔ ومنتهی اللبس منتهی الصلفِ

شعری ترجمانی:

دیکھ کر حالِ زبوں میرا نگاہیں مت پھیر،
لعل، بے دام صدف، ہی میں دبا ہوتا ہے
جو ہے خوش پوش، ہو خوش خلق ضروری تو نہیں
حق کا عرفان تو سینے میں چھپا ہوتا ہے

(ص: ۲۴۰)

درویش کا کشف:

شیخ عبد اللہ دینوری علیہ الرحمہ کے پاس ایک فقیر آیا۔ اس میں ریاضت و مجاہدہ اور اللہ کی راہ میں تکلیف برداشت کرنے کی نشانیاں ظاہر تھیں۔ شیخ دینوری کے دل میں آیا کہ میں اس کی کچھ خدمت کروں۔ اور اپنی جانب سے اس کیلئے کچھ خرید کر لاؤں۔ نقد پیسے موجود نہیں تھے ـــــ انہوں نے سوچا،

اپنے جوتے گردی رکھ دیتا ہوں۔
نفس : (نے رکاوٹ ڈالی اور وجہ پیش کی) ننگے پاؤں رہو گے تو پاؤں نجاست
اور کیچڑ سے کیسے بچاؤ گے؟ ٹھیک ہے جوتے نہیں تو لوٹا سہی!
نفس : لوٹا اگر گردی رکھ دو گے تو وضو کیسے کرو گے؟ جوتے اور لوٹا اگر اس
قدر ضروری ہیں تو رومال بیچ دینے میں تو کوئی حرج نہیں؟
نفس : رومال نہیں رہے گا تو پھر ننگے سر پھرا کرو گے۔ اس میں کیا حرج ہے؟
شیخ عبداللہ دینوری ابھی ارادہ نفس کے مناظرہ میں یہیں تک پہونچے تھے کہ
وہ درویش اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عصا سنبھال کر بولا۔
اے پست ہمت! تو اپنا رومال سنبھال کر رکھ میں جا رہا ہوں۔
شیخ عبداللہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا
کہ جب تک اس فقیر سے ملاقات نہ کروں روٹی نہیں کھاؤں گا۔ منقول ہے کہ
اس کے بعد آپ بیس سال تک زندہ رہے، اور روٹی تناول نہیں فرمائی ——
رضی اللہ تعالےٰ عنہا ونفعنا بہا۔ آمین۔ (ص : ۲۴۰، ۲۴۱)

اہل جنت کی آنکھ :

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ ایک خاتون کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔
جب وہ تہجد پڑھنے اٹھتی تو دعا کرتی۔ اے اللہ! ابلیس بھی تیری ایک مخلوق ہے
اس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے دیکھنے سے
قاصر ہوں۔ اور تو اسے دیکھتا ہے۔ جب کہ وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اس کے
تمام کاموں پر قادر ہے۔ اور وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ
اگر وہ میری بد خواہی کرے تو تو اسے روک دے اور اگر وہ مجھ سے مکر کرے تو
تو اس کے مکر کا اسے بدلہ دے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔ اور
تیری مدد سے اس کو دھتکارتی ہوں۔

وہ خاتون یہ دعا کر کے رویا کرتی تھیں۔ کچھ دنوں بعد ان کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ لوگوں نے کہا۔ کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ انہوں نے کہا۔
اگر میری یہ آنکھ جنت والوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عوض مجھے ضرور عطا فرمائے گا۔ جو بالیقین اس سے اچھی ہو گی۔ اور اگر یہ اہلِ جہنم میں سے ہے تو بہتر ہے کہ اسے خداوند قدوس مجھ سے دور کر دے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا۔ آمین۔ (ص: ۲۴۱)

ذکر اللہ سے غافل مچھلیاں:

بصرہ میں ساحلِ دریا پر شیخ ابوالعباس بن مسروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مچھلی کا شکار کرتے دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک چھوٹی سی بچی بھی تھی۔ جب کوئی مچھلی کانٹے میں پھنستی تو وہ اسے نکال کر ٹوکری میں ڈال دیتا۔ ٹوکری لڑکی کے پاس تھی۔ وہ اس مچھلی کو نکال کر پھر پانی میں ڈال دیتی۔ ایک بار اس نے خیال کیا۔ تو ٹوکری مچھلیوں سے خالی تھی۔
شکاری: بیٹی! مچھلیاں کیا ہوئیں؟۔
بچی: ابوجان! آپ ہی نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان سنایا تھا کہ جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہوتی ہے، وہی کانٹے میں پھنستی ہے۔ اور جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہو اس کی برکت نکل جاتی ہے۔ اس لئے میں نے ان غافل مچھلیوں کو پھر سے دریا میں ڈال دیا تاکہ ایسی مچھلیوں کو کھا کر ہم لوگ نقصان میں نہ پڑیں۔
شکاری نے کمسن بچی کی یہ بات سنی تو رونے لگا۔ اور بنسی کانٹا پھینک کر وہاں سے چلا گیا۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص ۲۴۰ ـــــ ۲۴۱)

ظاہری اور باطنی اطاعت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں حسب عادت ایک شب

پاسبانی کے لئے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت فرمارہے تھے۔ تھک گئے تو ایک دیوار کی ٹیک لگا کر بیٹھ رہے۔ آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے اس دودھ میں پانی ملا دے۔

لڑکی نے جواب دیا۔ امی جان! کیا آج آپ نے امیر المومنین کا اعلان نہیں سنا جوان کا منادی کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کرے۔

ماں، یہاں حضرت عمر اور ان کا منادی دیکھ تو نہیں رہے ہیں؟۔

لڑکی، بخدا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی کہ سامنے تو امیر المومنین کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی،

علامہ یافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس لڑکی کی بات پسند آئی۔ اور انہوں نے اپنی اولاد میں سے ایک کا اس کے ساتھ عقد کرایا۔ اور اسی لڑکی کی نسل سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و نفعنا بہ و بسلفہ و بجمیع الاولیاء والصالحین۔ (ص: ۲۴۱ ——— ۲۴۲)

کمسن اولیاء اللہ:

حضرت شیخ حاتم اصم رضی اللہ عنہ کی دہلیز پر ایک امیر اترا۔ اس کے ساتھ اس کے مصاحبین بھی تھے۔ انہوں نے وہاں پانی مانگ کر پیا۔ اور سب نے وہاں کچھ نقد پھینکا اور پھینک کر چلے گئے۔ گھر کے لوگ نقد پا کر خوش ہوئے۔ مگر شیخ کی چھوٹی لڑکی خوش نہیں ہوئی، بلکہ رونے لگی۔ لوگوں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی ——— تو جواب دیا۔

ایک مخلوق نے ہمیں محبت کی نظر سے دیکھا تو ہم غنی ہو گئے۔ اگر اللہ تعالےٰ ہمیں نگاہِ رحمت سے دیکھے تو کیا حال ہو۔ رضی اللہ عنہ (ص: ۲۴۲)

(۲)

شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ کی ایک بچی تھی۔ ایک روز اس نے اپنے

والد سے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ شیخ نے فرمایا۔ بیٹی! اللہ تعالیٰ سے طلب کرو، اس نے جواب دیا۔

ابو جان! بخدا میں اللہ تعالیٰ سے کھانے کی چیز مانگتے ہوئے شرماتی ہوں ۔

(۳)

(ص، ۲۴۲)

شیخ ابو عبداللہ جلار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے ایک روز اپنے شوہر سے مچھلی لانے کی فرمائش کی۔ شیخ کے والد بازار گئے۔ اور اپنے فرزند (ابو عبداللہ جلار) کو بھی ہمراہ لے گئے۔ بازار سے مچھلی خریدی، اور ایک مزدور تلاش کرنے لگے تاکہ وہ مچھلی گھر تک پہونچا دے۔ ایک لڑکا ملا اور اس نے مچھلی سر پر اٹھالی، اور ساتھ چلا۔ راستے میں مؤذن کی اذان سنائی دی۔ اس مزدور لڑکے نے کہا۔ نماز کے لئے مجھے طہارت کی حاجت ہے، اور اذان ہو رہی ہے۔ اگر آپ راضی ہوں تو میرا انتظار کرلیں۔ ورنہ اپنی مچھلی لے کر جائیں۔ اتنا کہہ کر اس نے مچھلی وہیں چھوڑی اور مسجد میں چلا گیا۔ شیخ کے والد نے کہا اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ ہمیں بدرجۂ اولیٰ توکل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مچھلی وہیں چھوڑ کر ہم لوگ نماز پڑھنے چلے گئے۔ ہم لوگ نماز پڑھ کر نکلے تو مچھلی اپنی جگہ تھی۔ لڑکے نے اٹھالی اور ہم لوگ گھر پہونچے۔ شیخ کے والد نے یہ واقعہ اپنی اہلیہ کو بتایا۔ شیخ کی ماں نے سنکر کہا۔ اس سے کہیئے تھوڑی دیر رک کر ہم لوگوں کے ساتھ مچھلی کھانے میں شریک ہو۔ لڑکے نے کہا میں روزے سے ہوں۔ شیخ کے والد نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو شام کو آکر یہیں کھانا کھالو۔

لڑکا: میرا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک بوجھ اٹھالیتا ہوں تو دوبارہ نہیں اٹھاتا کسی قریب کی مسجد میں جاکر رہوں گا۔ میں شام کو آجاؤں گا۔

شام ہوئی تو وہ آیا۔ اور سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اور وہ وضو کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ شیخ جلار اور ان کے والد نے جب دیکھا کہ اسے تنہائی پسند ہے تو اسے وہیں چھوڑ کر ہٹ گئے۔

شیخ جلاد کے گھر میں ایک اپاہج عورت تھی۔ رات کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ از خود چل کر آرہی ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے کہا میں نے دعا کی کہ مولا! اس مہمان کی برکت سے مجھے اچھا کر دے۔ رب تعالیٰ نے مجھے شفا دیدی۔ شیخ جلاد اور ان کے گھر والے نے اس کمرے کو دیکھا جہاں لڑکا گوشہ نشین تھا تو کمرہ کو خالی پایا۔ اور دروازہ بند تھا۔

شیخ یافعی یمنی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

اولیاء اللہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی، غلام بھی اور آزاد بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی، دیوانے بھی اور عقلمند بھی،

ملک یمن میں ایک شیخ کا ایک کمسن لڑکا تھا۔ بچوں کے ہمراہ کھیلتا اور جو شخص اس سے کسی شئے کی فرمائش کرتا، ہاتھ اٹھا کر حاضر کر دیتا تھا۔ ایک روز اس کے والد نے اس سے کہا بیٹے! مجھے فلاں چیز کھلاؤ۔ اس نے فوراً حاضر کر دی۔ شیخ اپنے اس بیٹے سے بہت خوش ہوئے۔ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ پھر اس سے کچھ طلب کیا۔ مگر اب بچے نے ہاتھ اٹھایا تو وہ شئے نہیں آئی۔ گویا شیخ کی توجہ سے وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور شیخ نے اس کے لئے اسی میں بہتری جانی۔ کہ شہرت اور عجب و خود بینی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما (ص ۴۲،۴۳)

اے میرے دل کے دوست!

وادی کنعان میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو رات میں سر راہ کسی کے پڑھنے کی آواز سنائی دی۔

وبدا لهم من الله ما لم يكونوا يحتسبون ۔ اور ظاہر ہوا اللہ کی طرف سے ان پر جو ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔

قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اونی جبہ اور نقاب پہنے ایک خاتون ہے، جس کے ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک عصا بھی ہے۔

عورت: اے شخص تم کون ہو؟۔

حضرت ذوالنون: میں ایک مسافر ہوں۔

عورت: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی مسافر ہوتا ہے۔ جب کہ وہ غریب الدیار کا مونس اور کمزور کا معاون ہے۔ عورت کی یہ بات سنکر حضرت ذوالنون پر گریہ طاری ہوگیا۔

عورت: روتے کیوں ہو؟۔

حضرت ذوالنون: زخم پر مرہم لگ گیا۔

عورت: اگر تمہاری یہ بات سچ ہے تو پھر رونا کیسا؟

حضرت ذوالنون: کیا سچے کبھی نہیں روتے؟۔

عورت: نہیں!

حضرت ذوالنون: آخر اس کی وجہ؟۔

عورت: رونا دراصل دل کی تسلی کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ ایک سہارا ہوتا ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ حالانکہ گریہ وزاری سے زیادہ پوشیدہ رکھنے کی کوئی چیز نہیں ——— اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے نزدیک رونا ضعف کی نشانی ہے

یہ باتیں سنکر حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ کو حیرت ہوئی۔

عورت: تجھے کیا ہوگیا ہے؟۔

حضرت ذوالنین: مجھے تمہاری باتوں پر تعجب ہو رہا ہے۔

عورت: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کیا اپنی بیماری بھول گئے۔

حضرت ذوالنون: رب تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ اگر مناسب سمجھو تو کچھ بتاؤ جس سے مجھے فائدہ ہو۔

عورت: طبیب تجھے جتنا بھی بتائے گا تو اور مانگنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا،

حضرت ذوالنون: یہ بات سچ ہے کہ میں اولیاء اللہ سے مزید طلب کرنے سے مستغنی نہیں۔

عورت؛ اے مسکین! تو نے سچ کہا۔ اپنے مولا سے محبت کر، اور اس کا شوق دل میں پیدا کر، کیونکہ ایک روز وہ اپنے اولیاء اللہ، اصفیاء اور اہل محبت کے اظہار شان کے واسطے اپنے جمال کامل کے ساتھ تجلی فرمائے گا، اور اپنے بادۂ جمال اور پیمانۂ وصال سے ان سب کو سیراب فرمائے گا جس کے بعد وہ کبھی پیاسے نہیں ہونگے۔

اتنا کہتے کہتے اس پر وجد کا غلبہ ہوا، اور کہنے لگی۔

یاحبیب قلبی الی کم تخلفنی	اے میرے دل کے حبیب! تو مجھے کب
بدار لا اجد فیھا صدیقا	تک اس دنیا میں چھوڑے گا۔ جہاں میں اپنا
صادقا۔	کوئی سچا دوست نہیں پاتی۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پھر مجھے چھوڑ کر وہ جنگل کی طرف چلی گئی ——— اور یہ کہتی جاتی تھی۔

تیری جانب نہ کہ نار کی جانب، تیری جانب نہ کہ نار کی جانب، تاآنکہ آواز مجھ تک آنی بند ہو گئی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ونفعنا بہا آمین۔ (ص ۲۴۳، ۲۴۴)

ایک شرابی پر اللہ تعالیٰ کا کرم؛

دریائے نیل کے کنارے حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو ایک بچھو نظر آیا ——— انہوں نے سوچا اس موذی جانور کو مار دوں۔ ابھی وہ ہاتھ میں پتھر اٹھا ہی رہے تھے کہ وہ بھاگ کر پانی کے قریب پہونچ گیا۔ اور اسی وقت کہیں سے ایک مینڈک نکلا، بچھو اس کی پشت پر سوار ہو گیا ——— مینڈک پانی میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے جانے لگا۔ حضرت ذوالنون کو بھی جستجو ہوئی اور وہ بھی اس طرف جا پہونچے ——— بچھو مینڈک کی پشت سے اتر کر خشکی میں رینگتا ہوا ایک طرف چلا، جہاں ایک بدمست شرابی کے سرپر اژدہا اسے ڈسنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ بچھو نے بڑھ کر اژدہا کو ڈنک مارا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے شرابی کو جگایا ——— وہ جب بیدار ہوا تو اپنے

پاس اژدہا دیکھ کر ڈر سے بھاگنے لگا ـــــــ شیخ نے کہا اب اس سے کیا بھاگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور بچھو کے ذریعہ تمہاری جان بچالی۔ اور پھر پورا قصہ سُنایا ـــــــ شرابی نے سُنکر آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور کہا۔

خدا ایک نافرمان پر تیرا یہ احسان ہے تو فرماں برداروں پر تیرا کرم کتنا عظیم ہوگا، تیری عزت و جلال کی قسم! میں اب کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔

اور رو رو کر یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

یا راقداً وَالجلیلُ یحرُسُہ ـــ من کل سُوءٍ یَدِبّ فی الظُّلَم

اے سونے والے اللہ تعالیٰ تیری نگہبانی فرماتا ہے ہر بری شئے سے جو اندھیرے میں چلتی ہے۔

کیفَ تنامُ العُیُونُ عَنْ مَلِکٍ ـــ تاتِیکَ مِنہُ کُلُّ انعُمِ النِعَمِ

کس طرح سوتی ہیں آنکھیں ایسے بادشاہ سے جس کی جانب سے تیرے پاس عمدہ نعمتیں پہونچتی ہیں ـــــــ (ص: ۲۴۴، ۲۴۵)

ولی اللہ کے صدقے:

ایک شخص شراب کے نشہ میں دُھت سرِ راہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ اتفاقاً اس طرف سے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ حضرت نے اس کو دیکھا تو رک گئے۔ اور پانی سے اس کا منہ دھویا۔ اور زبان صاف کردی۔ فرمایا۔ کون ایسی زبان ہوگی جسے یہ آفت لگی۔ ایک وقت یقیناً اسی زبان سے وہ اللہ عز وجل کا ذکر کر چکا ہے۔ وہ شخص جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے تمہارا منہ دھلایا۔ اس شخص نے سُنا تو بہت نادم ہوا۔ اور سچے دل سے تائب ہوگیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی پکارنے والا پکار کر کہہ رہا ہے اے ابراہیم! تو نے ہمارے لئے اس کی زبان پاک کی۔ ہم نے تیری وجہ سے

اس کا دل پاک کر دیا۔ رضی اللہ عنہ ـــــ (ص: ۲۴۵)

توقیرِ بسم اللہ کی برکت:

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور! آپ کا نام تو اہلِ ایمان میں ایسا روشن ہے کہ جیسے انبیاء کا ہوتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ آپ کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ ـــــ فرمایا۔

یہ جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ میں ایک ہوشیار، چالاک نعصب اور فرکارسیا انسان تھا ـــــ میں نے راہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پایا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ میں نے اس کو صاف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے قبضہ میں صرف دو درہم تھے اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں نے اِن درہموں سے عطر خریدا۔ اور اس سے اس کاغذ کو معطر کیا۔ رات میں جب سویا تو ایک کہنے والے کو کہتے سُنا ـــ اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو سے بسایا۔ ہم بھی تیرے نام کی خوشبو دنیا و آخرت میں پھیلائیں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۴۵)

دروازۂ حکمت:

حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کو راہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شریف لکھا ہوا کاغذ ملا۔ انہوں نے وہ کاغذ رکھنے کی کوئی مناسب جگہ نہیں پائی تو اسے کھا لیا۔ رات میں خواب دیکھا۔ قائل کہہ رہا ہے۔

اس کاغذ کے احترام اور توقیر میں اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے ـــــ

یہی بات حضرت کے رجوع الی اللہ کا ذریعہ بنی ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین ـــــ (ص: ۲۴۵)

حضرت بشر حافی کی توبہ:

حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ توبہ سے قبل ایک روز اپنے مصاحبوں کے ہمراہ گھر میں شراب وکباب، اور نغمہ وسرود کی مجلس سجائے ہوئے تھے۔ ایک بزرگ نے دروازہ پر دستک دی ـــــــ باندی نے دروازہ کھولا۔ بزرگ نے پوچھا۔ اس مکان کا مکین غلام ہے یا آزاد؟ ـــــــ باندی نے کہا، آزاد، فرمایا، سچ کہا آزاد ہے اسی لئے تو عیش وعشرت میں مگن ہے۔ اگر غلام ہوتا تو غلام جیسے کام کرتا۔ اور آداب بندگی بجالاتا۔ بشر حافی کے کانوں میں ان کی بات پڑ گئی۔ وہ اس وقت ننگے سر ننگے پاؤں (حافی) تھے۔ اسی حالت میں دوڑ کر دروازہ پر پہونچے۔ مگر بزرگ وہاں سے جاچکے تھے۔ باندی سے ان کی ساری باتیں دریافت کیں۔ اور اسی حالت میں گھر سے نکل کر انہیں تلاش کیا۔ اور جب مل گئے تو عرض کیا کہ آپ نے جو کچھ باندی سے فرمایا تھا، پھر ارشاد فرمائیے۔ بزرگ نے اپنی بات پھر دہرائی تو بشر حافی زمین پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ اپنے رخساروں کو مٹی میں ملتے اور فرماتے جاتے ـــــــ آزاد نہیں غلام ہے غلام غلام غلام، اس کے بعد ان کا یہ حال ہوا کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں گھومتے رہتے۔ اسی لئے لوگوں نے انہیں حافی کہنا شروع کردیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ ننگے پاؤں کیوں رہتے ہیں، جوتے کیوں نہیں پہنتے۔

فرمایا۔ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے مصالحت کی تھی اس وقت اسی طرح ننگے پاؤں تھا۔ تو میں مرتے دم تک اس حالت کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

ایک بار حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹی بچی نے کہا۔ اگر آپ دو دانگ کی جوتی خرید لیں تو آپ کا نام حافی نہ رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ، آمین

(ص: ۲۴۵ ـــــــ ۲۴۶)

توقیر اطاعت:

الاستاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں۔

ایک بار حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس سے ہو کر تشریف لے گئے تو وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ انسان تمام رات جاگ کر عبادت کرتا ہے۔ اور تین دن کے بعد افطار کرتا ہے۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے سُنا تو رونے لگے۔ اور فرمایا ــــــ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی تمام شب بیدار رہا ہوں اور اگر کبھی روزہ رہتا ہوں تو اسی شام کو افطار کرتا ہوں ــــــ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کے کام سے زیادہ لوگوں کے قلوب میں عزت ڈال دیتا ہے ــــــ (ص: ۲۴۶)

اِحترامِ ولی کا ثمرہ:

حضرت ابو علی رودباری رضی اللہ عنہ کی ہمشیر فاطمہ بنت احمد فرماتی ہیں۔ شہر بغداد میں دس جوان تھے۔ ان کے ساتھ دس نوخیز لڑکے بھی تھے۔ انہوں نے لڑکوں میں سے ایک کو کسی ضرورت سے بھیجا۔ اس نے لوٹنے میں تاخیر کر دی۔ یہ لوگ غضبناک ہونے لگے۔ اتنے میں وہ ایک خربوزہ لئے ہنستا ہوا آپہونچا۔ جوانوں نے دریافت کیا ایک تو تو دیر سے آرہا ہے اس پر ہنستا بھی ہے۔ لڑکے نے کہا۔ میں آپ لوگوں کے لئے ایک عجوبہ لایا ہوں۔ سب نے پوچھا۔ وہ کیا؟ لڑکے نے اپنے ہاتھ کا خربوزہ انہیں پیش کیا اور کہا۔ اس خربوزہ پر حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس لئے میں نے اسے بیس درہم میں خرید لیا۔ لڑکے کی بات سُنکر سب نے خربوزہ کو چوما اور اپنی اپنی آنکھوں سے لگایا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ حضرت بشر کو کس چیز نے اس مقام پر پہونچایا۔ کسی نے کہا۔ تقویٰ نے، سائل نے کہا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد سب نے اسی کی طرح توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ سب طرطوس گئے اور وہیں شہادت پائی ــــــ رضی اللہ عنہم ــــــ (ص: ۲۴۶ ــ ۲۴۷)

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

ایک صاحب علم و فضل بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک سوداگر تھا۔ میں اس سے ہمہ وقت صوفیائے کرام کی شان میں بدکلامی سنتا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے اسی کو صوفیائے کرام کی صحبت میں دیکھا۔ اور سُنا کہ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پر لٹا دی ہے۔ انہوں نے وجہ دریافت کی تو سوداگر نے کہا۔ میں اس وقت جو سوچ رہا تھا وہ بات نہیں تھی، مجھے اس کا علم اس طرح ہوا۔

ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے حضرت بشر کو دیکھا کہ بہت جلدی میں مسجد سے نکل کر جا رہے ہیں۔ میں نے سوچا اس شخص کو دیکھو جو بہت بڑا صوفی کہلاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں رکتا بھی نہیں۔ انہوں نے بازار جا کر نان بائی کے پاس سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے سوچا صوفی صاحب کو دیکھئے نرم نرم روٹیاں لے رہے ہیں ——— اس کے بعد کباب والے کے پاس سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ یہ دیکھ کر میرا غصہ اور فزوں ہوا۔ وہاں سے وہ حلوائی کی دوکان پر پہونچے اور ایک درہم کا فالودہ خریدا۔ میں نے سوچا۔ ٹھیک ہے خریدنے دو۔ جب یہ کھانے بیٹھیں گے اس وقت میں ان کا مزہ کرکرا کر دوں گا۔ یہ سب لے کر انہوں نے جنگل کی راہ لی۔ میں نے سوچا انہیں بیٹھ کر کھانے کے لئے شاید کسی سبزہ زار کی تلاش ہے۔ میں بھی پیچھے ہی لگا رہا عصر کے وقت بشر ایک قریے میں داخل ہو کر وہاں کی مسجد میں گئے ——— جہاں ایک بیمار آدمی تھا۔ اس کے بالیں پر بیٹھ کر اسے کھانا کھلانے لگے۔ میں تھوڑی دیر اس گاؤں کی سیر کے لئے وہاں سے ٹل گیا۔ پھر جب واپس لوٹا تو بشر کو وہاں نہیں پایا ——— اس بیمار شخص سے بشر کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟۔ اس نے کہا وہ بغداد چلے گئے ——— میں نے پوچھا۔ یہاں سے بغداد کتنی دوری پر ہے۔ اس نے کہا چالیس فرسخ، یعنی پانچ منزل،

(۱۱ میل) میری زبان سے نکلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، میں نے خود پر یہ کون مصیبت ڈال لی۔ میرے پلّے نہ اتنے پیسے ہیں کہ سواری پر جاؤں، اور نہ جسم میں اتنی قوت کہ پیدل چل کر پہونچوں ــــــ بیمار شخص نے کہا۔ بشر کے آنے تک یہیں رہو۔ چنانچہ میں دوسرے جمعہ تک وہیں رہا۔ اور بشر اپنے سابقہ وقت پر وہاں پہونچے۔ ان کے ہمراہ وہی مریض کا کھانا تھا۔ اسے جب وہ کھلا چکے تو اس نے کہا اے ابونصر! یہ شخص گزشتہ جمعہ تمہارے ہمراہ یہاں آیا تھا۔ اور ہفتہ بھر یہیں پڑا رہا۔ اب اسے پہونچا دو ــــــ حضرت بشر نے مجھے جلال سے دیکھا۔ اور پوچھا میرے ساتھ کیوں آئے تھے۔ میں نے کہا غلطی ہوئی فرمایا ــــ چل اٹھ ــــ میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا۔ جب شہر کے نزدیک پہونچے تو پوچھا۔ تیرا محلہ کون سا ہے؟ ــــ میں نے بتایا۔ اور انہوں نے فرمایا۔ بہتر ہے جا، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اسی وقت میں نے بارگاہِ حق میں ان حضرات کی بدگوئی سے توبہ کرلی۔ اور ان کی صحبت اختیار کی، اور اب اسی پر قائم ہوں گا انشاء اللہ تعالےٰ، ــــ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین ــــ (ص: ۲۴۷، ۲۴۸)

ریاضت میں تدریج کا لحاظ:

ایک بزرگ نے ریاضت ومجاہدہ کے ابتدائی دور میں خلوت اختیار کی۔ اور اللہ تعالےٰ سے عہد کیا کہ چالیس روز تک کچھ نہیں کھاؤں گا۔ فرماتے ہیں۔ جب بیس دن سے کچھ زیادہ ہوئے تو فاقہ کی سختی نے زور پکڑا، اور خواہش بڑھ گئی، اور میں خلوت سے نکل کر چل پڑا۔ مجھے یہ بھی ہوش نہیں کہ جا کہاں رہا ہوں ــــ اچانک بازار میں مجھے ایک فقیر نظر آیا، جو کہہ رہا تھا۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے ایک رطل میدے کی روٹی، ایک رطل کباب، اور ایک رطل حلوے کا سوال کیا ہے اس فقیر کا سوال مجھے وزنی لگا۔ اور وہ اپنی وہی صدا لگاتے ہوئے بار بار میرے

قریب سے گزرتا ـــــ اور مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ میں دل ہی دل میں کہتا کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ مزے مزے کی چیزیں مانگ رہا ہے۔ ایک میں ہوں کہ صرف روٹی کے سوکھے ٹکڑے چاہتا ہوں۔ وہ بھی نہیں ملتے۔ کچھ دیر بعد اس کو اس کی مطلوبہ چیزیں مل گئیں، تو وہ لے کر میرے پاس آیا۔ اور مجھے دے کر میرے کان گرم کئے ـــــ پھر کہا۔

بتا کس کا کام زیادہ وزنی ہے، اس کا جو وعدہ توڑ کر خلوت سے خواہش نفس کے لئے نکل آئے، یا اس شخص کا جو بھوکے انسان کے لئے عمدہ غذائیں مہیا کر کے لائے تاکہ اس کی قوت اور حواس بحال ہوں۔

اس کے بعد فرمایا۔

جو شخص چلہ پورا کرنا چاہتا ہے اسے تدریجاً طے کرنا چاہئے۔ یکبارگی نہ طے کرے ورنہ بھوک کا کتا بھڑک کر حملہ آور ہو جائے گا۔

اور کہا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اور مجھے چھوڑ کر چل دیا ـــــ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ونفعنا بہا۔ آمین۔ (ص: ۲۴۸)

پاپیا لمحوں میں منصبِ ابدال:

یمن کے ایک شیخ کا واقعہ ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی طرف مقام اصحاب کے رخ پر چلے۔ ان کا ایک شاگرد بھی ہمراہ تھا۔ راستے میں بید کا ایک جنگل ملا۔ شیخ نے تلمیذ سے کہا۔ یہاں سے ایک بید لے لو۔ شاگرد نے شیخ کے حکم کی تابعداری کی، بید لے لیا۔ مگر سوچتا رہا کہ حضرت اسے کیا کریں گے؟ ـــــ پھر قوم سناکم نامی غلاموں کی بستی میں پہنچے۔ اس قوم کا یہ حال تھا کہ یہ مردار خور اور نشہ باز تھے۔ اور نماز روزہ جانتے ہی نہ تھے۔ وہاں اس وقت شراب نوشی کی مجلس جمی تھی۔ اور ناچ گانے میں لگے ہوئے تھے۔ شیخ نے شاگرد سے فرمایا۔ اس طویل القامت بوڑھے شخص کو، جو طبلہ پیٹ رہا ہے بلا کر لاؤ ـــــ شاگرد نے

جاکر اس سے کہا تو وہ گردن سے طبلہ پھینک کر آگیا۔ پھر شاگرد کو حکم دیا کہ اسے بید کی ضرب لگاؤ۔ شاگرد نے بوڑھے شخص کو شراب کی حدِ شرعی لگائی۔ اور اسے اپنے آگے آگے سمندر کے کنارے تک لائے۔ اور فرمایا غسل کرو، کپڑے پاک کرو اور خود ہی اسے غسل وطہارت اور وضو کا طریقہ بتایا، نماز سکھائی۔ اس کے بعد تینوں آدمیوں نے مل کر نماز پڑھی۔ امامت شیخ نے فرمائی ــــــ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے مصلے کو سطحِ سمندر پر بچھا دیا۔ اور اس بوڑھے شخص سے کہا۔ آگے بڑھو۔ اس نے آکر مصلے پر قدم رکھا اور پھر پانی پر چلتے چلتے نظروں سے غائب ہوگیا ــــــ شاگرد نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ افسوس کہ مجھے آپ کی خدمت کرتے اتنے سال ہوگئے اور اب تک اس درجہ سے محروم ہوں۔ اور اس شخص نے چند لمحوں میں اتنا کچھ پالیا۔ اور اس سے اتنی شاندار کرامت کا ظہور ہوا، شیخ نے روتے ہوئے جواب دیا ــــــ فرزند عزیز! میں کیا، میری حقیقت کیا؟ ــــــ یہ جو کچھ ہوا سب اللہ تعالیٰ نے کیا مجھے تو حکم دیا گیا کہ فلاں مقام کے ابدال کا انتقال ہو چکا ہے اس کی جگہ فلاں شخص کو مقرر کرو۔ میں نے خادموں کی طرح صرف ارشاد کی تعمیل کی۔ خود میری آرزو تھی کہ یہ مقام مجھے مل جاتا۔ یہ تھے حضرت شیخ علی بن مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو حضرت شیخ کبیر محمد بن ابوالباطل کے اصحاب میں ہیں ان کی قبر عدن میں ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین ــــــ (ص: ۲۴۸ــ ۲۴۹)

خود خدا جس کا باطن سنوارے:

سرزمین عدن میں مدفون حضرت شیخ کبیر جوہر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ غلام تھے۔ آزاد ہوتے پھر بازار میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ فقراء کی صحبت سے انس رکھتے تھے۔ عقیدت سے حاضری دیتے تھے۔ پڑھے لکھے نہیں تھے ــــــ سرزمین عدن کے عظیم بزرگ حضرت سعد حداد رضی اللہ عنہ کا وقتِ

وصال قریب آیا تو لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ کا جانشین کون ہوگا؟ ۔ فرمایا۔ میری موت کے تیسرے روز تمام فقراء کی موجودگی میں جس کے سر پر سبز پرندہ گرے وہی میرا جانشین ہوگا۔ تیسرے روز تمام مشائخ اور فقراء قرأت اور ذکر سے فارغ ہوکر انتظار میں بیٹھے تھے۔ اور جلیل القدر مشائخ اس عظیم نعمت کو پانے کے مشتاق تھے کہ پرندہ ہم پر گرے۔ مگر پرندہ شیخ جوہر کے سر پر گرا۔ حالانکہ انہیں اس کا گمان بھی نہیں تھا ــــــ یہ دیکھ کر تمام بزرگ ان کی جانب دوڑ پڑے تاکہ ان کی دستار بندی ہو۔ اور انہیں سجادۂ مشیخت پر بٹھایا جائے۔ اور خود ان کا یہ حال کہ وہ زار و قطار روتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ میں ایک بے پڑھا لکھا بازاری انسان ہوں ــــــ آداب مشیخت اور طریقۂ فقراء سے ناواقف ہوں۔ اور بازار کے لوگوں کے مجھ پر تقاضے ہیں۔ میں اس ذمہ داری کو کیسے نبھا سکتا ہوں۔

تمام مشائخ و فقراء نے بیک زبان عرض کیا۔ یہ آسمانی فیصلہ ہے، جو اس طرح ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تعلیم و تربیت خود فرمائے گا ــــــ وہی حقیقی والی ہے۔

شیخ جوہر نے ان لوگوں سے کہا مجھے کچھ مہلت دیں تاکہ لوگوں کے حقوق سے سبکدوش ہو آؤں، مہلت ملی۔ گھر جاکر تمام حقداروں کو ان کا حق پہونچایا۔ دوکان ختم کر دی۔ بازار ترک کر دیا۔ اور واپس آکر گوشۂ تنہائی اختیار کیا۔ پھر ان کے پاس فقراء جمع ہوئے ــــــ حتیٰ کہ وہ اپنے نام کی طرح حقیقی جوہر بن گئے۔ ان کے فضائل اور کرامات بہت ہیں۔ فَسُبْحَانَ الْمَنَّانِ الْکَرِیْم، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم۔

عارفین فرماتے ہیں، اور یہ کتنی پیاری بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی نگاہِ کرم جس کی سرپرستی کرے وہ اس سے بڑھ کر ہے جسے تدبیر علمی با ادب بنائے۔

نیز یہ کہ :
سالک سلوک میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے ۔ ایک علم کا، جو اس کی پاسبانی کرے ۔ دوسرے ذکر کا، جو انس پیدا کرے ۔ تیسرے پرہیزگاری کا، جو اس کی حیانت کرے ۔ چوتھے یقین کا، جو اسے اعلیٰ مرتبہ تک لے جائے ۔
علامہ یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔
رعایتِ حق جسے حاصل ہو جائے وہ ان چار چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ اسی رعایتِ حق کے ذریعہ صاحبِ علم، صاحبِ انس، محفوظ اور مقام بلند تک پہونچا دیا جائے گا ۔ (ص : ۲۴۹ ــــ ۲۵۰)

پہلے خود کو نصیحت :

حضرت محمد ابن سماک رضی اللہ عنہ نے ایک بار تقریر فرمائی ۔ خود انہیں اپنا یہ وعظ بہت اچھا لگا ۔ اس کے بعد سوئے تو خواب میں کسی نے اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے ۔

اے دوسروں کو تعلیم دینے والے خود کو یہ تعلیم کیوں نہیں دیتے ۔ تو کمزوروں اور بیماروں کو نسخہ بتاتا ہے حالانکہ کمزوری اور بیماری خود تجھے لاحق ہے ۔ تو اپنے بیان کے ذریعہ ہماری عقل کو بھر دیتا ہے ۔ حالانکہ خود اس ہدایت سے عاری ہے ۔ اس کام کی ابتداء اپنے نفس اور اپنی ذات سے کر اور اسے غلطیوا اسے باز رکھ اگر ایسا ہو گیا تو یقیناً تو حکیم حاذق ہے ۔ تیرا قول ا ، وقت مقبول، اور تقریر قابلِ عمل ہوگی ۔ اور تیری تعلیـ ے لوگوں کو فائدہ ہوگا ــــــــ لوگوں کو ایسے کام سے نہ روک جسے تو خود کر رہا ہے ۔ اگر ایسا ہے تو یہ بڑی شرم کی بات ہے ۔

خواب سے بیدار ہوئے تو قسم کھائی کہ ایک ماہ تک تقریر نہیں کروں گا ۔ (ص ۲۵۰، ۲۵۱)
ایک بار حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت محمد ابن سماک باہم ملے تو حضرت فضیل

نے فرمایا۔

عالم دین کا معالج ہوتا ہے۔ اور مال دین کی بیماری ہے۔ اگر علاج کرنے والا ہی بیماری کو پاس بلائے تو دوسروں کا علاج کیا کرے گا۔ (ص ، ۲۵۱)

لوگوں کی تباہی کا ذمہ دار:

حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ میں فتویٰ صادر کیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا۔ اور فقہا کا اس باب میں آپ کے خلاف فتویٰ ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا۔

تیرا برا ہو تو نے فقیہ دیکھے کہاں؟ — فقیہ تو دنیا سے اجتناب کرنے والے کو کہتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ دنیا میں پانچ قسم کے لوگ ہیں (۱) علماء وہ تو انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں (۲) زاہد جو رہبر ہیں (۳) غازی — جو سیف اللہ ہیں (۴) تاجر جو اللہ کے امین ہیں (۵) بادشاہ جو خلقت کے نگراں ہیں — عالم، اگر لالچی اور دولت کا حریص ہو جائے تو بھلا کس کی اقتدا کی جائے؟ — زاہد، خود اگر دنیا کی طرف راغب ہو جائے تو راستہ کس سے پوچھا جائے اور ہدایت کس سے ملے؟ — غازی، اگر ریاکار ہو، (اور ریاکار کا کوئی عمل مقبول نہیں) تو دشمن پر فتح کس طرح حاصل ہو؟ — تاجر، اگر خیانت کرنے لگے تو امانت داری کہاں تلاش کی جائے؟ — اور بادشاہ، اگر خود بھیڑیا بن جائے تو بکریوں کی حفاظت کون کرے؟ — واللہ! لوگوں کو برباد کرنے والے لوگ یہ ہیں۔ دین میں مداہنت کرنے والے علماء، دنیا کی رغبت کرنے والے زاہد، ریاکار نمازی، خیانت کرنے والے تاجر، اور ظالم بادشاہ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔ (ص : ۲۵۱)

حضرت شیخ عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

إِذَا مَاتَ ذُو عِلْمٍ وَتَقْوَىٰ | فَقَدْ ثُلِمَتْ مِنَ الْإِسْلَامِ ثُلْمَه
وَمَوْتُ الْعَابِدِ الْمَرْضِيِّ نَقْصٌ | فَفِي مَرْآهُ لِلْأَسْرَارِ نَسْمَه
وَمَوْتُ الْعَادِلِ الْمَلِكِ الْمُوَلَّىٰ | بِحُكْمِ الْحَقِّ مَنْقَصَةٌ وَقَصْمَه
وَمَوْتُ الْفَارِسِ الضِّرْغَامِ هَدْمٌ | فَكَمْ شَهِدَتْ لَه بِالنَّصْرِ عَزْمَه
وَمَوْتُ فَتًى كَثِيرِ الْجُودِ مَحْلٌ | فَإِنَّ بَقَاءَهُ خِصْبٌ وَنِعْمَه

فَحَسْبُكَ خَمْسَةٌ يُبْكَىٰ عَلَيْهِمْ
وَمَوْتُ الْغَيْرِ تَخْفِيفٌ وَرَحْمَه (ص: ۲۵۲)

حضرت شیخ کے کلام کی ترجمانی کرتے ہوئے فقیر بدر القادری نے عرض کیا ہے

عالم متقی کی مرگ کے ساتھ | کشتی دین میں پڑا ہے شگاف
رقص کرتا ہے ہو کے خوش ابلیس | پھٹتا ہے شرع مصطفیٰ کا غلاف
مرگِ عابد سے صحن عالم میں | ہا و ہُو کی صدا میں آئی کمی
ایک شب زندہ دار جب نہ رہا | کون دے گا زمین دل کو نمی
موت اک حکمران عادل کی | پوری ملت کا اک خسارہ ہے
کیونکہ دنیا میں شاہ عدل پسند | قوم کا اک بڑا سہارا ہے
موت مرد شجاع، غازی کی | گویا جھکتا ہے دین کا پرچم
کیونکہ تاریخ عظمت اسلام | ہوتی ہے اس کی تیغ ہی سے رقم
موت مرد سخی، دلاور کی | قوم کے حق میں خشک سالی ہے
کیونکہ اس کے غنائے باطن سے | گل بکف مسکنت کی ڈالی ہے
ایسے لوگوں کی موت پر رونا! | چشم تر تیرا حق ہے، تو رو لے

ماسوا ان کے بدر فکر نہ کر،
کس کے لینے کو قبر منہ کھولے

خدا رس درویش:

حضرت شیخ عبد العزیز دبرینی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مریدین نے جنگل میں ایک

قبر پر حاضری کے دوران کافی دیر تک رُوتے ہوئے دیکھا تو متعجب ہوئے۔ اور سبب دریافت کیا تو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔

ایک شہر میں مجھے ایک شخص سے کچھ کام تھا جس کے لئے میں سفر کر رہا تھا۔ راستے میں ایک جگہ مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں گیا۔ وہاں ایک فقیر نماز پڑھا رہے تھے۔ میں بھی جماعت میں شامل ہوگیا۔ قرارت میں ان سے کچھ غلطی ہوئی جسے سُنکر میں نماز ہی میں سوچنے لگا کہ جس کام کے لئے جا رہا ہوں اس سے رک جاؤں، اور انہیں کچھ قرارت کی تعلیم دے دوں، یا پہلے جا کر اپنا کام کر لوں؟ —— اسی حیص بیص میں رہا اور نماز ختم ہوگئی —— سلام پھیرنے کے بعد، امامت کرنے والے درویش مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ شیخ عبد العزیز آپ اپنے کام کے لئے تشریف لے جائیں۔ میری قرارت کی یہ غلطی ضرر رساں نہیں ہے اور آپ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ شخص پا بہ رکاب ہے مجھے تعلیم دینے کی فکر نہ کریں۔

فقیر کی یہ باتیں سُنکر میں ان کے کشف پر حیران رہ گیا۔ اور ان کے کہنے کے بموجب اپنے کام کے لئے جلد چلا گیا۔ وہاں پہونچا تو واقعی وہ شخص سفر کیلئے سواری پر بیٹھ چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور میرا کام کر دیا۔ اگر میں مزید تھوڑی دیر کرتا تو مقصود فوت ہو جاتا۔ اس بات نے مجھے مزید حیرت میں ڈالا —۔ اور ان درویش کی محبت میرے قلب میں ترقی کر گئی —— میں نے ارادہ کیا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت کر دوں، اور کچھ برکت سمیٹوں۔ —— میں نے چند روز ہی ان کی خدمت کا شرف پایا تھا کہ وہ واصل بحق ہو گئے۔ اور یہ قبر انہی مردِ درویش کی ہے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص ۲۵۲)

محرمانِ اسرار:

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میں شہر منیصہ میں تھا۔ وہاں دو شخص ملے جو خدائے

تعالیٰ کے ساتھ خلوت کے بارے میں کلام کر رہے تھے۔ وہ لوگ وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں اپنے اس علم کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ مرتب کرنا چاہیئے تاکہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو اور ہمارے خلاف حجت نہ بنے تو باہم گفتگو کر کے یہ بات طے کی کہ مخلوق کی تیار کی ہوئی چیزیں نہیں کھائیں گے میں نے بھی ان کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا ـــــــ اور ان کے ہمراہ چلا تو ان لوگوں نے فرمایا۔ تم بھی اسی شرط پر ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ چنانچہ میں نے قبول کر لیا۔ اور چلا ـــــــ کوہ لکام پر پہونچ کر ان دونوں حضرات نے مجھے ایک غار میں بیٹھ کر عبادت کرنے کے لئے کہا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ان لوگوں کی طرف سے میرے مقدار کی روزی مجھے ملتی رہی۔ میں ایک زمانہ تک وہاں رہا۔ پھر سوچا یہاں اس طرح کب تک پڑا رہوں ـــــــ اب چل کر شہر طرطوس میں مال حلال کماؤں۔ قرآن مجید اور علم دین سکھاؤں۔ چنانچہ اس غار سے نکل کر میں طرطوس آگیا۔ ایک سال گزر جانے کے بعد ایک روز میں نے ان دونوں میں سے ایک بزرگ کو اپنے پاس کھڑا دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

تو نے وعدہ میں خیانت اور عہد شکنی کی۔ اگر ہماری طرح صبر کرتا تو جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا تو بھی پاتا۔ میں نے پوچھا آپ لوگوں کو کیا ملا؟ ـــــــ فرمایا۔ ایک تو یہ کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ دوسرے پانی پر قدم رکھ کر چلتے ہیں۔ تیسرے جب چاہتے ہیں لوگوں کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے ـــــــ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ کمال بخشا، مجھ پر ظاہر ہو جائیے۔ میرا دل بےچین ہے۔ وہ پھر ظاہر ہوئے، اور پوچھا کیا بات ہے؟ ـــــــ میں نے عرض کیا، کیا میں اپنے حال پر لوٹ سکتا ہوں۔ فرمایا۔

کوئی بھی اپنی امانت خیانت کرنے والے کو نہیں سونپتا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

مَنْ سَادَ رَزُوْهُ فَابْدَی السِّرَّ مُشْتَهِرًا   لَمْ یَأْمَنُوْهُ عَلَی الْاَسْرَارِ مَا عَاشَا

جب کسی سے اسرار بیان کئے گئے اور اس نے انہیں مشہور کر دیا۔ پھر زندگی بھر اسے اسرار کا امین نہیں بناتے۔

وَاَبْعَدُوْهُ وَلَمْ يَسْعَدْ بِقُرْبِهِمْ   وَاَبْدَلُوْهُ مَكَانَ الْاُنْسِ اِيْحَاشَا

اور اسے اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور قرب کی سعادت نہیں بخشتے اور اس کے انس کو دحشت سے بدل دیتے ہیں۔

وَمَنْ اَتَاهُمْ بِهِمْ لَمْ يَحْجُبُوْهُ بِهٖ   حاشا وداد هُمْ مِنْ ذٰلِكَ حَاشَا

اور جو ان کے پاس ان ہی کے دسیلے سے حاضر ہو تو اس سے محجوب نہیں رکھتے اور ان لوگوں کی محبت اس جفا سے پاک ہے پاک۔

فَكُنْ بِهِمْ وَلَهُمْ فِي كُلِّ نَائِبَةٍ   اِلَيْهِمْ مَا بَقِيْتَ الدَّهْرَ هَشَّاشَا

ہر مصیبت وحادثہ کی حالتیں انہی کا ہو رہ، اور ان سے زندگی بھر خوشی منا تا رہ،

رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین۔ (ص: ۲۵۳)

صلاحیت بھی تو پیدا کر اے دلِ ناداں؛

یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

مجھے کسی طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو اسم اعظم کا علم ہے۔ چنانچہ میں نے مکہ معظمہ سے مصر کا سفر کیا ——— اور مجھے حضرت سے وہاں کے ایک لنگر خانے میں شرفِ ملاقات ملا۔ اس وقت میرے چہرے پر لمبی ڈاڑھی تھی۔ ایک لنگی باندھے، ایک اوڑھے، تسمہ دار جوتا پہنے، اور ہاتھ میں بڑا سا لوٹا اٹھائے ہوئے تھا۔ اس حال میں مجھے دیکھ کر شاید انہیں کراہت ہوئی۔ میں نے جب سلام کیا تو انہوں نے مجھے تحقیر سے دیکھا۔ خندہ پیشانی کے ساتھ نہیں پیش آئے۔ میں نے دل میں سوچا میں کہاں آگیا۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا، اور ساتھ رہنے لگا۔ چند روز بعد ان کے پاس ایک شخص آیا جس نے ان سے مناظرہ کیا۔ اور بات میں ان پر غالب آگیا۔ مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوا،

چنانچہ میں نے اس سے بات شروع کی۔ اور مناظرہ میں اسے خاموش کر دیا۔
اس کے بعد میں نے اس مناظر سے مزید دقیق علمی کلام کیا، جو اس کے پلے بھی
نہیں پڑا ـــــــ حضرت ذوالنون یہ دیکھ کر متحیر ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے میرے
پاس آئے، حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ اور فرمایا میں نے تمہارا علمی مقام نہیں
جانا، اور عذر خواہی کی۔ اور مزید فرمایا ـــــــ اب تم میرے نزدیک سب
سے معزز ہو۔ اس کے بعد یہ حال ہوا کہ اپنے مریدوں میں سب سے زیادہ مجھے
نوازتے تھے۔ اسی طرح میں پورا ایک برس ان کی صحبت میں رہا۔ ایک روز
میں نے عرض کیا ـــــــ استاذ محترم! میں ایک مسافر آپ کی خدمت
میں ایک سال سے ہوں۔ اب اہل وعیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ اب
آپ پر میرا کچھ حق بھی ہے۔ اور آپ نے میرے حالات کا بھی جائزہ لے لیا ہے
اور مجھے اچھی طرح سے جان گئے ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس اسم اعظم
کا علم ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے تعلیم فرمائیں۔ میری بات سنکر حضرت خاموش
رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ آئندہ کبھی سکھا دیں گے ـــــ
اس طرح پھر چھ ماہ گزرے۔ ایک روز فرمایا۔ اے ابویعقوب! میرے فلاں
دوست جو فلاں جگہ خیمہ میں رہتے ہیں تم انہیں جانتے ہو؟ ـــــــ میں نے
عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد میرے پاس ایک سینی لے کر آئے جس پر خوان پوش
پڑا تھا۔ اور ڈھکن سے بند تھا۔ فرمایا یہ ان کے پاس خیمہ میں پہونچا دو۔ میں نے
طباق جب ہاتھ میں اٹھایا تو بہت ہلکا تھا جیسے اس میں کوئی چیز نہ ہو۔ میں
جب لنگر خانہ اور خیمہ کے درمیان پُل پر پہونچا تو سوچا کہ حضرت ذوالنون ایک
شخص کے پاس سینی میں ھدیہ بھیج رہے ہیں حالانکہ اس میں کچھ معلوم نہیں ہوتا
میں تو پہلے کھول کر دیکھوں گا کہ ہے کیا؟ ـــــــ جب میں نے خوان
ہٹا کر ڈھکن کھولا فوراً اس میں سے ایک چوہا نکلا اور بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے
غصہ آیا۔ ـــــــ اور میں نے سوچا۔ انہوں نے مجھ سے نداق کیا۔ اور

میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ ان کا مقصد کیا تھا میں اسی عالم غضب میں لوٹا۔ وہ بات سمجھ گئے۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اور فرمایا۔

یا مجنونُ اُستَمنتُكَ علیٰ فارۃٍ فخنتَنِی فکیفَ أأتمنكَ علیٰ اسمِ اللّٰہِ الاعظم قم عنّی فادتحل ولا اراك بعدَ ھٰذا۔

اے بے عقل! میں نے تیرے پاس ایک چوہا امانت رکھا۔ تو نے اس میں خیانت کی۔ تو بھلا اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم تیری امانت میں کیسے دوں نکل یہاں سے، اور اب سے میں تجھے نہ دیکھوں۔

اس کے بعد میں وہاں سے لوٹ آیا ــــــ (ص: ۲۵۳ ــ ۲۵۴)

ایک راہب:

حضرت عمر بنانی علیہ الرحمہ نے ایک راہب کو قبرستان میں دیکھا، جس کے دونوں ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ داہنے ہاتھ میں سفید اور بائیں ہاتھ میں سیاہ' انہوں نے پوچھا یہاں کیا کرتے ہو؟ ــــــ اس نے کہا۔ میں جب اپنے دل میں کیفیت نہیں پاتا ہوں تو یہاں آجاتا ہوں ــــــ اور یہاں آکر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہوں۔ پوچھا یہ کنکریاں کیسی ہیں؟۔ اس نے جواب دیا۔ جب کوئی نیکی کرتا ہوں تو سفید کنکری کالی میں ڈال دیتا ہوں۔ اور جب گناہ صادر ہوتا ہے تو سیاہ کنکری سفید میں ڈالتا ہوں۔ شام کو اگر نیکیوں کی تعداد زیادہ دیکھتا ہوں تو افطار کرتا ہوں اور اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں۔ اور اگر گناہ کی زیادتی ہوتی ہے تو نہ کچھ کھاتا ہوں، نہ پیتا ہوں۔ (ص: ۲۵۴ ــــ ۲۵۵)

عشق نے خاک کر دیا عقل کی کائنات کو:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت شیبان مجنون رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ــــــ اور اپنے حق میں دعا کی درخواست

کی۔ انہوں نے دعا فرمائی، اللہ تعالےٰ تمہیں اپنے قرب کا انس مرحمت فرمائے اور چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ دو روز بعد انہیں ہوش آیا —— اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اِنَّ ذِکْرَ الحبیبِ ھَیَّجَ شَوقی ثُمَّ حُبَّ الحبیبِ اَذْھَلَ عَقْلی

ذکر حبیب نے میرے شوق کو بھڑکا دیا۔ پھر اس کی محبت نے میری عقل گم کر دی

انہیں کے یہ اشعار بھی ہیں۔

تَرَی المُحِبِّیْنَ صَرْعیٰ فی دِیارِھِم کَفِتْیَۃِ الکَھْفِ لَا یَدْرُوْنَ کَم لَبِثُوا

عاشقوں کو محبوب کے دیار میں گرے پڑے ہوئے دیکھو گے جیسے اصحابِ کہف جنہیں پتہ نہیں غار میں کتنا ٹھہرے؟۔

وَاللّٰہِ لَو حَلَفَ العُشّاقُ اَنَّھُمْ قَتْلیٰ مِنَ الحُبِّ یومَ البَیْنِ مَا حَنِثُوا

بخدا! اگر عشاق قسم کھائیں کہ وہ فراق کے روز محبت کے مقتول ہیں، تو وہ حانث نہیں ہوں گے۔ (ص: ۲۵۵)

گریۂ اشتیاق:

ایک شخص حضرت علاء بن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہا مجھے خواب میں نظر آیا کہ ایک آنے والے نے کہا۔ علاء سے مل کر کہو کہ کب تک روتے رہو گے؟ —— جب کہ تمہاری مغفرت کی جا چکی ہے۔ یہ سُنکر آپ اور رونے لگے اور فرمایا۔ اب مجھ پر حق ہے کہ آرام سے نہ بیٹھوں۔ (ص: ۲۵۵)

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے سیدنا آدم وعلیٰ نبینا السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ پوچھا حضور! کیوں رو رہے ہیں؟ —— کیا، اللہ تعالےٰ نے آپ کی مغفرت کر کے پھر جنت میں بلانے کا وعدہ نہیں فرمالیا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی بات سُنکر انہیں ایک رقعہ عنایت فرمایا۔ اور وہ جب بیدار ہوئے تو رقعہ ان کے ہاتھ میں تھا، اس پر مرقوم تھا۔

أَتُحْرِقُنِي بِالنَّارِ نَارِ مِنَ النَّوىٰ　　　وَنَارُ النَّوىٰ نَارٌ أَحَرُّ مِنَ النَّارِ

کیا تو مجھے آتشِ فراق میں جلاتا ہے۔ حالانکہ جدائی کی آگ اس آگ سے زیادہ تیز ہے۔

شُغِفْتُ بِجَارٍ لَا بِدَارٍ سَكَنْتُهَا　　　عَلَى الْجَادِ اَبْكِي لَا عَلَى سَكْنَةِ الدَّارِ

میں صاحبِ خانہ کا عاشق ہوں اس مکان کا نہیں، جس میں سکونت پذیر تھا۔
تو اس گھر والے کی وجہ سے روتا ہوں، گھر کی سکونت کے باعث نہیں۔

وَلَوْ لَمْ يَعِدْنِي بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْمُنىٰ　　　هَلَكْتُ وَلٰكِنْ نِلْتُ بِالْوَعْدِ اَوْطَارِي

اور اگر اس تمنا کی جانب دوبارہ لوٹانے کا مجھ سے وعدہ نہ فرماتے تو میں کب ہلاک ہو جاتا۔ مگر میں نے وعدہ کے ذریعہ بہت سے مقاصد حاصل کر لئے۔

(ص ۲۵۵، ۲۵۶)

اندازِ اطاعت:

حضرت سالم الحداد رضی اللہ عنہ ابدال میں تھے۔ شیخ فتح موصلی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی آمد و رفت ہوتی تھی۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب اذان سنتے تو چہرے کی حالت بدل جاتی۔ رنگ پیلا پڑ جاتا، بےچین ہو جاتے، اور دکان کھلی چھوڑ کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور اشعار پڑھتے جن کا مفہوم یہ ہے۔

تیرا منادی جب آواز دیتا ہے تو سب سے بڑے مولا کی پکار قبول کرتے ہوئے میں فوراً کھڑا ہو جاتا ہوں، جس مالک و مولا کا کوئی مثل نہیں ——— وہ جب بلاتا ہے تو قبولیت کے کان سے سنتا ہوں اور فرماں برداری کو پہونچ جاتا ہوں حالت یہ ہوتی ہے گویا ایک نشہ طاری ہوتا ہے۔ اور اے مہربان! لبیک کہتا ہوں، خوف و ہیبت کی وجہ سے میرا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ اور ہر کام چھوٹ جاتا ہے۔ اور اس مالک و مولا کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ قسم ہے تمہارے حق کی، تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی شئے لطف نہیں دیتی۔ اور تمہارے غیر کی بات میرے منہ میں کبھی مزہ نہیں دیتی ——— زمانہ ہمارے تمہارے مابین

کب اجتماع کرے گا۔ اور یہ مشتاق تو وصال ہی سے خوشی پائے گا، جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا مشاہدہ کیا۔ وہ تمہارے ہی شوق میں مرے گا، جُز تیرے ہرگز اطمینان نہیں پائے گا (ص، ۲۵۶)

محبوب نے پکارا نادان اٹھ کھڑا ہو ناز دنیا ز الفت کا کچھ تو حق ادا ہو

محبوب کا منادی آواز دے رہا ہے آجائے مجھ سے ملنے جو صاحب وفا ہو

وہ دل جو پائے ذکر محبوب کی حلاوت

دنیا کی لذتوں سے سیری پھر اس کو کیا ہو؟ بدر

گناہوں سے پاک اعمالنامہ:

حضرت شیخ فتح موصلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ایک مصاحب کی روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ رو رہے تھے اور آنکھوں سے زرد رنگ کے آنسو بہہ رہے تھے۔

عرض، یا سیدی! خدا کا واسطہ کیا آپ خون کے آنسو رو رہے تھے ؟۔

حضرت فتح، واللہ اگر تم قسم نہ دلاتے تو میں نہیں بتاتا۔ میں آنسو بھی رویا، اور خون بھی رویا۔

عرض: حضرت آنسو رونے کا سبب ؟۔

حضرت فتح: وہ رونا خدائے تعالیٰ کے حق سے کوتاہی کے باعث تھا۔

عرض: اور خون کے آنسو رونے کی وجہ ؟۔

حضرت فتح، وہ اس لئے کہ شاید میرے آنسو نامقبول ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا ؟۔

حضرت فتح: مجھے بخش دیا اور فرمایا۔ اے فتح تم کیوں روئے تو میں نے عرض کیا۔ تیرے حق سے کوتاہی اور دوری کے باعث ـــــــ پھر پوچھا۔ اور خون

کے آنسو کیوں روئے؟ ــــــ میں نے عرض کیا۔ مالک ومولا اس لئے کہ ہو سکتا ہے میری گریہ وزاری نامقبول ہو۔ فرمایا اے فتح ان سب سے تیرا کیا مقصد تھا؟ میری عزت وجلال کی قسم! تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک ترا اعمال نامہ میرے پاس لاتے رہے۔ اور اس میں ایک بھی گناہ نہ ہوتا۔ (ص: ۲۵۶، ۲۵۷)

خلوت نشین:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو جبال بیت المقدس کی سیر کے دوران ایک بزرگ ملے جو خوف وامید کے مظہر تھے۔ سلام کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں سے آمد ہو رہی ہے؟ ــــــ فرمایا، دیار انس سے، اور کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا، طمانیت نفس کی جانب، اس کے بعد اشعار پڑھے جن میں کا ایک یہ ہے۔

ومن هجر الخلق كلهم وتخلىٰ　　　　فهو بالله طيب الخلوات

جو خلقت کو چھوڑ کر خلوت گزیں ہوا۔ وہ اللہ تعالٰے کے ساتھ اچھی خلوت کا حامل ہے ــــــ (ص: ۲۵۷)

کانٹوں کے پیڑ میں کھجور:

جنگل میں ایک شخص نے ایک بزرگ کو دیکھا جو ایک خار دار درخت کے گرد گھوم گھوم کر کھجوریں توڑ کر کھا رہے تھے۔ اس نے سلام کیا اور بزرگ نے جواب دے کر فرمایا۔ آؤ کھاؤ۔ وہ سواری سے اتر کر درخت کے پاس آیا۔ اس نے بھی چند کھجوریں توڑیں ــــــ مگر وہ اس کے ہاتھ میں پہونچتے ہی کانٹا بن جاتی تھیں، بزرگ دیکھ کر مسکرائے اور کہا۔

افسوس! اگر تو خلوت میں اس کی اطاعت کرتا تو وہ جنگل میں ضرور تجھے کھجور کھلاتا ــــــ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین ــــــ (ص: ۲۵۷)

ببول کے درخت سے کھجور:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اپنے مصاحبین کے ہمراہ جنگل میں ایک ببول کے درخت تلے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر اس پیڑ میں کھجوریں ہوتیں ـــــ حضرت ذوالنون نے فرمایا، کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے تو لو کھاؤ، یہ کہہ کر درخت کو ہلایا، اور فرمایا اے درخت تجھے تیرے خالق کی قسم! لذیذ کھجوریں گرا ـــــ چنانچہ ببول کے اس پیڑ سے عمدہ قسم کی کھجوریں جھڑنے لگیں۔ اور لوگوں نے پیٹ بھر کھایا اور سو رہے۔ وہی صاحب کہتے ہیں کہ بیدار ہونے کے بعد ہم نے ہلایا تو کانٹے گرے۔ (ص: ۲۵۷، ۲۵۸)

رُمّانۃ العابدین:

حضرت محمد بن مبارک صوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ میں حضرت ابراہیم بن ادہم کے ہمراہ بیت المقدس کے راستے میں ایک انار کے پیڑ تلے قیلولہ کے وقت مصروف نماز تھا ـــ پیڑ کی جڑ سے آواز آئی۔

اے ابو اسحاق! ہم سے کچھ تناول کیجئے، اور ہماری قدر افزائی فرمائیے۔ یہ آواز تین مرتبہ آئی۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے سُنکر سر جھکا لیا۔

درخت سے پھر آواز نکلی۔ اے محمد آپ سفارش کر دیں کہ ہم سے کچھ کھالیں،

حضرت محمد: حضور! آپ نے کچھ سُنا؟۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا ـــ ہاں! ـــ اور اس درخت سے دو انار توڑے، ایک خود تناول فرمایا۔ دوسرا مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو انار ترش تھا ـــ ابھی وہ پیڑ بھی چھوٹا ہی تھا ـــ بیت المقدس کی زیارت سے واپسی پر ہم نے دیکھا کہ وہ درخت بہت بڑا ہو گیا ہے ـــ اس کے پھل بھی میٹھے ہو گئے ہیں ـــ اس میں دو بار انار پھلتے تھے۔ بعد میں اس درخت

تلے عابدین ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اس کا نام رمانۃ العابدین پڑ گیا۔ (ص: ۲۵۸)

مخالفتِ نفس کا ثمرہ:

ایک بزرگ سمندری سفر کر رہے تھے ان کی بیوی ہمراہ تھیں۔ سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی۔ بزرگ اور ان کی اہلیہ لکڑی کے ایک تختہ پر زندہ رہ گئے ____ اسی عالم میں ان کی بیوی کے بطن سے بچی پیدا ہوئی۔ بیوی نے کہا۔ پیاس سے میری جان نکل رہی ہے۔ بزرگ نے کہا وہ ہمارا حال دیکھ رہا ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ فضا میں ایک شخص پرواز کرتے ہوئے آیا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر تھی، جس میں سرخ یاقوتی پیالہ لٹک رہا تھا ___ جس میں پانی تھا۔ انہوں نے کہا لو پیو، میں نے پیالہ لے لیا۔ اور دونوں میاں بیوی نے سیراب ہو کر پیا۔ پیالہ کا پانی برف سے ٹھنڈا، شہد سے میٹھا، اور مشک سے خوشبودار تھا۔

بزرگ: (اے پانی لانے والے) اللہ تم پر رحم فرمائے تم کون ہو؟۔

میں تمہارے مالک کا بندہ ہوں۔

بزرگ: اس مقام رفیع تک کیوں کر پہونچے۔

رضائے حق کے لئے میں نے خواہشات نفس کو ترک کر دیا۔ تو اس نے مجھے ہوا پر نشست عطا فرمائی۔

یہ کہہ کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور پھر نظر نہیں آیا۔ (ص، ۲۵۸)

ریت کا ستو:

ایک بزرگ عسقلان میں ~~رہتے تھے~~ ان کے پاس ایک نوجوان آتا جاتا، اور باتیں کرتا تھا۔ اور باتوں سے فارغ ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتا۔ ایک روز وہ بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا اجازت دیجئے میں اسکندریہ کا قصد کر رہا ہوں۔ بزرگ کچھ دور اسے پہونچانے کے لئے گئے۔ اور چند درہم دینے لگے۔ مگر اس نے لینے

سے انکار کر دیا۔ بزرگ نے جب بہت اصرار کیا تو اس نے اپنے لوٹے میں زمین سے ریت ڈال کر پانی میں ملائی۔ اور اس پر کچھ پڑھا تو وہ گھلا ہوا شکر آمیز ستو بن گیا ـــــ اس کے بعد کہا جس شخص کا یہ حال ہو اسے تمہارے درہموں کی کیا حاجت، اور یہ شعر پڑھا۔

بِحَقِّ الْهَوٰی یَا اَهْلَ وُدِّیْ تَفَهَّمُوْا ۔۔۔ لِسَانُ وُجُوْدٍ بِالْوُجُوْدِ غَرِیْبُ

حَرَامٌ عَلٰی قَلْبٍ تَعَرَّضَ لِلْهَوٰی ۔۔۔ یَکُوْنُ لِغَیْرِ الْحَقِّ فِیْهِ نَصِیْبُ

محبت کی قسم! اے میرے دوستو سمجھ لو۔ زبانِ وجود، وجودِ حقیقی کے ساتھ نادر ہے جو عشق کے درپئے ہے اس پر حرام ہے کہ اس کے قلب میں غیر حق کا کچھ بھی حصہ ہو (ص: ۲۵۸ ـــ ۲۵۹)

پانی کا چشمہ اور شیشے کا پیالہ:

شیخ ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے مریدین مکہ معظمہ جا رہے تھے، شیخ عام راستے سے ہٹ کر ایک کنارے تشریف لے گئے تو ایک مرید نے عرض کیا ـــــ حضور! میں بہت پیاسا ہوں۔ شیخ نے زمین پر ایڑی کی ضرب لگائی فوراً میٹھے پانی کا چشمہ ابل پڑا ـــــ مرید نے عرض کیا، حضور میں پیالہ میں پینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے زمین پر ہاتھ مارا اور نہایت خوبصورت شیشہ کا پیالہ نکل آیا، راوی کہتے ہیں۔ اس نے خود پیا۔ اور ہمیں بھی پلایا۔ اور وہ پیالہ ہمارے ساتھ مکہ معظمہ تک رہا۔ (ص: ۲۵۹)

کنکریاں ہیرا بن گئیں:

امیر یعقوب بن لیث کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطبار عاجز آ گئے ـــــ لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہارے ملک میں فلاں جگہ سہل بن عبداللہ نام کا ایک صالح انسان رہتا ہے۔ شاید اس کی دعا سے شفا ہو۔ انہیں بلوایا گیا۔ اور یعقوب بن لیث نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا

تمہارے حق میں کسی کی دعا کیسے قبول ہو جب کہ تیری قید میں کتنے مظلوم گرفتار ہیں۔
یعقوب نے حکم دیا فوراً تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے ——— قیدیوں کی آزادی
کے بعد شیخ یوں دعا گو ہوئے۔

اے اللہ جس طرح تو نے اسے گناہوں کی ذلت دکھائی۔ اب اسی طرح اطاعت
کی عزت دکھا۔ اور اس کی بیماری دفع فرما۔

اس کے بعد یعقوب اچھا ہو گیا۔ اس نے خوشی میں شیخ کو بہت سا مال اور دولت
دینا چاہا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا ——— کچھ لوگوں نے کہا۔ اگر آپ
وہ لے کر فقراء کو دیدیتے تو بہتر ہوتا۔ اس وقت آپ جنگل میں تشریف فرما تھے۔
آپ نے زمین کی کنکریوں پر ایک نظر جو ڈالی تو سب جواہر بن گئیں۔ پھر فرمایا جس کو
اتنی دولت حاصل ہے کیا وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج ہے؟ (ص: ۲۵۹)

کنکریاں سونا بن گئیں:

سعید بن یحییٰ بصری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبدالواحد بن زید
رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔
عرض کیا۔ اگر آپ اپنے لئے وسعتِ رزق کی دعا فرماتے تو امید ہے قبول ہوتی فرمایا،
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد زمین سے مٹھی بھر کنکری
اٹھائی اور کہا۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو اسے سونا بنا دے ——— سعید کہتے
ہیں میں نے دیکھا کہ سب سونا بن گئیں انہیں میری طرف پھینک دیا۔ اور فرمایا لو
انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔ جو کچھ آخرت کے لئے ہو، دنیا میں اس کے
علاوہ کوئی خیر نہیں ——— (ص: ۲۵۹ ——— ۲۶۰)

جواہرات کا جنگل:

شیخ ابو علی سندھی رضی اللہ عنہ ابو زید کے مکان پر تشریف لائے۔ ان کے

پاس ایک توشہ دان تھا۔ اسے کھولا تو اس میں سے ہیرے جواہر نکلے۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ یہ کہاں سے لے آئے؟ فرمایا ــــــ میں ایک جنگل میں گیا تو وہاں یہ چراغ کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے ان میں سے اتنے لے لئے ــــــ (ص: ۲۶۰)

غیرتِ فقر:

شیخ ابوبکر کتانی علیہ الرحمہ مکہ معظمہ کے راستے میں تھک کر چور تھے۔ ناگہاں ان کی نظر ایک تھیلی پر پڑی، جس میں درہم چمک رہے تھے ــــــ انہوں نے سوچا اٹھا لوں اور اسے چل کر مکہ شریف کے فقیروں پر خرچ کر دوں ــــــ غیب سے آواز آئی۔

اگر تو نے اسے لیا تو ہم تجھ سے تمہاری ولایت چھین لیں گے ــــــ (ص: ۲۶۰)

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی مزدوری:

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ابتدائً نہایت بدخُلق تھیں۔ ایک دن کہنے لگیں تم نے اتنی عبادت کی مگر خدا نے کچھ کشائش نہ فرمائی، جا کر محنت مزدوری کرو، اور کسی کی خدمت کر کے کچھ کماؤ ــــــ حضرت گھر سے نکل کر جنگل میں گئے۔ اور دن بھر عبادت میں مشغول رہے۔ شام کو لوٹے تو دل میں بیوی سے شرمسار، اور متفکر تھے۔

بیوی: مزدوری کہاں ہے؟۔

حضرت حبیب: میں نے جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کریم ہے اس لئے جلد مزدوری طلب کرنے میں مجھے شرم آئی۔

اس طرح کئی روز گزر گئے۔ ہر روز جنگل میں جا کر عبادت کرتے، اور شام کو گھر آجاتے، اور بیوی سے کہتے مجھے اجرت مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ آخر

تنگ آکر،

بیوی: آج یا تو اس سے کام کی مزدوری لے کر آنا، یا وہ کام چھوڑ کر کسی دوسرے کی مزدوری کرنا۔

حضرت حبیب: تم فکر نہ کرو میں آج مزدوری طلب کر کے آؤں گا۔

بیوی کو اس طرح تسلّی دے کر حضرت نے پھر جنگل کی راہ لی۔ اور حسبِ معمول دن بھر عبادت میں مشغول رہے ـــــ شام کو گھر لوٹتے ہوئے پھر قدم رکنے لگے اور بیوی کے سوالات کا خیال آیا۔ اور اس کی بدمزاجی سے خائف تھے۔ مگر گھر کے دروازہ پر پہونچے تو دیکھا کہ چولہے کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ اور دسترخوان آراستہ ہے۔ اور بیوی بہت خوش ہے۔ آپ کو دیکھا تو کہا۔ واقعی اس نے کریموں جیسی مزدوری بھیجی ہے۔ اور اس کے قاصد نے مجھ سے کہا۔

حبیب سے کہہ دو کام میں مزید محنت کرے۔ اور یہ جان لو کہ ہم مزدوری میں تاخیر مال نہ ہونے یا کنجوسی کے باعث نہیں کرتے۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور اپنا دل خوش رکھو۔

اس کے بعد بیوی نے دیناروں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں دکھائیں جنہیں دیکھ کر حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ بہت روئے۔ اور فرمایا۔

اے میری شریک زندگی! یہ مزدوری اس کریم نے بھیجی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں ـــــ بیوی نے حضرت کی بات سُنی تو توبہ کی اور قسم کھائی کہ پھر کبھی انہیں ایسی اذیت نہ دے گی۔ (ص: ۲۶۰)

خدا روزی رساں ہے:

شہر بصرہ میں ایک عابد رہتے تھے۔ ایک روز وہ لکڑیوں کا گٹھر خریدنے کے ارادے سے چلے۔ راستے میں ایک مسجد سے اقامت کی آواز آئی۔ فوراً مسجد کی جانب مڑ گئے۔ اس وقت انہیں ایک تھیلی پڑی نظر آئی۔ اس پر

لکھا تھا۔ اس میں سو دینار ہیں۔ انہوں نے اسے نظر انداز کیا۔ اور نماز پڑھ کر لکڑی کا گٹھا خریدا، اور گھر لائے۔ گٹھا کھولا تو سو دیناروں والی تھیلی بھی اس گٹھے سے نکلی ـــــ اسی وقت آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے۔

خداوندا! جس طرح تو بندوں کا رزق فراموش نہیں کرتا۔ اسی طرح بندے کو توفیق دے کہ تیرے ذکر کے وقت وہ ذکر کو نہ بھولے۔

پھر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔

اگر تو اس کی عبادت میں مشغول ہوتا، اور نافرمانی سے خود کو بچاتا تو اس کی عظیم مہربانیوں کے جلوے دیکھتا۔ (ص: ۲۶۱)

حیرت انگیز سیب:

ایک شخص کو حضرت شیخ ابوالخیر علیہ الرحمہ نے دو سیب دیئے۔ اس شخص نے سوچا میں انہیں نہیں کھاؤں گا تبرک بنا کر رکھوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کئی کئی فاقے کرنے کے باوجود اس نے سیب کو جیب میں رہنے دیا۔ اور کھایا نہیں ـــــ مگر ایک مرتبہ بھوک نے بہت شدت اختیار کر لی۔ تو ایک سیب نکال کر کھا لیا۔ دوسرا سیب نکالنے کے لئے جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب میں ایک کے بجائے دو سیب موجود تھے ـــــ پھر اس شخص کا یہ معمول بن گیا کہ جیب سے نکالتا رہا کھاتا رہا۔ اور جیب میں دو کے دو سیب موجود ہوتے ـــ وہ ایک بار شہر موصل گیا، وہاں اس کا گزر ایک ویران مقام پر ہوا، جہاں اس نے کسی مریض کے کراہنے کی آواز سنی ـــــ وہ کہہ رہا تھا مجھے سیب کھانے کی خواہش ہے حالانکہ وہ سیبوں کا موسم نہیں تھا۔ اس نے جیب سے سیب نکال کر مریض کو کھلائے، جس کے فوراً بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت یہ عقدہ کھلا کہ شیخ ابوالخیر نے سیب اس مریض کے لئے عطا کئے تھے ـــــ

(ص: ۲۶۱ ـــ ۲۶۲)

اہلِ رضا:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں ایک خراسانی جوان ایک ہفتہ رہا۔ حضرت اس کے لئے روز کھانا حاضر کرتے، مگر وہ کھانا لوٹاتا رہا۔ ایک روز ایک سائل آیا۔ اس سے خراسانی جوان نے کہا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ تجھے مخلوق سے بے نیاز رکھتا۔ سائل بولا، میرا یہ منصب کہاں؟ ــــ جوان نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ! تم کیا چاہتے ہو؟ ــــ مجھے تو بس جان بچانے کے لئے غذا، اور جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑا چاہئے۔ خراسانی جوان نے محراب کے پاس کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد ایک نیا جوڑا میووں سے لبریز ایک طباق سائل کو لاکر دیا۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔

اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا یہ مقام ہے۔ اور تو نے ہفتہ بھر سے کچھ تناول نہیں کیا؟۔

جوان: (دوزانو بیٹھ کر) اے ابوالفیض! جن کے قلوب رضا کے نور سے لبریز ہوں ان کی زبان سوال کے لئے کیسے کھل سکتی ہے؟۔

حضرت ذوالنون: کیا اہلِ رضا سوال نہیں کرتے؟۔

جوان: کوئی ناز و ادا کی وجہ سے طلب کرتا ہے، کوئی توجہ کے لئے، اور کوئی دوسروں پر لطف و کرم کے لئے مانگتا ہے۔ اتنے میں نماز کی اقامت ہوگئی۔ اور اس نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ــــ اور لوٹا لے کر باہر چلا۔ میں نے خیال کیا کہ رفع حاجت کے لئے جا رہا ہے مگر اس کے بعد وہ دوبارہ نظر نہیں آیا ــــ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین ــــ (ص: ۲۶۲)

اونٹ کا گوشت:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بزرگوں کی ایک جماعت سمندر کے ساحل پر تھی۔ قریب ہی جنگل بھی تھا، جہاں خشک لکڑیاں تھیں۔ درویشوں

نے کہا۔ اگر ہم رات کو یہاں رہیں تو ان سوکھی لکڑیوں کو جلا سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ـــــ اگر تم چاہتے ہو تو یہیں رک جاتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے آگ روشن کی اور جو روٹیاں پاس تھیں انہیں آگ پر سینک کر کھانے لگے۔ ان میں سے کسی نے کہا یہ آگ تو گوشت بھونتنے کے لائق بہت اچھی ہے۔ حضرت نے سُنا تو فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں کھلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شیر ایک اونٹ کو دوڑائے لئے آرہا ہے ـــ اور ان لوگوں کے قریب ہی آکر اونٹ گر گیا۔ اس کی گردن ٹوٹنے لگی حضرت نے فرمایا۔ اسے ذبح کرو، یہ خدائے تعالےٰ نے تمہیں کھانے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے ذبح کیا اور اونٹ کا گوشت بھون کر کھایا۔ اور شیر کھڑا دیکھتا رہا۔ (ص: ۲۶۲)

یاقوت کا پیالہ اور چاندی کی مسواک؛

حضرت ابراہیم خراسانی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ کسی ویران مقام پر مجھے وضو کی ضرورت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک پانی سے لبریز یاقوت کا پیالہ، اور ایک چاندی کی مسواک جو ریشم سے نرم تھی رکھی ہوئی ہے۔ میں نے مسواک کی اور وضو کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔

آپ ہی نے فرمایا کہ ایک سفر کے دوران کئی روز تک مجھے کوئی جاندار نظر نہیں آیا، یہاں تک کہ میں نے کسی پرندے کو بھی نہیں دیکھا ـــــ ناگہاں ایک آدمی آیا اور مجھ سے کہا۔ اس درخت سے کہو کہ اس میں دینار پھلیں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، مگر دینار نہیں پھلے۔ پھر اس نے خود کہا۔ اے درخت دیناروں سے بھر جا۔ اچانک اس کے تمام پھل دینار بن کر لٹکنے لگے۔ میں اس شخص کو دیکھنے کے لئے مڑا تو وہ غائب تھا۔ اور پھر درخت کو دیکھا تو اس پر دینار بھی نہیں تھے، رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۶۲ ـــــ ۲۶۳)

ترک توکل کا وبال:

ایک بزرگ اپنے ساتھی کے ہمراہ ایک پہاڑ پر عبادت میں مشغول تھے۔ ساتھی گھاس اور پتوں پر گزر کرتا تھا۔ اور بزرگ کے پاس روزانہ ایک ہرنی آتی۔ اور انہیں اپنا دودھ پلا جاتی۔ بزرگ اور وہ ساتھی کچھ دوری پر گوشہ گیر تھے۔ ایک روز وہ ساتھی بزرگ کے پاس آیا اور کہا۔ قریب میں کچھ دیہقانی لوگ خیمہ زن ہیں آیئے ان کے پاس چلیں۔ شاید ان سے ہمیں کچھ دودھ وغیرہ مل جائے۔ بزرگ نے منع کیا، مگر ساتھی نہیں مانے۔ بالآخر دونوں بدویوں کے پاس گئے۔ ان لوگوں نے کھانا کھلایا ــــــ پھر دونوں اپنے اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ مگر اس روز کے بعد سے ہرنی جو روزانہ بزرگ کو دودھ پلانے آتی پھر کبھی نہیں آئی بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ میری اس خطا کے باعث ہوا کہ میں ہرنی کے دودھ سے غذا حاصل ہونے کے باوجود اس پر قانع نہ رہا ــــــ

حضرت علامہ یافعی فرماتے ہیں۔

یہاں گناہ کے تین اسباب ہیں (۱) توکل سے خروج، جس میں وہ داخل ہو چکے تھے (۲) طمع اور ترک قناعت (۳) غیر طیب غذا کا کھانا ــــــ انہی وجوہات کی بنا پر اس خاص رزق حلال سے محرومی ہوئی، جس رزق کو اللہ تعالٰی نے محض اپنی بخشش و عطا سے جاری کیا تھا تاکہ کرامتِ اولیاء کا اظہار فرمائے۔ اس پاک غذا کے لئے شکم بھی پاک ہی ہونا چاہئے تھا۔ اور انہوں نے اس ظرف کو ایسی گندگی سے آلودہ کیا، جس کی صفائی استغفار کے غسل خانے میں نیتِ صادق کے صابون، اور توبہ کے پانی سے دھو کر اوپر سے آبِ توکل بہانے کے بغیر نہیں ہو سکتی، جو غسل خانہ کہ شب آخر کے کنارے واقع ہو۔ پھر آنکھوں کے پانی سے صاف کیا جائے جس میں وفا کے گلاب کا چھڑکاؤ ہو جس پر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ پڑھی جائیں۔ اور دل کے کان اور

قلب کے یقین سے سماعت ہو۔ پھر کہیں جا کر وہ نجاست دور ہو سکتی ہے۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے۔

لَوْ تَوَکَّلْتُمْ علی اللّٰہِ حق توکُّلِہٖ لَرَزَقَکُم کما یَرْزُقُ الطَّیرَ تَغْدُوْ اِخْمَاصًا وتَرُوْحُ بِطَانًا۔ (ص، ۲۶۳ ــــ ۲۶۴)

اگر تم اللہ پر توکل کرتے جو توکل کا حق ہے۔ تو تمہیں وہ رزق پہونچاتا، جس طرح پرندوں کو روزی پہونچاتا ہے کہ خالی پیٹ صبح کو گھونسلے سے نکلتے ہیں۔ اور پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں۔

ہر آنکھ خدا کے لئے نم ہوتی نہیں ہے ہر اک کے لئے اشک بہانا نہیں ہوتا
ہر قلب تجلی گہ محبوب کہاں ہے؟ ہر دل میں توکل کا ٹھکانا نہیں ہوتا

حرص دنیا کی نجاست کو بُہارا جائے، صدق اور توبہ سے پھر دل کو نکھارا جائے
رنگ سنت کا ہے عشق و وفا کی خوشبو قلب یوں حق کے لئے اپنا سنوارا جائے بدرؔ

اندھی چڑیا سے عبرت:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ایک گاؤں کی جانب جا رہے تھے ــــ راستے میں ایک مقام پر سو رہے۔ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک اندھی چڑیا درخت سے گرتی دیکھی۔ اسی وقت زمین شق ہوئی۔ اور اس میں سے دو طشتریاں برآمد ہوئیں۔ ایک سونے کی، دوسری چاندی کی، ایک طشتری میں تِل رکھے ہوئے تھے اور دوسری میں گلاب یا خالص پانی تھا۔ چڑیا نے تِل کھا کھا کر پانی سے پیاس بجھائی ــــ شیخ فرماتے ہیں۔

یہ دیکھ کر مجھے عبرت ونصیحت ہوئی۔ اور میں نے اپنے مولا کے دَر کو مضبوطی سے پکڑ لیا حتیٰ کہ اس نے مجھے قبول فرما لیا۔ (ص، ۲۶۴ ــــ ۲۶۵)

درسِ توکل:

فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا، کسان کھیتوں میں مشغول تھے۔ ایک نیک بخت شخص اس زمانے میں رزق کی تلاش میں اپنے گوشہ سے نکلا۔ راستہ میں بارش ہونے لگی تو وہ ایک جگہ رک گیا۔ جہاں سے ایک غار نظر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک اندھا عقاب پڑا ہوا ہے۔ نیک مرد نے سوچا یہ عقاب کہاں سے کھاتا پیتا ہوگا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک کبوتری بارش سے بھاگ کر اس غار میں چھپنے کے لئے داخل ہوئی۔ اور اتفاقاً عقاب پر گر پڑی۔ عقاب نے اسے اپنے پنجہ میں لے لیا، اور کھا گیا۔ نیک مرد یہ واقعہ دیکھ کر وہیں سے توکل کے ساتھ اپنے گوشہ میں لوٹ آیا ——— (ص: ۲۶۴ ——— ۲۶۵)

ڈاکو نیک بن گئے:

کردستان میں ڈاکوؤں کا ایک سردار تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک روز ہم لوگ لوٹ مار کی نیت سے ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس جگہ تین کھجور کے درخت تھے مگر صرف ایک پر پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا ایک چڑیا پھل دار پیڑ سے کھجور منہ میں لے کر دوسرے پیڑ پر جاتی ہے۔ اس چڑیا نے اس طرح دس بار چکر لگایا۔ میرے دل میں جستجو ہوئی کہ دیکھوں یہ چڑیا کھجوریں لے جاکر کسے کھلاتی ہے ——— درخت پر چڑھ کر جب دیکھا تو ایک اندھا سانپ منہ کھولے بیٹھا تھا۔ اور چڑیا کھجور لالا کر اسی کے منہ میں ڈالتی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے رونا آگیا اور میں نے کہا۔

یارب العالمین! یہ وہ موذی جانور ہے جس کے قتل کا حکم تیرے محبوب رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ جب وہ اندھا ہوگیا تو، تو نے اس کی روزی پہونچانے کے لئے چڑیا کو متعین فرمادیا۔ اور میں تیرا بندہ تیری

وحدانیت کا معترف ہو کر لوٹ مار میں پھنسا ہوں۔

اسی لمحہ میرے دل میں یہ بات اتری کہ اے شخص توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، میں نے اپنی تلوار توڑ ڈالی، اور توبہ توبہ چلاّتے ہوئے وہاں سے بھاگا۔۔۔ اس وقت غیب سے آواز سنائی دی۔ اے بندے میں نے تیری توبہ قبول کی۔ ڈاکوؤں کا سردار اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ اور انھیں سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اور کہا میں راندۂ درگاہ تھا۔ مگر اب رحمتِ خداوندی نے مجھے پناہ دیدی ہے۔ اور میں نے اِطاعت پر صلح کرلی ہے۔ ساتھیوں نے بھی اپنے سردار کا اتباع کیا۔۔۔ اور اپنی اپنی تلواریں توڑ کر رہزنی کے کپڑے اتار پھینکے۔ اور مکہ معظمہ کا قصد کرکے سب نے احرام باندھا۔۔۔ تین شبانہ روز چلنے کے بعد جب وہ لوگ ایک گاؤں پہونچے تو وہاں انہوں نے ایک نابینا ضعیفہ کو پایا۔ اس نے پوچھا تم لوگوں میں فلاں نام کُر دی ہے؟ (اور اس نے ان کے سردار کا نام لیا) سردار نے کہا ہاں! وہ میں ہوں۔

ضعیفہ: میرے بیٹے کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ سب اس کے کپڑے رکھے ہیں، میں تین روز سے متواتر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتی ہوں۔ سرکار کا حکم ہے کہ یہ تمام کپڑے میں تمہیں دوں۔

اس طرح ڈاکوؤں نے سچی توبہ کرکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ذریعہ صالحیت کے لباس پائے۔ اور انہیں پہن کر حرمین طیبین کی جانب روانہ ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین (ص ۲۶۵)

دیناروں کی بارش:

حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قریش کے کچھ شرفا بیٹھا کرتے تھے۔ ایک روز ان میں سے کسی نے کہا ہم لوگوں کو تنگدستی کی وجہ سے تباہی اور موت کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْمُرْتَفِعِ الَّذِیْ تُكْرِمُ بِهٖ مَنْ شِئْتَ مِنْ اَوْلِیَائِكَ وَتُلْهِمُهٗ الصَّفِیَّ مِنْ اَحِبَّائِكَ اَنْ تَرْزُقَنَا بِرِزْقٍ مِّنْ لَّدُنْكَ السَّاعَةَ، تَقْطَعُ بِهٖ عَلَائِقَ الشَّیْطٰنِ مِنْ قُلُوْبِنَا وَقُلُوْبِ اَصْحَابِنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ الْقَدِیْمُ الْاِحْسَانِ، اَللّٰھُمَّ السَّاعَةَ السَّاعَةَ السَّاعَةَ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس اسم رفیع کے وسیلہ سے جس سے تو مکرم اولیاء میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے اور وہ نام اپنے برگزیدہ بندے کے دل میں الہام فرماتا ہے۔ تو اسی وقت ہمیں ایسا رزق عطا فرما جس سے شیطانی خیالات میرے اور میرے دوستوں سے دور ہو جائیں۔ بیشک تو احسان فرمانے والا، قدیم الاحسان ہے۔ اے اللہ ابھی ـــــ ابھی ـــــ ابھی۔

اسی وقت حاضرین نے چھت شق ہونے کی آواز سنی اور دیناروں کی بارش ہونے لگی۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے غیر خدا سے بے نیاز ہو جاؤ ـــــ پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ سب دینار اٹھا لو۔ ان لوگوں نے لے لئے اور حضرت نے خود کچھ نہیں لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین ـــــ

(ص: ۲۶۵ ـــ ۲۶۶)

دعائے والدین کی کرامت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ سمندر کے کنارے جائیں اور قدرت الٰہیہ کا تماشا دیکھیں۔ حضرت اپنے مصاحبین کے ساتھ تشریف لے گئے مگر انہیں کوئی ایسی شئے نظر نہیں آئی۔ آپ نے ایک جن کو حکم دیا کہ سمندر میں غوطہ لگا کر اندر کی خبر لاؤ ـــــ عفریت نے غوطہ لگایا مگر کچھ نہ پایا۔ اور واپس آکر عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں نے غوطہ لگایا مگر سمندر کی تہ تک نہیں پہونچ سکا، اور نہ کوئی شئے دیکھی ـــــ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے قوی جن کو غوطہ خوری کا حکم فرمایا مگر وہ بھی نامراد واپس آیا۔ فرق یہ ہے کہ اس سے دوگنی مسافت تک

اندر گیا۔ اب آپ نے اپنے وزیر آصف بن برخیار رضی اللہ عنہ کو سمندر میں اترنے کا حکم دیا ـــــــ انہوں نے تھوڑی دیر میں ایک سفید کافوری قبہ لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا، جس میں چار دروازے تھے ـــ ایک دروازہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا، تیسرا ہیرے کا اور چوتھا زمرد کا، چاروں دروازے کھلے ہونے کے باوجود اندر سمندر کے پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوتا تھا ـــ حالانکہ قبہ سمندر کی تہ میں تھا ـــــــ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے اندر ایک خوبصورت جوان صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہے۔ آپ قبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اسے سلام کرنے کے دریافت فرمایا اس سمندر کی تہ میں تم کیسے پہونچ گئے؟ اس نے جواب دیا۔

اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ معذور تھے اور میری ماں نابینا تھیں میں نے ان دونوں کی ستر سال تک خدمت کی۔ میری ماں کا جب انتقال ہونے لگا تو اس نے دعا کی خداوندا! اپنی طاعت میں میرے فرزند کو عمر دراز عطا فرما۔ اسی طرح جب میرے باپ کا وصال ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی۔ پروردگار میرے بیٹے کو ایسی جگہ عبادت میں لگا جہاں شیطان کا دخل نہ ہو سکے۔ میں اپنے والد کو دفن کرکے جب اس ساحل پر آیا تو مجھے یہ قبہ نظر آیا۔ اس کی خوبصورتی کا مشاہدہ کرنے کے لئے میں اس کے اندر چلا گیا۔ اتنے میں ایک فرشتہ وارد ہوا۔ اور اس نے قبہ کو سمندر کی تہ میں اتار دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا۔ تم کس زمانے میں یہاں آئے۔ نوجوان نے جواب دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں، ـــ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ اسے دو ہزار سال ہو گئے ہیں مگر وہ اب تک بالکل جوان ہے۔ اور اس کا بال بھی سفید نہیں ہوا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام، تم وہاں کھاتے کیا ہو؟۔

نوجوان: اے اللہ کے نبی! ایک سبز پرندہ روزانہ اپنی چونچ میں سر برابر

کی ایک زرد چیز لے کر آتا ہے میں اسے کھالیتا ہوں۔ اور اس میں دنیا کی تمام نعمتوں کا لطف ہوتا ہے۔ اس سے میری بھوک بھی مٹ جاتی ہے اور پیاس بھی رفع ہو جاتی ہے ــــــ اس کے علاوہ گرمی سردی، نیند سستی غنودگی اور ناماؤسی و وحشت یہ تمام چیزیں مجھ سے دور رہتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: اب تم ہمارے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہو یا تمہیں تمہاری جگہ پہونچا دیا جائے؟۔

نوجوان: حضور! مجھے میری ہی جگہ بھجوا دیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت آصف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور انہوں نے قبہ اٹھا کر پھر سمندر کی تہ میں پہونچا دیا۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ تم پر رحم کرے دیکھو والدین کی دعا کتنی مقبول ہے۔ ان کی نافرمانی سے بچو،

(ص ۲۶۶ ــــ ۲۶۷)

جن کو حق سے قرار ملتا ہے:

شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی۔

اے موسیٰ! اس پرندہ کی طرح زندگی گزارو جو اکیلے رہتا ہے۔ درختوں سے اپنی روزی لیتا ہے۔ خالص پانی یا یہ کہ نہر کا پانی پیتا ہے۔ رات کے وقت کسی غار میں پناہ لے لیتا ہے۔ اس لئے کہ اسے مجھ سے محبت اور میرے نافرمانوں سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ! یہ میری قسم ہے کہ کسی عمل کے دعویدار کا عمل پورا نہیں ہونے دوں گا۔ اور جو میرے علاوہ کسی سے امید رکھتا ہے۔ اس کی امید کاٹ ڈالوں گا۔ اور جو غیر اللہ پر اعتماد کرے گا اس کی پشت توڑ دوں گا۔ اور جو غیر اللہ سے انس رکھے گا اسے طویل وحشت میں گرفتار کر دوں گا۔ اور جو غیر سے محبت کرے گا اس سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔ اے موسیٰ! میرے کچھ

بندے ایسے ہیں کہ وہ اگر مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی طرف توجہ فرماتا ہوں میری جانب چلتے ہیں تو انہیں اپنے نزدیک کرتا ہوں۔ میرا تقرب تلاش کرتے ہیں تو جام وصال پلاتا ہوں، اور کفایت کرتا ہوں۔ مجھے سرپرست بناتے ہیں تو سرپرستی قبول کرتا ہوں۔ اگر مجھ سے مخلصانہ محبت کرتے ہیں تو میں بھی اسی طرح پیار کرتا ہوں۔ عمل کرتے ہیں تو بدلہ دیتا ہوں۔ ان کے معاملات کی میں ہی تدبیر فرماتا ہوں۔ ان کے دلوں کی نگہداشت کرتا ہوں۔ ان کے حالات کی سرپرستی کرتا ہوں۔ میں نے ان کے قلوب کی تسلی صرف اپنے ذکر سے فرمادی ہے۔ ذکر ہی ان کے امراض کا علاج ہے۔ ذکر ہی سے ان کے قلوب میں روشنی ہے۔ میرے علاوہ وہ کسی سے انس اختیار نہیں کرتے۔ اور اپنے قلوب کی منزل میرے پاس بناتے ہیں۔ اور انہیں میرے سوا قرار بھی نہیں آتا ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بندگان خاص سے ملحق فرمائے آمین (ص ۲۶۷، ۲۶۸)

اِنقطاع و یکسوئی:

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ سلام کر کے بیٹھا، آپ نے دریافت فرمایا۔ کیوں آئے ہو؟۔ اس نے کہا۔ اے ابو علی! آپ سے انس کے لئے آیا ہوں۔

فرمایا، یہ انس تو ہوا نہیں، یہ تو بڑی وحشت ہوئی۔ خیر اب تو بتا تو یہاں سے جاتا ہے یا میں خود چلا جاؤں، وہ چلا گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

تو اگر خود کو ہمہ وقت توبہ کے آئینے میں دیکھتا رہے تو معصیت کی قباحت تجھ پر عیاں ہو جائے گی ـــــ (ص ۲۶۸)

انہی کا ارشاد ہے۔

لوگوں سے پہچان کم کر دو، جن لوگوں سے جان پہچان نہیں ہے۔ ان سے پہچان

نہ پیدا کرو۔ اور جن سے ہے ان سے بھی کنارہ کشی کرو۔ اور جس طرح خونخوار درندے سے دور رہتے ہو، اسی طرح لوگوں سے بھاگو۔ جمعہ اور جماعت سے کبھی پیچھے نہ رہو۔

ایک بزرگ نے فرمایا۔

تم انجان لوگوں سے پہچان پیدا کرنا چاہتے ہو، اور ہم پہچان والوں سے انجان بنتے ہیں ——— (ص: ۲۶۸)

میں نے سوچا مجھے اچھا سا کوئی دوست ملے ——— مخلص معتمد اور راز چھپانے والا،
وادیٔ سنگ نظر آئی مجھے ہر بستی ——— جو ملا دل کو نیا زخم لگانے والا

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جو کچھ حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ نے فرمایا یہ سلف صالحین کے دو مذہب فکر میں سے ایک ہے۔ وہ حضرات تنہائی کو سلامتی کا ذریعہ خیال فرماتے ہیں تاکہ عبادت کے لئے فراغت رہے۔ اور میل جول کے بعد جو لوگوں کے حقوق ہو جاتے ہیں، ان سے نجات رہے۔

اور بعض صوفیۂ کرام نے ملنے جلنے کو روا رکھا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث میں صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کی ترغیب ہے۔ اور نیک لوگوں سے ملنے جلنے کو آخرت کے لئے سود مند بتایا گیا ہے ——— خود فرمانِ رب العالمین ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف ۶۷/۴۳)

اس روز دوست باہم دشمن ہوں گے، مگر متقی حضرات کہ وہ دوست ہی رہیں گے۔

حضرت احمد بن حواری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ ——— تو فرمایا حیف! ہمارے اور اس راستے کے درمیان بے شمار گھاٹیاں ہیں، جو محض اس طرح سر ہو سکتی ہیں کہ بڑی سُرعت سے سفر ہو۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کیا جائے ——— اور مشغول کرنے والے تعلقات کو ختم کیا جائے ——— رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم، آمین ——— (ص: ۲۶۸)

شیر نے بات مان لی:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ اپنے مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کچھ لوگ پریشاں حال مجلس میں آئے اور کہنے لگے حضور والا! ایک شیر ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے اور شیر سے فرمایا۔
ابوالحارث! اگر تجھے ہمارے بارے میں کوئی حکم ہوا ہے تو اس پر عمل کر، اور اگر ایسا نہیں ہے تو راستے سے ہٹ جا۔
حضرت کی بات سنکر شیر وہاں سے چلا گیا۔ جاتے ہوئے دل گرفتہ چلاتا جارہا تھا۔۔۔
پھر آپ نے لوگوں کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نیند سے اٹھنے کے بعد اسے پڑھ لیا کرو۔
اَللّٰھُمَّ احْرِسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاحْفَظْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا فَلَا نَھْلِکُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَاءُنَا۔
اے اللہ! تو اپنی چشم عنایت سے جسے کبھی نیند نہیں، ہماری نگہبانی فرما۔ اور اپنی اس پناہ سے جس کا قصد کوئی کرہی نہیں سکتا، ہماری حفاظت فرما۔ اور اپنی قدرت سے ہم پر رحم کر کیونکہ تجھ پر بھروسہ اور امید کرنے کے بعد ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔
(ص: ۲۶۹)

شیر کی روٹیاں:

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ دوپہر کو کسی جنگل سے گزر رہے تھے، اچانک ایک بڑا شیر نظر آیا۔ حضرت نے رضائے الٰہی کے تابع رہنے کا قصد کرلیا۔ تھوڑی دیر میں شیر ان کے قریب پہونچ گیا مگر وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ ایک آواز نکالتے ہوئے قریب پہونچ کر بیٹھ گیا۔ اور زخمی پاؤں حضرت کی گود میں رکھ دیا۔ حضرت نے دیکھا کہ پیر سوجا ہوا ہے۔ اور زخم کے اندر مواد پیپ ہے۔ انہوں نے ایک نوک دار لکڑی سے زخم صاف کر کے اس پر کپڑے کی ایک پٹی باندھ دی۔ اور شیر چلا گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ساعت دیکھا کہ شیر آ رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی دم ہلاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دو روٹیاں ہیں، جو انہوں نے مجھے لا کر دیں۔ (ص: ۲۶۹)

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے راستے میں ایک ویران مقام پر تھے۔ ناگہاں انہیں ایک بہت بڑا درندہ نظر آیا جسے دیکھ کر حضرت ابراہیم خوفزدہ ہو گئے۔ فرماتے ہیں اسی وقت ہاتف نے آواز دی۔

خاطر جمع رکھو تمہارے گرد ستر ہزار فرشتے حفاظت پر مقرر ہیں ــــــ (ص: ۲۶۹)

شیر کی گوشمالی:

حضرت سفیان ثوری اور شیبان راعی رضی اللہ عنہما حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں اچانک ہمارے راستے میں ایک شیر آ گیا۔

حضرت سفیان: (شیبان راعی سے مخاطب ہو کر) اس کتے کو آپ دیکھ رہے ہیں، جو سامنے آ رہا ہے۔

حضرت شیبان: ڈرو نہیں!

اور حضرت شیبان کی آواز سنکر شیر کتے کی طرح دُم ہلانے لگا۔ اور ان کو خوش کرنے لگا۔ اور حضرت شیبان نے اس کا کان گرم کیا۔

حضرت سفیان: شیبان! آخر یہ سب کیا ہے؟

حضرت شیبان: کچھ بھی نہیں سفیان، اگر مجھے شہرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنا زاد سفر اس کی پشت پر لاد کر مکہ معظمہ تک لے جاتا۔

ایک بزرگ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ پہاڑ پر رہتے تھے جب بارش ہوتی یا انہیں سردی لگتی تو کئی شیر جمع ہو کر انہیں لپٹا لیتے اور ان کے جسم کو گرمی فراہم کرتے ــــــ (ص: ۲۶۹)

شیر پہچانتا ہے عارف کو:

ایک صالح مرد اپنے نفس پر ناراض ہوئے۔ اور فرمایا آج میں تجھے ہلاکت کی جگہ ڈالوں گا۔ ان کا قیام شیروں کے جنگل سے قریب تھا وہ اٹھے اور شیر کے دو بچوں کے درمیان جاکر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد شیر منہ میں گوشت لئے ہوئے آیا مگر جب بزرگ کو دیکھا تو گوشت منہ سے رکھ کر الگ جا بیٹھا۔ اس کے بعد شیرنی بھی منہ میں گوشت کا لوتھڑا لئے آئی اور انہیں دیکھا تو گوشت رکھ کر غراتی ہوئی جھپٹی۔ مگر شیر نے اسے روک دیا ـــــــ اور وہ بھی ایک جانب جا بیٹھی۔ اور دونوں نے انہیں کوئی اذیت نہیں دی۔ البتہ کچھ دیر بعد شیر نے اپنے بچوں کو ایک ایک کرکے بزرگ کے پاس سے آہستہ آہستہ اٹھایا اور شیرنی کی طرف یکے بعد دیگرے پھینک دیا۔ یقیناً یہ اللہ تعالےٰ کی اپنے دوستوں پر خاص کرم نوازی اور مہربانی ہے۔ رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم، آمین ـــــــ (ص ۲۶۹، ـــــ ۲۷۰)

اصلاح باطن:

فقہاء کی ایک جماعت کسی بزرگ کی زیارت کو گئی، ان کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کی قراءت میں غلطی پاکر فقہاء کی عقیدت زائل ہوگئی ـــــــ رات کو سوئے، تو سب کو احتلام ہوا۔ صبح اندھیرے منہ تالاب کے کنارے کپڑے اتار کر سب فقہاء ٹھنڈے پانی سے غسل کے لئے داخل ہوئے۔ اتنے میں ایک شیر آکر کپڑوں پر بیٹھ گیا۔ اب ان کا حال یہ ہوا کہ شیر کے خوف سے ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہے۔ ناگہاں بزرگ وہاں آپہونچے اور انہوں نے شیر کا کان پکڑ کر فرمایا۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو تکلیف نہ دینا ـــــــ پھر فقہاء کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا۔

آپ حضرات ظاہر کی اصلاح میں ہیں تو شیر سے ڈرتے ہیں۔ ہم اصلاح باطن میں

ہیں تو شیر ہم سے ڈرتا ہے۔

حضرت علامہ یافعی یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے جنگلوں میں قیام فرمانے والے ایک بزرگ سے دریافت فرمایا کہ آپ شیروں میں کس طرح رہتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے ہیبتِ ربانی کا لباس پہنا دیا گیا تھا تو میں خود شیروں سے بڑا شیر تھا۔ شیر مجھے دیکھ کر بھاگتے۔

نفس و شیطاں کو زیر کرتے ہیں ۔۔۔ سچ کہو تو دلیر ہیں یہ لوگ
شیر کتے ہیں ان کی چوکھٹ کے ۔۔۔ حق تعالیٰ کے شیر ہیں یہ لوگ بدتر

(ص: ۲۷۰)

پرندے اور حق آگاہی:

ایک بزرگ نے حضرت سمنون رضی اللہ عنہ کو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے محبت کا کلام فرماتے ہوئے سُنا۔ ایک چھوٹی سی چڑیا آئی قریب ہوئی اور قریب سے قریب آتی گئی یہاں تک کہ آکر ان کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر اتر کر زمین پر چونچ مارنے لگی، اور زمین سے خون نکلا۔ اور وہ فوراً مر گئی۔

اسی طرح آپ ایک روز مسجد ہی میں محبت کا کلام کر رہے تھے۔ ناگہاں مسجد کی ساری قندیلیں ٹوٹ کر گر گئیں۔

شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تنہا سفر میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ہمراہ ایک پرندہ متعین فرما دیا تھا جو رات کو مجھ سے باتیں کرتا۔ اور یا قدوس یا قدوس کا ذکر کرتا۔ اور صبح ہوتی تو پروں کو پھڑپھڑاتا اور کہتا۔ سبحان الرزاق

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں ملک شام کے ایک قریہ میں رکا۔ اچانک میں نے ایک آواز سنی کہ میں نے گناہ کیا اب پھر نہیں کروں گا۔ صبح کو میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ ایک چڑیا ہے، جسے فاقد الفه (وہ جس کا دوست بچھڑ گیا) کہتے ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطی فرماتے ہیں اس وقت میں نے ایک نامعلوم شخص کی آواز

سنی جو یہ اشعار پڑھتا تھا۔

طَيْرٌ نَحِيلٌ بِأَرْضِ الشَّامِ أَقْلَقَهٗ ذِكْرُ الْحَبِيبِ لَهٗ نُطْقٌ بِإِضْمَابٍ

سرزمین شام میں ایک نازک پرندہ ہے جسے محبوب کے ذکر نے بے چین کیا ہے وہ دل سے کلام کرتا ہے۔

يَقُولُ أَخْطَأْتُ حَتَّى الصُّبْحِ يُسْعِدُهٗ صَوْتٌ شَجِيٌّ وَيَبْكِيْ وَقْتَ أَسْحَابٍ

صبح تک کہتا رہتا ہے کہ میں نے خطا کی۔ اس کی موافقت اس کی دردناک آواز کرتی ہے اور سحر کے وقت روتا ہے۔ (ص: ۲۷۱، ۲۷۲)

پرندے کی بشارت:

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ روم کے ایک جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ تھے۔ سردار لشکر نے فوج کا ایک دستہ ایک جانب روانہ کیا۔ اور اس کی واپسی کے لئے تاریخ اور وقت مقرر کر دیا۔ مگر ہوا یہ کہ متعینہ تاریخ پر وہ فوجی دستہ واپس نہیں پہونچا جس سے مسلمان مجاہدین اور سردار لشکر سبھی کو نہایت تشویش ہوئی۔ حضرت ابو مسلم خولانی اپنے نیزہ کا سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ آکر نیزے پر بیٹھا۔ اور بولا کہ مسلمانوں کا فوجی دستہ سلامتی کے ساتھ مال غنیمت لئے ہوئے آرہا ہے۔ فلاں روز اتنے وقت پہونچ جائے گا۔ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تم پر اللہ رحم فرمائے بتاؤ تم کون ہو؟ ــــــ پرندے نے کہا میں مسلمانوں کے قلوب سے غم دور کرنے والا ہوں۔ اس نے جس وقت لشکر پہونچنے کی خوشخبری دی تھی وہ اسی وقت پہونچا۔ (ص: ۲۷۲)

وجد و کیف:

حضرت خیر نساج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ہم لوگ مسجد میں تھے اتنے میں حضرت شبلی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان پر وجد طاری

تھا۔ ہم لوگوں کو دیکھا مگر کچھ فرمایا نہیں۔ پھر حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مکان میں جا گھسے۔ حضرت جنید کے پاس ان کی بیوی تھیں۔ انہوں نے چاہا کہ حجاب کریں مگر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں تو ہوش نہیں ہے، تمہیں تو یہ جانتے بھی نہیں۔ حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے سر پر تالی بجائی اور یہ اشعار پڑھے۔

عَوَّدُونِی الوِصالَ والوصلُ عَذبٌ وَرَمَونی بالصَدِّ والصدُّ صعبٌ

مجھے وصال کا عادی بنا دیا ہے اور وہ نہایت شیریں ہے اور مجھے مبتلائے ہجر کیا ہے اور وہ نہایت سخت ہے۔

زَعَمُوا حِینَ عَاتَبُوا اَنَّ جُرمی فرطُ حُبِّی لَهُم وَمَا ذاکَ ذَنبٌ

عتاب میں کہتے ہیں فرط محبت ہی میرا جرم ہے —— مگر یہ تو کوئی جرم نہیں ہے۔

لا وحُسنِ الخُضُوعِ عندَ التلاقی مَا جزَا مَن یُحِبُّ اَلَّا یُحَبُّ

قسم ہے وقتِ ملاقات کے عمدہ برتاؤ کی کہ محبت کی جزا سوا محبت کے اور کچھ نہیں

یہ اشعار سنکر حضرت جنید رضی اللہ عنہ جھومنے لگے اور فرمایا ھو ذاك وہ تو وہی ہے۔ حضرت شبلی نے ان کی بات سنی تو غش کھا کر گر پڑے۔ اور کچھ دیر کے بعد رونا شروع کیا۔ اس وقت حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا۔ اب پردہ کر لو کیونکہ انہیں ہوش آگیا ہے۔

ایک بزرگ حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں دیکھا کہ موچنے سے اپنے بھوؤں کا گوشت نوچ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس سے تو آپ ہی کو تکلیف پہونچے گی۔ فرمایا۔

مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ اس لئے درد کا یہ سامان کر رہا ہوں تاکہ جی کا میلان اس درد کی جانب ہو، اس طرح حقیقت روپوش ہو جائے مگر نہ درد ہوتا ہے نہ حقیقت روپوش ہوتی ہے۔ اور نہ ہی مجھ میں ضبط کا یارا ہے۔

سیدالطائفہ ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ بندہ پر کبھی ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اس وقت اگر اسے تلوار ماریں تو بھی اسے احساس نہ ہو۔ اس بات میں میں کچھ مشتبہ تھا مگر پھر واضح ہو گیا کہ درست ہے۔

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالےٰ کا فرمان،

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ (یوسف ۱۲/۳۱) پس زنانِ مصر نے حضرت یوسف کو دیکھا تو انہیں عظیم جانا اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

اس کی تائید فرماتا ہے۔ تفسیر میں ہے کہ ان عورتوں کو اپنی انگلیاں کٹنے کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ جب مخلوق کی محبت کا یہ حال ہے تو بھلا خالق کی محبت کا کیا حال ہوگا اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس نے اس کی لذت نہ چکھی ہو ـــــــ اور جو اس قوم (اولیاء اللہ) کے حال سے ناواقف ہو۔ اسی طرح اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاؤں میں ناسور ہو گیا۔ اطباء نے فیصلہ کیا کہ اگر پاؤں کاٹا گیا تو یہ مر جائیں گے۔ ان کی ماں نے طبیبوں سے کہا۔ جب یہ نماز میں کھڑے ہوں اس وقت پاؤں کاٹنا کیونکہ اس وقت انہیں کسی شئے کی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور انہیں احساس نہیں ہوا۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین۔ (ص ۲۷۲، ۲۷۳)

شیخ ابو حفص نیشاپوری رضی اللہ عنہ لوہاری کا کام کرتے تھے۔ قاری کو تلاوت کرتے سنا تو ان پر حال طاری ہو گیا۔ اس حالت میں آپ نے اپنا دست مبارک بھٹی میں ڈال کر آگ سے سرخ لوہا نکال لیا۔ اور آپ کو کچھ نہیں ہوا ـــــــ ان کا ایک تلمیذ وہاں موجود تھا یہ دیکھ کر چیخ پڑا کہ حضور! یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دوکان چھوڑ دی اور وہ پیشہ ترک کر دیا۔ (ص ۲۷۳)

تابِ ضبط:

حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں ایک صالح جوان رہتا تھا۔ اس کا

یہ حال تھا کہ جب کوئی ذکر سنتا تو چیخ پڑتا۔ ایک روز حضرت شیخ نے فرمایا۔ آئندہ ایسا
کیا تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب ذکر سنتا
تو ضبط کرتا اور چہرہ متغیر ہو جاتا۔ اور اس کے رونگٹے رونگٹے سے خون جاری ہو جاتا
ایک روز اسی حالت میں زور دار چیخ اس کے منہ سے نکلی اور وہ انتقال کر گیا۔
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (ص: ۲۷۴)

شیخ علی رودباری رضی اللہ عنہ ایک محل کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ
ایک جوان رعنا زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہے لوگوں کی بھیڑ جمع ہے۔ شیخ نے ماجرا
دریافت کیا۔ تو بتایا گیا کہ محل کے اندر ایک باندی یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

كَبُرَتْ هِمَّةُ عَيْنٍ طَمِعَتْ فِي أَنْ تَرَاكَا

وہ آنکھ بڑا حوصلہ رکھتی ہے جسے تجھے دیکھنے کی طمع ہے۔

أَوَمَا حَسْبُ لِعَيْنٍ أَنْ تَرَى مَنْ قَدْ رَآكَا

کیا آنکھ کو یہ کافی نہیں کہ اسے دیکھ لے جس نے تجھے دیکھا۔

محل کے باہر اس جوان رعنا نے باندی کے یہ اشعار سنے اور چیخ مار کر گر پڑا۔ ہم
لوگوں نے جا کر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی۔ (ص: ۲۷۴)

سماع:

حضرت عمرو بن عثمان مکی اصفہان تشریف لے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کا کوئی ہم رشتہ
نوجوان بھی تھا جسے اس کے باپ صحبت صوفیہ سے روکتے تھے۔ وہ جوان اصفہان
میں بیمار ہو گیا۔ شیخ عمرو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ساتھ ایک قوال
بھی تھا۔ جوان نے شیخ سے فرمائش کی کہ قوال سے کچھ سنوائیں۔ اس نے سنایا۔

مَا لِي مَرِضْتُ فَلَمْ يَعُدْنِي عَائِدٌ مِنْكُمْ وَيَمْرَضُ عَبْدُكُمْ فَأَعُودُ

مجھ میں کیا ہے کہ میں بیمار ہوا تو تمہارا کوئی آدمی بیمار پرسی کو نہیں آیا۔ اور تمہارا کوئی
غلام بھی بیمار ہوتا ہے تو میں عیادت کو آتا ہوں۔

شعر سنکر نوجوان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور مزید کچھ سنانے کے لئے کہا۔ قوال نے پڑھا

وَاَشَدُّ مِنْ مَرَضِیْ عَلَیَّ صُدُوْدُکُمْ　　وَصُدُوْدُ عَبْدِکُمْ عَلَیَّ شَدِیْدُ

اور مجھ پر میرے مرض سے زیادہ شدید تمہاری بے رخی ہے۔ اور مجھ پر تو تمہارے غلام کا اعراض بھی سخت ہوتا ہے۔

اشعار سننے کے بعد اس پر یہ اثر ہوا کہ اس کے جسم میں سردی کا احساس بڑھ گیا۔ اور وہ لوگوں کے ہمراہ نکل کر باہر چلا۔ لوگوں نے شیخ عمرو بن عثمان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

جب سماع سے پہلے اشارہ ہوتا ہے تو مریض کو شفا ملتی ہے اور وہ اوپر سے ہوتا ہے۔ اور اگر سماع کے بعد اشارہ ملتا ہے تو یہ نیچے سے ہوتا ہے اور اس سے مریض کی ہلاکت ممکن ہے۔

یعنی اگر حق تعالےٰ کی صحبت کا اشارہ پہلے ہو پھر سماع سنیں تو شفا ہوتی ہے۔ اور سماع کے بعد یہ اشارہ صحبت پیدا ہو تو قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ مریض ادنیٰ اشارہ سے دوبارہ بیمار پڑ جاتا ہے اور یہ بیماری سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ مریض میں قوت کم ہوتی ہے اور اکثر ایسی حالت میں ہلاکت ہوتی ہے

ہوا میں رقص :

ایک بزرگ پانچ فقراء کے ہمراہ ایک دیہات میں گئے ان لوگوں کے ساتھ ایک قوال بھی تھا۔ فقیروں میں سے ایک صاحب وجد تھا۔ ہر وقت قوال سے کچھ سنانے کی فرمائش کرتا۔ اور قوال جب کوئی کلام سناتا تو اسے حال آجاتا۔ بزرگ نے اس فقیر کو سرزنش کی کہ آخر یہ کیسا وجد ہے؟ —— فقیر سنکر چپ رہا۔ بزرگ فرماتے ہیں کچھ دیر بعد میں نے مڑ کر دیکھا تو وہی فقیر ہوا میں رقص کر رہا تھا۔ میں اس کی طرف دوڑ کر گیا کہ اس سے معافی مانگوں مگر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور اس کے نہ ملنے کا مجھے اب تک افسوس ہے۔ (ص: ۲۷۵)

وجد و سرمستئ الست:

ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے وجد و حال کے بارے میں سوالا کئے گئے۔
سوال: حضور! کیا بات ہے کہ آدمی نہایت اطمینان و سکون سے ہوتا ہے پھر جب سماع سنتا ہے تو بیقرار ہو جاتا ہے۔
جواب: اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارواح کو مخاطب کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" ارشاد فرمایا تھا جس کے جواب میں روحوں نے بَلیٰ کیوں نہیں، بیشک تو ہمارا رب ہے"۔ کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول اَلَسْتُ کی حلاوت ارواح میں رچ بس گئی۔ اب جب سماع سنتے ہیں تو وہی حلاوت تازہ ہو کر بیچین و بیقرار کر دیتی ہے۔
اسی طرح حضرت شیخ ابو اسحاق ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔
سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید سنکر وجد نہیں آتا، اور قرآن کے علاوہ کلام سن کر آجاتا ہے؟۔
جواب: قرآن عظیم غلبہ اور ہیبت کا کلام ہے جس کی وجہ سے حرکت نہیں ہوتی اور دوسرے کلام میں نشاط و لذت موجود ہے اور غلبہ و ہیبت نہیں ہے۔ یہی شئے وجد و حال کا سبب ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سماع کی نسبت فرماتے ہیں۔
سچا وجد دل کو ہلا دیتا ہے۔ سماع اگر کوئی حق کے لئے سُنے تو صاحب حقیقت ہو جاتا ہے۔ اور اگر بوجہ فسق سُنے تو زندیق ہو جاتا ہے۔
حضرت شیخ ابوالقاسم نصر آبادی سماع کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔
یہ قلب کی طاقت، صفائے باطن، اور رب تعالیٰ کی جانب سے عجائب قربت و غیبت کے کشف و مشاہدہ کے لحاظ سے اثر انداز ہوتا ہے۔
سیدالطائفہ امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے۔

فقراء پر تین وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ ایک سماع کے وقت کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے لئے سنتے ہیں اور وجد میں کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے کھانے وقت کیونکہ وہ بغیر فاقہ کے تناول نہیں فرماتے۔ اور تیسرے علمی بات چیت کے وقت کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں ہی کی باتیں کرتے ہیں۔ (ص ۲۷۵، ۲۷۶)

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا وجد:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سماع میں تشریف فرما تھے۔ زور کی چیخ ماری لوگوں نے جب وجہ پوچھی تو یہ شعر پڑھا۔

لو یسمعون کما سمعت کلامها　　　خروا لعزة رکعا و سجودا

اگر لوگ میرے مانند اس کی باتیں سنتے تو عزہ کے لئے رکوع و سجود میں گر پڑتے

اللہ کا ایک بندہ اس شعر کو پڑھ رہا تھا۔

اسئل عن سلمیٰ فهل من مخبر　　　یکون له علم بها این تنزل

میں سلمیٰ کے بارے میں دریافت کرتا ہوں تو کیا مجھے کوئی ایسا بتانے والا ہے جسے پتہ ہو کہ وہ کہاں مقام کئے ہوئے ہے۔

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے سُنا تو چیخ ماری اور فرمایا دونوں عالم میں اس سے متعلق بتانے والا کوئی نہیں ہے۔ (ص: ۲۷۶)

شیخ نوری رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سُنا۔

مازلت انزل من ودادک منزلا　　　تتحیر الالباب دون نزوله

تیری محبت میں میں ایسی منزل پر پہونچا رہتا ہوں جہاں پہونچنے کے لئے عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں۔

شعر سنتے ہی ان پر حال طاری ہوا۔ اور وہ جنگل میں کٹے ہوئے بانسوں کی

نکدار جڑوں پر رقص کرتے ہوئے اسی شعر کو دہراتے رہے۔ پاؤں لہولہان ہو گئے۔ صبح تک یہی عالم رہا اس کے بعد بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زخمی ہو کر پاؤں سوج گئے۔ اور اسی حال میں وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۷۶)

وجد و حال امت مسلمہ کے خواص اولیاء کا حصہ ہے:

یہ واقعہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت صوفیہ کی جماعت کے ساتھ کوہ طور پر تھے۔ نصرانیوں کے گرجا سے متصل ایک چشمہ پر اترے ہمراہ قوال تھا۔ اس نے سماع شروع کیا۔ صوفیہ پر وجد و حال طاری ہوا۔ اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ گرجا کا راہب اوپر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم، اور دین حنیف کی قسم دے دے کر انہیں اپنے پاس بلا رہا تھا۔ مگر کسی کو اس پر توجہ کی فرصت نہ تھی۔ جب وجد و حال ختم ہوا۔ اور سب لوگ سکون و اطمینان سے ہوئے تو راہب آیا۔ اور پوچھا آپ لوگوں کا استاذ و مرشد کون ہے۔ تمام لوگوں نے امام الطائفہ جنید کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے شیخ سے پوچھا۔ یہ صرف تمہارے دین میں خاص لوگوں کی چیز ہے یا عام شئے ہے؟ ——— شیخ نے فرمایا۔ یہ خاص چیز ہے جس کے لئے ترکِ دنیا اور تقویٰ بھی شرط ہے۔ راہب نے شیخ کی باتیں سن کر اسی وقت کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ راہب نے مزید کہا۔ میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کے مخصوص حضرات ترکِ دنیا کی شرط کے ساتھ سماع میں حرکت کریں گے اور ان کا لباس رنگین یا اون کا ہو گا۔ اور دنیا سے بقدر حاجت حاصل کریں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین۔ (ص: ۲۷۶۔ ۲۷۷)

نااہل مجلس بدر:

شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ایک رات مریدوں کے ساتھ ایک دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے مجلس میں ایک اجنبی شخص کو دیکھا تو اسے بلاکر اپنی چادر دی اور فرمایا۔ اسے رہن رکھ کر دو سیر شکر فقیروں کے لئے خریدلاؤ۔ وہ شخص جب چادر لے کر باہر گیا تو آپ نے اندر سے دروازہ بند کرکے باآواز بلند فرمایا۔ اے شخص چادر لے کر جا اور یہاں لوٹ کر نہ آنا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔

اپنی چادر بیچ کر آج کی شب تمہارے لئے میں نے وقت کی طہارت خریدی ہے اور تم میں سے ایک ایسے شخص کو الگ کر دیا جو تم میں کا نہیں تھا۔

آپ نے فرمایا۔

سماع کے لئے تین چیزوں کی حاجت ہے۔ (زمان، مکان، اخوان ـــــ یعنی) وقت اور مقام مناسب ہو، اور شرکائے مجلس اہلیت رکھتے ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

میں ایک رات صلحائے احباب کے ساتھ تھا۔ وہ لوگ سماع کے لئے جمع ہوئے تھے۔ قوال جب کوئی شعر پڑھتا تو ان پر وجد طاری ہوتا اور وہ کھڑے ہوکر رقص کرتے۔ میں نے یہ دیکھ کر دل ہی دل میں انکار کیا۔ اسی شب کی بات ہے میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور صوفیہ پل صراط سے رقص کرتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ اور لوگ ان سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر جب میں بیدار ہوا تو عہد کیا کہ ان لوگوں پر کبھی انکار نہیں کروں گا۔ (ص: ۲۷۷)

آسماں با صوفیاں ہم محو رقص:

شیخ کبیر ابوالغیث ابن جمیل یمنی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ ابتداءً وہ بھی سماع کے منکر تھے اور سننے والوں سے معارض ہوتے تھے۔ مگر آخر میں آپ نے یہ طریقہ چھوڑ

دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی۔

ایک شیخ فقراء کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لائے اور سماع کرتے ہوئے گاؤں میں داخل ہوئے۔ آپ نے گاؤں والوں سے فرمایا کہ انہیں ایسا کرنے سے روکو چنانچہ لوگ لاٹھیاں لے کر شیخ ابن جمیل کے ساتھ مزاحمت کے لئے نکلے۔ اتنے میں وہ لوگ سماع کرتے ہوئے وہاں پہونچے۔ شیخ ابن جمیل پر بھی وجد طاری ہو گیا۔ اور آپ رقص کرنے لگے۔ ساتھیوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا قسم ہے عزت وجلال والی ذات کی، عزت صرف اسی کے لئے ہے۔ میں نے جب دیکھا کہ آسمان بھی محوِ رقص ہے تو میں نے رقص کیا۔ (ص: ۲۷۷، ۲۷۸)

شیخ کبیر محمد بن ابو بکر حکمی یمنی رضی اللہ عنہ سماع کے قائل تھے۔ فقہاء میں سے بعض حضرات آپ پر اعتراض کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے انکار کرنے والے فقیہ سے عین حالتِ سماع میں فرمایا۔ اے فقیہ! اوپر دیکھ،

انہوں نے سر اٹھایا تو ہوا میں فرشتے رقصاں نظر آئے ——— (ص: ۲۷۸)

امام عارف فقیہ احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ جن کی شان اولیاء میں ایسی ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں، آپ سے صوفیۂ کرام کے سماع کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اگر میں اسے مباح کہوں تو خود اس کا اہل نہیں، اور اگر انکار کروں تو مجھ سے بہتر لوگوں نے اسے سُنا ہے۔

شیخ ابو الحسن بن سالم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اہل سماع پر کچھ نکیر کرتے ہیں۔ فرمایا:

میں کیسے انکار کروں جبکہ مجھ سے اچھے اور بہتر لوگوں نے سُنا ہے جن میں حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت سری سقطی، حضرت ذو النون مصری، حضرت ابو الحسین نوری، حضرت ابو القاسم جنید بغدادی، حضرت شبلی رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسے لوگ ہیں۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں۔
اگر ہم سماع کا انکار کریں تو ستر اولیائے کرام کا انکار کریں گے ——
مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو لوگوں سے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ —— عرض کیا گیا نہیں، فرمایا یہ کہتا ہے سُبحَانَ حقاً حقاً اِنَّ الْمَوْلیٰ صَمَدٌ یبقیٰ۔ سماع کے منکر ایک فقیہ صاحب کے پاس ایک صوفی صاحب تشریف لے گئے۔ دیکھا تو فقیہ صاحب گھر کے اندر گردش کرتے جا رہے ہیں۔
صوفی صاحب: آخر کس بات پر یہ گردش ہے۔
فقیہ صاحب: ایک مسئلہ عرصہ سے سمجھ میں نہیں آرہا ہے ابھی حل ہوا ہے۔ اسی خوشی میں جھوم رہا ہوں۔
صوفی صاحب: آپ ایک مسئلہ پر اس قدر جھوم رہے ہیں پھر بھلا اللہ پر وجد کرنے والوں کا انکار کیوں کرتے ہیں؟۔
حضرت علامہ یافعی توضیح فرماتے ہیں۔
اِن دونوں خوشیوں میں فرق ہے۔ ایک خوشی وہ ہے جو اللہ کے حکم کو سمجھنے پر حاصل ہوئی۔ اور ایک وہ ہے کہ جب قلب اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق دید سے پُر ہو جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیِ جمال اور صفتِ کمال پر، اللہ تعالیٰ کے شیریں ذکر اور دردِ حال اور مراتب کی بلندی سے نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اور بادۂ محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے۔ (ص: ۲۷۸ —— ۲۷۹)
شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سماع جن میں ہم راتوں کو حاضر ہوتے ہیں، اور کبھی اس میں حرکتیں بھی پیدا ہوتی ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ —— فرمایا، میں ہر شب تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں۔ مگر اسے قرآن شریف سے شروع کر کے قرآن شریف پر ہی ختم کیا کرو۔ (ص: ۲۸۰)

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
شیوخ کے سماع کا ذکر سن کر کوئی جاہل دھوکا نہ کھائے اور یہ نہ خیال کرے کہ سماع ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ نہیں نہیں، یہ تو محض ان حضرات کے لئے ہے جن کو حق سبحانہ وتعالےٰ کا شوق غالب ہو۔ اور جن سے خواہشاتِ نفسانی اور صفاتِ بہیمیہ صاف ہو چکی ہوں۔ اور جو اہل حال کے ان صفات سے متصف ہوں ——

وَ لَمَّا حَضَرْنَا بِالسُّرُوْرِ بِمَجْلِسٍ   اَضَاءَتْ لَنَا مِنْ عَالَمِ الْغَيْبِ اَنْوَارُ
اور ہم جس وقت سرور کے ساتھ بزم میں حاضر ہوئے تو ہم پر عالم غیب کے انوار روشن ہوئے۔

علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک سماع انہی شرطوں کے ساتھ جائز ہے جو مشائخ نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہیں۔ ان کے اندر ترتیب و تہذیب اور تحقیق کے لحاظ سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب "عوارف المعارف" بہت عمدہ ہے۔ اور عثمان حیری رضی اللہ عنہ کا قول کیسا پیارا ہے۔ فرمایا۔
سماع تین قسم کا ہے ایک ابتدائی مریدوں کا، جو احوال شریفہ خود میں پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے سماع میں فتنہ کا خطرہ ہے۔ دوسرا صادقین کا، جو اپنے احوال میں ترقی چاہتے ہیں۔ اور اوقات کی مناسبت سے سنتے ہیں تیسرا اہل استقامت کا سماع ہے جو عارف حضرات ہیں۔ ہر حال میں ان کا تعلق اللہ سے ہے۔ اور وہ ہر حال میں اللہ ہی کے اختیار پر قائم ہیں۔ اس کی رضا کے بغیر ہلتے بھی نہیں۔ یہی تیسرا گروہ ہے جس کے بارے میں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سماع صرف ان کے لئے جائز ہے جنہوں نے ریاضت سے نفس کا علاج کر لیا ہے۔ اور اسے صفاتِ ذمیمہ سے پاک کر کے ممنوعات سے محفوظ کر لیا ہے۔ نیز خیالات اور دل کو زہریلی آفتوں سے طاہر بنا لیا ہے۔ اور اسے اسرار و صفات کا عرفان میسر آچکا ہے ایسے انسان کو سماع جائز ہے رضی اللہ عنہم۔
(ص: ۲۸۰، ۲۸۱)

شیخ ذوالنون مصری اور وجد و حال:

حضرت شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے بارے میں احمد بن مقاتل مکی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جب بغداد شریف پہونچے تو مشائخ صوفیہ آپ کے پاس آئے۔ ان لوگوں کے ساتھ قوال بھی تھا۔ آپ سے سماع کی اجازت لے کر قوال نے یہ اشعار پڑھے۔

صَغِیْرُ هَوَاکَ عَذَّبَنِیْ   فکیفَ بِہٖ اِذَا احْتَنَکَا

تیری تھوڑی محبت نے مجھے عذاب میں ڈال رکھا ہے اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ خوب پختہ ہو جائے۔

وَاَنْتَ جَمَعْتَ فِیْ قَلْبِیْ   هَوًی قَدْکَانَ مُشْتَرَکَا

اور تو نے میرے دل میں اس محبت کو جمع کر دیا جو مشترک تھی۔

اَمَا تَرْثِیْ لِمُکْتَئِبٍ   اِذَا ضَحِکَ الْخَلِیُّ بَکٰی

کیا ایسے غمزدہ پر رحم نہ کروگے کہ جب فارغ البال ہنستا ہے تو وہ روتا ہے۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ یہ اشعار سن کر کھڑے ہوئے اور پھر منہ کے بل گر پڑے اور ان کا خون جاری تھا۔ مگر وہ زمین پر نہیں پڑتا تھا ——— آپ کے بعد ان لوگوں میں سے ایک آدمی اور اٹھا اور وجد کرنے لگا۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ وہ تجھے قیام اور حال کرتے دیکھ رہا ہے۔ وہ حضرت کی بات سن کر اپنی جگہ جا بیٹھا۔ (ص ۲۸۲، ۲۸۳)

حضرت الاستاذ شیخ ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ واقعہ کی توضیح میں فرماتے ہیں۔

حضرت ذوالنون پر اس وقت اس شخص کا حال منکشف ہوا۔ اور حضرت نے اسے تنبیہ فرمائی کہ یہ تیرا منصب نہیں۔ اور وہ شخص بھی انصاف پسند تھا کہ حضرت کی بات مان کر بیٹھ گیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ آپ نے ایک لڑکی

کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سُنا۔

خَلیلیَ مَا بَالُ المطایا کَاَنّھا   نَرَاھَا علَی الاعقاب بالقوم تَنکِصُ

اے دوست بالی سواریوں کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے قوم کو الٹے پاؤں لوٹا رہی ہیں

احمد بن علیہ ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا یہ شعر سن کر تمہیں کچھ کیف آیا۔ انہوں نے عرض کیا کچھ بھی تو نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم تو بے حس ہو۔

ایک بزرگ یہ شعر سن کر وجد میں آ گئے۔ (ص ۲۸۳)

یاللہ رُدُّوْا فؤادَ مُکتَئِبٍ   لیسَ لہٗ مِنْ حَبِیْبِہٖ خَلَفٗ

خدا کے واسطے اس غم زدہ کا دل پھیر دو جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا۔

اسی کیف و مستی میں رات بھر کھڑے رہے۔ کبھی کبھی گر پڑتے پھر سنبھل کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کے ساتھ مصاحبین بھی کھڑے روتے اور اشک بہاتے رہے

(ص ۲۸۳)

جلالت کیف:

ایک بزرگ کی بیوی کو زچگی میں دشواری ہوئی۔ وہ دعا کرانے کی نیت سے حضرت شیخ ابو الحسن دینوری رضی اللہ عنہ کے پاس شیشے کا گلاس لے گئے تاکہ کچھ لکھیں۔ انہوں نے جب گلاس پر بسم اللہ الرحمٰن تحریر فرمایا تو گلاس پھوٹ ٹوٹ گیا، اور شیخ پر غشی چھا گئی۔ اس کے بعد وہ بزرگ دوسرا لیے ہ اور کئی گلاس لاتے رہے اور ہر گلاس ٹوٹتا رہا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا ——— جاکسی اور سے لکھوا لے میرے پاس جتنے گلاس لائے گا سب ٹوٹ جائیں گے۔ میں اپنے مولا کو جب بھی یاد کرتا ہوں ہیبت و حضور کی کیفیت کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ (ص ۲۸۴)

انکشاف راز:

حضرت ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ اپنے ایک مرید پر بہت کرم فرماتے تھے، اس کی ضرورتیں خود پوری کرتے۔ اور وہ عبادت کرتا رہتا۔ آپ نے ایک روز اس

مرید سے فرمایا۔ اگر تم حضرت ابو یزید کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اچھا ہوتا۔

مرید: میں ان سے مستغنی ہوں۔

شیخ ابو تراب: نہیں تمہیں حاضری دینی چاہیئے۔ (شیخ نے بار بار کہا تو مرید کا وجد بھڑک اٹھا۔ اور کہنے لگا)

مرید: میں ابو یزید سے مل کر کیا کروں گا میں نے تو اللہ تعالےٰ کو دیکھ لیا ہے (شیخ فرماتے ہیں۔ اس پر میری طبیعت بھڑک اٹھی اور میں بے قابو ہو کر کہنے لگا)

شیخ ابو تراب: (عالم جلال میں) اللہ تعالےٰ کے دیدار پر غرور کرتا ہے۔ تیرا ایک بار ابو یزید کو دیکھنا تیرے ستر بار اللہ کو دیکھنے سے بہتر ہوتا۔

یہ سن کر مرید حیران رہ گیا۔ اور کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔

شیخ ابو تراب: تو اللہ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو تیرے درجہ کے مطابق تجھ پر اس کی تجلی ہوتی ہے جب خدا کو بایزید کے ساتھ دیکھے گا تو ان کے درجہ کے مطابق اس کی تجلی تجھے نظر آئے گی ـــــــ یعنی تجھ پر رب تعالےٰ کی صفات جلال و جمال کا اظہار ابو یزید کے حال کے لحاظ سے ہو گا۔

مرید نے عرض کیا مجھے ابو یزید رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلیں۔ چنانچہ شیخ ابو تراب اپنے اس مرید کے ہمراہ ایک پہاڑی پر جا کر انتظار کرنے لگے۔ کیوں کہ حضرت ابو یزید خاص شیروں کے جنگل میں عبادت فرماتے تھے۔ شیخ ابو تراب فرماتے ہیں ـــــــ وہ الٹی پوستین پیٹھ پر رکھے ہوئے، ہمارے قریب سے گزرے میں نے دیکھتے ہی مرید سے کہا یہ ہیں حضرت ابو یزید، مرید نے انہیں دیکھا، اور دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ انہوں نے اسے ہلایا تو وہ مُردہ تھا۔

شیخ ابو تراب: حضرت کیا آپ نے میرے مرید کو ہلاک کر دیا۔ آپ کو ایک نظر دیکھتے ہی وہ مر گیا۔

شیخ ابو یزید: وہ سچا تھا، اس کے قلب پر ایک سر کا انکشاف نہیں ہو پا رہا تھا مجھے دیکھتے ہی وہ منکشف ہوا۔ مگر وہ اسے برداشت نہیں کر سکا ـــــــ اور

مرگیا۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہ آمین ——— (ص: ۲۸۴ ——— ۲۸۵)

عالی مرتبت ابویزید:

عارف باللہ شیخ ابویزید رضی اللہ عنہ کے بارے میں یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے انہیں عشاء کی نماز کے بعد صبح تک مراقبہ میں اس طرح دیکھا کہ پاؤں کی ایڑیاں اور پنجے اٹھائے ہوئے محض انگلیوں پر کھڑے، ٹھوڑی سینہ پر لٹکائے اور آنکھیں کھولے ہوئے ہیں ——— صبح کے وقت سجدہ ریز ہوئے اور بہت لمبا سجدہ کیا پھر قعدے میں بیٹھ کر دعا کی۔

اے اللہ! ایک قوم نے تجھ سے تجھی کو مانگا، تو تو نے انہیں پانی پر چلنا، ہوا پر پرواز کرنا، زمین کا طے کرنا، اشیاء کی ماہیت بدل دینا (اور اسی قسم کی بیسیوں کرامات کا ذکر فرمایا) انہیں عطا فرمایا۔ اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔ اور میں ان باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں اس کے بعد میری طرف توجہ دی اور فرمایا یحییٰ ہے؟۔

حضرت یحییٰ: جی حضور!

شیخ ابویزید: یہاں کب سے کھڑے ہو؟۔

حضرت یحییٰ: کافی دیر سے کھڑا ہوں۔ (کچھ وقفہ بعد) کچھ احوال مجھے بھی افادہ کریں

شیخ ابویزید: تم سے تمہارے مناسب حال کچھ ذکر کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت نے مجھے فلکِ زیریں میں داخل فرمایا۔ اور ملکوت سفلی کی سیر کرائی۔ زمین میں تحت الثریٰ تک دکھایا۔ اس کے بعد مجھے فلکِ علوی تک رسائی بخشی۔ اور تمام افلاک عرش اور جنتوں کی سیر سے نوازا۔ پھر اپنے حضور کھڑا کر کے فرمایا۔ تجھے ان میں سے کیا پسند آیا تاکہ وہ تجھے بخش دوں۔ میں نے عرض کیا مجھے ان میں سے کوئی شئے پسند نہیں آئی، جو میں طلب کروں ——— ارشاد ہوا۔

اَنْتَ عَبْدِیْ حَقًّا تَعْبُدُنِیْ لِاَجْلِیْ صِدْقًا لَاَ فْعَلَنَّ لَاَ فْعَلَنَّ ———

تو میرا سچا بندہ ہے اور میری عبادت صرف میرے لئے کرتا ہے۔ میں تیرے لئے یہ کروں گا، یہ کروں گا (اور بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا)

حضرت یحییٰ یہ باتیں سن کر تعجب سے گھبرا اٹھے اور پوچھ بیٹھے ایسے وقت میں حضرت نے معرفت کا سوال کیوں نہ کیا جبکہ مالک الملک نے آپ سے فرما دیا تھا کہ جو چاہو مانگ لو۔

شیخ ابویزید: نادان خاموش! تجھے کیا خبر اس پر مجھے خود اپنی ذات سے غیرت معلوم ہوئی۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس کو اس کے سوا کوئی اور پہچانے ـــــ کسی شاعر نے کہا ہے۔

لَا تَذْكُرُ اِلَى العَامِرِيَّةَ اِنَّنِي اَغَارُ عَلَيهَا مِنْ فَمِ المتكلّمِ

میرے روبرو عامریہ کا ذکر نہ کر، کیوں کہ جب اس کا ذکر غیر کے منہ سے سنتا ہوں تو مجھے غیرت آتی ہے۔ (ص: ۲۸۵ ـــــ ۲۸۶)

قوت کشف:

ایک بزرگ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا ـــــ توکل یہ ہے کہ اگر تو اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے اور اژدہا تیرے ہاتھ کو پہونچوں تک نگل لے، اس وقت بھی تجھے غیرِ خدا سے کوئی اندیشہ نہ ہو۔

حضرت ابنِ یحییٰ سے جواب حاصل کرنے کے بعد سائل اسی بات کو دریافت کرنے کی نیت سے شیخ ابویزید کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ اور دروازہ پر دستک دی۔ شیخ نے دروازہ کھولے بغیر اندر ہی سے فرمایا ـــــ کیا تجھے عبدالرحمٰن کا جواب کافی نہیں؟۔

سائل: حضور! پہلے دروازہ تو کھولیں۔

فرمایا: تم میری زیارت کا ارادہ لے کر تو آئے نہیں، اور جواب تمہیں دروازہ

کے باہر ہی سے مل چکا ہے ـــــ سائل کا بیان ہے کہ اس کے ایک برس بعد میرے دل میں ان سے ملنے کی خواہش ہوئی حاضر ہوا تو دروازہ کھول کر خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا۔ اور فرمایا۔ اب تم زیارت کی نیت سے آئے ہو ـــ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں ایک مہینہ رہا۔ جب کوئی بات میرے دل میں آتی حضرت فوراً اس کا جواب عنایت کرتے ـــــــ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین۔ (ص ۲۸۶)

بحرآشام:

حضرت شیخ ابویزید رضی اللہ عنہ کو حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے تحریر کیا۔ کہ میں رب تعالے کی شرابِ محبت کی زیادتی کے باعث مدہوش ہوگیا ـــــ شیخ نے جواب دیا۔

وغیرُک شرِب بحورَ السمٰوٰت والارضِ وما دَوِیَ بعدُ ولسانُہ خارجُ وھو یقولُ ھَل مِن مَّزِیدٍ۔

اور کسی کا تو یہ حال ہے کہ آسمان و زمین کے سمندر پی کر بھی سیراب نہیں ہوا اور تشنگی کے سبب اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی صدا بلند کر رہا ہے۔

اسی مضمون میں کسی نے فرمایا ہے۔

مجھے اس شخص سے تعجب ہے جو کہتا ہے میں نے اللہ کا ذکر کیا۔ کیا میں کبھی اسے فراموش بھی کرتا ہوں جو یاد کر دں۔ میں نے شراب محبت کے جام پر جام پیے۔ لیکن نہ شراب ختم ہوئی نہ میں سیراب ہوا۔ (ص: ۲۸۶)

بے ادبی کا وبال:

ایک مرتبہ حضرت شفیق بلخی اور حضرت ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہما حضرت شیخ

ابو یزید رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو وہاں ایک نوجوان کھڑا تھا ــــــ حضرت شقیق رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے پر بلایا۔

حضرت شقیق: اے نوجوان آ ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو جا۔

جوان: میں روزہ سے ہوں۔

حضرت شقیق: ہمارے ہمراہ کھالے، اور تیرے لئے ایک ماہ کے روزوں کا ثواب

جوان: انکار،

حضرت ابویزید: آجا کھالے، اور تیرے لئے ایک سال کے روزوں کا ثواب،

جوان نے پھر انکار کیا۔ تو حضرت ابویزید نے فرمایا ــــــ جو اللہ کی نظر سے گر گیا اسے چھوڑ دو۔ وہ نوجوان ایک سال کے بعد چور بن گیا ــــــ اسی جرم میں گرفتار ہوا۔ اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے اولیاء کی بے ادبی سے بچائے اور اپنے غضب سے مامون فرمائے آمین) ص: ۲۸۶، ۲۸۷)

بدظنی کی سزا:

شیخ ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہ کی ایک خادمہ تھی جس کا نام زیتونہ تھا۔ اس نے اپنا واقعہ خود بیان کیا کہ ٹھٹھرتی ہوئی سردی کے زمانے میں میں نے حضرت شیخ نوری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کے لئے لاؤں۔ حضرت نے دودھ اور روٹی لانے کو فرمایا ــــــ میں دودھ روٹی لے کر حاضر ہوئی۔ آپ کے پاس کوئلہ رکھا ہوا تھا جسے آپ ہاتھ سے اُلٹ پلٹ کر رہے تھے۔ کوئلے کی سیاہی ہاتھ میں لگی ہوئی تھی۔ آپ نے کھانا شروع کیا۔ اور اسی ہاتھ سے کوئلے کو پلٹایا اور کوئلہ میں آگ بھڑک اٹھی۔ دودھ آپ کے ہاتھ پر بہنے لگا۔ میں نے جی میں خیال کیا۔ اے اللہ! تجھے پاکی ہے تیرے اولیاء کیسے ہیں ان میں صفائی نہیں؟۔

خادمہ بیان کرتی ہے کہ میں جب حضرت کے گھر سے نکلی اتنے میں ایک عورت

آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ اور کہنے لگی تو نے میرے کپڑوں کی گٹھری چرائی ہے۔ اور مجھے کوتوال کے پاس گھسیٹ لے گئی۔ حضرت شیخ نوری کو اطلاع ہوئی تو کوتوالی میں تشریف لے گئے اور فرمایا ـــــ زیتونہ کو چھوڑ دو۔ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔

کوتوال: مگر میں کیسے چھوڑ دوں کہ اس پر چوری کا الزام ہے۔ اور عورت نے اسی پر دعویٰ کیا ہے۔

اتنے میں ایک کنیز کپڑوں کی پوٹلی لے کر آئی۔ اور حضرت نے کپڑے اس کی مالکہ کے حوالے کر کے زیتونہ سے کہا۔

پھر کہوگی اولیاء اللہ کیسے ناصاف ہوتے ہیں ـــــ

زیتونہ نے کہا میں توبہ کرتی ہوں ـــــ (ص: ۲۸۷)

دانت جڑ گئے:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی قیامگاہ کے پاس ایک فوجی اور عام شہری سے جھگڑا ہو گیا۔ بات ہاتھا پائی تک پہونچی شہری نے فوجی کے دانت توڑ دیئے فوجی نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے بادشاہ کے پاس لے چلوں گا۔ لوگوں نے کہا یہاں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ ان کے پاس چلے جاؤ ـــــ دونوں حضرت کی خدمت میں آئے اور ماجرا سنایا ـــــ آپ نے فوجی کے دانت میں اپنا لعابِ دہن شریف لگا کر انہیں ان کے مقام پر چپکا دیا۔ فوجی نے جب دانتوں پر زبان پھیری تو دانت بالکل مضبوط جمے ہوئے تھے اور ذرا بھی ناہمواری نہ تھی۔ (ص: ۲۸۷)

غدود غائب:

ایک ممی شخص کے ہاتھ میں غدود تھا، جسے دفع کرنے کے لئے اس نے بہت دوا دعا سے کام لیا مگر ختم نہیں ہوا۔ وہ شخص حضرت ابن عجیل علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچا۔ اور کہنے لگا اگر آپ نے بھی میرا یہ مرض ختم نہیں کیا تو مزار کے اوپر سے میرا

حسنِ ظن ختم ہو جائے گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر لاحول پڑھا۔ اور اس کے غدود کو اپنے ہاتھ سے چھو کر اس پر کپڑے کی پٹی باندھ دی۔ اور فرمایا اس پٹی کو گھر پہونچ کر کھولنا۔ وہ شخص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں سے چل کر ایک قریہ میں پہونچے۔ اور وہاں روٹی اور دودھ سے بنا ہوا کھانا (ثرافہ) کھایا۔ کھانا کھانے کے لئے اس نے بے خیالی میں پٹی کھول دی تو ہاتھ میں غدود نہ تھا۔ نہ اس کی کوئی علامت بلکہ اسے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا کہ غدود ہاتھ کے کس حصہ میں تھا؟۔ (ص: ۲۸۸)

گم شدہ بیل:

ایک شخص کا بیل گم ہو گیا۔ وہ عارف فقیہ محمد بن حسین بجلی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اگر اپنا بیل واپس چاہتے ہو تو فلاں جگہ چلے جاؤ ہمارے شیخ ہل جوت رہے ہوں گے ان سے اپنا بیل واپس لئے بغیر نہ آنا۔ چنانچہ وہ شیخ محمد بن ابو بکر حکمی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے لپٹ گیا۔ اور کہا میرا بیل مجھے لوٹا دو۔ وہ شیخ کو جانتا نہ تھا بلکہ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ انہوں نے ہی میرا بیل چرا لیا ہے۔ حضرت شیخ نے دریافت کیا۔ میرے پاس تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ ـــــ بیل کے مالک نے شیخ محمد بن حسین کا نام بتایا۔ اور کہنے لگا یہ باتیں چھوڑیئے مجھے میرا بیل چاہیئے ـــــــ آپ نے اس سادہ مزاج کسان کی حالت پر رحم کھا کر تبسم فرمایا اور کہا جا فلاں جگہ تیرا بیل ایک پیڑ سے بندھا ہوا ہے جا کر کھول لے۔ وہاں گیا تو واقعی بیل موجود ہے۔ اس نے اپنا بیل کھولا اور فرحاں و شاداں لے کر واپس آ گیا۔ اب چور جس نے وہاں بیل لے جا کر باندھا وہ پہونچا تو بیل نہ پایا۔ اور رنجیدہ و غمزدہ لوٹا بلکہ آثم و گنہگار اور خائب و خاسر ہوا۔ اور حضرت شیخ اس کی باریابی کرا کے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔

گم شدہ دستاویز مل گئی:

ایک شخص کے سو دینار کسی پر قرض تھے۔ وصولیابی کی تاریخ آئی تو پتہ چلا کہ دستاویز

جو قرض کا ثبوت تھی گم ہے ـــــــ وہ دوڑا ہوا حضرت بنان الحمال رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا اور دعا کرنے کو کہا۔ انہوں نے فرمایا میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میں حلوا پسند کرتا ہوں۔ جا کر بازار سے ایک رطل حلوا بندھا ہوا لاؤ تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں ـــــــ وہ بازار سے حلوا لایا، آپ نے فرمایا۔ جس کاغذ میں حلوا رکھا ہے وہ کھول کر میرے سامنے رکھو۔ اس نے کاغذ جو کھولا تو دیکھا وہی اس کی دستاویز ہے۔ حضرت نے فرمایا، اپنی دستاویز لے جا۔ اور حلوا لیجا کر اپنے بچوں کو کھلا دے وہ شخص لے کر خوشی خوشی چل دیا۔ اور آپ نے حلوے سے نہ کچھ لیا نہ چکھا۔

آپ نے فرمایا ـــــــ میں ایک بار اکیلے صحرا میں گیا وہاں مجھے وحشت محسوس ہوئی۔ ہاتف غیبی کی آواز آئی۔ کیا عہد شکنی کرتے ہو؟۔ وحشت کیوں ہو رہی ہے کیا دوست تمہارے ہمراہ نہیں ہے؟۔ (ص: ۲۸۹)

حضرت شبلی اور غسال:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید (حضرت بکیر) حضرت کے مرض الموت کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

جمعہ کے روز حضرت کو مرض سے کچھ افاقہ ہوا۔ اور حضرت میرا ہاتھ پکڑ کر جامع مسجد تشریف لے گئے۔ ہم لوگ جب صرافوں کے بازار سے گزرے تو ایک آدمی رصافہ کی جانب سے آیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ کل اس شخص سے میرا سابقہ پڑے گا ـــــــ اسی شب حضرت کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ سقّوں کے محلہ میں ایک غسال ہے جا کر اسے لے آؤ۔ اور مجھے پتہ بتایا۔ میں نے وہاں جا کر آہستگی سے دروازہ پر دستک دی۔ اور السلام علیکم کہا انہوں نے اندر سے کہا کیا شبلی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے جواب دیا جی ہاں!۔ جب دروازہ کھول کر برآمد ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کے متعلق

حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ کل اس کے ساتھ میرا معاملہ ہوگا۔ میں نے تعجب سے کہا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کس بات پر متعجب ہو؟۔۔۔ میں نے کہا۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی، تو حضرت شبلی نے فرمایا تھا کہ کل اس سے میرا معاملہ ہوگا۔۔۔۔۔ بخدا! سچ بتائیے کہ آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ شیخ شبلی کا وصال ہو چکا ہے۔ فرمایا نادان! کل شیخ شبلی کو کیسے علم ہوا کہ آج ان کا معاملہ میرے ساتھ ہوگا؟۔ (رضی اللہ عنہ)

جب حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھ پر ایک درہم کا ظلم ہے جس کے بدلے میں نے ہزاروں درہم صدقہ کئے۔ مگر ہنوز اس سے زیادہ میرے دل پر کوئی چیز گراں نہیں۔ (ص: ۲۸۹، ۲۹۰)

بترس از آہ مظلوماں:

ایک اسرائیلی مومنہ کا واقعہ ہے کہ اس کا مکان شاہی محل کے سامنے تھا جس کی وجہ سے محل کی خوشنمائی داغدار ہو رہی تھی۔ بادشاہ نے بار بار کہا کہ یہ مکان میرے ہاتھ فروخت کر دو مگر وہ راضی نہیں ہوئی اور انکار کر دیا۔ ایک بار جب وہ سفر میں گئی اس وقت بادشاہ نے اس کا مکان منہدم کرا دیا۔ جب وہ واپس آئی اور یہ حال دیکھا تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر عرض کیا۔ الٰہی! میں سفر میں تھی مگر تو تو حاضر تھا، کمزوروں اور مظلوموں کا تو ہی تو مددگار ہے۔ یہ کہہ کر وہیں زمین پر بیٹھ رہی۔ بادشاہ جب سواری پر ادھر نکلا تو پوچھا یہاں کیوں بیٹھی ہے اور کس چیز کا انتظار کرتی ہے۔ اس نے کہا تیرے محل کے ویران ہونے کا انتظار ہے۔ یہ سن کر بادشاہ ہنسا اور اس مظلومہ کا مذاق اڑایا۔ مگر ہوا یہ کہ اسی رات بادشاہ کا محل زمیں بوس ہو گیا۔ اور بادشاہ مع اہل خانہ اس میں دفن ہو گیا۔ اور ایک دیوار پر کچھ اشعار لکھے ہوئے نظر آئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

کیا دعا کو حقیر جان کر اس کا مذاق اڑاتا ہے کیا اسے معلوم نہیں کہ دعا نے کیا کر ڈالا

رات کے تیر کبھی خطا نہیں کرتے، لیکن اس کے لئے ایک وقفہ ہوتا ہے۔ اور مدت کا اختتام کبھی تو ہے۔ اللہ نے وہی کیا جو تو نے دیکھا۔ اور تمہاری مملکت کو دوام ہرگز نہیں۔ (ص: ۲۸۹، ۲۹۰)

حضرت رجاء بن کثیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ ہم کوفہ میں اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے حدیث لکھ رہے تھے۔ وہاں سے ایک عورت گزری، جو اونی کرتا اور چادر میں لپٹی ہوئی تھی ـــــ اس نے ہمیں السلام علیکم کہا۔ اور محل شاہی کی جانب اشارہ کرکے بولی۔

یہ لوگ محلوں پر شاداں، اور اس کی آسائش پہ نازاں ہیں۔ اور جو کچھ انہوں نے آخرت کی جانب بھیجا اس پر قبروں میں نادم ہیں ـــــ اس وقت غرور میں نہ پڑو، ہم لوگ بوڑھے ہیں۔ موت ہماری کشتِ زندگی کی کٹائی کا وقت ہے قبر ہمارا کھلیان ہے، اور قیامت ہمارے لوٹنے کا مقام ہے۔ لہٰذا جو انسان نیکی کے بیج بوئے گا آسائش کی کھیتی کاٹے گا۔ اور جو برائی بوئے گا وہ پشیمانی کاٹے گا۔ تھوڑے صبر میں غنیمت زیادہ ہے۔ کچھ روز کی تکلیف ہوتی ہے پھر راحتِ دوام ملتی ہے۔ (ص: ۲۹۰، ۲۹۱)

مظلوم صیّاد کی بددعا:

ساحل پر ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا جو مجھے دیکھے وہ کسی پر ظلم نہ کرے ـــــ حضرت عمرو بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نے پکارنے والے سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ ـــــ اس نے بتایا۔

میں ایک سپاہی تھا۔ ساحل پر میں نے ایک شخص کو مچھلی کا شکار کرتے دیکھا۔ میرے سامنے ہی اس نے ایک مچھلی کا شکار کیا۔ میں نے اس سے وہ مچھلی مانگی مگر اس نے نہیں دی۔ میں نے کہا خیر مفت میں نہیں دیتے تو فروخت کردیں خرید لیتا ہوں۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ میں نے اس کو کوڑا رسید کیا۔ اور مچھلی

زبردستی لے لی۔ مچھلی کو میں لے جا رہا تھا اتنے میں اس مچھلی نے میرا انگوٹھا اپنے منہ میں پکڑ لیا۔ میں نے لاکھ چھڑانا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا۔ گھر جا کر گھر والوں کو دکھایا تو انہوں نے بہت دشواری سے میرا انگوٹھا چھڑایا۔ اس کے بعد میرا انگوٹھا سوج گیا، اور سڑنے لگا۔ اور اس میں جہاں جہاں مچھلی کے دانت لگے تھے وہاں وہاں سوراخ ہو گئے۔ میں نے ایک دوست طبیب کو دکھایا۔ اس نے کہا یہ آکلہ ہے۔ اگر تم اپنا انگوٹھا نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے انگوٹھا کٹوایا۔ مگر زخم ہتھیلی میں ہو گیا۔ پھر میں طبیب کے پاس گیا اور اس نے کہا۔ اگر ہتھیلی نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے پھر کلائی سے ہاتھ کٹوا دیا۔ مگر زخم بڑھ کر بازو میں ہو گیا ——— یہ دیکھ کر میں بدحال ہو گیا۔ اور اہل و عیال کو چھوڑ کر چیختا چلاتا بھاگ نکلا۔ ایک دن ویرانے میں روتا پھر رہا تھا۔ وہاں ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھا۔ سو گیا تو خواب دیکھا ایک شخص کہہ رہا تھا یوں کب تک ایک ایک کر کے اپنے اعضا کٹوائے گا۔ حق، حقدار کو واپس کر نجات پا جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ میں ساحل پر پہونچا تو صیاد کو جال پھینکتے پایا۔ وہ بیٹھا شکار کر رہا تھا جب اس نے جال کھینچا تو اس میں بہت سی مچھلیاں تھیں ——— میں نے قریب جا کر عرض کیا۔ اے اللہ کے بندے میں تمہارا غلام ہوں۔ اس نے کہا بھتیجے تو کون ہے؟۔ میں نے کہا میں وہی سپاہی ہوں جس نے کوڑا مار کر تم سے مچھلی چھینی تھی۔ اور پھر اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔ میرا ہاتھ دیکھ کر اس نے کہا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْبَلَاءِ۔ بلاؤں سے خدا کی پناہ، اور مجھ سے کہا میں نے تجھے درگزر کیا۔ اس کی طرف سے معافی ملتے ہی میرے زخم کے کیڑے جھڑ گئے میں جب اس کے پاس سے آنے لگا تو اس نے مجھے روکا۔ اور کہا مجھ سے یہ ناانصافی ہوئی کہ ایک مچھلی کی وجہ سے میں نے تمہیں بددعا دی۔ حالانکہ مچھلی کی کیا حیثیت ہے؟۔ اور وہ بھی قبول ہو گئی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنے

فرزند کو بلوا کر مکان کے ایک کونے کی زمین کھدوائی۔ اور وہاں سے تین ہزار دینار سے بھرا برتن نکالا۔ اور اسی فرزند سے گنوا کر دس ہزار درہم مجھے دلوائے۔ اور مجھ سے کہا اسے اپنے خرچ میں لاؤ۔ اور اس سے اپنی خستہ حالی کا تدارک کرو۔ اس کے علاوہ مزید دس ہزار دلوا کر کہا اسے اپنے پڑوس اور رشتے کے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دو۔ میں نے آتے وقت پوچھا۔ تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ یہ تو بتاؤ۔ بددعا کیسے کی تھی؟۔ صیاد نے کہا۔ جب تم نے کوڑا مارا اور مچھلی چھین لی تو میں آسمان کی طرف منہ کر کے رویا۔ اور التجاء کی اے رب! اس کو اور مجھ کو تو نے ہی پیدا فرمایا۔ اور تو نے ہی اس کو مجھ سے زیادہ قوت دی، اور مجھے کمزور بنایا۔ اور اس کے بعد مجھ پر اسے مسلط کر دیا اور نہ تو نے مجھے بچایا۔ اور نہ ہی مجھے اتنی قوت دی کہ اس کے ظلم سے خود کو بچاتا۔ میں تجھ سے تیری اسی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے اسے قوی اور مجھے کمزور بنایا۔ اس انسان کو لوگوں کیلئے سامانِ عبرت بنا دے (ص: ۹۱، ۲۹۲)

عالمِ اسباب:

یہ واقعہ حضرت علی بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں اور کچھ نوجوان دریائے موصل کے کنارے ایک کشتی پر بیٹھے۔ کشتی جب درمیان میں پہونچی تو ایک مچھلی دریا سے کود کر کشتی میں آگئی۔ سب نے جب مچھلی کو دیکھا تو سوچا کسی جگہ کشتی روک کر اسے بھونا جائے۔

چنانچہ جب ناؤ ایک کنارے پر لگائی گئی اور آگ جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کی جانے لگیں۔ اسی دوران ہم نے ایک ویرانہ دیکھا جہاں پرانے کھنڈرات اور قدیم مکانوں کے آثار تھے۔ اور دیکھا کہ ایک شخص پڑا ہوا ہے جس کے ہاتھوں کو کسی نے اس کے شانوں کے پیچھے اچھی طرح باندھ دیا ہے۔ اور وہیں پر ایک دوسرا شخص ذبح ہو کے مرا پڑا ہے۔ اور نزدیک ہی سامان سے لدا ہوا ایک خچر کھڑا ہے

ہم لوگوں نے بندھے ہوئے شخص سے ماجرا دریافت کیا۔ اس نے کہا۔
میں نے اس شخص کا خچر کرایہ پر لیا تھا یہ مجھے راستے سے یہاں بھٹکا لایا۔ اور میری مشکیں کس دیں۔ اور کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ میں نے اس کو خدا کا واسطہ دیا کہ ظلم نہ کر، اور میرے قتل کا گناہ اپنی گردن پر نہ لے —— اور میں نے یہ بھی کہا کہ یہ سارا سامان تو لے لے میں نے یہ تیرے لئے حلال کیا۔ اور میں اس کی کسی سے شکایت بھی نہ کروں گا۔ میں نے اسے قسم بھی دی مگر وہ اپنے ارادے پر اڑا رہا۔ اور مجھے مارنے کے لئے اس نے اپنی کمر میں سختی سے ٹھونسا ہوا چھرا کھینچا تو وہ آسانی سے نہیں نکلا۔ مگر جب اس نے چھرا زور سے جھٹکا دیکر نکالا تو وہ ایک دم اس کی حلق پر آلگا۔ اور وہ خود بخود ذبح ہوگیا۔ جیسا کہ آپ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اس کی مشکیں کھول دیں۔ اور وہ شخص خچر اور اپنا سامان لے کر اپنے گھر گیا۔ پھر ہم لوگ کشتی میں سوار ہوئے کہ مچھلی نکالیں تو وہ کودکر دریا میں جا چکی تھی۔ یقیناً یہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے —— فسبحان اللطیف الخبیر۔ (ص، ۲۹۲ —— ۲۹۳)

سمندر کے طوفان سے جس نے بچایا:

ایک عورت خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی یا کریم یا کریم عھدک القدیم اس عورت کی پشت پر ایک بچہ بھی بندھا ہوا تھا —— ایک بزرگ نے عورت سے دریافت کیا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کیا عہد ہے؟ —— جواباً عورت نے اپنا واقعہ بزرگ کو سنایا کہ تاجروں کے ایک گروہ کے ہمراہ میں ایک کشتی پر سوار تھی۔ سمندر میں زور کا طوفان آیا۔ اور سب ڈوب گئے۔ میں اپنے بچے کے ہمراہ ایک تختہ پر زندہ بچ رہی اور دوسرے تختہ پر ایک حبشی سلامت رہا۔ صبح ہوئی تو حبشی پانی طے کرتا ہوا میرے قریب آیا۔ میرے تختہ پر سوار ہوگیا۔ اور مجھے اپنی خواہش کے لئے راضی کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا تجھے

ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں، ہم تو خود گرفتار بلا ہیں۔ اس مصیبت سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ضرورت ہے اور تو نافرمانی سوچ رہا ہے؟۔

اس نے کہا۔ یہ باتیں چھوڑ، میں نے جو کہا وہ ضروری ہے۔ اور یہ بچہ میری گود میں سو رہا تھا۔ اسے میں نے چٹکی بھر کر جگا دیا۔ اور وہ رونے لگا، میں نے کہا میں ذرا اس بچے کو سلا تو لوں، حبشی نے بچہ کو ہاتھ میں اٹھا کر پانی میں ڈال دیا، اس وقت میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا ـــــ اے اللہ! تو آدمی اور اس کے دلی ارادے کے درمیان حائل ہونے والا ہے۔ اپنی طاقت و قدرت کے ذریعہ میرے اور اس کے درمیان جدائی کر دے یقیناً تو سب چیزوں پر قادر ہے۔ یا مَنْ یَحُوْلُ بینَ المرء وقلبہٖ حُل بینی وبین ھذا الاسود بحولك وقوتك انك علیٰ کل شیٔ قدیر ـــــ بخدا میں ابھی اپنے کلمات پورے بھی نہ کر سکی تھی کہ سمندر سے ایک جانور منہ پھاڑے ہوئے نکلا۔ اور اس نے اس حبشی کو ایک لقمہ بنا لیا۔ اور غوطہ مار کر تہ میں چلا گیا۔ اس طرح اللہ سبحٰنہٗ وتعالےٰ نے اپنی قوت و قدرت سے مجھے بچا لیا وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

پھر موجوں نے مجھے تھپیڑے دیئے اور میں ایک جزیرہ پر پہونچ گئی۔ میں نے سوچا جب تک میرے لئے کوئی صورت ظاہر نہ ہو اسی جزیرہ کے سبزے اور پانی پر بسر کروں گی۔ اس طرح میں نے وہاں چار روز گزارے پانچویں روز مجھے دور سے ایک کشتی گزرتی دکھائی پڑی۔ میں نے ایک پہاڑی ٹیلے پر چڑھ کر ان کی جانب کپڑے سے اشارہ کیا۔ ان میں سے تین شخص ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میں ان کے ساتھ اس بڑی کشتی میں پہونچی تو وہاں میں نے اپنے بچے کو دیکھا جسے حبشی نے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ میں بے قابو ہو گئی۔ اور خود کو بچہ پر گرا کر اسے چومنے لگی ـــــ ان لوگوں نے کہا تو شاید پاگل ہو گئی ہے۔ ـــ میں نے کہا نہیں، بلکہ مجھ پر ایسا ایسا واقعہ گزرا۔ ان لوگوں نے عورت کی بات سن کر اس سے کہا ـــــ اب ہم سے سن! ہماری کشتی موافق ہوا کے رُخ پر چل

رہی تھی۔ اتنے میں ایک سمندری جانور ہماری راہ میں حائل ہوگیا۔ اور یہ بچہ اس جانور کی پشت پر تھا ــــــ اس وقت ایک غیبی آواز آئی کہ اگر اس بچہ کو نہیں بچاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک شخص نے جانور کی پشت پر سے بچہ کو جا کر اٹھایا۔ اور وہ جانور فوراً غوطہ مار کر غائب ہوگیا۔ بچہ کا قصہ اور تیرا واقعہ نہایت تعجب ناک ہے۔ ہم سب لوگ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آج کے بعد ہمیں گناہ میں نہ دیکھے اور میں نے بھی عہد کیا۔ فسبحان اللہ اللطیف الخبیر، جمیل العوائد، سبحان مدہش الملھوف عند الشدائد ــــــ (ص ۱۹۳، ۱۹۴)

غیبی مدد :

علامہ یافعی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ دور نبوی میں ایک تاجر مدینہ سے شام اور شام سے مدینے مال لاتا اور لے جاتا تھا۔ اور قافلہ کے ساتھ سفر نہیں کرتا تھا بلکہ اللہ عزوجل پر اپنے قوی توکل کے باعث تنہا سفر کرتا تھا۔ ایک بار ناگہاں ایک ڈاکو گھوڑے پر سوار ان کی راہ میں حائل ہوا اور للکار کر تاجر پر جھپٹا۔ تاجر نے کہا۔ اگر تو مال کے لئے ایسا کر رہا ہے تو مال لے لے اور مجھے چھوڑ۔ اس نے کہا مال تو میں لوں گا ہی، اسی کے ساتھ تیری جان بھی لوں گا۔ تاجر نے دوبارہ اسے وہی کہا مگر وہ بضد رہا۔ تاجر نے بالآخر اس سے اتنی مہلت مانگی کہ وضو کر کے نماز پڑھے اور کچھ دعا کرے ڈاکو راضی ہوگیا۔ تاجر نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

یَاوَدُودُ یَاوَدُودُ یَاوَدُودُ، یَاذَاالْعَرْشِ الْمَجِیدْ، یَامُبْدِئُ یَامُعِیدُ یَافَعَّالُ لِمَایُرِیدُ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِی مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَاَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِی قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِی وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَامُغِیْثُ اَغِثْنِی (تین بار یہ دعا کی)

دعا سے فارغ ہو کر کیا دیکھا کہ ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار، سبز کپڑوں سے ملبوس ہاتھ میں نورانی تلوار لئے ہوئے موجود ہے۔ اب ڈاکو اس سوار کی طرف روانہ ہوا۔ مگر قریب پہونچتے ہی اس کا ایک نیزہ کھا کر زمین پر آرہا۔ اسپ سوار پھر تاجر کے پاس آیا اور کہا تو اسے قتل کر، تاجر نے کہا تم کون ہو؟۔ میں نے اب تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ اور نہ اسے قتل کرنا میرے دل کو گوارا ہو گا۔ اسپ سوار نے پلٹ کر ڈاکو کو مار ڈالا۔ اور تاجر کو بتایا کہ میں تیسرے آسمان پر رہنے والا ایک فرشتہ ہوں۔ جب تم نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمانی دروازوں کی کھٹ پٹ سنی جس سے ہم نے جان لیا کہ کوئی واقعہ ہوا ہے۔ اور جب تم نے دو بارہ دعا کی آسمان کے دروازے اس زور سے کھلے کہ ان سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ تمہاری سہ بارہ دعا سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے آواز دی کون ہے جو اس ستم رسیدہ کی مدد کو جائے؟۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی یا اللہ! اس کے قتل کا کام میرے ذمہ فرما۔

یہ بات یاد رکھو جو مصیبت کے وقت تمہاری یہ دعا پڑھے گا چاہے کیسا ہی حادثہ ہو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے محفوظ رکھے گا۔ اور اس کی دادرسی فرمائیگا۔

تاجر اس واقعہ کے بعد سلامتی کے ساتھ مدینہ شریف پہونچا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچ کر پورا ماجرا سنایا، اور دعا بھی سنائی۔ حضور نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں اپنے وہ اسمائے حسنیٰ القا فرما دیے جن کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے۔ جو مانگا جاتا ملتا ہے۔ حضرت علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علماء کی ایک جماعت نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہے۔ (ص: ۲۹۴، ۲۹۵)

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا مؤکل:

شہر کوفہ میں ایک خچر والا بار بردار دیانت داری میں مشہور تھا۔ بڑے بڑے تاجر اپنی امانتیں اس کے حوالے کر دیتے اور اعتبار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ تنہا سفر

میں نکلا۔ آبادی سے باہر اسے ایک آدمی ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے بتایا فلاں شہر جانا ہے۔ اجنبی نے کہا اگر میں پیدل چل سکتا تو تمہارے ہمراہ چلتا مگر یہ ممکن نہیں۔ تم اگر ایک دینار مجھ سے لے کر مجھے بھی اپنے خچر پر سوار کرلو تو مہربانی ہوگی۔ خچر والے نے دینار لیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا— ایک دوراہے پر پہونچ کر خچر والے سے سوار نے پوچھا کس راستے سے جاؤ گے۔

بار بردار: سڑک سے جاؤں گا۔

سوار: مگر میرے خیال میں یہ دوسرا راستہ قریب تر ہے۔ اور اس راستہ میں جانور کے لیے سبزہ زار بھی ہے۔

بار بردار: میں کبھی اس راستہ سے نہیں گیا۔

سوار: میں اس راستہ سے بارہا جا چکا ہوں۔

بار بردار: تم جس طرف سے چاہو چلو۔

خچر والے نے اس کی دلداری میں اسی کا بتایا ہوا راستہ اختیار کیا۔ مگر کچھ ہی دور چلنے کے بعد وہ راستہ ایک بھیانک جنگل میں جاکر ختم ہوگیا۔ قلی نے دیکھا کہ وہاں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ بار بردار وہاں پہونچ کر بولا۔ میرے خیال میں راستہ ختم ہو چکا ہے۔ سوار اترا اور کمر سے خنجر کھینچ کر خچر والے کو قتل کرنا چاہا۔ اس نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا ایسا نہ کرو۔ یہ سب کچھ لے لو مجھے نہ مارو، مگر وہ نہ مانا۔ بار بردار نے جب ناچاری دیکھی تو کہا۔ تم اگر مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو مجھے اجازت دو کہ اپنے عمل کی کتاب دو رکعت نماز پر ختم کرلوں۔ اجنبی نے کہا ٹھیک ہے جا اور نماز بھی پڑھ لے۔ تجھ سے پہلے ان تمام مردوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ مگر کسی کی نماز نے اسے فائدہ نہیں پہونچایا۔ اور میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے۔

اس نے جلدی سے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ اور سورۂ فاتحہ تلاوت کرنے کے بعد اس کی زبان رکنے لگی۔ فیصلہ نہ کر سکا کہ آگے کیا پڑھوں۔ اجنبی ڈاکو نے زور

سے ڈانٹا کہ جلدی فرصت کر، بالہام غیبی اس کی زبان پر آیت کریمہ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ الآیۃ جاری ہوگئی۔ اور وہ رو رو کر بلند آواز سے اس کی تلاوت کرنے لگا۔ اچانک جنگل کے اندر سے ایک شہ سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے نمودار ہوا، اس کے سر پر خود تھا۔ آناً فاناً اس نے ڈاکو کو آلیا، اور ایسا نیزہ مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ وہ زمین پر جہاں گرا وہاں سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ قل نے یہ دیکھ کر سر سجدے میں رکھا۔ اور پھر اٹھ کر شہ سوار سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ ——— جواب ملا: میں آیت امن یجیب المضطر کا خادم ہوں۔ تم اب جہاں چاہو جاؤ تمہیں کوئی خوف وخطر نہیں (ص ۹۵، ۲۹۶)

قیمت عفت :

قوم بنی اسرائیل میں ایک نہایت شکیل و رعنا جوان تھا جو کچھ چیزیں گھوم پھر کر فروخت کرتا اور وہی اس کا ذریعۂ معاش تھا۔ ایک بار شاہی محل کے پاس سے گزرا ——— شہزادی کی کسی سہیلی نے اسے دیکھا اور محل میں جاکر اسے خبر دی کہ میں نے آج ایسا خوبصورت نوجوان دیکھا ہے جیسا خوبصورت کبھی میری نگاہ سے نہیں گزرا ——— شہزادی نے کہا اسے اندر بلاؤ اور کہو کہ ہم اس کا سامان خریدیں گے۔ جب نوجوان محل میں داخل ہوا تو اسے اندر لے جاکر دروازے بند کردا دیئے۔ اور اپنی بری نیت لئے اسکے سامنے آئی۔ نوجوان نے کہا تم اپنی ضرورت کی شئے خرید لو، میں جاؤں شہزادی نے کہا مجھے تجھ سے اپنی ضرورت پوری کرنی ہے۔

نوجوان: خدا سے خوف کر اور اس ارادۂ بد سے توبہ کر

شہزادی: اگر تو میری بات نہیں مانے گا تو میں بادشاہ سے کہوں گی کہ یہ برے ارادے سے محل میں آیا تھا۔

نوجوان: پہلے مجھے وضو کرنے کے لئے پانی چاہیئے۔

شہزادی: مجھ سے بہانہ سازی نہ کر، شہزادی نے باندی سے کہا۔ اس کے لئے

چھت پر وضو کا انتظام کر و تاکہ وہاں سے فرار نہ ہو سکے۔ محل کی چھت چالیس گز اونچی تھی۔ نوجوان جب چھت پر پہونچا تو التجا کی۔ بارالہا! مجھے بدکاری پر مجبور کیا جارہا ہے۔ مگر میں خود کو چھت سے گرا دینا گناہ میں مبتلا ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور بسم اللہ پڑھ کر خود کو محل کے باہر گرا دیا مگر اللہ کی ایسی مرضی کہ اُسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی کیوں کہ رب تعالےٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا تھا، جس نے اسے بازو پکڑ کر زمین پر لا کھڑا کیا۔

نوجوان نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ پروردگار! اگر تو چاہے تو مجھے اس تجارت کے بغیر بھی روزی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کرم فرمایا۔ اور اس کے لئے سونے کی ایک تھیلی بھیج دی۔ اس میں سے نوجوان نے اپنے دامن بھر اٹھا لیا اور عرض کیا الٰہی! اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو میرے لئے اس میں برکت دے۔ اور اگر یہ میرے ثواب کے بدلے میں ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں جواب ملا ——— چھت سے گرتے وقت جو صبر تو نے اختیار کیا تھا یہ اس کے ثواب کے ۲۵ حصوں کا ایک حصہ ہے۔ عرض گزار ہوا اے رب! میری آخرت کی نیکی کو کم کرنے والی کوئی شئے مجھے نہیں چاہیئے۔ چنانچہ وہ تمام سونا اٹھا لیا گیا۔

اس نوجوان کے بارے میں شیطان سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے چھت پر بہکایا کیوں نہیں؟ ——— وہ بولا، میں ایسے جاں باز مرد کو بھلا کیا بہکا سکتا ہوں جس نے اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی جان ہی داؤ پر لگا دی۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین ——— (ص ۲۹۷، ۲۹۸)

موتی کے چار ٹکڑے :

ایک نیک بخت پارسا انسان کے پاس بادشاہ نے اپنا بیش قیمت موتی امانت رکھا۔ اس نیک انسان نے بادشاہ کی امانت کو جتن کے ساتھ محفوظ جگہ لا رکھا۔ اتفاق سے اس کا ایک لڑکا تھا۔ کسی طرح وہ موتی لڑکے نے پالیا۔ اور اسے

پتھر پر مار کر پھوڑ ڈالا۔ اور موتی کے چار ٹکڑے ہو گئے۔ پارسا شخص اس واقعہ سے نہایت فکر مند ہوا۔ اور خیال کیا کہ شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ مگر اس کے ایک دوست نے اسے شہر بدری کے ارادے سے باز رکھا۔ اور اسے یہ اشعار سکھائے کہ اسے پڑھتا رہ انشاء اللہ العزیز مشکل آسان ہو جائے گی۔

وکم للہ من لطف خفیٍ یدقُّ خفاہ عن فهم الذکیّ

اللہ تعالیٰ کی بہت سی پوشیدہ مہربانیاں ہیں کہ پوشیدگی کی وجہ سے انہیں ہوشیار انسان بھی جان نہیں پاتا۔

وَکَمْ یُسْرٍ اَتی مِن بَعْدِ عُسْرٍ وَفَرَّجَ کُرْبَةَ القَلْبِ الشَّجِیّ

اور بہت سی راحتیں تکلیف کے بعد آئیں جن سے مغموم دل کا اضطراب ختم ہو گیا۔

وکم اَمْرٍ تُسَاءُ بِہٖ صَبَاحًا وتأتیك المَسَرَّةُ بالعَشِیّ

اور بہت سے حادثے جو صبح کو باعثِ قلق تھے انہیں سے شام کو مسرت پیدا ہوئی

اذا ضاقت بك الاحوالُ یومًا فثِقْ بالواحدِ الفردِ العلیّ

جب کسی دن تجھے اپنے احوال پریشان کریں تو اللہ واحد یکتا بزرگ پر اعتماد کر،

وہ پارسا نیک مرد ایک روز انہی کو پڑھ رہا تھا اتنے میں بادشاہ کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ بادشاہ کے فلاں خاص آدمی کی طبیعت نہایت ناساز ہے، اور طبیبوں نے یہ علاج تجویز کیا ہے کہ ہیرے کے چار ٹکڑے کر کے پانی میں ڈالا جائے اور وہی پانی اسے پلایا جائے۔ اب بادشاہ کا حکم ہے کہ ان کی جو امانت تمہارے پاس ہے کسی ماہر جوہری سے اس کے چار ٹکڑے کرا ڈالو۔ اور خیال رکھنا کہ ٹکڑے کم و بیش نہ ہوں۔ پارسا مرد نے ہیرے کے ٹکڑے بادشاہ کو پیش کیے جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور اس کا احسان مند ہو کر اسے انعام بھی دیا۔ وہ خوشی خوشی گھر واپس آیا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نہایت لطف و کرم والا ہے۔ جو بیقرار دلوں کو خود چین عطا فرماتا ہے۔ تبارک اللہ رب العلمین۔ (ص: ۲۹۸، ۲۹۹)

ہر قید سے نجات کا ذریعہ :

ایک بادشاہ ایک درویش پر بہت ناراض ہوا۔ اور قلعہ کے بلند برج پر اسے نظر بند کروادیا۔ اور برج کی ساری کھڑکیاں تک بند کرادیں تاکہ اس تک ہوا بھی نہ پہونچے، کھانا پانی کجا،

تین روز بعد لوگوں نے بادشاہ کو خبر دی کہ وہ درویش تو فلاں جگہ خوش و خرم ٹہل رہا ہے ــــ بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ درویش پھر حاضر کیا گیا ــــ بادشاہ نے پوچھا۔ میرے اس برج سے جس ذات نے تجھے نکالا، میں اس کی قسم دیتا ہوں۔ بتا تو کیسے وہاں سے نکلا؟۔

درویش نے کہا۔ میں نے ایک دعا کی تھی۔ اسی کی برکت سے نکل آیا ــــ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ یا لطیف یا لطیف یا مَنْ وسِعَ لُطْفُہٗ اھلَ السمٰوٰتِ والارضین اَسْئَلُکَ اللّٰھم اَنْ تَلْطُفَ بی مِن خفیٍ خفیٍ خفیٍ لطفِکَ الخفیِّ الخفیِّ الخفیِّ الذی اذا لطفتَ بہ لاحَدٍ مَن عبادِکَ کفیٰ فانکَ قلتَ وقولُکَ الحق المبین اللّٰہُ لطیفٌ بعبادِہٖ یرزُقُ مَن یَّشاءُ وھو القویُّ العزیز

کس تمرد میں ہے تو غرق اے اہل نخوت
تجھ کو کس چیز نے فرعون بنا رکھا ہے

تیرے پل پل پہ نظر رکھتا ہے قدرت والا
ظلم کا تو نے جو طوفان مچا رکھا ہے

سنتے سنتے دوں کو دیتا ہے مہلت کچھ دن
آسماں کس لئے یوں سر پہ اٹھا رکھا ہے

رگ جاں جب بھی دبادے تری تو مردہ ہے
پھر ترے واسطے اس خاک میں کیا رکھا ہے

پھونک مارے تو مہ و خور کے دیئے بجھ جائیں
آزمائش کو جہاں اس نے سجا رکھا ہے ؎

بدر

دعائے ملائکہ :

حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ میرے پڑوس میں قرآن مجید کا ایک حافظ صالح متقی شخص رہتا تھا، جو نہایت غریب اور مفلس تھا ـــــ ایک مرتبہ اس پر فاقہ اور تکلیف کا سخت وقت آیا۔ تو اس نے اپنے دل کا حال ایک کاغذ پر لکھ کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے رقعہ لکھا اور رات آئی تو لکھا ہوا رقعہ لے کر محرابِ مسجد میں پہونچا نماز پڑھی اور دعا کرتے ہوئے رقعہ آسمان کی طرف بلند کیا۔ یہی عمل وہ کافی دیر تک کرتا رہا ـــــ بالآخر اس پر شب بیداری سے تکان لاحق ہوئی اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا۔ جب رات کا مختصر حصّہ باقی رہ گیا تو اسے نیند آگئی۔ دیکھا کہ ایک حسین و جمیل شخص اس سے مخاطب ہے۔

مردِ شکیل، اے ابو بشر! تجھ پر کیسی غفلت طاری ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور روشنائی سے لکھا ہوا رقعہ پیش کر رہا ہے؟۔

ابو بشر: پھر کیا کروں؟۔

مردِ شکیل: سن! جب اس بارگاہ میں کوئی درخواست کا ارادہ کرے، تو دستِ شکر کو دریائے ذکر سے دھو کر اپنے قلب پر قلمِ صبر کے ذریعہ بیاضِ فکر سے تحریر کر،

ابو بشر: کیا تحریر کروں؟۔

مردِ شکیل: یہ دعا،

یا مَنْ اِفضالُہٗ اَفضلُ اِفضالِ المُفَضِّلِیْن وانعامُہٗ انعمُ الِعامِ المنعِمِیْن یا مَنْ عَجَزَ عَنْ شُکرِہٖ شُکْرُ الشاکِرِین قَدْ جُرِّبتُ غیرَکَ مِنَ المَامُولِین بغیری مِنَ السَّائِلِیْن فاِذا کُلُّ قاصِدٍ اِلیٰ غیرِکَ مَرْدُودٌ وَکلُّ طریقٍ اِلیٰ سِواکَ مَسْدُودٌ وکلُّ خیرٍ عندکَ موجودٌ وعندَ سِواکَ مَعْدُوم ومفقود۔

اے وہ ذات جس کے افضال سارے فضل کرنے والوں سے افضل ہیں اور تیرے انعام تمام انعام کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ تیرے شکر سے تمام شکر کرنے والے عاجز ہیں۔ میں نے دوسرے مانگنے والوں کے ذریعہ ان سب کو آزمالیا جن سے کوئی امید وابستہ کی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ تیرے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا مردود ہے اور غیروں کا ہر راستہ بند ہے۔ ہر خیر تیرے پاس موجود ہے۔ اور تیرے غیر کے پاس نہیں۔

ابوبشر: یاسیدی! یہ تو بہت خوب ہے۔

مردِ شکیل: اگر یامن بصیرت باقی رہے اور تو اپنے ارادے کی تصریح کی مزید ضرورت سمجھے تو، تو یہ تحریر کرو،

یا مَنْ الیہ توسَّلْتُ وعَلَیہ فی السّراء والضّراء عولتُ حاجاتی مَصْروفۃ الیکَ وآمالی مَوْقوفۃ لدیکَ کلُّ ما وفّقتنی لہ مِنْ خیرٍ اَعْمَلُہ واُطِیقہ فَاَنْتَ دَلیلی علیہ وطریقُہ۔

اے وہ ذات کہ میں نے تیرے لئے تجھی کو وسیلہ بنایا۔ اور راحت و تکلیف میں تجھی پر اعتماد کیا ہے۔ میری حاجتیں تیری ہی طرف مصروف ہیں۔ اور امیدیں تیرے ہی سامنے قائم ہیں جس کام کی تو نے مجھے توفیق دی۔ تو ہی اس کا رہنما، اور تو ہی اس کا ذریعہ ہے۔

ابوبشر: سیدی! یہ تو اس سے بھی بہتر ہے۔

مردِ شکیل: اور اگر یامن بصیرت میں اس سے زیادہ تصریح کی ضرورت ہو تو، مزید یہ لکھ دے۔

یا قدیرًا لاتَؤودہُ المطالب ویا مَلِکًا یَرغبُ الیہ کلّ راغبٍ ما زِلْتُ مَصْحوبًا منْکَ بالنِّعَم، جاریًا علیٰ عادات الاحسان والکرم یا مَنْ بکَرَمِہ یَبْلَغُ الکَرم ومِنْ حَمْدِہ یَزِیدُ النِّعَم۔

اے قدیر! طلب مجھے عاجز نہیں کرتی، اور اے بادشاہ ہر رغبت والا تیری طرف

جھکتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے مالا مال ہوں جو مجھ پر صرف تیرے فضل و کرم سے اترتی ہیں۔ اور اے وہ ذات کہ تیرے کرم سے ہر شخص کرم کا مستحق ہوتا ہے۔ اور تیری تعریف سے نعمت بڑھتی ہے۔

ابوبشر: سیدی! یہ اس سے بھی خوب تر ہے۔

مرد شکیل: بیامن بصیرت اگر اور باقی ہے اور تو مزید حاجت تصریح رکھے تو یہ رقم کر،

يا مَنْ جعلَ الصَّبْرَ عَوناً علىٰ بَلائه وجعلَ الشكرَ مادّاً النعمائِه اَسْئلك صَبراً جميلاً على المِحَن وتوفيقاً للشكر على المِنَن فقد عظُمتْ مِحنتكَ عن صبري وجلّت نعمتُك عن شكري فتفضَّلْ علىٰ اقراري بعَفوٍ انتَ اَوسَعُ له واقدَرُ عليه فاِنْ لّم يكنْ لذنبي عُذرٌ تَقبَلُه فاجْعَلْه ذَنباً تَغفر۔

اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کے لئے معاون بنایا، اور شکر کو نعمت بڑھانے والا بنایا، میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمت پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے، اور تیری نعمت میرے شکر سے زیادہ ہے۔ تو میرے اقرار پر عفو کی چادر ڈال تو قادر و توانا ہے۔ اور اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں تو تو اپنی جانب سے اسے معاف فرما۔

مرد شکیل: اے ابوبشر مقام تبتل میں مغفرت اور بخشش کی جگہ کھڑا ہو۔ اور انکساری اور عاجزی کے ساتھ فضل کا امیدوار رہ، اور توسل کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہ۔

ابوبشر: یہ اور اچھی بات ہے۔

مرد شکیل: یہ خاص ملائکہ کی دعائیں ہیں جو تجھے تعلیم کی گئیں۔

ابوبشر: اس میں کوئی شک نہیں انشاء اللہ

اس کے بعد اس حسین و خوبصورت مرد غیب نے ابوبشر کے سینہ اور شکم پر

اپنا ہاتھ پھیرا جس سے وہ جاگ اٹھے اور ساری باتیں انہیں یاد تھیں اس طرح کہ ایک حرف بھی بھولے نہیں تھے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد انہوں نے یہ تمام باتیں اور دعائیں ہمیں بتائیں۔ ہم نے ان کو پسند کر لیا اور تحریر کر لیا ـــــ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ونفعنا بہم (ص، ۲۹۹، ۳۰۱)

حاجت روا رسول :

حضرت ابوبکر بن مجاہد عراق کے مشہور قاری تھے جہاں لوگ ذوق وشوق سے قراءت وتجوید کی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ انہی کی درسگاہ کے ایک متعلم نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میرے استاذ محترم کے پاس پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک بوڑھا شخص آیا۔ استاذ محترم نے ان سے ان کے بال بچوں کا حال دریافت کیا ـــــ انہوں نے جواب دیا شب گزشتہ میری بیوی کے تیسری لڑکی پیدا ہوئی۔ بیوی نے مجھ سے ایک دانگ مانگا، جس سے گھی اور شہد منگا کر بچی کے منہ میں رکھے۔ مگر میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ اسی فکر میں رات بھر پریشان رہا۔ نیند آئی تو خواب میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکام ہوا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا۔ فکر نہ کرو صبح کو علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا کر میرا سلام کہنا۔ اور اسے یاد دلانا کہ میرے مزار پر حاضر ہو کر تم نے چار ہزار بار درود شریف پڑھا تھا۔ وہ تمہیں ایک سو دینار دے گا۔ قاری ابوبکر بن مجاہد نے ضعیف مرد کی بات سن کر کہا کہ یقیناً اس میں کوئی بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے سبق پڑھانا بند کر دیا۔ اور اس مرد ضعیف کے ہمراہ فوراً وزیر کے پاس گئے وزیر نے قاری ابوبکر کے ہمراہ ایک نئے شخص کو دیکھا تو پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟

قاری ابوبکر: آپ خود نزدیک بلا کر ان سے دریافت کر لیں۔

علی بن عیسیٰ وزیر: فرمایئے شیخ آپ کون ہیں؟۔ اور کیا بات ہے۔

ضعیف مرد: میری دو لڑکیاں پہلے سے تھیں شب گزشتہ ایک تیسری بچی پیدا ہوئی ہے۔ میری بیوی نے گھی اور شہد کے لئے مجھ سے ایک دانگ مانگا، مگر میرا ہاتھ خالی تھا، شب بھر میں اسی فکر میں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ اور حضور نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس علامت کے ساتھ کہ علی بن عیسیٰ نے میری قبر پر چار ہزار درود پڑھا ہے یہ حال اس سے بیان کرو اس سے تم کو سو دینار ملیں گے۔

وزیر: (یہ سنکر آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے) اللہ اور رسول نے سچ فرمایا۔ میرا یہ عمل اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا، یقیناً تو نیک انسان ہے۔ اور غلام سے دینار و درہم کی تھیلی لانے کو کہا۔ غلام نے تھیلی لاکر وزیر کے سامنے رکھی۔ اور اس نے اس میں سے تین سو دینار نکلوا کر مرد ضعیف کو دیئے ——— اور کہا۔ ایک سو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے ہیں۔ اور ایک سو بشارت کے صلہ میں ہیں۔ اور بقیہ ایک سو میری جانب سے ہدیہ ہیں۔

علامہ شیخ یافعی فرماتے ہیں۔

اس مرد ضعیف کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بھلائی حاصل ہوئی۔ اسی طرح وزیر کو بھی فیض پہونچا۔ اور وہ وزارت ترک کر کے مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا مجاور بن گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وزیر کا ذکر اسی لئے فرمایا کہ سرکار کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی سعادتمندی کا علم ہو چکا تھا، اور اس کے انجام کار کی خبر تھی ——— ——— کہا جاتا ہے کہ ایک روز وزیر بہت بڑا جلوس لے کر نکلا۔ پردیسی لوگ پوچھنے لگے یہ کون ہے، یہ کون ہے؟ ——— ایک عورت بولی کب تک پوچھتے رہو گے یہ کون ہے یہ کون ہے؟۔ یہ ایک ایسا بندہ ہے جو خدا کی نظر سے گر گیا تو اس بلا میں گرفتا ہوا۔ وزیر نے یہ سنا تو اسی دن وزارت ترک کر دی اور مکہ معظمہ جا کر مجاورت اختیار کی ——— رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم (ص ۳۰۱، ۳۰۲)

شیخ شاذلی کی پانچ خلعتیں:

حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے شب قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب اور جمعہ کی رات تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

اے علی! اپنے لباس پاک کر، تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لحہ حصہ ملتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے لباس؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے پانچ لباس عطا فرمائے ہیں ——— لباس محبت، لباسِ معرفت، لباس توحید، لباس ایمان اور لباسِ اسلام،

اللہ سے محبت رکھنے والوں کی نظر میں تمام چیزیں حقیر ہوجاتی ہیں۔

اللہ کی معرفت رکھنے والوں کی نگاہ میں تمام چیزیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔

اللہ کی توحید رکھنے والے کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے۔

اللہ پر جو ایمان رکھتا ہے وہ ہر شئے سے مامون اور بے خوف ہوجاتا ہے۔

اور جو شخص اسلام لاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی گناہ ہوجائے تو فوراً معذرت کرتا ہے۔ اور جب معذرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرماتا ہے۔

حضرت شیخ شاذلی فرماتے ہیں۔ اس وقت مجھے آیت وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ کی تفسیر کا علم ہوا۔

(علامہ یافعی علیہ الرحمہ نے ان عز موجات کی عارفانہ بسیط تشریح واقعہ کے ذیل میں فرمائی ہے جسے یہاں بخوفِ طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے)

تو میرا ہو جا:

حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابتدائی زمانے میں مجھے

تردد تھا کہ آبادی اور شہروں میں قیام کروں یا کسی جنگل میں جا ٹھہروں ــــ مجھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں پہاڑ کی بلندی پر ایک عارف گوشہ گیر ہے۔ میں ان سے ملنے چل پڑا ــــــ پہونچ کر شام ہو گئی۔ دل میں سوچا شب میں ان کے پاس جاؤنگا تو انہیں اذیت ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ صبح کو جا کر زیارت کروں۔ چنانچہ غار کے دہانہ ہی پر رات بھر پڑا رہا ــــــ رات میں عارف کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ تجھ سے لوگ تسخیر کی دعا کرتے ہیں۔ اور تو نے ان کے لئے لوگوں کو مسخر فرما دیا۔ اور وہ لوگ اس پر خوش ہو گئے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تو لوگوں کو مجھ سے دور رکھ تاکہ تیرے سوا مجھے کوئی پناہ گاہ نہ ملے۔

میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ بھلا یہ شیخ کس دریا سے چلو بھر رہے ہیں ــــــ صبح ہوئی تو میں نے ان کے پاس جا کر سلام عرض کیا مگر میرے دل پر ہیبت چھا گئی۔ میں نے ان کا حال دریافت کیا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے تسلیم و رضا کی سردی کا شاکی ہوں، جیسے تم تدبیر و اختیار کی گرمی کی شکایت کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا تدبیر و اختیار کی گرمی تو میں جانتا ہوں، مگر یہ تسلیم و رضا کی سردی کیا ہے؟ ــــــ اور آپ اس سے کیوں شاکی ہیں؟ فرمایا۔ مجھے خوف ہے کہ تسلیم و رضا کی سردی مجھے کہیں اس سے غافل نہ کر دے ــــ پھر میں نے ان سے رات والی دعا کے متعلق پوچھا تو مسکرا کر فرمایا۔

اے فرزند! تم سَخِّرْ لِیْ (میرے لئے مسخر کر دے) کے بجائے کُنْ لِیْ (تو میرا ہو جا) کی دعا کرو۔ تم خود بتاؤ کہ جب اللہ تمہارا ہو جائے گا تو تمہیں اور دل کی کیا ضرورت؟ ــــ تو تم پھر ایسی غلطی کیوں کرو؟۔

علامہ یافعی فرماتے ہیں۔

میں نے علم و تقویٰ کے مجمع البحرین بعض مشائخ کے بارے میں سنا ہے کہ جب ان سے کوئی دعا کی درخواست کرتا تو کَانَ اللّٰہُ لَکَ (اللہ تیرا ہو جائے) فرماتے۔ (ص ۳۰۴، ۳۰۵)

توفیق ذکر اللہ کی یاد فرمائی کا ثمرہ ہے:

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میں اور شیخ نصر خرائطی ایک مقام پر شب میں یکجا تھے۔ آپس میں علمی باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ذاکر کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اسے یاد فرما رہا ہے۔ لہٰذا اسی کی برکت سے ذاکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے۔ میں نے مخالفت کی تو انہوں نے فرمایا اس وقت اگر حضرت خضر علیہ السلام ہوتے تو میری تصدیق کرتے اسی وقت ایک شخص فضا میں ہمیں نظر آئے، ہمیں سلام کیا پھر فرمایا۔ سچ کہتا کہ اللہ کا ذاکر اللہ تعالیٰ کے یاد فرمانے کی برکت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم (ص ۳۰۵، ۳۰۶)

اونٹ نے کلام کیا:

شیخ احمد بن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک بار مکہ معظمہ جا رہا تھا راستے میں ہمیں کئی بار بردار اونٹ دیکھے جن پر سامان لدے ہوئے تھے۔ اور گردنیں بلند کئے رواں دواں تھے۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ جس نے ان اونٹوں کے ذریعہ بار برداری آسان فرمادی۔ اور انہیں اس کام کے لائق بنایا۔ اسی وقت ایک اونٹ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "جل اللہ" (اللہ برتر و بزرگ ہے) میں نے کہا "جل اللہ"، رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ (ص ۳۰۶)

درخت نے بات کی:

حضرت شیخ شبلی فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ عہد کیا کہ حلال کے علاوہ نہیں کھاؤں گا۔ میں صحرا میں گھوم رہا تھا۔ وہاں مجھے ایک انجیر کا درخت نظر آیا۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ لپکایا تاکہ اس سے پھل توڑ کر کھاؤں۔ اتنے میں درخت سے

آواز آئی۔ اپنے عہد پر قائم رہو۔ اور مجھ سے پھل نہ کھاؤ ــــــ کیوں کہ میں ایک یہودی کی ملکیت ہوں۔ (ص: ۳۰۶)

تریاقِ مجرب:

ایک بزرگ کا بیٹا غائب ہو گیا۔ وہ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور عرض کیا میرا بیٹا محمد غائب ہو گیا ہے اس کی ماں بہت پریشان ہے شیخ نے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا دعا کیجیے کہ اللہ تعالےٰ میرے فرزند کو مجھ تک پہونچا دے ــــــ آپ نے دعا فرمائی۔

اللّٰھمّ انّ السماءَ سماءُك والارضَ ارضُك وما بینھما لك ائت بمحمّدٍ

اے اللہ آسمان تیرا ہی آسمان ہے اور زمین تیری ہی زمین ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب تیرا ہی ہے۔ محمد کو لادے۔

راوی بزرگ کہتے ہیں میں وہاں سے اٹھ کر باب الشام کی طرف گیا تو محمد وہاں کھڑا تھا۔ میں نے اسے اے محمد کہہ کر بلایا۔ اس نے جواب دیا ابا حضور! اور اس نے کہا۔ میں ابھی ابھی انبار میں موجود تھا۔

شیخ یافعی فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ اجابت دعا کے سلسلہ میں مشہور تھے۔ اور ابھی اب مشہور ہے کہ ان کی قبر پہ دعا قبول ہوتی ہے اور اہلِ بغداد ان کی قبر کو تریاق مجرب کہتے ہیں۔ (ص: ۳۰۶، ۳۰۷)

بیڑیاں کٹ گئیں:

رومی نصرانیوں کی قید میں کئی مسلمانوں کے ہمراہ ایک نوجوان بھی تھا۔ زندان کے سپاہی ان قیدیوں کو زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ ہر روز جنگل میں لے جاکر کام لیتے اور اسی حالت میں واپس لاتے۔ نہ ان کی بیڑیاں کھولی جاتیں نہ ہی زنجیریں

ے آزاد کیا جاتا۔

نوجوان اپنی ماں کا اکلوتا فرزند تھا۔ اس کے علاوہ بوڑھی ماں کا کوئی اور دنیاوی سہارا نہیں تھا۔ وہ اپنی دکھ بھری کہانی لے کر ایک شیخ عارف کے پاس حاضر ہوئی اور کہا میرے بیٹے کو رومیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ میرے پاس میری مختصر جھونپڑی کے علاوہ کوئی اثاثہ نہیں جسے بیچ کر بیٹے کا فدیہ ادا کر دوں۔ آپ ہی کوئی تدبیر فرمائیں، بڑھیا کے جانے کے بعد شیخ نے زمین پر نظر جمائی اور کچھ پڑھا۔

کچھ روز بعد بڑھیا اپنے فرزند کو لئے خدمت شیخ میں حاضر ہوئی۔ اور اس نوجوان نے اپنا واقعہ خود ذکر کیا کہ میں زنجیروں اور بیڑیوں میں گرفتار جنگل میں کام کر رہا تھا کہ یک بیک میری زنجیریں اور بیڑیاں خود بخود گر گئیں۔ سپاہیوں نے پھر اور مضبوط زنجیریں اور بیڑیاں ڈلوا دیں مگر پھر ویسا ہی ہوا۔

نصرانیوں نے اپنے راہب کو بلایا۔ اس نے آکر پوچھا کیا تیری ماں ہے؟ نوجوان نے کہا ہاں! راہب نے کہا یہ اسی کی دعا کا اثر ہے۔ اور کہا تجھے اللہ نے آزاد کر دیا ہے ہم تجھے قید نہیں کر سکتے ——— اس طرح ان لوگوں نے مجھے اپنے آدمی کے ہمراہ مسلمانوں کی سرحد میں بھجوا دیا ——— نوجوان نے اپنی زنجیریں اور بیڑیاں کٹ کر گرنے کا جو وقت اور تاریخ بتائی وہ وہی سب کچھ تھا جس دن شیخ نے اس کی ماں کی خواہش پر دعا فرمائی تھی۔ (ص ۳۰۷)

ظالم سے نجات:

طبرستان میں ایک ظالم بادشاہ تھا شہر کی دوشیزہ لڑکیوں کی آبروریزی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا حضرت شیخ ابوسعید قصاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گریہ وزاری کرتی ہوئی آئی ——— اور فریاد کی کہ حضور! میری دستگیری فرمائیں۔ بادشاہ نے مجھے کہلوایا ہے کہ آج وہ میری بیٹی کی عزت لوٹنے والا ہے۔ یہ منحوس خبر سن کر میں آپ کی خدمت میں بھاگ کر آئی ہوں کہ شاید آپ کی

دعا سے اس بلا کو ٹالا جاسکے۔

شیخ ابوسعید قصاب رضی اللہ عنہ نے ضعیفہ کی بات سن کر چند ثانیہ کے لئے سر جھکائے رکھا۔ اس کے بعد سر بلند کر کے فرمایا۔ بوڑھی ماں! زندوں کے اندر تو ایسا کوئی مستجاب الدعوات نہیں رہا۔ تو فلاں قبرستان جا، وہاں تجھے ایسا ایسا شخص ملے گا وہ تیری حاجت پوری کرے گا۔ ضعیفہ قبرستان میں پہونچی تو وہاں ایک شکیل و رعنا، خوش پوش نوجوان سے اس کی ملاقات ہوئی۔ جس کے لباس سے خوشبوؤں کے فوارے اُبل رہے تھے۔ ضعیفہ نے سلام کیا۔ اور جواب دینے کے بعد نوجوان نے ضعیفہ کے احوال پوچھے۔ اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

نوجوان نے ضعیفہ کی پوری بات غور سے سننے کے بعد اس سے کہا۔ تو پھر شیخ ابوسعید کی خدمت میں جا اور ان سے دعا کے لئے کہہ، ان کی دعا قبول ہوگی، ضعیفہ نے جھنجھلا کر کہا۔ عجیب بات ہے زندہ مجھے مردوں کے پاس بھیجتا ہے، اور مردہ مجھے پھر زندہ کے پاس لوٹاتا ہے۔ اور میری حاجت روائی کوئی نہیں کرتا۔ بھلا اب میں کہاں جاؤں؟ —— نوجوان نے پھر ضعیفہ سے کہا۔ تو شیخ ابوسعید کی خدمت میں جا۔ ان کی دعا سے تیرا مقصد پورا ہوگا۔ ضعیفہ پھر شیخ ابوسعید کے پاس آئی اور سارا قصہ عرض کیا۔

شیخ ابوسعید نے فکر میں سر جھکایا۔ اور ان کا پورا جسم پسینہ سے شرابور ہوگیا پھر ایک چیخ ماری اور منہ کے بل گر پڑے۔ اسی لمحہ شہر میں شور و ہنگامہ کی آواز بلند ہوئی۔ لوگ کہہ رہے تھے بادشاہ فلاں ضعیفہ کی بیٹی کی آبروریزی کی نیت سے جارہا تھا۔ راستہ میں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ گھوڑے سے گرا تو اس کی گردن ٹوٹ گئی اور فوراً مر گیا۔ اس طرح شیخ کی دعا سے اہلِ شہر سے یہ بلا ٹل گئی۔

بعد میں لوگوں نے شیخ سے دریافت کیا کہ آپ نے ضعیفہ کو قبرستان کیوں بھیجا؟ —— اور پہلے ہی آپ نے دعا کیوں نہ فرمادی۔ شیخ نے کہا۔ میں

اس چیز کو ناپسند کرتا تھا کہ میری دعا سے وہ ہلاک ہو۔ اس لئے میں نے بڑھیا کو خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اسے پھر میرے پاس بھیجا کہ ایسے پلید انسان کے لئے بددعا کرنا جائز ہے۔ (ص، ۳۰۷، ۳۰۸)

بد نصیبی ہے کارِ ظلم و ستم　　ہر گنہ گار زیرِ ظلم میں ہے
پیشِ رب ہوں گے ظالم و مظلوم　　حشر کا روز جس کے حکم میں ہے

دعائے باراں:

علامہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک بزرگ کے علاقہ میں قحط پڑا لوگ پریشان ہوئے۔ ایک شخص پانی خریدنے گیا تو اسے گراں قیمت پر خریدنا پڑا اسے راہ میں ایک انجان فقیر ملا۔ اس نے فقیر سے کہا ـــــ آپ ہماری پریشانی نہیں دیکھ رہے ہیں؟ ـــــ دعا فرمائیے، فقیر نے پوچھا کس چیز کے لئے؟ ـــــ اس نے کہا بارش کے لئے، اس کے بعد اس فقیر کا رنگ سرخ ہو گیا۔ ایک ساعت خاموش رہ کر فقیر نے چیخ ماری اور وہاں سے چل دیا۔
وہ شخص خریدا ہوا پانی لے کر گھر پہونچنے بھی نہیں پایا تھا کہ زور کی بارش ہوئی اور سیلاب آگیا۔ رضی اللہ عنہ
علامہ یافعی فرماتے ہیں۔ میں اس بات کو پہلے ہی محقق کر چکا ہوں کہ اولیاء امت کی کرامت معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار اور تتمۂ معجزات ہیں۔ اور یہ کرامت بحرِ نبوت کے سرچشمے ہیں، جو تمام اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں ـــــ اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت وشان سے دعائے باراں کرنے میں آپ کے چچا ابو طالب کا یہ شعر ہے۔

وَ اَبیضَ یُسْتَسْقَی الغَمَامُ بِوَجْهِہٖ　　ثِمَالُ الیتٰمٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

وہ گورے چہرے والے جن کے روئے زیبا کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے سرپرست اور بیواؤں کے محافظ ہیں (ص ۳۰۸، ۳۰۹)

خاص راستہ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے صیدی کے کنارے جارہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دور سے آرہا ہے۔ آپ نے ہمراہیوں کو روکا یہ شخص کوئی ولی اللہ لگتا ہے۔ وہ شخص ایک حسین وجمیل نوجوان تھا، جس کے ہاتھ میں لوٹا اور دوات تھی اور کاندھے پر گلیم لٹکی ہوئی تھی ـــــ شیخ ابوسعید نے اس کے ہاتھ میں دوات دیکھی تو اپنے پہلے خیال کو غلط کرنے لگے ـــــ اور نوجوان سے سوال کیا۔

اے نوجوان! راہ مولا کس طرح ملتی ہے؟ ـــ اس نے جواب دیا۔ اے ابوسعید! اللہ تعالےٰ تک پہونچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک خاص راستہ؛ اور ایک عام راستہ، عام راستہ وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ہمراہی چل رہے ہیں۔ اور خاص راستہ یہ ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پانی پر چل کر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

شیخ ابوسعید یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ اس نوجوان کو رب تعالےٰ نے کیسی کرامت عطا فرمائی ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ (ص: ۳۰۹)

تازہ مچھلی:

ایک بزرگ نے فرمایا، ایک روز میں دریائے فرات کے کنارے جارہا تھا کہ مجھے تازہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی۔ اسی وقت دریا نے میرے سامنے ایک تازہ مچھلی پھینکی۔ اور اسی وقت ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ اور اس نے کہا میں آپ کے لئے یہ مچھلی بریاں کر دیتا ہوں۔ اس نے مچھلی کو بھونا اور میں نے وہیں بیٹھ کر اسے کھایا۔ (ص: ۳۰۹)

ستون سونے چاندی کا:

شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں شونیزیہ کی مسجد میں آیا وہاں کچھ درویش بیٹھے کرامات کے سلسلہ میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک درویش نے کہا۔ میں اس شخص کو جانتا ہوں کہ وہ اگر مسجد کے اس ستون سے کہہ دے کہ تو آدھا سونے کا، اور آدھا چاندی کا ہو جا تو ستون ویسا ہی ہو جائے شیخ فرماتے ہیں میں نے مسجد کے ستون پر نظر دوڑائی تو وہ آدھا سونے کا اور آدھا چاندی کا ہو چکا تھا ——— (ص: ۳۰۹)

تخت کی گردش:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے وہاں اس بات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ تمام چیزیں اولیاء اللہ کی اطاعت کرتی ہیں ——— حضرت ذوالنون نے فرمایا۔ ایک اطاعت یہ بھی ہے اگر اس تخت کو حکم دیا جائے کہ مکان کے چاروں حصوں میں گشت کر کے پھر اپنی جگہ آجائے تو تخت ایسا ہی کرے۔ اسی وقت تخت اپنی جگہ سے از خود چل کر چاروں طرف گھوما اور پھر اپنے مقام پر آ کر رک گیا۔ اس وقت وہاں مجلس میں ایک نوجوان بھی تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر اس پر گریہ طاری ہوا۔ اور وہ شدتِ گریہ سے وہیں جاں بحق ہو گیا۔ رضی اللہ عنہم ——— (ص: ۳۱۰)

جبل منیٰ ہلنے لگا:

حضرتِ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ منیٰ کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا ——— اللہ کا کوئی ولی اگر اس پہاڑ کو کہے کہ تو حرکت کر تو پہاڑ حرکت کرنے لگے۔ جبلِ منیٰ فوراً حرکت میں آگیا۔ آپ نے پہاڑی سے کہا۔ رک جا،

میں نے یہ تھوڑا ہی کہا تھا۔ میں تو مثال دے رہا تھا۔ یہ سُنکر وہ ٹھہر گئی ــــــ رضی اللہ عنہ، ــــــ

مہر نافذ:

حضرت ابو عمرو زجاجی علیہ الرحمہ نے سفرِ حج کا ارادہ کیا۔ اور شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت نے ایک صحیح سالم درہم عنایت فرمایا۔ میں نے لے کر کمر میں باندھ لیا۔ دورانِ سفر میں جہاں بھی پہونچا میرے لئے ہر جگہ اتنا عمدہ انتظام ہوتا گیا کہ واپسی تک مجھے وہ درہم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی ــــــ میں جب آپ کی خدمت میں واپس پہونچا۔ تو آپ نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا، لاؤ میرا درہم ــــــ میں نے کمر سے نکال کر دے دیا۔ فرمایا، اس کی مہر کیسی رہی۔ میں نے عرض کیا ــــــ مہر نافذ تھی ــــــ (ص: ۳۱۰)

بیت السباع:

شیخ ابو نصر سراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم شہر تستر میں حضرت سہل بن عبداللہ کے دولتکدے پر گئے تو وہاں ایک کوٹھری دیکھی جسے بیت السباع (درندوں کا گھر) کہا جاتا تھا ــــــ ہم نے اس نام کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت سہل کے پاس خونخوار جنگلی درندے آتے تھے تو آپ انہیں اسی کمرے میں رکھتے تھے اور گوشت وغیرہ سے ان کی ضیافت کرتے تھے۔ تستر کے تمام باشندے اس بات کو بیان کرتے تھے۔ کسی نے انکار نہیں کیا۔ (ص، ۳۱۰)

شیر سوار:

رَحبَہ ایک شہر تھا جہاں کے لوگ کراماتِ اولیاء کے منکر تھے۔ ایک روز کی

بات ہے اسی شہر کے ولی اللہ حضرت شیخ جابر رجبی رضی اللہ عنہ شیر پر سوار ہو کر شہر میں تشریف لائے اور فرمایا ــــــ بلاؤ ان لوگوں کو جو کراماتِ اولیاء کا انکار کرتے ہیں۔ لوگوں نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اپنی زبان بند کر لی۔ (ص: ۳۱۰)

شیر کی پشت پر لکڑیاں:

علامہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، شیخ ابوالغیث یمنی ابتدائی دور میں لکڑی کاٹنے جنگل میں تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ان کا گدھا تھا جسے شیر نے پھاڑ ڈالا ــــــ آپ نے فرمایا، جب تو نے میرے گدھے کو پھاڑ ڈالا ہے تو لکڑیاں کس پر لے جاؤں گا۔ واللہ میں تو تیری پیٹھ پر لکڑیاں لادوں گا۔ چنانچہ آپ اپنی لکڑیوں کا گٹھر شیر کی پشت پر لاد کر اسے شہر کے دروازے تک لائے۔ اور وہاں اتار کر اس سے کہا کہ اب تو واپس چلا جا ــــــ شیر وہیں سے جنگل میں لوٹ گیا۔ (ص: ۳۱۰)

نذرِ فقراء:

شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں فقراء اور فقہاء (علمائے ظاہر) بھی حاضر رہتے تھے۔ ایک روز خانقاہ کے حاضر باش درویشوں نے حضرت سے گوشت کھانے کی خواہش ظاہر کی ــــــ حضرت شیخ نے فرمایا، فلاں روز تک صبر کر لو۔ حضرت نے جو دن متعین کیا تھا وہ بازار لگنے کا دن تھا، جس دن ضروری اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی ــــــ وہ دن آیا تو پتہ چلا کہ آج ڈاکوؤں اور لٹیروں نے ایک قافلہ کو لوٹ لیا ہے۔ کچھ رہزن ایک بیل اور کچھ اناج لے کر خانقاہ میں آئے اور فقراء کو نذر کیا ــــــ حضرت شیخ نے اجازت دی یہ سب آپ لوگ استعمال کریں۔ کھانے کا وقت ہوا تو فقہاء (علمائے ظاہر) نے کھانے میں شرکت نہیں کی، اور الگ ہو گئے ــــــ شیخ نے فقراء اور درویشوں سے

فرمایا۔ آپ لوگ کھائیں۔ یہ لوگ حرام نہیں کھاتے۔ سب لوگ جب کھانی کر فارغ ہوئے تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ درویشوں کی خدمت میں اتنا غلہ پیش کروں گا۔ میں وہ لے کر آرہا تھا کہ قافلہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں فقراء کے لئے ایک بیل لے کر آرہا تھا رہزنوں نے چھین لیا۔ حضرت شیخ نے دونوں کے جواب دیتے ہوئے فرمایا ——— تمہارے نذرانے جن کے لئے تھے انہیں پہونچ چکے یہ دیکھ کر فقہا نادم ہوئے۔

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ دلوں کی قلعی فرمانے والے صبّاغ تھے۔ لوگوں کے قلوب کو صفات ذمیمہ، اور بری خصلتوں سے پاک وصاف کر کے اچھی عادت کے رنگ میں رنگین کر دیتے تھے ——— (ص، ۳۱۰ ——— ۳۱۱)

روحانی رنگریز:

ایک بار حضرت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ کے رُوبرو، ایک مغنیہ آگئی۔ حضرت کی نظر اس پر پڑی تو وہ بیہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو فوراً توبہ کر کے راہِ فقر اختیار کی۔ اُسے آرائش وزیبائش کا بہت شوق تھا۔ حضرت نے اس سے فرمایا ——— ہم تجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، کیا تو برداشت کر سکے گی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا، فقیروں کو پانی پلایا کر، اس کے بعد وہ مغنیہ چھ ماہ تک پشت پر لاد کر پانی لاتی اور درویشوں کو پلاتی۔

اس کی کایا پلٹ ہوگئی۔ اس نے عرض کیا حضور! اب مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا تو پنجشنبہ کو اللہ تعالیٰ سے ملے گی۔ چنانچہ اسی روز اس کا انتقال ہوگیا۔ رضی اللہ عنہم ——— (ص، ۳۱۱)

شراب خالص گھی میں تبدیل ہوگئی:

عارفِ ربانی شیخ کبیر حضرت عیسیٰ ہتان یمنی رضی اللہ عنہ ایک روز ایک طوائف کے پاس سے گزرے۔ اس سے فرمایا، آج شب میں تیرے پاس آؤں گا ــــــ طوائف خوب زیب و زینت کے ساتھ شیخ کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ اور لوگوں نے بھی یہ بات سن لی تھی۔ سب نہایت متعجب ہوئے۔ عشاء کے بعد آپ وعدہ کے مطابق طوائف کے گھر تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہونچ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فوراً واپس ہو گئے ــــــ طوائف نے عرض کیا، آپ اتنی جلدی تشریف لے جارہے ہیں۔ فرمایا، جس کام کے لئے آیا تھا وہ ہوگیا۔ طوائف کی حالت میں اسی وقت انقلاب پیدا ہوا۔ اس نے شیخ کے سامنے توبہ کی، شیخ نے ایک فقیر کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا ــــــ اور فقیر کو حکم دیا کہ ولیمہ کا انتظام کرو، اور صرف روٹیاں پکانا، سالن کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دعوتِ ولیمہ کا وقت آیا تو فقیر اور اس کی بیوی نے صرف روٹیاں پکا کر حضرت کے سامنے حاضر کردیں۔

شہر کا ایک امیر آدمی اس عورت کا پرانا آشنا تھا۔ اس سے ایک شخص نے جاکر کہا کہ طائفہ نے اپنے کام سے توبہ کرلی ہے اور اس کا ایک فقیر سے نکاح بھی ہوچکا ہے۔ ولیمہ میں صرف روٹیاں پک رہی ہیں۔ سالن نہیں، وہ یہ سُنکر بہت جُز بُز ہوا۔ امیر نے جل بُھن کر یہ حرکت کی کہ اس آدمی کے ذریعہ شراب کی دو بوتلیں حضرت شیخ کے پاس بھیجیں۔ اور لے جانے والے سے سلام کہلایا اور یہ بھی کہلایا، میں نے سُنا کہ ولیمہ میں سالن کا بندوبست نہیں ہے۔ اس لئے یہ سالن بھیج رہا ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ اس طرح حضرت کو شرمندہ کرے۔ اور فقراء کو رنج پہونچائے۔

قاصد اس امیر انسان کا پیغام اور شراب کی بوتلیں لے کر حضرت شیخ کی خدمت

میں پہونچا تو حضرت انتظار ہی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، آنے میں تم نے کافی تاخیر کر دی۔ پھر اس کے ہاتھ سے بوتلیں لے کر انہیں خوب ہلایا اور برتن میں انڈیل دیا ـــــ اور اس لانے والے سے فرمایا۔ تو بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالے۔ وہ شراب نہیں تھی بلکہ خالص اور خوشبو دار گھی تھا۔ قاصد کہتا ہے کہ میں نے اتنا عمدہ گھی کبھی نہیں کھایا ـــــ اس نے امیر کو جا کر ساری بات بتائی۔ اس نے آکر یہاں جو کچھ دیکھا اس پر سخت حیران رہ گیا۔ اور حضرت شیخ کی خدمت میں آکر معافی مانگی اور تائب ہو گیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب ـــــ (ص ۳۱۱ ـــــ ۳۱۲)

موت وقت تہنیت:

حضرۃ الشیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کا وقت اخیر آیا تو حضرت عبداللہ بن فضیل رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ سکرات کی کیفیت دیکھ کر رو پڑے۔

شیخ سری: ابو محمد روکیوں رہے ہو؟

عبداللہ بن فضیل: حضور آپ کا یہ حال دیکھ کر رو رہا ہوں۔

شیخ سری: نہ رو، میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حساب ہے۔ بیس سال سے میں اس کا طالب رہا، جب اسے پایا تو بیس سال حق تعالیٰ نے مجھ سے خدمت لی۔ اس کے بعد بیس سال تک مجھے رلایا۔ پھر بیس سال مبتلائے شوق رکھا۔ اس کے بعد بیس سال مجھے مقام فنا میں چھوڑا۔ اب اس وقت یہ امید ہے کہ مجھے خدا کا دیدار نصیب ہو گا۔ تو اس کے لئے اس کی مدد سے، اور اس کے ساتھ مجھے بقا حاصل ہو گی ـــــ ابو محمد! یہ رونے کا وقت نہیں، بلکہ مبارکباد دینے کا وقت ہے۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص ۳۱۳)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مستقر:

ایک بزرگ نے فرمایا، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ ملک شام

میں سفر فرما رہے تھے۔ اچانک کڑک چمک کے ساتھ بارش ہونے لگی۔ آپ نے بارش سے بچنے کی جگہ تلاش کی تو دور ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں پہونچے تو دیکھا، اس میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ دور ہی سے پلٹ آئے اور ایک پہاڑ کے غار کی جانب چلے۔ وہاں پہونچے تو اس میں ایک شیر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے شیر پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا۔ اور فرمایا۔

بارِ الٰہا! ہر ایک کے لئے تو نے پناہ گاہ بنائی ہے کیا میرے لئے بھی کوئی جائے پناہ ہے؟۔

جواب ملا، تیری جگہ میری رحمت کا مستقر ہے۔ قیامت میں سو حوروں کے ساتھ میں تیرا نکاح کروں گا جن حوروں کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور تیری دعوتِ ولیمہ چار ہزار برس تک جاری رہے گی، جس کا ہر دن دنیا کی تمام عمر کے برابر ہوگا ——— اور ندا کرنے والے کو حکم دوں گا کہ پکارے۔

دنیا سے پرہیز کرنے والے لوگ کہاں ہیں، عیسیٰ بن مریم کی شادی میں شریک ہوں۔

حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
میں ایک راہب کے صومعہ پر گیا اپنے ساتھیوں کو الگ ٹھہرا کر میں نے راہب سے بات کی۔ اور پوچھا علم الیقین کیا ہے؟ ——— راہب نے پردہ ہٹا کر جواب دیا۔ اے عبدالواحد اگر علم الیقین پانا چاہتے ہو تو اپنے اور دنیا دی شہوت کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کر دو۔ یہ کہہ کر پردہ گرا دیا ———

(من، ۳۱۲ ——— ۳۱۴)

حبِّ دنیا:

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ملکِ چین کے اندر میں ایک راہب کے حجرہ کے قریب گیا، اور اسے آواز دی اے راہب!

دوبار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار پکار نے پر اس نے مجھے جھانک کر دیکھا۔ اور کہا۔

اے شخص! میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرے، اور اس کی کبریائی کی عزت کرے، اس کی بلاؤں پر صابر ہو، اس کی تقدیر پر راضی ہو، اس کی عطا پر حمد بجالائے، اور اس کی نعمتوں پر شکر کرے، اس کی قدرت کو مانے، اس کے جلال کے آگے سرنگوں ہو، اس کے حساب وعذاب میں تفکر کرے، دن روزہ میں، رات قیام میں بسر کرے، اسے جہنم اور سوال و جواب کے ذکر نے جگا رکھا ہو۔

اور میں تو محض ایک کاٹ کھانے والا کتا ہوں، جس نے خود کو اس صومعہ میں بند کر رکھا ہے تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ کاٹ کھائے۔

شیخ عبدالواحد: یہ بتاؤ کس چیز نے لوگوں کو معرفت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل رکھا ہے۔

راہب: اے برادر! اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس سے غفلت نہیں ہوتی۔ ہاں! جس شئے نے لوگوں کو اس سے بہکایا ہے وہ دنیا کی محبت، اور اس کی زینت ہے۔ اس لئے کہ یہی معصیت اور نافرمانی کی بنیاد ہے۔ دانشمند وہ ہے جو اسے دل سے نکال دے۔ اور اپنے گناہوں سے اللہ کی دربار میں توبہ کرے۔ اور اس سے قریب کرنے والی چیزوں کی جانب توجہ کرے (ص ۳۱۴)

دنیا کی حقیقت:

ایک شخص نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا ____ چنانچہ ساتھ چلے اور ایک نہر کے کنارے پہونچ کر ناشتہ کرنے بیٹھے۔ حضرت کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تناول فرمائی، دوسری روٹی اس شخص نے

کھائی۔ اور تیسری روٹی وہیں رکھی رہی۔ حضرت نہر کے پاس پانی پلانے تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو وہ روٹی غائب تھی۔ اس شخص سے دریافت فرمایا، روٹی کس نے لی، اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ـــــ آپ وہاں سے روانہ ہوئے، وہ شخص بھی چلا۔ راستے میں ایک جگہ ہرنی اپنے دو بچوں کے ساتھ نظر آئی۔ آپ نے ایک بچہ کو بلایا وہ آگیا تو اس کو ذبح کیا۔ اور اس کا گوشت بھون کر تناول فرمایا۔ اور اس آدمی کو بھی کھلایا۔ اس کے بعد ہرنی کے مذبوح بچے کو فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ (اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو) وہ زندہ ہو گیا ـــــ آپ نے اس شخص سے کہا۔ اس خدا کا واسطہ جس نے تجھے یہ معجزہ دکھایا۔ بتا، روٹی کس نے لی؟ ـــــ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ حضرت وہاں سے روانہ ہو کر ایک ریگستان میں پہونچے۔ وہاں آپ نے بہت سی ریت یکجا فرمائی اور کہا، اللہ کے حکم سے سونا بن جا۔ ریت فوراً سونا بن گئی۔ آپ نے سونے کے تین حصے کئے اور فرمایا ـــــ ایک حصہ میرا، ایک حصہ تیرا، اور ایک حصہ اس شخص کا جس نے روٹی لی۔ وہ شخص بولا، روٹی میں نے ہی لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تمام سونا تیرا ہی ہے۔ اور اسے چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس شخص کو یہ فکر ہوئی کہ اتنا سونا کس ترکیب سے لے کر جاؤں؟ ـــــ اتنے میں دو آدمی اور ادھر ہی آتے نظر پڑے۔ ان دونوں نے اس شخص کے پاس اتنا سونا دیکھا تو ارادہ کیا کہ اسے مار ڈالیں، اور سونے پر قابض ہو جائیں ـــــ مگر سونا والا سمجھ گیا اور بول پڑا کہ یہ سونا ہم تینوں برابر تقسیم کر لیں۔ تینوں پر بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے مشورہ کر کے ایک کو شہر سے کھانا خریدنے کے لئے بھیجا۔ اس نے سوچا میں کھانے میں زہر ملا کر ان دونوں کو راستے سے ہٹا دوں۔ اور تنہا سارا سونا لے لوں ـــــ ادھر ان دونوں نے پروگرام بنایا کہ کھانا لے کر آتے ہی ہم دونوں مل کر اسے قتل کر دیں اور آدھا آدھا سونا باہم تقسیم کر لیں ـــــ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور کھانا لے کر آتے ہی

اسے مار ڈالا۔ اور پھر اطمینان سے کھانا کھانے بیٹھے۔ کھانا چونکہ زہر آلود تھا اس لئے وہ دونوں بھی کھا کر مر گئے۔ تینوں لاشیں اور سونا اسی طرح ریگستان میں پڑا رہا۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اسی راہ سے گزرے تو آپ نے مصاحبین سے فرمایا۔ یہ ہے دنیا، اس سے ہوشیار رہو۔

آپ ہی کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ دنیا آپ کے سامنے زیب زینت میں لپٹی ہوئی بڑھیا کی شکل میں آئی۔

آپ نے پوچھا: تو نے کتنے نکاح کئے؟۔

بڑھیا: اس کا کوئی حساب وشمار نہیں ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، تجھ سے نکاح کرنے والے سب تیرے سامنے ہی مر گئے یا انہوں نے تجھے طلاق دے دی؟۔

بڑھیا: ایسا نہیں ہوا، بلکہ میں نے ہی سب کو قتل کر ڈالا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، تیرے بقیہ شوہروں پر تُف ہے کہ وہ ان مُردوں سے نصیحت نہیں لیتے کہ تو کس طرح ایک ایک کر کے انہیں قتل کرتی ہے اس کے باوجود وہ نہیں ڈرتے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ راوی ہیں ـــــــ ایک شخص کی روح خواب میں بلند ہوئی۔ اس نے راستے میں ایک عورت دیکھی جو ہر طرح کے زیورات اور خوبصورت لباس سے آراستہ پیراستہ تھی۔ مگر جو اس کے پاس سے ہو کر جاتا تھا اسی پر حملہ آور ہوتی تھی اور اسے زخمی کر دیتی تھی۔ وہ عورت جب سامنے آتی تھی تو نہایت کریہہ المنظر لگتی تھی۔ مگر جب منہ پھیر کر جاتی تھی تو پیچھے سے حسین وجمیل لگتی تھی۔ وہ بڑھیا تھی جس کی آنکھیں نیلگوں چندھی ہوئی، بال سفید اس خواب دیکھنے والے شخص نے کہا۔ میں اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہوں، وہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے۔ اس بڑھیا نے کہا۔ اللہ تجھے مجھ سے نہیں بچائے گا۔

جب تک تو درہم اور مال و دولت سے بغض نہ رکھے ــــــ اس نے کہا تو آخر ہے کون ؟۔

جواب دیا، میں دنیا ہوں۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْهَا ۔ (ص: ۳۱۲، ۳۱۶)

غیب سے روزی :

حضرت ابراہیم بن بشار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ ہمارے پاس افطار کے لئے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی شکل نظر آرہی تھی۔ مجھے اس کے لئے فکرمند دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابراہیم بن بشار! رب تعالیٰ نے فقراء اور درویشوں پر کتنی نعمتیں اور راحتیں اتاری ہیں کہ دنیا و آخرت میں ہر جگہ اطمینان ہی اطمینان ہے، قیامت کے روز نہ ان سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور نہ حج، صدقہ، صلہ رحمی، اور مواساۃ وغیرہ کا سوال ہوگا۔ اور ان مسکینوں (یعنی دولت والوں) سے بھی کچھ پوچھا جائے گا ــــــ دنیا کے یہ مالدار لوگ آخرت میں مسکین ہونگے یہاں کے عزت والے وہاں ذلیل و خوار ہوں گے ــــــ فکرمند نہ ہو اللہ تعالیٰ روزی کا ضامن ہے وہ بہت جلد تمہارے لئے روزی بھیجے گا۔ ہم ان دنیا وی امیروں کے بھی امیر ہیں۔ دنیا و آخرت میں کامل مسرت ہمیں حاصل ہے، نہ رنج وغم ہے اور نہ اس کی پرواہ، کہ ہماری صبح کیسے ہوئی اور شام کیسے ؟۔ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں کوتاہی نہ کریں ــــــ اتنا فرمانے کے بعد وہ نماز پڑھنے لگے۔ اور میں نے بھی نماز شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص ہمارے پاس آٹھ روٹیاں اور بہت سی کھجوریں لے کر آیا۔ اور ہمارے پاس رکھ کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے حضرت نے سلام پھیر کر فرمایا۔ اے غمزدہ لے اب کھالے۔

اتنے میں ایک سائل پہونچا۔ اور اس نے آواز دی۔ خدا کے لئے مجھے کچھ

کھلادو۔آپ نے تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں اسے دیں۔تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔اور دو روٹیاں خود تناول کیں۔اور فرمایا مواساۃ اہلِ ایمان کا حصہ ہے۔پھر یہ اشعار پڑھے۔

اَخِیْ نَحْنُ وَاللّٰہِ الْمُلُوْکُ حَقِیْقَۃً لنا الملکُ فی الدارین والعزُّ والغِنا

واللہ! اے بھائی درحقیقت ہم لوگ بادشاہ ہیں۔ہمارے ہی لئے دنیا و آخرت میں ملک اور عزت و غنا رہے۔

نُوَلّیَ وَنعْزِلِ والملوکُ جمیعُھم لنا خَدَم والذُّلَّ یُجْزَوْنَ والعَنا

ہم جسے چاہتے ہیں والی بناتے ہیں اور معزول کرتے ہیں۔اور تمام بادشاہ ہمارے خادم ہیں جنہیں ذلت و تکلیف کی جزا ملتی ہے۔ (ص، ۳۱۶)

ایک صدقہ کی برکت:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں ایک روز دیہات کی جانب جا رہا تھا، راستے میں ایک طرف ایک نوجوان پر نظر پڑی، جو بہت کمزور نحیف و نزار تھا، اس کا جسم گرد میں اٹا ہوا، بال الجھے ہوئے لباس شکستہ تھے۔دو قبروں کے درمیان بیٹھا مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے چہرے پر ملتا ـــــــ اور بار بار آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتا تھا۔لب ہل رہے تھے، آنسو چھلک چھلک کر بہ رہا تھا، اور متواتر ذکر و استغفار اور دعا کئے جا رہا تھا ـــــــ میں نے دیکھا تو میرا دل اس کی طرف راغب ہوا، اور مجھے ملاقات کرنے کی خواہش ہوئی۔چنانچہ گزرگاہ چھوڑ کر میں اس کی طرف چلا۔مگر اس نے مجھے آتے دیکھا تو اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔میں نے بھی سبقت کی کہ شاید اسے پالوں۔

شیخ شبلی: اے اللہ کے دوست! مجھ پر مہربانی کرو۔

نوجوان: واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

شیخ شبلی: تمہیں اللہ کا واسطہ ٹھہر جاؤ۔

نوجوان : انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے ، میں نہیں رکوں گا ۔ اور کہا "اللہ"
شیخ شبلی : اگر تم اس کے بارے میں سچے ہو تو اپنی صداقت ظاہر کرو ۔
یہ سن کر نوجوان نے آواز در آواز اللہ ، اللہ ، اللہ کہا ، اور گر کر بیہوش ہو گیا ۔
شیخ شبلی فرماتے ہیں ، میں نے جاکر اسے ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا ــــــ میں یہ دیکھ کر فکر مند بھی ہوا ، اور اس کے حال اور صداقت پر حیرت زدہ بھی ، اور دل میں کہا ۔ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ــــــ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت سے خاص کرے ۔

بعد ازاں لاحول پڑھتے ہوئے اس کی تجہیز و تکفین کے خیال سے ایک قریبی عرب قبیلہ میں گیا ــــــ واپس آیا تو نوجوان کی لاش وہاں نہیں ملی ۔ اور نہ ہی کوئی سراغ ہاتھ آیا ــــــ اتنے میں کسی کی آواز آئی ۔

اے شبلی ! تو اس نوجوان کی فکر نہ کر ، ملائکہ نے اس کا کام پورا کر دیا ، تم اپنے پروردگار کی عبادت پر توجہ دو ۔ اور زیادہ سے زیادہ صدقہ کرو ۔ یہ نوجوان ایک صدقہ کے ذریعہ ہی اس مقام پر پہونچا ہے جو صدقہ اس نے تمام زندگی میں ایک ہی مرتبہ کیا تھا ۔

حضرت شیخ شبلی : بخدا بتاؤ کہ اس نے کیا صدقہ کیا تھا ؟ ۔

ہاتف : شبلی ! یہ شخص ابتدائی عمر میں نافرمان ، فاسق اور زانی تھا ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ایک خواب دکھایا گیا جسے دیکھ کر وہ گھبرا گیا ــــــ اور پریشان ہو گیا ۔ خواب یہ تھا کہ اس کا عضو تناسل اژدھا بن گیا ، جو اس کے پورے جسم کو گھیر کر منہ کے سامنے منہ کر کے بیٹھ گیا ۔ پھر اژدھے کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر نوجوان کے چہرے کو جھلسانے لگے ۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہو گیا ۔ یہ خواب دیکھ کر نوجوان ڈر گیا ۔ اور دنیا سے رشتہ منقطع کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا ۔ بارہ سال اسی طرح گریہ وزاری ، اور آہ و نالہ میں گزارے ۔ کل اس سے مانگنے والے نے ایک دن کی غذا مانگی ۔ نوجوان نے اسے اپنے کپڑے اتار کر دیئے

سائل بہت خوش ہوا اور اس نے نوجوان کے حق میں بخشش کی دعا مانگی ـــ رب تعالیٰ نے فقیر کی دعا قبول فرمائی۔ اسی صدقہ کی برکت سے جس فقیر کا دل اس نے خوش کر دیا تھا۔ حدیث شریف میں ہے۔ اس وقت سائل کی دعا کو بہت غنیمت جانو جب صدقہ سے اس کا دل خوش ہو گیا ہو ـــ رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما۔ (ص: ۳۱۷ ـــ ۳۱۸)

ایک کے عوض دس:

اپنے دور کے ابدال، حضرت جعفر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
میرے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ میں نے بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟۔ جواب ملا چار انڈے ہیں۔ میں نے کہا منگتا کو دیدو، اس نے تعمیل کی۔ جب سائل انڈے پاکر چلا گیا، میرے پاس ایک دوست نے انڈوں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری بھیجی۔ میں نے بیوی سے پوچھا، اس میں کل کتنے انڈے ہیں؟ ـــ اس نے کہا تیس انڈے، تم نے تو فقیر کو چار انڈے دیئے تھے یہ کس حساب سے آیا، بیوی نے کہا۔ تیس انڈے سالم ہیں اور دس ٹوٹے ہوئے ہیں۔
بعض حضرات اس حکایت سے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کو جو انڈے دیئے گئے تھے ان میں تین سالم تھے اور ایک پھوٹا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے ہر ایک کے بدلے دس دس عطا فرمائے ـــ سالم کے عوض سالم، ـــ اور شکستہ کے بدلے شکستہ، (ص: ۳۱۸)

صدقے نے بیٹے کی حفاظت کی:

ایک عورت نے ایک روٹی سائل کو صدقہ کی۔ اور اپنے شوہر کا کھانا لے کر کھیت پر جا رہی تھی۔ اس کے ہمراہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ ایک باغ سے گزرتے

وقت اس کے بچے کو ایک درندے نے لقمہ بنالیا۔ عورت بہت پریشان ہوگئی.
ناگہاں ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس نے بھیڑیئے کے منہ پر زور کا طمانچہ رسید کیا، اور
اس نے اپنے منہ سے بچے کو چھوڑ دیا۔ غیب سے آواز آئی۔
اپنے بچے کو لے جا، ہم نے تجھے لقمے کے بدلے میں لقمہ عطا کیا (وہ روٹی کا لقمہ
تھا، اور یہ بھیڑیئے کا لقمہ)۔ (ص: ۳۱۸)

سعی اور محاسبہ کا بدلہ:

امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک جہاد میں
نکلا۔ امیر لشکر نے میرے پاس خرچ کے لئے کچھ مال بھیجا۔ میں نے لینا پسند نہیں کیا
اور حاجت مند غازیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روز نماز ظہر کے بعد میں اس مال کو
قبول کرنے اور لوگوں میں تقسیم کرنے پر نادم و فکر مند بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھیں لگ
گئیں۔ خواب میں میں نے سجے سجائے محل دیکھے جو بے شمار نعمتوں سے بھرے
ہوئے تھے۔

شیخ جنید بغدادی: یہ محل کس کیلئے ہے؟۔

ہاتف: یہ ان لوگوں کے محل ہیں، جن کا مال آپ نے قبول کر کے غریبوں
میں تقسیم کیا ہے۔

شیخ جنید: کیا اس کے ساتھ میرا کوئی حصہ نہیں ہے؟۔

ہاتف: ہاں! آپ کا بھی حصہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے آپ کا حصہ وہ محل ہے، اس
طرح ہاتف نے اس سے عظیم الشان محل کی طرف اشارہ کیا۔

شیخ: مجھے ان سے زیادہ کیوں عطا کیا گیا؟۔

ہاتف: ان لوگوں نے ثواب کے لئے مال خرچ کئے، جس کے وہ امیدوار
ہیں۔ اور آپ نے ایسی حالت میں تقسیم کیا ہے کہ اس کے قبول کرنے سے خائف
بھی تھے۔ نفس کا محاسبہ بھی تھا اور شرمندگی بھی، ______ اس لئے اللہ

نے آپکا ثواب زیادہ فرمایا۔ (ص: ۳۱۸ ــــ ۳۱۹)

صدقۂ عاشورا

ملک رَنے میں ایک مالدار قاضی رہتا تھا۔ عاشورا کے روز اس کے پاس ایک فقیر آیا۔ اور کہا، میں ایک مسکین، عیال دار انسان ہوں ــــ آپ کو آج کے مقدس دن کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ میرے لئے دس سیر روٹی، پانچ سیر گوشت، اور دس درہم کا انتظام کر دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی عزت واقبال میں اضافہ فرمائے۔ قاضی صاحب نے کہا جاؤ، ظہر بعد آنا۔ فقیر ظہر بعد آیا تو کہا، عصر بعد آنا۔ وہ عصر بعد پہونچا تو کچھ نہیں دیا۔ اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

فقیر شکستہ خاطر ہو کر واپس جا رہا تھا۔ راستے میں ایک نصرانی کا مکان ملا، اور نصرانی اپنے دروازہ ہی پر بیٹھا تھا۔ فقیر نے اس سے کہا۔ آج کے دن کی برکت سے مجھے کچھ صدقہ کر، ــــ نصرانی نے پوچھا، آخر آج کون سا دن ہے؟۔ فقیر نے نصرانی کو عاشورا کے کچھ فضائل بتائے۔ اس نے سن کر کہا۔ تم نے تو بہت عظیم دن کا واسطہ دیا۔ بتا! تیری کیا ضرورت ہے؟۔ فقیر نے اس کے سامنے بھی روٹی، گوشت اور درہم کا سوال کیا۔ نصرانی نے فقیر کے لئے دس بورا گیہوں اور سو سیر گوشت، اور بیس درہم مہیا کر دیئے۔ اور کہا یہ تیرے اور تیرے اہل وعیال کے لئے تیری زندگی بھر اس دن کی فضیلت وحرمت کے صدقہ ہر مہینے میں مقرر ہے ــــ رات کو قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے نگاہ بلند کر، دیکھا تو ایک عالیشان محل چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا نظر آیا۔ اور ایک محل خالص سرخ یاقوت کا تھا۔ ایسا صاف اور خوبصورت کہ اندر سے باہر کی چیزیں، اور باہر سے اندر کی چیزیں نظر آتی تھیں۔ قاضی نے اس محل کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا۔ یہ دونوں محل تمہارے لئے تھے اگر تم فقیر کی ضرورت پوری کر دیتے۔ مگر چونکہ تم نے اسے رد کر دیا۔ اس لئے اب یہ دونوں محل فلاں نصرانی

کے لئے ہیں۔ قاضی صاحب بیدار ہوئے تو بہت پریشان تھے۔ صبح ہوئی تو نصرانی کے پاس گئے۔ اور اس سے دریافت کیا کہ کل تم نے کون سی نیکی کی ہے ؟۔ اس نے پوچھا آپ کو کیسے علم ہوا ؟۔ قاضی صاحب نے اپنے خواب کا حال بتایا، اور پیشکش کی کہ مجھ سے ایک لاکھ درہم لے لو اور کل کی نیکی مجھے فروخت کر دو۔ نصرانی نے کہا۔ میں روئے زمین کی ساری دولت لے کر بھی اسے فروخت نہیں کروں گا۔ اس کرم کرنے والے پروردگار کے ساتھ معاملہ بہت خوب ہے یقیناً ان ہی کا دین حق ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ص ۳۱۹ - ۳۲۰)

حبیب عجمی اور ان کی شان تصدق

حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے چار بار، بعوض چالیس ہزار درہم خود کو خریدا۔ اس طور پر کہ دس ہزار صدقہ کئے اور عرض کیا، بارالہا! میں نے ان درہموں کے بدلے اپنے کو تجھ سے خریدا اس کے بعد دس ہزار درہم نکالے اور عرض کیا۔ اے رب العالمین! اگر تو نے وہ بیع قبول فرمالی ہے تو یہ اس کا شکرانہ ہے۔ پھر سہ بارہ دس ہزار درہم صدقہ کئے اور کہا۔ مالک و مولیٰ اگر تو نے پہلے اور دوسرے درہم نہیں قبول کئے تو اب یہ قبول فرما —— اس کے بعد چوتھی بار دس ہزار نکال کر عرض گزار ہوئے۔ یا اللہ! اگر تو نے تیسرے کو قبول فرمالیا ہے تو یہ اس کا شکرانہ ہے۔ (ص ۳۲۰)

(۲)

ایام قحط میں حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اناج بطور قرض خریدا اور غربا و مساکین میں تقسیم فرمادیا۔ پھر کھلی ہوئی ہتھیلیاں سر کے نیچے رکھ کر دعا فرمائی اور سو رہے۔ غلوں کے تاجر مطالبہ کرنے آئے تو آپ نے ان ہتھیلیوں کو اٹھایا۔ وہ اب درہموں سے بھری ہوئی تھیں —— اور وہ اتنی ہی تھیں

قرض خواہوں کا جتنا مطالبہ تھا۔ سب انھیں دیدیں۔ (ص ۳۲۰۔ ۳۲۱)

(۳)

ایک سائل نے آپ کے دروازے پر صدا لگائی ــــ آپ کی بیوی صاحبہ گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکائیں۔ آپ نے خمیرا اٹھا کر سائل کو دے دیا ــــ وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد۔ آپ نے فرمایا اسے روٹی پکانے کے لئے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ نے اصل واقعہ بتایا۔ بیوی صاحبہ بولیں۔ سبحان اللہ، یہ تو اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کیلئے درکار ہے ــــ اتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا آپ نے فرمایا۔ دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا۔ روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا۔ (رضی اللہ عنہ (ص ۳۲۱)

شانِ رزاقی

حضرت شیخ علامہ یافعی یمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ــــ ہم کئی لوگ اتفاقاً سفر میں ساتھ ہو گئے تھے۔ ایک روز ایک گاؤں میں پہونچے ــــ ایک شخص گاؤں والوں سے مانگ کر ایک دیگچی لایا، اور اس میں حلوہ پکا کر سب نے کھایا۔ ہم میں کا ایک آدمی کہیں چلا گیا تھا اس لئے وہ نہ کھا سکا۔ اس کے پاس تھوڑا سا آٹا تھا، مگر اسے پکانے والا کوئی نہیں ملا۔ آٹا لے کر وہ پورے گاؤں میں پھرا۔ اسی دوران راستے میں اسے ایک نابینا ضعیف ملا۔ اس نے آٹا اسے دیدیا۔ (اس حالت کو لطف خفی پر محمول کرنا چاہیئے اور گویا حکمت الٰہیہ نے اسے زبانِ حال سے مخاطب کیا۔ کہ یہ آٹا اس مرد ضعیف کا رزق ہے۔ اور تیرا رزق ہم دیں گے۔) اور ساتھیوں میں آکر بیٹھ رہا ــــ اگرچہ وہ غیب کے حال سے بے خبر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک شخص کو متعین فرما دیا تھا ــــ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے تمام ساتھیوں میں سے اسی

شخص کو بلایا ـــــ اور اپنے گھر لیجا کر ثرید سے اس کی دعوت کی ۔ اور لذیذ گوشت کھلایا۔ جس کے بعد اس میں قوت آ گئی اور تیزی سے چلنے لگا۔

بیشک اللہ تعالیٰ لطیف، خبیر، اور کریم و خبردار ہے۔ اے بے صبر نفس! اے ضعیف الیقین! کیا اس کے واضح اور سچے وعدے کی تو تصدیق نہیں کرتا۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے ایسے معتبر ضامن کی ضمانت پر اعتماد نہیں۔ اس اصدق الصادقین کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ھوالرزاق ذوالقوۃ المتین ـ بیشک اللہ ہی رازق اور مضبوط طاقت والا ہے،

وَمَا من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ـ جتنے جاندار زمین پر ہیں سب کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

وَمَا انفقتم من شیئٍ فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین ـ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے اور سب سے اچھا رازق ہے

وفی السماء رزقکم وما توعدون ـ اور آسمان میں ہے تمہارا رزق، اور وہ جس کا تمہیں وعدہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی قسم ارشاد فرمائی ہے ۔ حالانکہ اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا ہے جس کو قسم کی ضرورت نہیں ۔ فرماتا ہے: فو رب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون پس قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی یہ سچ ہے جیسا کہ تم بات چیت کرتے ہو۔

اے نفس! تجھے نہیں معلوم کہ اس کا لطف خفی بندوں کے اوپر شاہانہ کرم فرما رہا ہے ۔ اور اس کے خزانہ رحمت سے رزق دیے جاتے ہیں ـــــ اے انسان! اس کی قدرت نے لطف و عنایت کی مہمیز سے تجھے کھینچا تو تو عدم سے وجود میں آ گیا پھر عالم وجود میں اس کی نوازش سے تغیر پذیر ہوتے ہوئے اہل تقرب کے درجات تک پہونچا۔ اور مقام برکت میں قیام کیا۔ اس نے تیرے لئے اپنی مہربانی سے توفیق کے تحائف ارسال فرمائے ۔ پھر اس توفیق سے جو عبادتیں ہوئیں ۔ قدرت کے منتظمین

نے انھیں بارگاہِ رب العالمین میں پہونچایا، اور اس کی وجہ سے تو عظیم درجات اور معارفِ عالیہ کا مظہر بنا۔ اور ان نعمتوں سے رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے وہی سرفراز ہوتا ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ٥

(ص ۳۲۱-۳۲۲)

بہشت کی ضمانت

ایک مردِ صالح روایت کرتے ہیں —— میں ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گیا وہاں ایک عابد اور ایک تاجر پہلے سے موجود تھے۔ عابد دعا کر رہا تھا: بارالٰہا! آج میں ایسا ایسا کھانا اور اس قسم کا حلوہ کھانا چاہتا ہوں۔ تاجر نے سنا تو کہا، اگر یہ مجھ سے کہتا تو میں اسے ضرور کھلاتا۔ مگر یہ تو بہانہ سازی کر رہا ہے، مجھے سنا کر اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ تاکہ میں سن کر اسے کھلاؤں، بخدا میں تو اسے نہیں کھلاؤں گا —— عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد کے ایک گوشہ میں سو رہے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک خوان لئے آیا چاروں طرف نگاہ دوڑا کر عابد کے پاس گیا! اور اسے جگایا —— اور دسترخوان عابد کے روبرو رکھ کر وہ ہٹ گیا۔ تاجر نے دیکھا تو اس میں وہ تمام کھانے موجود تھے عابد جن کے لئے دعا کر چکے تھے —— عابد صاحب نے خواہش کے مطابق تناول فرمایا! اور بقیہ واپس کر دیا —— تاجر نے کھانا لانے والے شخص سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کیا تم انھیں پہلے سے جانتے ہو۔

جواب: بخدا ہرگز نہیں۔ میں ایک مزدور ہوں میری بیوی اور بیٹی سال بھر سے ان کھانوں کی خواہش رکھتی تھیں۔ مگر مہیا نہیں ہو پاتے تھے۔ آج میں نے ایک شخص کی مزدوری کی تو اس نے مجھے ایک مثقال سونا دیا۔ میں نے اس سے گوشت وغیرہ خریدا اور میری بیوی کھانا پکانے لگی، اتنے میں میری آنکھ جو لگی تو میں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا آج تمہارے علاقہ میں اللہ کا ایک ولی آیا ہوا ہے۔ اس کا

قیام مسجد میں ہے۔ جو کھانے تم نے اپنے بال بچوں کے لئے تیار کرائے ہیں۔
ان کھانوں کا اسے بھی شوق ہے۔ اس کے پاس لے جا۔ وہ اپنی اشتہا
کے مطابق کھا کر واپس کر دے گا۔ بقیہ میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا
اور میں تیرے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ خواب سے اٹھ کر میں نے
حکم کی تعمیل کی۔

تاجر:— میں نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے انہی کھانوں کے لئے دعا کرتے سنا
تھا۔ تونے ان کھانوں پر کتنا پیسہ لگایا؟

مزدور:— مثقال بھر سونا

تاجر:— کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے دس مثقال سونا قبول کر کے اپنے اس عملِ خیر
میں سے مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنالے!

مزدور:— یہ ناممکن ہے

تاجر: اچھا میں اتنے کے لئے تجھے بیس مثقال سونا دیتا ہوں۔

مزدور نے پھر بھی انکار کیا، تاجر نے سونے کی مقدار بیس سے بڑھا کر پچاس اور
سو مثقال تک پہونچائی تو مزدور نے اس سے کہا۔ "واللہ جس شئے کی ضمانت رسول
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، اگر تو اس کے بدلے ساری دنیا کی دولت
دے دے پھر بھی میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔"

تاجر اپنی اس غفلت پر نہایت نادم ہو کر حیران و پریشان مسجد سے نکل گیا
گویا اس نے اپنی کوئی متاعِ گراں بہا گم کر دی ہو۔ (ص ۳۲۲-۳۲۳)

روٹی اور کباب

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک فقیر کو میں نے مسجد
میں دیکھا۔ وہ تین دن تک ٹھہرا رہا۔ کچھ کھایا نہ پیا، اور نہ ہی حرکت کی ——
میں اس پر نظر لگائے ہوئے تھا، اسی کی تاک میں میں اپنے تمام معمولات چھوڑ کر

لگا رہا ____ بالآخر میں نے اس سے پوچھا۔ کیا کھاؤ گے ؟ اس نے کہا گرم روٹی اور کباب ____ میں کباب اور روٹی کی تلاش میں دن بھر سرگرداں رہا مگر مجھے نہ مل سکا۔ تھک ہار کر مسجد میں آبیٹھا اور مسجد کا دروازہ بند کرلیا۔ کچھ رات گئے، کسی نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک شخص کباب اور گرم روٹی لئے کھڑا ہے، میں نے اس شخص سے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا۔ میرے بچوں نے مجھ سے ان روٹیوں اور کباب کے لئے جھگڑا کیا تو ہم نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں میں سے کوئی اس کھانے کو نہیں کھائے گا۔ بلکہ مسجد کے لوگ اسے کھائینگے۔

میں نے کہا بار الہا! تو جب فقیر کو بھی کھلانے کا فیصلہ فرما چکا تھا تو مجھے دن بھر سرگرداں کیوں کیا۔ ؟ (ص ۳۲۳ - ۳۲۴)

توکل علی اللہ

ایک عابد نے مسجد میں اعتکاف کیا مگر ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ امام مسجد نے کہا تم اگر جا کر روزی کماتے تو اچھا ہوتا۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا امام مسجد نے اپنی بات تین بار دہرائی۔ چوتھی بار امام کو جواب دیتے ہوئے عابد نے کہا، مسجد کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا ہے جس نے میرے لئے روزانہ دو روٹیاں دینے کا ذمہ لیا ہے ____ امام نے کہا: اگر وہ ذمہ لینے میں سچا ہے تو مسجد میں تمہارا بیٹھ رہنا اچھا ہے۔ عابد نے امام سے کہا: اگر تو توحید میں ناقص ہونے کے باوجود امام نہ بنتا تو بہتر تھا۔ مجھے اللہ کے آگے لوگوں کا مقتدا بننا تیرے لائق نہیں کیونکہ تو ایک یہودی کی ضمانت کو اللہ کی ضمانت پر فوقیت دیتا ہے اس سلسلہ میں سید ناعلی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے اشعار ہیں:

أَتَطْلُبُ رِزْقَ اللهِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِهِ   وَتُصْبِحُ مِنْ خَوْفِ الْعَوَاقِبِ آمِنًا

کیا تو اللہ کے رزق کو غیر سے مانگتا ہے اور غیر کے بھروسے پر انجام اور عواقب سے بے خوف رہتا ہے۔

وَتَرضیٰ بصرّافٍ وان کان مُشرِکا ضَمِیناً ولا تَرضیٰ بربِّکَ ضَا مِنَا

تو مشرک صراف کی ضمانت پر راضی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پہ رضامند نہیں ہوتا۔ (ص ۳۲۴)

عبادالرحمٰن

اولیاء اللہ میں سے ایک کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو ہر ایک کے لئے کام اور پیشہ بھی ظاہر فرمایا، چنانچہ سب نے کسی نہ کسی صنعت کو پسند کیا۔ پھر جب وہ دنیا میں آئے تو ان کی زبان پر وہی جاری ہو گیا جو انھوں نے پسند کیا تھا —— البتہ ایک گروہ ان سے جدا ہو گیا جس نے کوئی پیشہ پسند نہیں کیا۔ جب انھیں کچھ پسند کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے عرض کیا، ہمیں ان چیزوں میں سے کچھ پسند نہیں —— اس کے بعد انھیں عبادت کے مقامات دکھائے گئے —— انھوں نے عرض کیا۔ اے رب العالمین! ہم نے تیری خدمت پسند کی۔

ارشاد ہوا —— میری عزت و جلال کی قسم ان تمام کو تمہارا تابعدار بناؤں گا اور میری عزت و جلال کی قسم روزِ قیامت تم لوگوں کو تمہارے اہل محبت و عقیدت اور خدمت گاروں کا شفیع بناؤں گا۔ (ص ۳۲۴)

درسِ توکل

منقول ہے کہ ایک گروہ سیّد الطائفہ امام جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور روزی طلب کرنے کی اجازت مانگی۔

فرمایا: اگر پتہ ہو کہ تم لوگوں کی روزی کہاں ہے تو ضرور طلب کرو!

عرض: پھر ہم رب تعالیٰ سے مانگیں؟

فرمایا: اگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فراموش کر دے گا تو ضرور یاد دلاؤ

عرض: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے گھروں کے اندر بیٹھ کر اس پہ توکل کرنا چاہئے

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے معاملہ کا تجربہ کرنا، اس کی قدرت میں شک کرنے کے مترادف ہے،

عرض: پھر کیا ذریعہ کریں

فرمایا: ذریعہ یہی ہے کہ ذریعہ کو ترک کر دیا جائے۔ رضی اللہ عنہ (ص ۳۲۵)

تحریرِ توکل

اہلِ ارادت میں سے ایک شخص کا قصہ ہے کہ طلب رزق کے لیے چلے اور تھک ہار کر، ایک ویران علاقہ میں، آرام کرنے کی نیت سے جا بیٹھے۔ وہاں شکستہ دیواروں میں انھیں ایک سبز سنگ مرمر کی تختی نظر آئی، جس پر سفید خط میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

لَمَّا رَأَیْتُکَ جَالِسًا مُسْتَقْبِلًا — أَیْقَنْتُ أَنَّکَ لِلْهُمُوْمِ قَرِیْنٌ

جب میں نے تجھ کو اپنی طرف متوجہ بیٹھا ہوا دیکھا تو یقین ہو گیا کہ تو رنج و غم کا ہمدم ہے

مالا یکونُ فلا یکونُ بحیلۃٍ — ابداً وما ھو کائنٌ سیکونُ

جو کچھ نہیں ہونیوالا ہے وہ کسی ترکیب سے کبھی نہیں ہو گا اور جو ہونیوالا ہے وہ عنقریب ہو جائیگا

سَیَکُوْنُ مَا ھو کائنٌ فی وقتِہٖ — وَاَخُوالجَھالۃِ مُتْعَبٌ مَحْزُوْنٌ

جو چیز ہونیوالی ہے اپنے وقت پہ ہو جائے گی اور نادان بلاوجہ تھکتا، اور غم کھاتا ہے،

فلعل ما تخشاہ لیس بکائنٍ — ولعل ما ترجوہ سوف یکون

ہو سکتا ہے جس سے تو ڈرتا ہے وہ کبھی نہ ہو اور ممکن ہے جس کی تجھے امید ہے، وہی ہو جائے

یسعی الحریص فلا ینال بحرصہٖ — حَظًّا ویحظٰی عاجزٌ ومَھِیْنٌ

لالچی کوشش کرتا ہے اور اسے حرص سے کچھ نہیں ملتا اور عاجز و کمزور حصہ پا لیتا ہے۔

فارفُضْ لہا وتعرَّ من اَثوابہا ❊ ان کانَ عندکَ للقضاءِ یقین
فکرمندی چھوڑ اور اس کے لباس سے عاری ہوجا اگر تجھے تقدیر کا یقین ہے
ھُوِّنْ علیکَ وکُنْ بربکَ واثقا ❊ فاَخُوالتوکّل شأنہٗ التہوین
بے فکر بن اور اپنے رب پر اعتماد کا بل رکھ کیونکہ متوکل کی شان بے فکر رہنا ہے
طَرحَ الاذی عن نفسہ فی رزقہ ❊ لمّا تَیَقّنَ انّہٗ مضمون،
توکل والا روزی کی مشقت ترک کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

اس تختی کو پڑھ کر وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور پھر روزی کی فکر میں سرگردانی ختم کر دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۳۲۵)

نماز دہرالی

حضرت شیخ ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے، نماز پوری ہونے کے بعد امام مسجد نے پوچھا، اے ابو یزید کھاتے کہاں سے ہو؟

فرمایا: ذرا رکو! پہلے اس نماز کو دہرا لوں جو تمہارے پیچھے پڑھی ہے، تجھے جب مخلوق کو روزی دینے والے ہی کے بارے میں شک ہے۔ تو تیرے پیچھے نماز کہاں جائز ہے؟ رضی اللہ عنہ (۳۲۵)

مقام سری رضی اللہ عنہ

سید الطائفہ امام ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شب میں حضرت الشیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے گھر سویا۔ کچھ رات گذری تو آپ نے فرمایا، جنید! کیا سو گئے؟۔ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے اس وقت مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ارشاد

فرمایا، میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب میری محبت کے دعویدار ہوئے۔ پھر جب میں نے دنیا پیدا کی تو ہر دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا میں گرفتار ہو گئے، اور میری محبت چھوڑ بیٹھے، اب صرف ہزار باقی رہے۔ پھر میں نے بہشت کو پیدا کیا۔ تو نو سو اس کی محبت کے اسیر ہو گئے میری الفت ترک کر دی باقی ایک سو رہ گئے۔ ان لوگوں پر میں نے بلاؤ مصیبت ڈالی، تو سو میں سے نوّے مجھے چھوڑ کر بلا میں مشغول ہو گئے، صرف دس باقی رہے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا تم نے نہ دنیا لی، نہ آخرت اور نہ ہی بلا سے گریز کیا۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟

عرض کیا۔ رب العالمین ہم جو کچھ چاہتے ہیں تو جانتا ہے ــــــ ارشاد فرمایا، میں تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ مصیبت نازل کروں گا، ایسی مصیبت جسے مضبوط پہاڑ بھی نہ برداشت کر سکے۔ کیا اس پر ثابت قدم رہ جاؤ گے؟ عرض کیا، الٰہی! جب تو خود ہمیں مصیبت میں ڈالے گا تو تیری رضا میں تیری ہی مدد سے، تیرے لئے ہم ساری مصیبتیں اور آفات برداشت کر لیں گے، جن مصائب کے برداشت کی تاب پہاڑوں کو بھی نہیں۔

ارشاد ہوا، تم ہی میرے سچے بندے ہو۔ (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین) (ص ۳۲۶)

امام الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک روز حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا تو ان کا جسم مبارک بیماروں کی طرح کمزور اور نحیف تھا ــــــ آپ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ میری یہ حالت

اس کی محبت کے باعث ہے ـــــ یہ کہکر بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد فوراً آپ کا زرد چہرہ چاند کی طرح روشن و منور ہو گیا۔ اس کے بعد جب آپ دوبارہ علیل ہوئے تو میں بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا ـــــ اور دریافت کیا۔ آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا

کیف اشکو الیٰ طبیبی مابی　　　والذی بی اصابنی من طبیبی

میں اپنی مصیبت کا شکوہ طبیب سے کیا کروں کہ جو مصیبت مجھے پہونچی ہے وہ طبیب ہی کی بدولت ہے۔

میں نے حضرت کو پنکھا جھلنا شروع کیا۔ تو فرمانے لگے، اس انسان کو پنکھے کی ہوا کیسی لگے گی جس کا دل اندر سے جل رہا ہو۔ اور یہ اشعار پڑھے:

القلبُ محترقٌ والدّمعُ مُستبقٌ　　　والکربُ مجتمعٌ والصّبرُ مفترقٌ

دل جل رہا ہے اور اشک تیزی سے رواں ہے، اور رنج و غم اکٹھے ہیں اور صبر دور ہے

کیف القرار علیٰ مَن لا قرار لہ　　　مما جناہُ الھویٰ والشوقُ والقلقُ

جسے قرار ہی نہیں اس پر کیسے قرار ہو کیونکہ محبت شوق اور بے چینی نے اس پر مصیبت ڈال رکھی ہے

یاربِّ ان کانَ لی شیئٌ بہ فرَجٌ　　　فامنُن علیّ بہ مادام بی رَمَقٌ،

اے رب اگر مجھے کسی چیز میں قرار ہو تو جبتک مجھ میں رمق باقی ہے وہ چیز عطا فرما!

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک شخص نے انھیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا جواب دیا: مجھے بخش دیا، اور جنہوں نے میرے جنازہ میں شرکت کی، اور جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی سب کی مغفرت فرمادی۔

سائل: آپ کی نماز جنازہ میں میں بھی حاضر تھا۔

آپ نے لپٹا ہوا ایک کاغذ نکال کر دیکھا، اس میں میرا نام نہیں تھا۔

سائل: میں واقعی آپ کے جنازہ میں حاضر تھا اور میں نے نماز بھی پڑھی تھی،

آپ نے اس کاغذ کو دوبارہ دیکھا تو ایک گوشہ میں میرا بھی نام تحریر تھا۔

رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین　(ص ۳۲۶-۳۲۷)

راضی برضا عابد

سیدنا یونس علیہ السّلام نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے فرمایا ہم روئے زمین کے سب سے بڑے عابد کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام انھیں ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے کٹ کر جدا ہو چکے تھے اور وہ شخص زبان سے کہہ رہا تھا۔ تو نے جب تک چاہا ان اعضاء سے مجھے فائدہ بخشا، اور جب چاہا لے لیا۔ اور میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی۔ اے میرے پیدا کرنے والے میرا مقصود تو تو ہے۔

حضرت یونس علیہ السّلام نے فرمایا اے جبرئیل میں نے آپ سے صوم و صلوٰۃ والے شخص کو دیکھنے کا سوال کیا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے جواب دیا اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے قبل یہ ایسا ہی تھا اب مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کیا اور اس کی آنکھیں بھی نکل پڑیں۔ مگر عابد نے زبان سے وہی بات کہی: جب تک تو نے چاہا ان آنکھوں سے مجھے فائدہ بخشا اور جب چاہا انھیں چھین لیا۔ اور اے خالق! میری امید گاہ صرف اپنی ذات کو رکھا، میرا مقصود تو تو ہی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عابد سے کہا آؤ، ہم تم باہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تم کو پھر تمہاری آنکھیں اور تمہارے ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تم پہلے ہی کی طرح عبادت کرنے لگو۔

عابد: ہرگز نہیں

حضرت جبرئیل: آخر کیوں نہیں

عابد: اس کی رضا جب اسی میں ہے تو مجھے اس کی رضا زیادہ محبوب ہے

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: واقعی میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں دیکھا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ راستہ ہے کہ رضائے الٰہی تک رسائی کے لئے اس سے بہتر کوئی راہ نہیں (ص ۳۲۷)

پانچ نعمتیں

حضرت شقیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے طلب کیا تو پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں پایا۔

- برکتِ رزق نمازِ چاشت میں ملی۔
- قبر کا اجالا نمازِ تہجد میں ملا۔
- نکیرین کے سوالات کا جواب قراءتِ قرآن میں پایا۔
- پل صراط سے گزرنے کی سہولت روزہ اور صدقہ میں ملی۔
- (قیامت کے دن) عرش کا سایہ خلوت نشینی میں نظر آیا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۳۲۸)

اخلاصِ دعا

ایک عالم ربانی فرماتے ہیں، مجلس وعظ کے اختتام پر لوگوں کے سامنے میں نے یہ دعا مانگی۔ الٰہ العالمین! ہم لوگوں میں جس کا دل سب سے زیادہ سخت ہو، جس کی آنکھیں سب سے زیادہ خشک ہوں (اللہ کی یاد میں رونے سے غافل)، اور جو معصیت سے سب سے قریبی تعلق والا ہو۔ اسے بخش دے۔ ہمارے قریب ایک بجڑا بیٹھا ہوا تھا وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یہ دعا پھر مانگئے کیونکہ آپ لوگوں میں میں ہی ایک ایسا ہوں جس کا دل سب سے سخت ہے، جس کی آنکھیں سب سے خشک اور جو گناہوں سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ میرے حق میں دعا کیجئے کہ رب تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔

عالم ربانی فرماتے ہیں دوسری رات مجھے خواب میں رب کائنات کے حضور کھڑا کیا گیا۔ ارشاد عالی ہوا، مجھے یہ بات پسند آئی کہ تو نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرادی۔ جا میں نے تجھے اسے اور تمام حاضرین مجلس کو بخش دیا۔

(ص ۳۲۸)

عیب پوش خلق

ایک بزرگ کو کسی نے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا، اور پڑھنے کو فرمایا، مجھے اس میں اپنی ایک برائی نظر آئی۔ میں جسے پڑھنے سے شرم میں پڑ گیا ____ اور عرض کیا مالک و مولیٰ مجھے رسوائی سے بچا۔ فرمایا جب یہ گناہ تو نے کیا تھا اور اس وقت شرم نہیں آئی تھی۔ اس وقت میں نے تجھے رسوا نہیں کیا۔ تو آج میں تجھے کیوں رسوا کروں گا۔ جب کہ تو مجھ سے نادم ہے۔ جا میں نے تیری غلطی معاف کی اور تجھے داخل جنت کیا۔ سبحان اللہ الحلیم الکریم (ص ۳۲۸)

حسن صوفیہ

حضرت عبداللہ بن شجاع صوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، زمانہ سیاحت میں، میں مصر گیا اور وہاں کچھ دنوں رہا، مجھے وہاں نکاح کی حاجت ہوئی دوستوں نے ایک صوفیہ خاتون کی بیٹی سے میرا نکاح کرادیا ____ میں جب اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کھڑی ہو کر نماز پڑھ رہی تھی ____ مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی کہ ایسی کم عمر لڑکی تو نماز پڑھے اور میں نہ پڑھوں۔ میں نے بھی نماز شروع کی اور جس قدر پڑھ سکا پڑھ کر مصلے پر سو گیا۔ اور وہ بھی نماز پڑھ کر اپنے مصلے پر لیٹ گئی اسی طرح دوسرے روز بھی ہوا ____ کئی روز جب اسی طور پر گذر گئے تو میں نے انھیں سے

کہا، کہ ہمارے اجتماع کا کوئی اور مقصد بھی ہے۔ اس نے کہا میں اپنے مالک مولیٰ کی خدمت میں ہوں، لیکن مجھ پر جس کا حق ہے میں اسے منع بھی نہیں کرتی ـــــ حضرت عبداللہ صوفی فرماتے ہیں اس کی بات سن کر مجھے شرم محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں نے اسی طرح ایک ماہ گزار دیا۔ پھر میں نے سفر کا ارادہ کیا، تو اس کو آواز دی وہ لبیک کہہ کر حاضر ہوئی۔۔ میں نے کہا میں سفر میں جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تم خیر و عافیت کے ساتھ رہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں ناپسندیدہ امور سے بچائے اور مقصود عطا فرمائے۔ میں جب روانگی کے لئے دروازہ تک پہونچا تو وہ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی، اے میرے سردار ہم لوگوں کے مابین دنیا میں ایک عہد قرار پایا جو پورا نہیں ہوا۔ انشاء اللہ بہشت میں اس کی تکمیل ہوگی۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتی ہوں وہ سب سے اچھا امانتدار ہے ـــــ اور میں الوداع کہکر چلا گیا

دو سال بعد میں نے اس کے حالات دریافت کئے، تو یہ معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے کہیں زیادہ ریاضت و مجاہدہ میں منہمک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا،

مجاہدہ خاتون

(ص ۳۲۸ - ۳۲۹)

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لبنان کے پہاڑوں میں مجھے ایک عابدہ خاتون ملی، اس کا جسم سوکھ کر پرانی مشک کی طرح ہو گیا تھا۔ لگتا تھا قبر سے نکل کر آرہی ہے، بہت عبادت گزار، اور مجاہدہ کیش تھی، میں نے اس طرح کی کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی، میں نے اس سے پوچھا: آپ کا وطن ؟

خاتون: جہنم کے علاوہ میرا کوئی وطن نہیں ہے الّا یہ کہ عزیز و غفار رب بخش دے

حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے مجھے کچھ نصیحت کریں!

خاتون: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نعمتوں کا دسترخوان سمجھو، اور اس کے وعدے اور وعید کی مصاحبت اختیار کرو! اور نیک ارادوں کی بجا آوری کیلئے دامن سمیٹ کر تیار ہو جاؤ۔ اور فضول لوگوں کی فاسد امیدوں کو

ترک کردو جن کی کوئی حقیقت نہیں ، اور وہ تو اس سے بھی انجان ہیں کہ
اس کا انجام کیا ہوگا ۔ بخدا اس منزل پر وہی پہونچتے ہیں جو میدانِ مقابلہ
میں دوڑنے کا سامان کرتے ہیں اور ان میں سبقت وہی پاتے ہیں جو
بھرپور کوشش کرتے ہیں ، برادر ! اپنے نفس کے لئے جو لینا ہے لے لو
یہ سمجھو کہ مطالبہ تم ہی سے ہوگا کسی اور سے نہیں ۔ دانشمند بنو ۔

حضرت ذوالنون: اے سیدہ ! میرے حق میں دعا فرمائیں ،
اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی ۔ اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا درود پڑھا جس سے میرے کان نا آشنا تھے ،
پھر دعا فرمائی ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، (ص ۳۲۹)

اہلِ عشق و وفا

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، ساحل شام کے
علاقے میں میں نے ایک خاتون کو دیکھا ۔ میں نے پوچھا ، کہاں سے آرہی ہو ؟
خاتون : ان لوگوں کے پاس سے آرہی ہوں جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے
ہیں ۔
حضرت ذوالنون : اور کہاں جارہی ہو ۔ ؟
خاتون : ان لوگوں کے پاس جارہی ہوں جنہیں کوئی بیع و تجارت ، اللہ کے ذکر
سے غافل نہیں کرتی ۔
حضرت ذوالنون : ان حضرات کی کچھ نشانی اور وصف بیان کرو !
اس کے جواب میں اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے ۔

وہ ایسے لوگ ہیں جن کی ہمتیں رب تعالیٰ ہی سے وابستہ ہیں
ان کی کوئی خواہش کسی اور کے پاس نہیں پہونچتی اس قوم کا

مقصود محض مالک و مولیٰ ہے ، اللہ واحد و صمد ان کا مطلوب و
محبوب ہے اور وہ کتنا اچھا محبوب ہے۔ ان سے کوئی
مقابلہ نہیں کر سکتا ، نہ دنیا میں نہ آخرت میں نہ شرافت
میں نہ کھانے پینے میں نہ لباس و اولاد اور اعلیٰ ترین کپڑوں
میں انھیں کسی شہر میں سکونت سے راحت نہیں ہوتی ہے
وہ چشموں کے پاس اور جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے ہیں ،
اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جماعت سے ملاقات کرتے ہیں
(رضی اللہ عنہا) (ص ۳۲۹-۳۳۰)

سرشارِ محبّت

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کو ساحل سمندر کے پاس ایک لڑکی ملی ، جو سر برہنہ ، زرد رو ، چلی آرہی تھی ۔ میں نے کہا : اے لڑکی ! اوڑھنی سر اور منہ پر ڈال !

لڑکی : جس منہ پر ذلّت برستی ہے اس پر اوڑھنی ڈالوں ؟ ...... اے بے ادب سامنے سے ہٹ جا کل رات میں نے محبت کا جام پیا ہے جس سے پوری شب سرشاری میں بسر ہوئی ، اور اسی عالم مستی میں میں نے صبح کی ۔

حضرت ذوالنون : اے لڑکی مجھے کچھ نصیحت کر ،

لڑکی : اے ذوالنون چپ چاپ گوشہ گیر رہ اور قوت لایموت پر قناعت اختیار کرتا آنکہ موت آجائے (رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین) (ص ۳۳۰)

موت سے قبل مار لے خود کو قبر تک خود قدم سے چل کر جا
بد رگہ چاہتا ہے قربِ حق قوت ، اور کنج عافیت اپنا

احساسِ بندگی

ایک بزرگ فرماتے ہیں، دامن کوہ میں مجھے ایک جوان نظر آیا۔ حیرانی و پریشانی کے آثار اس پہ نمایاں تھے، اور آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں، میں نے پوچھا : تم کون ہو ؟

جوان : میں اپنے مولیٰ سے بھاگا ہوا ایک مملوک ہوں ۔

بزرگ : مالک کے پاس واپس لوٹ جا اور معافی مانگ لے !

جوان : معافی مانگنے کے لئے بھی حجت درکار ہے، اور جو قصور وار ہو وہ عذر کیا پیش کر سکتا ہے ۔ ؟

بزرگ : اگر ایسا ہے تو کسی سے سفارش کرا

جوان : سفارش کرنے والے بھی اس سے ڈرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں ۔

بزرگ : بھلا ایسا کون شخص ہے ؟

جوان : میرا مالک وہ ہے جس نے مجھے بچپن میں پالا، اور بڑے ہو کر میں نے اس کی نافرمانی کی، میں بے حد شرمندہ ہوں ۔ کہ اس نے میرے ساتھ کیا حسن سلوک کیا ———— اور میں نے اس کے ساتھ کتنا خراب برتاؤ کیا۔ جوان یہ کہتے کہتے گرا اور انتقال کر گیا ۔

تھوڑی دیر بعد وہاں ایک ضعیفہ آئی اور پوچھنے لگی، اس غمزدہ حیران کے قتل میں کس نے مدد دی ۔ اللہ اس پہ رحم کرے ۔

بزرگ : میں رک بعد اس کے کفن دفن میں تیرا ساتھ دوں گا ۔

ضعیفہ : نہیں اسے قاتل کے روبرو ذلیل و خوار پڑا رہنے دو ۔ ممکن ہے بے یار و مددگار دیکھ کر ترس کھائے اور اسے قبول کر کے اپنے انعام سے نوازے ۔ رضی اللہ عنہم ۔ (ص ۳۳۰-۳۳۱)

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن عبد الملک

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے کہا۔ کیا بات ہے کہ ہم لوگ موت کو بُرا سمجھتے ہیں۔؟

حضرت ابو حازم: اس لئے کہ تم نے اپنی دنیا آباد کی اور آخرت ویران کر ڈالی، اس لئے آبادی سے ویرانے میں کوچ کرنا بُرا جانتے ہو۔

سلیمان: واقعی آپ نے سچ فرمایا۔ اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کل میرا اللہ کے یہاں کیا حال ہو گا۔

حضرت ابو حازم: اپنے حالات کو کتاب اللہ پر منطبق کرو۔ تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

سلیمان: قرآن مجید میں یہ کہاں ملے گا؟

حضرت ابو حازم: آیت کریمہ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم (نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ فاجر جہنم میں) کے اندر۔

سلیمان: پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہے

حضرت ابو حازم: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

سلیمان: کاش مجھے معلوم ہوتا کہ رب تعالیٰ کے حضور کس طرح میری پیشی ہو گی۔

حضرت ابو حازم: نیک اور پرہیزگار اس طرح پیش ہوں گے جیسے مسافر خوشی خوشی اپنے گھر لوٹتا ہے۔ اور بدکار اس طرح جیسے بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس خوفزدہ پکڑ کر لایا جاتا ہے۔

یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک رونے لگا۔ (ص ۳۳۱)

حضرت ابوحازم کی نماز

حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کہ کس طرح پڑھتے ہیں۔ تو فرمایا:

"جب نماز کا وقت آتا ہے تو فرائض اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کرتا ہوں۔ اس کے بعد قبلہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اس طرح کہ خانہ کعبہ کو روبرو، جنت کو داہنے، اور جہنم کو بائیں، پل صراط کو پاؤں تلے۔ اللہ جل شانہٗ کو آگاہ و خبردار جانتے ہوئے نماز ادا کرتا ہوں۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے پھر اس کے بعد نماز پڑھنا نصیب نہیں ہوگا —— پھر عظمت و جلال کے احساس کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں۔ تفکر کے ساتھ قرأت کرتا ہوں۔ عاجزی کے ساتھ رکوع اور انکساری کیساتھ سجدہ کرتا ہوں اور آخر میں سلام پھیرتا ہوں۔ اس کے بعد اس ڈر کے ساتھ اٹھتا ہوں کہ معلوم نہیں نماز قبول ہوتی ہے یا رد کردی جاتی ہے

سائل: آپ ایسی نماز کب سے ادا کرتے ہیں۔ فرمایا: چالیس سال سے۔ اس نے کہا کاش میں زندگی بھر میں ایک نماز اس طرح ادا کرلیتا تو کامیاب و کامراں ہوجاتا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ص ۳۳۱)

حق آگاہ ضعیفہ

حضرت صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے محراب داؤد علیہ السلام، میں ایک نابینا ضعیفہ کو دیکھا، جو اون کا کرتا پہنے نماز پڑھ رہی تھی۔ ایک طرف نماز ادا کرتی جارہی تھی دوسری طرف گریہ زاری کرتی جاتی تھی۔ میں اپنی نماز چھوڑ کر اسے

دیکھنے لگا۔ نماز کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

اَنْتَ سُئُولِی وَعِصْمَتِی فِی حَیَاتِی　　اَنْتَ ذُخْرِی وَعُمْدَتِی فِی مَمَاتِی

تو ہی زندگی میں میرا مقصود اور میری حفاظت کرنے والا ہے۔ تو ہی میرا ذخیرہ اور سہارا دینے والا ہے موت کے بعد

یا علیمًا بمَا اُکِنُّ وَاُخْفِی ،　　وَبِمَا فِی بَوَاطِنِ الْخَطَرَاتِ

اے مخفی اور پوشیدہ کا علم رکھنے والے اور باطن کے خطرات کو جاننے والے

لَیْسَ لِی مَالِكٌ سِوَاكَ فَاَرْجُو　　لِدَفْعِ الْعَظَائِمِ الْمُوبِقَاتِ

تیرے سوا میرا کوئی مالک نہیں ہے کہ میں اس سے بڑی بڑی ہلاکت خیز چیزوں کے دفع کرنے کی امید رکھوں،

حضرت صالح مرّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضعیفہ سے پوچھا: تمہاری آنکھیں کس طرح جاتی رہیں۔

ضعیفہ: اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے نادم ہو کر، اور اس کے ذکر اور یاد سے غفلت کے احساس میں جو میں نے آنسو بہائے۔ اس سبب سے میری آنکھیں ختم ہو گئیں ——— اگر مجھے بخش دیا گیا تو آخرت میں انشاء اللہ اس سے اچھی آنکھیں مل جائیں گی ——— اور اگر معاف نہیں کی گئی تو جہنم میں جلنے والی آنکھیں لے کر میں کیا کروں گی ———؟

حضرت صالح ضعیفہ کی بات سن کر رو پڑے۔ ضعیفہ نے پھر کہا۔ اے صالح مجھے اپنے مولا کا کلام سنانے سے تمہیں انکار تو نہیں ہو گا ———؟ اس کی عزت و وقار کی قسم مجھے اس کا بہت روز سے شوق ہے۔ حضرت صالح نے آیت مبارکہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ الآیۃ تلاوت کی

ضعیفہ: اے صالح اس کی خدمت کا حق بھلا کون ادا کر سکتا ہے۔؟

اس کے بعد ضعیفہ نے ایسی چیخ ماری کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہو جائیں۔ اور زمین پر گر پڑی لوگوں نے دیکھا تو وہ انتقال کر چکی تھی۔

اس کے بعد میں نے اسے ایک روز خواب میں دیکھا، بہت اچھی حالت میں تھی، میں نے اس سے خیریت دریافت کی۔ اس نے کہا:

"مرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا۔ جسے کوتاہئ خدمت کی ندامت نے مار ڈالا اس کی آمد مبارک۔ پھر اشعار پڑھتی ہوئی لوٹ گئی۔

جس کا مفہوم یہ ہے۔ میرے ساتھ وہی احسان کیا گیا جس کی امید تھی، اور جو مجھے پسند تھا مجھے عنایت کیا گیا۔ میں اس کے پاس نعمتوں لذتوں اور مسرتوں میں ہوں،،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا آمین) (ص ۳۳۲)

شراب محبت اور نور معرفت

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے شیخ علی تکروری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا (جن کی قبر قرافہ میں ہے) کہ حضرت ایک بار محفل سماع میں حاضر ہوئے۔ ان پہ وجد طاری ہوا۔ اور انھوں نے ملاحظہ کیا (عالم بیداری میں) کہ ان کے سامنے شراب کی نہریں جاری ہیں۔ اور حضرت کو ان میں سے پلایا جاتا ہے۔ اور سیرابی نہیں ہوتی۔ اور وہ شراب دنیا کی شراب نہیں ہے ـــــ اس کے بعد ایک نور نظر آیا۔

حضرت کو جب وہ شراب پلائی جاتی تو ان میں اتنی طاقت و قوت آجاتی کہ سات آدمی انھیں نہیں روک سکتے تھے..... اس کے بعد جب نور دیکھا تو ان پہ کمزوری طاری ہو گئی ـــــ حضرت نے یہ واقعہ بیان کر کے مجھ سے پوچھا کہ ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یہ ایسی بات ہے جہاں میرا وہم بھی نہیں پہونچا۔ بھلا میں اس بارے میں کیا کلام کر سکتا ہوں جو مجھے معلوم نہیں۔

بزرگوں میں سے کسی نے فرمایا ہے :

سَقَوْنِی وقالوا لا تغنِّ ولو سَقَوْا ، جبالَ حُنَیْنٍ مَاسَقَوْنِی لَغَنَّتِ ، (مجھے بادۂ عشق پلا کر کہا کہ مستی میں گانا مت حالانکہ جبل حنین کو بھی اگر وہ پلائی جاتی جو مجھے پلائی گئی تو وہ مستی میں گانے لگتا ،

میرا خیال ہے نور کا دیکھنا معرفت کی نشانی ہے ، اور شراب ، محبت کی علامت ہے اور اکثر عرفار کے نزدیک درجہ معرفت مقام محبت سے بلند ہے ۔

حضرت میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، محب محبت میں افضل ہیں ۔ اور فرمایا کہ عشاق ، دنیا اور آخرت کی ساری سعادتوں کو سمیٹ لے گئے ۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اس کے ہمراہ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے ،

بعض عرفار کا فرمان ہے کہ حقیقت محبت یہ ہے کہ لذت میں ہلاک ہو جائے ۔ اور حقیقت معرفت یہ ہے کہ حیرت کے ساتھ مشاہدہ اور ہیبت میں فنا ہو

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" محب اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو جائے ۔ اور عارف خاموش نہ رہے تو ہلاکت میں پڑ جائے ،،

حضرت ابویزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا : عارف اڑنے والا ہے ۔ اور زاہد چلنے والا

حضرت شیخ ابوعبداللہ قرشی کا ارشاد ہے : " حقیقت محبت خود کو محبوب کے سپرد کرنا ہے اسی طرح کہ تیرا اپنے نفس پر کوئی حق نہ رہے ،،

(ص ۳۳۲ - ۳۳۳)

لطائف قرآن

شیخ ابوالربیع مالقی کا بیان ہے ایک رات میں نے حضرت شیخ

ابو محمد سید بن علی النجار رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام کیا۔ میرا یہ طریقہ تھا کہ ادب واحترام کے خیال سے جب تک حضرت تہجد کے لئے نہیں اٹھتے تھے میں کوئی وظیفہ وغیرہ نہیں پڑھتا تھا ـــــ اس شب میں اپنے بستر پر بیداری کی حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ حضرت اٹھے اور وضو کیا۔ اور قبلہ رخ ہو کر بسم اللہ الرحمٰن پڑھ کر تلاوتِ قرآن کرنے لگے ـــــ میں نے دیکھا کہ ایک دیوار اٹھی، اس میں سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں سفید شیشی تھی اور شیشی میں سفید شہد تھا ـــــ تلاوتِ قرآن کے دوران حضرت جب منہ کھولتے تھے تو وہ شخص شہد آپ کے دہن مبارک میں رکھتا تھا ـــــ یہ دیکھ کر مجھے بے حد تعجب ہوا ـــــ صبح ہوئی تو میں نے اس کی حقیقت دریافت کی ـــــ حضرت سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا۔ ابو سلیمان وہ قرآن مجید کی لطافت ہے (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۳۳۳)

حکمتِ الٰہیہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ ایک شہر میں تشریف لے گئے اور جاکر مسجد میں رکے۔ عشاء کی نماز ہو چکی تھی تو امام مسجد نے کہا، مسجد سے نکلو میں دروازہ بند کروں گا۔ اور اتفاق ایسا کہ موسم بھی سخت سردی کا تھا۔

حضرت ابراہیم: میں مسافر ہوں رات کو یہیں رہوں گا۔

امام مسجد: مسافروں کا تو یہ حال ہے کہ مسجد کی قندیلیں اور فرش چوری کر لیجاتے ہیں، میں تو کسی کو مسجد میں ٹھہرنے نہیں دوں گا۔ چاہے ابراہیم بن ادہم ہی کیوں نہ آ جائیں۔

حضرت ابراہیم: میں ابراہیم بن ادہم ہی ہوں۔

امام مسجد: تمہارے لئے جاڑے کی شدت ہی بہت ہے اس پر جھوٹ کا اضافہ نہ کرو۔ بہت باتیں بنا چکے۔

اس کے بعد امام مسجد حضرت ابراہیم بن ادہم کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچے ہوئے مسجد سے باہر حمام کے تنور تک لایا۔ اور وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں میں نے دیکھا وہاں حمام میں آگ جلانے والا ایک شخص موجود تھا ـــــ سو چاہا کہ اسی کے پاس شب گزاری کرنی چاہئے ـــــ میں اس کے پاس پہونچا اور سلام کیا۔ وہ شخص موٹا بورئیے کا کرتا پہنے ہوئے تھا۔ اشارہ سے مجھے بٹھایا اور ڈری نگاہوں سے داہنے بائیں دیکھتا رہا جب اپنے کام سے فارغ ہوا تو کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

حضرت ابراہیم : میں نے سلام کب کیا تھا اور جواب اب دے رہے ہو۔

ملازم حمام : میں کسی کا نوکر ہوں، مجھے خوف ہوا کہ تمہارے جواب میں مشغول ہو کر میں خیانت کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔

حضرت ابراہیم : دائیں بائیں کیوں دیکھ رہے تھے کیا کسی سے ڈرتے ہو؟

ملازم حمام : موت سے ڈرتا ہوں، معلوم نہیں ادھر سے آجائے یا ادھر سے

حضرت ابراہیم : روزانہ کتنے کی مزدوری کر لیتے ہو؟

ملازم حمام : ایک درہم اور ایک دانگ کی۔

حضرت ابراہیم : یہ پیسے کیا کرتے ہو؟

ملازم حمام : دانگ سے میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک فراہم ہوتی ہے اور ایک درہم اپنے ایک مرحوم بھائی کی اولاد پہ خرچ کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم : کیا وہ تمہارا حقیقی بھائی تھا؟

ملازم حمام : میں نے اس سے خدا کیلئے دوستی کی تھی، اب وہ انتقال کر گیا تو اس کی اولاد کی پرورش کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم : اچھا یہ بتاؤ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کسی شئی کی دعا مانگی ہے جو قبول ہوئی ہو۔

ملازم حمام: بیس۲۰ سال سے میں ایک بات کی دعا کرتا ہوں جواب تک پوری نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ سنا ہے عرب میں ایک شخص ہے جو عابدوں اور زاہدوں میں بلند مرتبہ ہے۔ اسے ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں۔ میں نے یہ دعا کی ہے کہ میں اس کی زیارت کروں اور اسی ولی اللہ کے سامنے مجھے موت آئے۔

حضرت ابراہیم: اے میرے بھائی تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کی۔ اور ابراہیم بن ادہم کو منہ کے بل گھسیٹوا کر تیرے پاس بھیج دیا۔

یہ سن کر ملازم حمام خوشی سے اچھل پڑا اور حضرت سے معانقہ کیا۔ اس وقت اس نے دعا کی، یا اللہ! تونے میری تمنا پوری فرمائی میری دعا کو قبولیت سے نوازا۔ اب میری روح کو بھی قبض فرما چنانچہ وہ فوراً انتقال کر گیا۔ (رضی اللہ عنہما ونفعنا بہ آمین)

(ص ۲۲۳-۲۲۴)

صاحب کشف نوجوان

حضرت شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔
مجھے بعض آثار کے سننے سے پتہ چلا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھے تو اسے دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے اس وعدے کی خوشخبری کے پیش نظر یہ عمل اپنے لوگوں کے لئے بھی کیا ـــــ اور اپنے واسطے بھی چند نصاب مکمل کئے۔ جنہیں میں آخرت کا توشہ خیال کرتا تھا ـــــ اس زمانے میں ایک گھر میں ہمارا اور ایک جوان کا ساتھ ہو گیا لوگ کہتے تھے کہ اس جوان کو جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے۔ اور کم عمر ہونے کے باوجود سب لوگ اس کی تکریم کرتے تھے۔ مگر مجھے اس بارے میں شبہ تھا ایک روز کچھ لوگوں نے ہماری دعوت کی اور اپنے گھر لے

گئے۔ کھانے کے دوران وہ نوجوان اچانک خوفناک آواز سے چیخنے لگا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ — وہ اتنی زور سے چیخ رہا تھا کہ ہر شخص کو یقین ہوگیا کہ یہ بات بلاوجہ نہیں ہوسکتی۔ انھوں نے کہا۔

"اے چچا میری ماں دوزخ میں ہے"

اس کی پریشانی دیکھ کر میں نے سوچا آج اس کی صداقت کی جانچ کرلوں دل میں یہ بات آئی کہ ستر ہزار کلمہ شریف کا ایک نصاب جو میں نے پڑھ رکھا ہے۔ جسے میرے اور میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کی ماں کے لئے ایصال ثواب کروں اور اس بات کو بھی جانوں کہ کیا اس حدیث کے رواۃ صادق ہیں۔؟

چنانچہ میں نے ستر ہزار لاالٰہ الا اللہ نوجوان کی ماں کے لئے بخشدیئے — ابھی میں نے اپنے خیال سے فراغت بھی نہیں پائی تھی کہ نوجوان کہنے لگے — چچا جان میری ماں کو جہنم سے نکال لیا گیا"

الحمدللہ کہ مجھے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو حدیث مذکورہ کے راویوں کی صحت پر یقین ہوا۔ دوسرے اس نوجوان کے کشف کی سچائی معلوم ہوئی اور اس کی تکذیب سے سلامت رہا (رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما) ص ۳۳۵

رابطۂ روحانی

ایک شب حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو نیند نہیں آئی۔ فرماتے ہیں اپنے معمولات کے لئے اٹھا تو ان میں بھی لذت محسوس نہیں ہوئی۔ دوبارہ پھر سونے کا ارادہ کیا تو ناکام رہا، پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر بیدار ہوکر بھی قرار نہیں ملا۔ گھر کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو راستے میں کوئی کمبلی میں لپٹا ہوا پڑا نظر آیا۔ میری آہٹ سنی تو سر اٹھا کر بولے، ابوالقاسم تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجائیں۔

حضرت جنید: کم از کم اطلاع کر دیتے۔

اجنبی بزرگ: ٹھیک ہے، میں نے قلوب کو حرکت دینے والے رب کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ آپ کے قلب کو میری طرف متوجہ فرما دے۔

حضرت جنید: وہ تو رب العزت نے کر دیا، اب آپ اپنی ضرورت بتائیں۔

اجنبی بزرگ: یہ بتائیں کہ نفس کا مرض کس وقت خود علاج بن جاتا ہے۔

حضرت جنید: جب نفس خود اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگے، اس وقت اس کی بیماری ہی علاج بن جاتی ہے۔

اجنبی بزرگ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔ سن لیا: میں نے تجھے یہی جواب سات مرتبہ سنایا۔ مگر تو نہیں مانا اور بضد رہا کہ حضرت جنید سے سنیں گے۔ ان سے بھی تو سن لیا نا۔ یہ کہا اور چلے گئے۔ امام الطائفہ فرماتے ہیں میں ان سے نہ پہلے واقف تھا۔ اور نہ اس وقت پہچانا۔ (رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما آمین) (ص ۳۳۶)

روحانی دستک

حضرت الشیخ خیر النساج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں اپنے گھر میں تھا، یکایک دل میں خیال گزرا کہ حضرت جنید دروازہ پر ہیں۔ مگر میں نے توجہ نہیں دی۔ مگر دوبارہ پھر یہی خیال آیا ــــــ بالآخر دروازہ کھول کر باہر نکلا تو آپ واقعی موجود تھے ــــ فرمایا پہلے خیال ہی پر کیوں نہ نکل آئے ـــــ؟

(رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما، آمین) ص ۳۳۶

آخرت کی تیاری

حضرت کُرز جرجانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ عبادت

میں بہت محنت فرماتے تھے۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے عرض کیا (کہ کچھ آرام کا بھی خیال فرمایا کریں)۔ انھوں نے جواباً فرمایا:

قیامت کے دن کی مقدار تمہیں کیا معلوم ہے۔؟

لوگوں نے عرض کیا۔ پچاس ہزار برس

پھر پوچھا: —— اور دنیا کی عمر

لوگوں نے عرض کیا:— سات ہزار سال (تقریباً)

فرمایا: —— اس عظیم دن سے حفاظت کے لئے، کیا کوئی سات دن عمل کرنے سے بھی عاجز ہے۔

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ تو حضرت والا نے دنیا کی عمر کا لحاظ کرکے فرمایا۔ اگر کسی کی عمر مثال کے طور پر سو سال ہو۔ اور اس کی مناسبت روز قیامت سے دیکھیں۔ تو پانچ سو حصوں میں سے ایک حصہ ہوگا۔ (ص ۲۳۶)

اولیاء اللہ کی شان

شیخ احمد بن ابو الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت الشیخ ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیٹھے رو رہے تھے —— میں نے وجہ پوچھی فرمایا "اے ابو احمد! کیوں نہ روؤں؟ جب شب ہوتی ہے اور آنکھیں نیند میں مشغول ہوتی ہیں۔ اور حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت گزیں ہوتے ہیں اور محبت والے اپنے پیروں کو سیدھا کھڑا کرتے ہیں، ان کے آنسو عارض پر ڈھلکتے اور مصلے پر ٹپکتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ ان پر نگاہ رحمت فرماتا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے "میرے کلام سے لطف اندوز ہونے والے میرے سامنے ہیں —— اس کے بعد ان لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے: کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا

ہے جو دوستوں کو عذاب دیتا ہو۔ تو پھر یہ میری شان کب ہے کہ میں ان کو عذاب دوں۔ جو رات ہوتے ہی میری رضامندی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں قسم ہے میری عزت و توقیر کی، وہ حضرات جب قیامت میں آئیں گے تو میں انھیں اپنے دیدار سے نوازوں گا۔ تاکہ میں انھیں دیکھوں اور وہ میرا دیدار کریں۔ (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین) (ص ۳۳۶۔۳۳۷)

اخفائے کرامت

ایک عارفِ حق رب تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے تھے۔ کہ ان کو عزت و کرامت بخشے، اور لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ ایک رات جب کہ وہ نماز میں گریہ و زاری فرما رہے تھے لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سر پر نورانی قندیل روشن تھی۔ لوگوں نے صبح کو اس کا ذکر کیا ــــ اس پر انھوں نے یہ شعر پڑھا:

یا صَاحِبَ السِّرِّ اِنَّ السِّرَّ قَدْ ظَهَرَا ۔۔۔ وَلَا اُرِیْدُ حَیَاةً بَعْدَ مَا اشْتَهَرَا

اے میرے رازدار میرا راز فاش ہو چکا ہے اب اس شہرت کے بعد میں زندہ نہیں رہنا چاہتا اور سجدے میں سر رکھا ــــ لوگوں نے دیکھا تو وہ اسی عالم میں انتقال فرما چکے تھے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ) (ص ۳۳۷)

حضرت ابو عبد اللہ صیاد رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم بن شبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد نشست کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص محض ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہماری مجلس میں آیا ــــ اس نے ہمارے سامنے ایک سوال رکھا۔ مجلس برخواست ہونے تک ہم لوگ دینی فقہی مسائل پر گفتگو کرتے رہے ــــ پھر وہ دوسرے جمعہ کو بھی آیا۔ مسئلہ دریافت کیا اور ہم لوگوں نے اس کا پتہ ٹھکانا پوچھا۔ اس نے اپنی کنیت ابو عبد اللہ بتائی اور اپنی حالت اور اپنے گاؤں کا نام بتایا۔ ہم لوگ اس سے بہت خوش تھے

اور ہمارے پاس اس کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت روز تک قائم رہا ــــــ پھر یک بیک اس نے آنا بند کر دیا ــــــ تو ہم لوگ اس کی ملاقات کے لئے خود گاؤں پہونچے اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ابو عبداللہ صیاد ہیں ۔ وہ شکار کو گئے ہوئے ہیں لوٹتے ہی ہوں گے ۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے وہ آئے اور حالت یہ تھی کہ انھوں نے کپڑے کے ایک ٹکڑے کی لنگی اور ایک ٹکڑے کی چادر بنائی تھی ــــــ ان کے ہاتھ میں کئی پرندے ذبح کئے ہوئے اور چند ایک زندہ تھے ۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر مسکرانے لگے ــــ ہم نے عرض کیا ۔ آپ ہماری مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے اب کیوں نہیں آتے ۔ فرمایا ۔ سچ بات یہ ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا میں اس کے کپڑے عاریتاً پہن کر شہر آتا تھا ۔ وہ اس وقت سفر پر گیا ہے ۔ پھر فرمایا ۔ آپ لوگ میرے غریب خانہ پر چلیں ، اللہ کا دیا رزق تناول کریں چنانچہ ہم لوگ ان کے گھر گئے ۔ ہمیں بٹھا کر انھوں نے ذبح کئے ہوئے پرندے اپنی اہلیہ کے سپرد کئے تاکہ وہ انھیں پکائیں ۔ اور زندہ پرندوں کو بازار میں لیجا کر بیچا اور روٹیاں خرید کر لائے ــــــ ان کے آتے آتے ان کی اہلیہ نے گوشت پکا دیا تھا ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور واپس چلے تو آپس میں ان کی مدد کرنے کے بارے میں مشورہ کیا ــــــ اور پانچ ہزار درہم جمع کر کے انھیں دینے کے لئے پھر گاؤں کی طرف آنے لگے ــــــ ہم جب مقام مرید پر پہونچے ، تو ہمیں بصرہ کے امیر محمد بن سلیمان نے اپنے محل کے جھروکے سے دیکھ لیا ۔ اور غلام کے ذریعہ مجھے بلوا بھیجا ۔ میں نے انھیں ابو عبداللہ صیاد کا حال بتایا ۔ تو انھوں نے کہا ان کی مدد کا حق تم سے زیادہ مجھ پر ہے چنانچہ انھوں نے بھی دس ہزار درہم غلام کے ذریعہ ہمارے ہمراہ کر دیا

ہم لوگ یہ سب لیکر جب ان کے گھر پہونچے تو دیکھتے ہی ان کا حال متغیر ہو گیا ۔ فرمایا : کیا تم مجھے فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو ۔ ؟ جاؤ میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں میں نے انھیں بہت سمجھایا کہ دیکھئے آپ کو معلوم ہے کہ امیر کتنا ظالم آدمی ہے ۔ خدا کے لئے آپ یہ قبول کر لیجئے ۔ مگر ان کا غصہ مزید تیز ہو گیا ۔ اور انھوں نے اپنا دروازہ

بند کر لیا ـــــــ میں وہاں سے امیر کے پاس آیا اور ناچار صحیح بات بتادی ـــــــ امیر سخت برہم ہوا۔ اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ تلوار لا۔ اور وہ شخص خارجی لگتا ہے اس کی گردن اڑادے ـــــــ میں نے امیر کو بہتیرا سمجھایا کہ میں انھیں اچھی طرح جانتا ہوں وہ خارجی نہیں ہیں ـــــ میں انھیں آپ کے پاس لاتا ہوں۔ غلام کو نہ بھیجیں ـــــ میں یہ چاہتا تھا کہ اس طرح میں امیر کے غیض سے انھیں بچالوں گا۔ چنانچہ میں پھر ان کے گھر گیا ـــــــ اور سلام کیا تو ان کی اہلیہ کو روتی پایا ـــــــ انھوں نے کہا تمہیں پتہ بھی ہے ابو عبداللہ کا کیا حال ہوا۔؟ گھر میں آکر ان کے پاس جو کچھ تھا انھوں نے رکھا، وضو کر کے نماز پڑھی، پھر میں نے انھیں یہ دعا مانگتے سنا،

"اے اللہ اب مجھے اپنے حضور طلب کر لے اور فتنہ سے محفوظ رکھ،، اس کے بعد لیٹ گئے ـــــــ میں نے قریب پہونچ کر جو دیکھا تو روح قفص عنصری سے پرواز کر چکی تھی ـــــــ یہ ہے ان کی لاش۔

میں نے کہا اے خاتون! ہمارے ان کے درمیان ایک عظیم واقعہ ہوا ہے انھیں کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد میں امیر بصرہ کے پاس آیا، اور ساری کیفیت بیان کی۔ امیر نے کہا اس انسان کے جنازے کی نماز میں خود پڑھاؤں گا ـــــ شہر بھر میں خبر پھیل گئی، تمام رؤسا، امرار اور معززین شہر نے حضرت ابو عبداللہ صیاد کے جنازے میں حاضری دی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۳۷-۳۳۹)

شہر کوفہ کے اندر حضرت محمد بن سماک رضی اللہ عنہ کے جوار میں ایک بوڑھا شخص رہتا تھا۔ جس کا ایک بیٹا تھا۔ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا رات ہوتی تو یہ اشعار پڑھتا:

تَمَّا رَأَيْتُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ خَاشِعًا ‏ ‏ ‏ ‏ بَادَرْتُ نَحْوَ مُؤْنِسِي بِنَحِيْبِي

جب میں رات کو آتے دیکھتا ہوں تو خشوع کے ساتھ اپنے مونس کی جانب روتا ہوا دوڑتا ہوں،،

اَبْکِیْ فَتُقْلِقُنِیْ اِلَیْہِ صَبَابَتِیْ　　فَاَبِیْتُ مَسْرُوْراً بِقُرْبِ حَبِیْبِیْ

روتا ہوں اور محبت مجھے اس کے لئے مضطرب کرتی ہے پھر میں قرب حبیب سے مسرور ہو کر رات گزارتا ہوں ۔

اور جب شب کا آخری حصہ ہوتا تو زار و قطار روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتا ۔

قَدَّرْتُ فِی اللَّیْلِ اِذْ لَاحَتْ مَعَالِمُہٗ　　مَا کَانَ اُنْسِیْ بِہٖ فِیْہِ لِمَوْلَائِیَا

جب رات کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اس وقت میں اندازہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنے مولا سے کتنا انس ہوتا ہے ۔

ضَمَّنْتُ فِی الْقَلْبِ حُبًّا قَدْ کَلِفْتُ بِہٖ　　وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا مَکْنُوْنُ اَحْشَایَا

میں نے دل میں اسی کی محبت پوشیدہ کر رکھی ہے جس پر میں خود فریفتہ ہوں ۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ میرے سینہ میں چھپا ہوا ہے ۔

حضرت شیخ محمد بن سماک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک روز اس نوجوان کا بوڑھا باپ آیا ، اور عرض کیا کہ آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں ، کہ خود پر کچھ ترس کھائے حضرت شیخ فرماتے ہیں :

ایک روز میں اپنے دروازہ پر کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ، اتنے میں وہ لڑکا وہاں سے گزرا ، میں نے اسے بلایا وہ پرانی مشک کی طرح سکڑا ہوا ، لاغر اور کمزور تھا ، کہ ہوا چلے تو گر جائے ۔ سلام کر کے بیٹھ گیا ۔ میں نے اس سے کہا ۔ پیارے ! اللہ نے تم پر باپ کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے روکا ہے ۔ جس طرح اپنی نافرمانی سے منع فرمایا ہے ـــــ تمہارے والد نے ہم سے ایک بات کہی ہے تم کہو تو ، میں بیان کروں ۔ اس نے کہا ۔ چچا جان ! آپ شاید مجھے عمل میں تخفیف اور اپنے معمولات چھوڑنے کی رائے دیں گے ؟ میں نے کہا ، بیٹے ! تمہارا مقصود اس محنت شاقہ کے بغیر بھی حاصل ہو جائے گا ـــــ اس نے کہا چچا جان ! میں نے اپنے محلہ کے کچھ نوجوانوں سے اسی حال

میں رہنے پر معاہدہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سبقت کرتے رہیں گے ــــــ چنانچہ میرے ان احباب نے کوشش اور محنت کی اور رب تعالیٰ کی طرف بلائے گئے ــــــ تو بخوشی چلے گئے ــــــ ان میں سے اب میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل ان کے سامنے دوبارہ پیش ہوتا ہے۔ وہ لوگ عہد شکنی کرتے دیکھیں گے تو مجھے کیا کہیں گے ــ؟۔ ۔ چچا جان! میں نے اس معاملہ میں ایسے نوجوانوں سے عہد باندھا ہے۔ جنہوں نے رات کو اپنی سواری قرار دیا۔ اس پر بڑے بڑے جنگل سر کئے اونچے اونچے پہاڑوں پر گئے، صبح کو میں نے جب انھیں دیکھا تو انھیں شب بیداری کی چھری نے ذبح کر ڈالا تھا، اور ان کے اعضاء الگ الگ کر دیے تھے۔ سیر شب کے باعث ان کے شکم پتلے ہو چکے تھے۔ نہ انھیں چین ملتا تھا۔ اور نہ شریر لوگوں سے انھیں تعلق تھا۔ انھیں جب بلایا گیا بخوشی چلے گئے۔

حضرت شیخ سماک فرماتے ہیں واللہ مجھے اس نے حیرت میں ڈال دیا۔ اور چلا گیا۔ اس کے محض تین روز بعد خبر ملی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۳۹ ـ ۳۴۰)

ایک نظر میں دل زندہ

ایک مرد صالح کا بیان ہے، کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں نے، ایک حسین و جمیل عورت کو ایک ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جانب مائل کر کے بدنام کرے (العیاذ باللہ) وہ عورت اچھے، اچھے لباس اور زیورات پہن کر حضرت کی تاک میں لگ گئی۔ آپ جب مسجد سے نماز

پڑھ کر نکلے تو ان کے سامنے منہ کھول کر آ گئی ــــــــ آپ نے عورت کو اس حال میں دیکھا تو جھجکے

فرمایا: اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تجھے بخار آئے گا، تیرا رنگ بدل جائے گا، تیرے حسن کی رونق ختم ہو جائے گی یا ملک الموت تیری رگِ جان کاٹ ڈالیں گے۔ یا منکر نکیر تجھ سے سوال کریں گے۔

عورت نے حضرت کی یہ باتیں سنتے ہی ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی راوی فرماتے ہیں۔ واللہ! اس عورت کو جب ہوش آیا تو اس کی زندگی ایسی بدلی کہ عبادت میں ڈوب گئی۔ اور جس روز اس کا انتقال ہوا ہے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ جلے ہوئے تنے کی طرح سیاہ ہو چکی تھی۔ اور سوکھ کر بالکل کانٹا بن گئی تھی۔

(ص ۳۴۰)

خوفِ خدا کا نشتر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک عزت فروش ملکہ نامی عورت تھی جس کے حصہ میں حسن کا تہائی حصہ آیا تھا۔ اپنے پاس آنے کے لئے لوگوں سے کم از کم سو دینار وصول کرتی تھی ــــــــ ایک عابد نے اس کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ کسی طرح محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے اور اس کے پاس آ گیا ــــــــ اس عورت کے پاس سونے کا ایک تخت تھا جس پر وہ بیٹھتی تھی ــــ عابد نے کہا مجھے تیرا حسن پسند آ گیا تھا اس لئے میں نے بڑی محنت سے سو دینار اکٹھا کئے اور یہاں آیا ہوں۔ فاحشہ عورت نے عابد کو بھی اپنے ساتھ تختِ زریں پر بٹھایا۔ عابد کو اس وقت اچانک قیامت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا یاد آ گیا ــــــــ اور اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ اور بولا مجھے جانے دو۔ لو یہ دینار تم ہی لے لو۔

عورت: آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو یہ کہتے تھے میرا حسن تمہیں پسند آ گیا ہے

اور اب بھاگ رہے ہو ؟

عابد: میں قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ تو اب میرے لئے بدترین، اور ناپسندیدہ شئے ہے۔

عورت: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو، میں اب تمہارے سوا کسی کو شوہر بھی نہیں بناؤں گی۔

عابد: خدا کے لئے اب مجھے یہاں سے جانے دو

عورت: ٹھیک ہے جاؤ۔ مگر مجھ سے نکاح کا وعدہ کرتے جاؤ

عابد: اللہ چاہے گا تو وہ ہوگا (اور پھر سر پر چادر اوڑھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا)

عورت نے بھی اپنی بدکرداری، اور عزت فروشی سے توبہ کی۔ اور اس کی تلاش میں چل نکلی۔ عابد کے شہر میں پہونچکر اسے تلاش کیا ___ اور کسی طرح اسے خبر بھجوائی کہ ملکہ تم سے ملنے آئی ہے۔ عابد نے جب یہ سنا تو چیخ مار کر گرے اور جان دے دی ___ عابد کی موت کے بعد ملکہ بہت مایوس ہوئی پوچھا اس کا کوئی قرابت دار ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس عابد کا ایک بھائی ہے وہ بھی فقیر ہے ___ ملکہ نے عابد کی محبت میں اس کے بھائی سے نکاح کیا ___ جس سے اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سب کے سب نیک اور صالح پرہیزگار ہوئے۔

(ص ۳۴۰ - ۳۴۱)

پاکیزہ محبّت

حضرت رجاء بن عمرو نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں

شہر کوفہ میں ایک نہایت شکیل و رعنا نوجوان تھا۔ جو عبادت و مجاہدہ میں بھی طاق تھا، وہ قبیلہ نخع کے پڑوس میں آیا اور وہاں کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا ___ اور لڑکی بھی اس پر فریفتہ ہو گئی ___ نوجوان نے لڑکی

کے باپ کو نکاح کا پیغام بھجوایا مگر اس نے جواب دیا کہ میری بیٹی کا رشتہ اس
کے چچازاد بھائی سے طے ہو چکا ہے۔ مگر ان دونوں کو محبت کی تپش نے جھلسانا
شروع کیا ——— چنانچہ لڑکی نے نوجوان کو کہلوایا کہ اگر تم چاہو
تو میں کسی طرح تمہارے پاس آجاؤں ——؟ —— یا تمہارے آنے کے لئے
کوئی راستہ نکالوں؟ نوجوان نے جواب دیا مجھے ان دونوں میں سے کوئی بات
پسند نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اگر اس کی نافرمانی کروں گا تو
عذاب عظیم میں مبتلا ہوں گا۔ اور ایسی آگ میں ڈالے جانے کا اندیشہ ہے۔
جس کے شعلے کبھی مدھم نہیں ہوتے۔

لڑکی نے جب یہ جواب پایا، تو اس نے کہا۔ بخدا اللہ تعالیٰ کے خوف سے
سب بندوں کو یکساں ہونا چاہئے یہ نہیں کہ کوئی رب تعالیٰ سے کم ڈرے اور
کوئی زیادہ ——— چنانچہ لڑکی نے اسی وقت ترکِ دنیا کا پختہ ارادہ کر لیا
اور ٹاٹ کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئی۔ مگر اس نوجوان
کی محبت کا شعلہ بھی اسے اندر اندر سے جھلساتا رہا یہاں تک کہ اسی عالم میں
انتقال کر گئی ——— وہ نوجوان لڑکی کی قبر پہ جایا کرتا تھا —— ایک بار اس
نے خواب میں دیکھا، وہ بہت اچھی حالت میں تھی، پوچھا کیا حال ہے —— تو
اس نے یہ شعر پڑھا۔

نِعمَ المحبۃ یَا حِبّی مُحِبَّتُنَا حُبًّا یَعُودُ اِلیٰ خَیرٍ وَاحسَان

اے دوست ہماری محبت بڑی اچھی محبت تھی۔ ایسی محبت جو بھلائی اور احسان کی جانب
لے جاتی ہے

لڑکے نے پوچھا تجھے کہاں ٹھکانہ ملا ہے ——؟ —— لڑکی نے جواب دیا

اِلیٰ نَعِیمٍ وَعَیشٍ لَا زَوَالَ لَہٗ فِی جَنۃِ الخلدِ لَیسَ بِالفانی

ایسی نعمت اور عیش و آرام میں جسے زوال نہیں۔ جنت خلد میں جو ایسی جگہ ہے
جسے فنا نہیں

لڑکے نے مزید کہا تم وہاں مجھے بھی یاد رکھنا ـــــ میں تمہیں یہاں نہیں بھولتا۔
لڑکی نے جواب دیا: بخدا میں بھی تمہیں نہیں بھولتی۔ اور میں نے رب تعالیٰ سے دعا
کی ہے، تو میری مدد کرے

لڑکا: ـــــ اس کے بعد پھر کب ملاقات ہو گی؟

لڑکی: ـــــ تم بہت جلد میرے پاس آنے والے ہو۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ اس خواب کے بعد وہ نوجوان صرف سات روز
زندہ رہا (رضی اللہ عنہما ونفعنا بہ آمین) (ص ۲۴۱ - ۲۴۲)

نہر سے آواز آئی

کعب احبار فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ایک فاحشہ عورت کے
پاس گیا ـــــ اور وہاں سے ہو کر غسل کے ارادے سے نہر کے کنارے پہونچا۔
پانی میں داخل ہوا تو آواز آئی۔

"تجھے شرم نہیں آئی ـــ ؟ کیا تو نے توبہ نہیں کی تھی کہ میں ایسا
کبھی نہیں کروں گا ؟"

وہ شخص وہاں سے گھبرا کر یہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اب میں معصیت میں نہیں رہ سکتا اب
میں کبھی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اور ایک پہاڑ پہ جا پہونچا جہاں بارہ اشخاص
اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ اس نے بھی ان لوگوں کی مصاحبت اختیار
کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا ـــــ اس علاقہ میں قحط پڑا تو
وہ زاہدین سبزی اور چارہ کی تلاش میں شہر میں آئے۔ اتفاق سے ان کا گزر اسی
نہر پہ ہوا ـــــ جب بارہ زاہدین نہر پہ جانے لگے تو اس شخص نے کہا میں وہاں
نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں میرے گناہوں کا جاننے والا موجود ہے اور مجھے اس سے
شرم محسوس ہوتی ہے ـــــ بارہ زاہدین جب نہر پہ پہونچے تو آواز آئی

اے عابدو! تمہارا رفیق کہاں ہے؟"

ان لوگوں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے جس سے مجھے شرم آتی ہے، کہ کہیں مجھے دیکھ نہ لے

آواز: سبحان اللہ! تم میں سے کوئی اگر اپنے کسی عزیز پر ناراض ہوتا ہے پھر وہ اپنے قصور سے باز آجائے اور توبہ کرے تو کیا پھر اس سے پیار نہیں کرنے لگتا۔ تمہارے ساتھی نے بھی توبہ کرلی، اور میرے پسندیدہ کام کئے، اب میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں اسے یہ بتادو اور یہاں لاؤ۔ اور یہاں نہر کے کنارے عبادت کرو۔

ان لوگوں نے اپنے رفیق کو یہ خوشخبری دی اور پھر وہ لوگ عرصہ دراز تک نہر کے کنارے مشغول عبادت رہے۔ حتیٰ کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا۔ نہر سے آواز آئی۔ اے بندگان خدا! اسے میرے پانی سے غسل دو، میرے ہی کنارے دفناؤ تاکہ روز قیامت اس سے اٹھایا جائے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور رات کو اس کی قبر کے پاس عبادت کرتے کرتے سو گئے۔ صبح کو وہاں سے کوچ کا ارادہ تھا۔ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ قبر کے ارد گرد بارہ سرو کے درخت کھڑے ہیں۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ درخت اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا فرمائے ہیں کہ ہم عبادت کے ساتھ ان ہی کے سائے میں قیام کریں۔ اور کہیں نہ جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے وہیں قیام کیا جب ان میں کا کوئی انتقال کرتا تو وہیں پہلو میں دفن کیا جاتا۔ یہاں تک کہ سب انتقال کرگئے۔ بنی اسرائیل ان لوگوں کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ (ص ۳۴۲-۳۴۳)

توبہ کی راہ

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے دو فرد مسجد کے لئے چلے۔ ایک مسجد میں چلا گیا۔ اور دوسرا باہر ہی رہ گیا — کہنے لگا، میں مسجد میں جانے

کے لائق نہیں ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانی کی ہے۔ اس کے اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام صدیقوں میں تحریر فرمایا (ص ۳۴۳)

اس قوم کے ایک شخص سے ایک گناہ ہو گیا۔ جس کا اسے بیحد ملال ہوا۔ یہاں وہاں جاتا تھا کہ کسی طرح اپنے اس گناہ کی تلافی کرالوں۔ اور اللہ رب العزت کو راضی کروں۔ اس کی وجہ سے وہ صدیقوں میں لکھا گیا۔

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں شام جانے والے ایک قافلہ میں تھا۔ اسے بدوؤں نے گھیر لیا اور لوٹ کر اپنے سردار کے سامنے سارا مال واسباب لے گئے۔ اسباب میں ایک تھیلی کے اندر بادام اور شکر رکھی ہوئی تھی۔ سب لٹیروں نے نکال کر کھانا شروع کر دیا۔ مگر ان کے سردار نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ شیخ نے پوچھا سب کھا رہے ہیں تم نہیں کھا رہے ہو ـــــ ؟

لٹیروں کے سردار نے کہا، میں روزہ سے ہوں۔

شیخ شبلی: رہزنی کر کے لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور روزہ بھی رکھتے ہو ـــ ؟

سردار: اللہ تعالیٰ سے مصالحت کے لئے کوئی راہ تو باقی رکھنی چاہئے۔

حضرت شیخ شبلی فرماتے ہیں کچھ زمانہ بعد لٹیروں کے اس سردار کو میں نے احرام، باندھے ہوئے طواف کعبہ میں دیکھا، عبادت و مجاہدہ نے اسے کمزور اور نحیف کر ڈالا تھا۔ پوچھا، کیا تم وہی شخص ہو ـــــ اس نے جواب دیا: بیشک میں وہی ہوں۔ اور سنئے کہ اسی روزے نے اللہ تعالیٰ سے میری مصالحت کرائی ہے ،،

(ص ۳۴۳)

کلامِ ربّانی کی تاثیر

حضرت شیخ اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک روز بصرہ کی جامع مسجد سے آرہا تھا۔ ایک گلی میں ایک بدو سے ملاقات ہوئی جو دبلا پتلا، اونٹنی پر

سوار تھا۔ اس کے گلے میں تلوار تھی اور ہاتھ میں کمان۔ اس نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کون ہو؟

شیخ اصمعی: میں قبیلہ اصمع کا فرد ہوں۔

بدوی: کیا شیخ اصمعی آپ ہی ہیں۔؟

شیخ اصمعی: ہاں میں ہی ہوں۔

بدوی: کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟

شیخ اصمعی: ایسی جگہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جا رہا ہے۔

بدوی: کیا اللہ رحمٰن کا کوئی کلام بھی ہے جسے انسان پڑھتے ہیں۔؟ اگر ہے تو مجھے سنائیے!

شیخ اصمعی: پہلے اونٹ سے نیچے اترو!

جب وہ اونٹ سے اتر گیا تو میں نے اسے سورۃ "الذاریات" سنانی شروع کی۔ اور "وفی السماء رزقکم وما توعدون" تک پہونچا

بدوی: اے شیخ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے۔؟

شیخ اصمعی: بخدا یہ اسی کا کلام ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا۔ یہ کلام اسی رب کا ہے جو اس نے اپنے نبی پہ نازل فرمایا ہے۔

بدوی نے مجھ سے کہا بس کیجئے! ـــ اور فوراً اپنے ہاتھوں سے اپنا اونٹ ذبح کیا۔ اور کھال سمیت اسے ٹکڑوں میں کاٹا اور کہا اسے تقسیم کرنے میں میرا تعاون کریں۔! ہم نے آنے جانے والوں کو گوشت بانٹ دیئے۔ پھر اس نے اپنی تلوار اور کمان توڑ کر ریت میں دبا دی ـــــ اور جنگل کی طرف یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

وفی السماء رزقکم وما توعدون (الذاریات، ۵۱/۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے،

شیخ اصمعی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے اوپر تف کی کہ جس مبارک کلام سے وہ

بیدار ہو گیا تم خود کیوں نہیں بیدار ہوتے۔ اس کے بعد جب میں ہارون رشید کے ہمراہ حج کے لئے گیا تو طواف کے دوران کسی نے مجھے ہلکی آواز سے پکارا۔ میں نے پلٹ کر جو دیکھا تو وہی بدوی تھا — جو بالکل کمزور اور پیلا ہو گیا تھا —— میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے بٹھایا اور کہا، کچھ اللہ کا کلام پڑھ کر سنا دیجئے میں نے پھر وہی سورت والذاریات شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچا وفی السَّمَاءِ رزقکم وَمَا توعدون

تو اس نے ایک چیخ ماری اور کہا ہم نے رب تعالیٰ کے وعدے کو سچا پایا

پھر کہا۔ کیا اور بھی کچھ ہے؟

میں نے اس کے آگے تلاوت کیا

فورَبِّ السَّمَاءِ والارض انه لَحَقٌّ مثل مَا انکم تَنْطِقُون (الذاریات ۵۱/ ۲۳)، تو آسمان و زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

یہ سن کر پھر چیخ ماری اور کہا رب تعالیٰ کو کس نے غیظ دلایا کہ اس نے قسم ارشاد فرمائی۔ کیا لوگوں نے اس کی تصدیق نہیں کی حتی کہ اس نے قسم ارشاد فرمائی اسی بات کو تین بار دہرایا اور جان بحق ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۴۳ - ۳۴۴)

صحرا کے نمازی

حضرت عطا ارزق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو جنگل میں چلے جاتے تھے اور وہیں نماز پڑھا کرتے تھے، ایک شب گھر سے نکلے تو راستہ میں انھیں ایک چور نے گھیر لیا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ مالک و مولیٰ تو مجھے اس سے بچا "فوراً" ہی چور کے ہاتھ پاؤں خشک ہو گئے —— اس نے اپنی یہ حالت دیکھی تو رونے

گڑگڑانے لگا ــــ اور کہا بخدا اب میں آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کرونگا۔ وہ پھر ٹھیک ہوگیا۔ چور نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا، عطار صبح ہوئی تو چور لوگوں سے دریافت کرنے لگا، کیا تم لوگ عطا نامی کسی ایسے بندۂ خدا نیک مرد کو جانتے ہو جو رات میں صحرا کے اندر جاکر نماز پڑھتا ہو ــــ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ حضرت عطار سلمی ہیں۔ چنانچہ چور ان کی خدمت میں حاضر ہوا ــــ اور کہا میں اپنے فلاں فلاں برے کاموں سے تائب ہو کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں آپ میرے حق میں رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں ــــ شیخ نے اس کے حق میں دعا کی ــــ آپ کی آنکھوں سے اشک بہ رہے تھے ــــ نیز فرمایا ــــ اے نیک بخت وہ رات میں تم سے ملنے والا میں نہیں تھا۔ وہ تو حضرت عطار از رق تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین) (ص ۳۴۴۔۳۴۵)

اپاہج چور صحت یاب ہوگیا

حضرت شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ لب دریا کپڑے رکھ کر پانی میں غسل کرنے کے لئے گئے ــــ اتنے میں ایک چور آپ کے کپڑے لے کر نو دو گیارہ ہوگیا ــــ جب آپ غسل کر کے واپس آئے تو ادھر سے چور بھی حضرت کے کپڑے لئے واپس آگیا، اس کے ہاتھ معذور ہو گئے تھے ــــ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے تو دعا فرمائی،

"مالک مولا اس نے میرے کپڑے واپس کر دیے تو اس کی تندرستی اور صحت اسے واپس کر دے۔"

وہ فوراً صحت یاب ہو کر چلا گیا (رضی اللہ عنہ نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۴۵)

بے گناہ برخ

کعب احبار سے مروی ہے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام کے زمانے میں ایک بار قحط پڑا ـــــ لوگوں نے حضرت سے دعائے باراں کے لئے درخواست کی ـــــ آپ نے فرمایا میرے ساتھ پہاڑ پہ چلو۔ سب لوگ پہاڑ پر ساتھ ساتھ جانے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ایسا شخص میرے ہمراہ نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ حضرت کی بات سن کر لوگ واپس ہو گئے، صرف ایک آدمی ساتھ چلتا رہا ـــــ سیدنا موسیٰ علیہ السّلام نے پوچھا۔ کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ اس نے عرض کیا میں نے حضور کا ارشاد سنا۔ فرمایا: تو کیا تم بالکل بے گناہ ہو۔

عرض: میں اپنے کسی گناہ کو نہیں جانتا البتہ ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ گناہ ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں۔

ارشاد: وہ کیا ـــ؟

عرض: ایک دن میں کسی راستہ سے گزر رہا تھا، ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس میں ایک آدمی کو دیکھا، مجھے یہ علم نہیں کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ میں نے اپنی اس ایک آنکھ کو نکال لیا جس نے میرے تمام اعضاء بدنی میں سے سب سے پہلے گناہ کی طرف قدم بڑھایا تھا اور کہا کہ تو میری مصاحبت کے لائق نہیں ہے (اسی لئے میرے پاس اب محض ایک ہی آنکھ ہے) یہ فعل اگر گناہ ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ واپس ہو جاتا ہوں۔

ارشاد: یہ گناہ نہیں ہے ـــــ اے برخ! اب اللہ تعالیٰ سے دعائے باراں کرو ـــــ انھوں نے دعا کی

قدوسٌ قدوسٌ ماعندَكَ لاينفَدُو خزائنُكَ لاتفنى وانتَ بالبخلِ لا تُرمى فَمَاهٰذا الَّذِى لاتعرفُ بِهٖ

اے قدوس اے قدوس تیرے پاس جو کچھ ہے ختم نہیں ہوتا اور تیرا خزانہ کبھی خالی (فنا) نہیں ہوتا اور بخل تیری صفت نہیں، پھر یہ کیا

اَسقِنَا الغَیثَ السَّاعۃ ہے جس سے تیرا موصوف ہونا قطعاً معروف
السَّاعۃ نہیں۔ اپنے فضل سے ہم پر ابھی پانی
برسا دے

راوی کا بیان ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و کرم لے کر، دونوں حضرات کیچڑ پانی میں واپس تشریف لائے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام ورضی اللہ عنہ)
(ص ۳۴۵)

سچی توبہ کی برکت

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بار اور قحط پڑا۔ بنی اسرائیل جمع ہوئے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی اپنے پروردگار سے بارش کی دعا فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو ساتھ لے کر آبادی سے باہر ویرانے میں نکلے۔ وہ لوگ ستر ہزار سے زیادہ تھے۔ آپ نے دعا فرمائی۔

الٰھی اسقِنَا غَیثَكَ وَانشُر علینَا رحمتَكَ وَارحَمنَا بالاطفالِ الرُّضَّعِ والبھائمِ الرُّتَّعِ، والشیوخِ الرُّکَّعِ

الٰہی ہم پہ بارش برسا! اور اپنی رحمت ہم پہ پھیلا اور ہم پہ رحم فرما، شیر خوار بچوں کے صدقہ، چرنے چگنے والے جانوروں کے طفیل، اور نمازی بوڑھوں کے واسطے۔

مگر آسمان پہلے سے زیادہ صاف ہوگیا۔ اور سورج کی گرمی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا، اے میرے پروردگار! تیرے حضور اگر میرا رتبہ کم ہوگیا ہے۔ تو میں نبی آخر الزماں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں۔ ہم پہ باران رحمت نازل فرما!

وحی آئی۔ کہ اے موسیٰ میرے نزدیک آپ کا مرتبہ کم نہیں ہوا ہے اور نہ

آپ کی وجاہت میں کمی آئی ہے ۔ مگر ان لوگوں میں ایک ایسا شخص ہے جو چالیس سال سے گناہ کے ذریعہ مجھ سے برسرِپیکار ہے ۔ آپ اعلان کر دیں کہ وہ شخص آپ کے صحابہ میں سے نکل جائے ۔ میں نے اسی کی وجہ سے بارش روک دی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ۔ مالک و مولا میری کمزور آواز ان تمام لوگوں تک کیسے پہونچے گی ۔ جب کہ یہ لوگ کم و بیش ستر ہزار ہیں ۔ ارشادِ عالی ہوا ۔ آواز دینا تمہارا کام ہے اور پہونچانا ہمارا کام ہے ۔ آپ نے اعلان کیا : " اے چالیس سال سے گناہوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والے انسان ، ہمارے اندر سے نکل جا ، تیری بد اعمالی ہی کے سبب بارش رکی ہوئی ہے ـــــ اس اعلان کو سن کر وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ شاید اور کوئی نکلے ـــــ مگر ہمیں کوئی اٹھ کر جاتا نظر نہیں آیا ۔ لہٰذا وہ سمجھ گیا کہ یہ حکم مجھے دیا جا رہا ہے ـــــ اس نے فوراً چادر میں منہ چھپا کر سچے دل سے توبہ کی اور عرض کیا :

اے غفور رحیم رب ! میں نے چالیس برس تک تیری نافرمانی کی تو تو نے مجھے آزادی دی ـــــ اب میں تائب ہو کر تیرے حضور آیا ہوں ۔ مجھے قبول فرما ـــــ اس کی مناجات ہنوز پوری نہیں تھی کہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس زور کی بارش ہوئی جیسے مشک کے منہ کھول دیے گئے ہوں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا : یارب ابھی تو کوئی نکل کر گیا بھی نہیں ، پھر یہ بارش کیسے نازل ہو گئی ۔ ارشادِ عالی ہوا ! پیارے کلیم ! جس کے گناہوں کی وجہ سے بارش رکی گئی تھی اسی کی توبہ کے باعث میرا موسلا دھار کرم برس رہا ہے ۔

عرض : مالکِ بے نیاز مجھے اس شخص کو دکھا دے ،

ارشادِ عالی : اے موسیٰ ! میں نے اسے اس کی نافرمانی کے زمانے میں رسوا نہیں ہونے دیا اب وہ فرمانبردار ہو گیا ہے تو اسے کیا رسوا کر دوں میں چغلی کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہوں اور خود ہی ایسا کر دوں ۔ ؟ (ص ۲۴۵ ، ۲۴۶)

تین دعا کرنے والے

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تین مسلمان بارش کی دعا کے لئے نکلے۔
ایک نے دعا کی:

"الہٰی! تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے تو ہم اس کے جرم کو معاف کر دیں۔ لہٰذا ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے۔ اب تو ہمیں معاف فرما دے۔ آمین۔

دوسرے نے کہا: "الہٰی تو نے ہمیں ان غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جو خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہو جائیں، مالک و مولا! اب ہم تیری فرماں برداری میں بوڑھے ہو چکے ہیں ہمیں آزادی کی دولت سے نواز۔ آمین

تیسرے نے عرض کیا: مالک بے نیاز! تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ اپنے دروازوں سے مساکین کو نہ لوٹائیں۔ اب ہم مساکین تیرے در پہ حاضر ہیں تو اپنے فضل و کرم سے ہم پر احسان فرما،

(ص ۳۴۶ - ۳۴۷)

صالح حکمراں کی برکت

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوئے ____ تو پہاڑیوں کے دامن میں رہنے والے چرواہوں نے پوچھا، مسلمانوں پر یہ کون صالح، پاکیزہ خصلت خلیفہ مقرر ہوا ہے۔؟
راوی نے پوچھا۔ یہ بات تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوئی۔؟ چرواہوں نے کہا جب کوئی نیک اور صالح خلیفہ مسند نشین ہوتا ہے تو شیر اور بھیڑیئے ہمارے جانوروں کو نقصان نہیں پہونچاتے (ص ۳۴۷)

شیخ عمری اور ہارون رشید

دورانِ حج ہارون رشید سعی کرتے ہوئے جب کوہ صفا پر چڑھا تو حضرت العمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی، ہارون رشید!

ہارون رشید: لبیک چچا جان

حضرت العمری: نیچے ذرا دیکھو، کیا انھیں شمار کرنا آسان ہے۔ بھلا یہ کتنے ہونگے؟

ہارون رشید: بھلا انھیں کون گن سکتا ہے۔ ؟

حضرت العمری: کتنی ایسی مخلوق بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہارون! دیکھ ان میں سے ہر ایک سے صرف اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور اکیلا تو ہے جس سے سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اب خود سوچ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا ؟

ہارون رشید یہ سن کر رونے لگا۔

حضرت العمری: ایک بات اور سن کہ انسان جب اپنے مال میں فضول خرچی کرتا ہے تو اس کے لئے رکاوٹ ڈال دی جاتی ہے اور اس پر حجر کا حکم نافذ کر دیا جاتا ہے ـــــ تو اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مال میں اسراف کرے تو اس کا کیا حال ہو گا۔ ؟

ہارون رشید روتا رہا اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔

آپ نے فرمایا ہے: جو شخص لوگوں کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کردے اس سے الٰہی ہیبت چھن جاتی ہے،،

اب وہ شخص اگر اپنی اولاد اور غلاموں کو کوئی حکم دیتا ہے، تو وہ اس کی طاعت نہیں کرتے۔ نیز فرمایا: یہ بھی خود فراموشی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرے، بایں طور کہ تو اس کی ناراضی کی بات دیکھے اور درگزر کر جائے۔ نہ نیکی کا حکم دے نہ برائی سے روکے محض ایسے شخص کی وجہ سے جو نہ تجھے فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (ص ۳۴۷، ۳۴۸)

دولتِ دنیا

ایک شیخ کامل کے پاس دولتِ دنیا بھی بہت تھی، جسے وہ نیک کاموں میں صرف کیا کرتے تھے —— ایک روز کچھ مریدوں نے عرض کیا حضور۔ اس دولت دنیا کو اپنے پاس سے نکال ڈالئے، اور خود کو اُس سے خالی کر ڈالئے جس طرح اور بہت سے بزرگوں نے کیا ہے —— شیخ نے فرمایا۔ میری جتنی دولت ہے۔ سب خرچ کر ڈالو، اور کچھ باقی نہ رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک ہی روز میں سب مال خرچ کر دیا —— مگر جب دوسرا روز آیا تو ہر طرف سے پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور پہلے سے زیادہ مال اکٹھا ہو گیا۔

حضرت شیخ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے۔ تو ہم اسے روک نہیں سکتے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ قلب کے اندر اگر حب آخرت موجود ہوتی ہے تو دنیا اس سے ٹکراتی ہے۔ اور جب دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے۔ تو آخرت اس سے مزاحمت نہیں کرتی۔ کیونکہ حب آخرت شریف ہے اور دنیا ذلیل و خوار۔

حضر سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

"دنیا ذلیل ہے اور اس کا میلان رذیل کی طرف ہے۔ اور رذیل وہ انسان ہے جو اسے بغیر حق کے لیتا ہے، اور بیجا خرچ کرتا ہے —— اور بے جگہ مانگتا ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی شریف اور عالم، اور صاحب فضل ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نقص نہ ہو —— مگر بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے عیوب کا ذکر مناسب نہیں۔ جن کی خوبی اس کی خرابی سے زیادہ ہو، تو خوبی کے باعث اس کی خرابی سے درگزر کرتے ہیں۔

(ص ۲۴۸)

پرہیزگاری کا عملی درس

حضرت لقمان کے بارے میں مروی ہے کہ آپ سیاہ فام غلام تھے۔ آپ کا مالک آپ کو بیچنے کی نیت سے بازار لے گیا۔ جب کوئی خریدار آتا تو آپ پوچھتے، تم مجھے لیجا کر کیا کام لوگے۔؟ وہ جب ضرورت بیان کرتا تو آپ فرماتے بہتر یہ ہے کہ اس کام کے لئے مجھے نہ خریدو۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں تم سے دربانی کا کام لوں گا ـــــ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے مجھے خریدلو۔ اس شخص کی تین بدکار لڑکیاں تھیں۔ جو گھوم گھوم کر عزت فروشی کرتی تھیں ـــــ مالک کو اپنی زمین کے کام سے باہر جانا تھا۔ اس نے کھانے پینے اور ضرورت کی چیزیں گھر میں مہیا کردیں ـــ اور حضرت لقمان سے کہا جب میں چلا جاؤں تو دروازہ بند کرکے باہر نگرانی کرنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں دروازہ نہ کھولنا ـــــ باپ کے جانے کے بعد لڑکیوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا ـــ تو حضرت لقمان نے انکار کیا۔ بالآخر لڑکیوں نے مل کر انھیں مارا اور زخمی کردیا ـــ اور جہاں جانا تھا وہاں سے ہو آئیں۔ آپ نے اپنے زخم دھوئے اور پاسبانی کے لئے دروازے پر بیٹھے رہے ـــ مالک جب واپس آیا تو آپ نے اسے اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی دوبارہ جب مالک گیا اس وقت بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ آپ ان لڑکیوں کے مظالم سہتے، مگر ان کے باپ کو کچھ نہ بتاتے اور اپنی عبادت میں مشغول رہتے ـــ اس کا اثر سب سے پہلے بڑی لڑکی پر ہوا ـــ اس نے سوچا یہ حبشی غلام کتنا اچھا ہے۔ غلام ہونے کے باوجود ہم لوگوں سے زیادہ عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی غلط کاریوں سے توبہ کی۔ اس کے بعد چھوٹی لڑکی نے بھی یہی بات سوچی اور تائب ہوگئی۔ ان دونوں کے بعد تیسری اور منجھلی لڑکی بھی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوکر ان سے کنارہ کش ہوئی ـــ آبادی کے اوباشوں نے جب یہ بات سنی تو انھیں احساس ہوا کہ حبشی غلام اور لڑکیاں صاف اور پاکیزہ زندگی میں داخل ہوگئیں۔ ہمیں بھی اپنی عادات بد ترک کرنی چاہیئے۔

اسطرح ان تمام نے بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے صالحیت اختیار کر لی۔ اس طرح یہ سب اس گاؤں میں سب سے بڑے عبادت گزار افراد ہو گئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (ص ۳۴۹)

مناجات شبلی

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ اس طرح مناجات کیا کرتے تھے ـــــ اے علام الغیوب کاش مجھے یہ پتہ ہوتا کہ تیری بارگاہ میں میرا کیا نام ہے اور تو میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا ــ؟۔ اے گناہوں کو بخشنے والے! اور اے قلوب کو بدلنے والے! میرا عمل کس شئی پر ختم ہو گا۔ پھر اشعار پڑھتے جن کا مفہوم یہ ہے:

"کاش مجھے معلوم ہو کہ اس کے حضور، جو تمام رازوں سے واقف ہے میرا ذکر کس طرح ہوتا ہے، خوبی سے یا خرابی سے؟ کاش مجھے معلوم ہو کہ روزِ محشر کی حاضری میں میرا کیا حال ہو گا ــ؟۔ کاش میں جانتا کہ میری موت کیسے آئے گی؟ ایمان کے ساتھ یا بے ایمانی کی حالت میں؟ کیا تو سوچتا ہے کہ وہ میری بات مان لے گا یا تیرا سینہ کشادہ کرے گا۔ کاش مجھے علم ہوتا کہ میں کہاں جاؤں گا، جنت میں یا دوزخ میں؟ اے لوگو! میری تعریف کرنا چھوڑو میں اپنی عزت خوب جانتا ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑے ہوئے دیکھا وہ وجد کے عالم میں تھے اور ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

میں نے تیرے لئے گریباں چاک کیا ہے اور اس گریباں کا تجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ تو نے میرا دل پھیر دیا تو گریبان بچا دیکھ کر میرے ہاتھوں نے دل کی موافقت کی۔ اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو وہ بھی چاک کئے جانے کے لائق تھا،، (ص ۳۴۹۔۳۵۰)

موت کی وادیاں

سرکار حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو ہم میں داخل ہونا چاہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے اوپر چار موتیں لازم کرلے

(۱) سفید موت یعنی بھوک

(۲) سیاہ موت مخلوق کی اذیت و تکلیف

(۳) سرخ موت خواہشات نفس کی مخالفت

(۴) سبز موت پیوند لگا کر گدڑی پہننا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک راہب کو سیاہ بال کا کرتا پہنے ہوئے دیکھا۔ پوچھا، یہ سیاہ پوشی کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا، یہ غمزدوں کا لباس ہے، اور میں سب سے زیادہ غمزدہ ہوں، اس لئے کہ مجھے اپنے نفس کی موت کا صدمہ پہنچا ہے کیوں کہ گناہوں کے معرکہ میں اس کو میں نے قتل کر ڈالا ہے ——— راہب یہ کہکر رونے لگا۔ میں نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ - بولا، اپنی زندگی کا ایک ایسا دن یاد کرکے رو رہا ہوں جو عمل خیر کے بغیر گزر گیا۔ یہ رونا دھونا محض اس وجہ سے ہے کہ توشہ کم ہے، راستہ دور ہے اور بلند و بالا گھاٹیاں ہیں جن سے گزرنا لازم ہے ——— اور یہ بھی معلوم نہیں منزل کہاں ہوگی جنت میں یا جہنم میں۔ پھر یہ اشعار پڑھے :———

يَا رَاكِبًا يَطْوِىْ مَسَافَةَ عُمْرِهٖ بِاللّٰهِ هَلْ تَدْرِىْ مَكَانَ نُزُوْلِكَا

اپنی عمر کی مسافت طے کرنیوالے سوار تجھے خدا کی قسم، کیا تجھے اپنے اترنے کی جگہ کا بھی علم ہے

شَمِّرْ، وَقُمْ، مِنْ قَبْلِ حَطِّكَ فِى الثَّرٰى فِىْ حُفْرَةٍ تَبْلٰى بِطُوْلِ حُلُوْلِكَا

کمر بستہ تیار ہو اس سے قبل کہ تو اس گڈھے میں پہونچے جو زمانۂ دراز تک تیری اقامت گاہ کے سبب بوسیدہ ہو جائے گا۔ (ص ۳۵۰)

فقیر صابر

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز مجھ سے محمد بن واسع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ایک ولی اللہ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، اگر چاہیں تو آپ بھی چلیں ۔ میں نے حامی بھرلی ۔ وہ اپنے گھر میں گئے اور روٹی کا ایک ٹکڑا لے آئے ۔ اور ہم لوگ بصرہ شہر سے کافی دور ان ولی اللہ کے دروازے پر پہونچے ــــ ہم نے سنا کہ ان کی لڑکیاں ان سے ضروریات کے لئے جھگڑ رہی تھیں ۔ اس وقت انھوں نے کہا، جس نے تم لوگوں کو پیدا کیا، اور تمہارے منہ کھولے ہیں، اور تمہارے لئے دانت اور شکم بنائے ہیں، وہ تم پر تم سے زیادہ رحیم ہے ۔ ہم لوگوں نے دستک دی ۔ تو پوچھا ۔ آپ کون ہیں ۔ ہم نے بتایا: محمد اور ابو سفیان ۔ باہر نکلے اور پھر دریافت کیا کس لئے آنا ہوا ــــ ؟ حضرت محمد بن واسع نے جواب دیا ــ لڑکیوں کے لئے روٹی کا ٹکڑا لایا ہوں ــــ فرمایا: لاؤ بہت بروقت لائے ــــ پھر ہم لوگ ان کے گھر میں جاکر بیٹھے ہی تھے کہ کسی اور نے آکر دستک دی، معلوم ہوا کہ مالک بن دینار ہیں ۔ انھوں نے کہا لڑکیوں کے لئے دو درہم لایا ہوں ــــ انھوں نے فرمایا: آج محمد بن واسع نے ان کی ضرورت پوری کردی ہے ۔

حضرت مالک بن دینار: یہ درہم رکھ لیں کل لڑکیوں کے کام آجائیں گے ۔

ولی اللہ: مالک تم مجھے مفلسی سے ڈراتے ہو، بخدا میرے پاس نہ آنا

حضرت محمد بن واسع: (سفیان ثوری سے مخاطب ہوکر) اس مفلسی کے باوجود اس شخص کا مرتبہ دیکھ رہے ہو ؟

حضرت سفیان: یہ شخص فاضل ہے ۔

حضرت محمد: بیشک

حضرت سفیان: زاہد ہے، عابد ہے ــــ فقراء و صابرین میں سے ہے

حضرت سفیان مقامات فقر میں سے ایک ایک کا ذکر کرتے رہے اور حضرت

محمد بن واسع ہر ایک پر تائید فرماتے جاتے تھے (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم)

(ص ۳۵۰ ـ ۳۵۱)

سارے بینگن سونے کے بن گئے

ایک مرد صالح کہتے ہیں، فقیروں کی ایک جماعت، ایک حبشی ولی اللہ کی زیارت کو گئی، جو پاسبانی کا کام کرتے تھے، ان کا نام مقبل تھا، میں بھی ان فقیروں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ہمارا گزر ایک بینگن کے کھیت سے ہوا۔ وہ اسی جگہ نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے تھیلی میں سے خشک روٹی کے ٹکڑے اور نمک نکال کر کھانے کے لئے فقرار کو پیش کیا۔ لوگ کھانے لگے اور کچھ لوگوں نے آپس میں کراماتِ اولیار کے متعلق باتیں شروع کر دیں۔ ان میں سے ایک نے کہا:

اے مقبل! ہم لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اور آپ تو کچھ بات ہی نہیں کرتے

ولی اللہ: میں کیا کہوں اور میرے پاس کیا ہے جس کی اطلاع دوں مگر ہاں میں ایسے انسان کو ضرور جانتا ہوں جو اگر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ ان بینگنوں کو سونا بنا دے تو رب تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دے۔

تمام فقرار نے دیکھا کہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تمام بینگن سونے میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

ایک فقیر: اے مقبل! کیا ان میں سے اگر کوئی چاہے تو ایک پودا لے سکتا ہے؟

ولی اللہ: تم چاہو تو لے لو! چنانچہ اس نے ایک پیڑ زمین سے اکھاڑ لیا۔ جو جڑ اور پتیوں کے ساتھ پورا کا پورا سونے کا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس پیڑ میں سے ایک چھوٹا بینگن اور چند پتے گر گئے تو انھیں میں نے اٹھا لیا جنہیں اس وقت سے خرچ کر رہا ہوں اور بقیہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اس کے بعد حضرت مقبل نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی اور سارا کھیت

پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اور فقیر نے جہاں سے پیڑ اکھاڑا تھا وہاں دوسرا پیڑ بھی اگ آیا۔ (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین) (ص ۳۵۲)

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز اور ترکِ دنیا

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ان کے مرض الموت میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنی اولاد کو تنگدستی میں چھوڑا ہے۔ کہ ان کے پاس کچھ نہیں۔ انھوں نے فرمایا وہ اگر متقی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے خود راہ پیدا کر دے گا۔ وہ نیک انسانوں کا حقیقی سرپرست ہے۔ اور خدانخواستہ اگر برے ہیں تو میں برائی میں ان کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔

خلافت سے پہلے آپ کی یہ حالت تھی کہ ہزار درہم کا کپڑا ان کے لئے لایا جاتا تو کہتے بہت اچھا تھا اگر اس میں یہ ذرا سا کھردرا پن نہ ہوتا۔ اور زمام خلافت سنبھالنے کے بعد یہ حال ہوا کہ، چار چھ درہم کا لباس لایا جاتا تو فرماتے بہت اچھا تھا اگر اس میں یہ نازکی وگدازی نہ ہوتی ــــــ لوگوں نے آپ سے اس بارے میں استفسار کیا تو فرمایا:

"میرا نفس شوقین اور لذت پسند ہے، کسی شئی کو پاکر اس کا مزا لے لیتا ہے، تو مزید کا طالب ہوتا ہے، اسی طور پر لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ اب اس نے خلافت کا مزا بھی چکھ لیا۔ پھر اس سے بہتر شے کی طلب ہوئی، تو کوئی چیز ملی ہی نہیں، سوائے اس شے کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت ہی ہے۔ اب یہ اس کا شائق ہوا ہے۔ اور اس کا حصول ترکِ دنیا پر منحصر ہے۔ اسی لئے میرا یہ حال ہے۔ (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۳۵۲ - ۳۵۳)

چار کام

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، آپ نے اپنی زندگی کس کام میں لگائی۔ فرمایا: چار چیزوں میں۔

(۱) میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا، تو میں نے شرم محسوس کی کہ اس کی نافرمانی کروں۔

(۲) مجھے معلوم ہوگیا کہ میرا رزق مجھے ضرور ملے گا۔ اور اس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اور روزی کی طلب چھوڑ دی۔

(۳) میں نے اس بات کو جان لیا کہ مجھ پر کچھ فرائض ہیں جنہیں میرے سوا کوئی اور ادا نہیں کر سکتا، تو میں ان کی ادائیگی میں لگ گیا۔

(۴) میں نے جان لیا کہ میری موت کا وقت متعین ہے جو تیزی سے میری جانب آ رہا ہے۔ تو میں از خود اس کی طرف دوڑنے لگا۔ اور آخرت کی تیاری میں لگ گیا۔

اب میں اس فکر میں ہوں جو شے (ثواب یا عذاب) مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی ہے۔ (ص ۳۵۴)

حضرت فضیل بن عیاض کی خلوت

جناب ابراہیم بن اشعث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ رات کے وقت سورۂ محمد کی تلاوت فرما رہے تھے اور ان پر گریہ وزاری کا غلبہ تھا۔ اور جب وہ اس آیت پر پہونچے تو اسے بار بار پڑھا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا — اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں جو مجاہد اور صابر ہیں ہم انہیں جانچ لیں،

اَخْبَارَكُمْ (محمد ۴۷/۳۱)   اور تمہارے حالات کا امتحان کرلیں،
اور بار بار کہنے لگے۔ "تو اگر ہمارے حالات کی آزمائش فرمائے گا، تو ہمارے حالات کا امتحان لے گا، تو ہمیں رسوا کرے گا اور ہمارا پردہ چاک کرے گا ——— اگر تو ہمارا امتحان فرمائے گا تو ہمیں ہلاک کرے گا اور عذاب دے گا۔،،

راوی کا بیان ہے کہ آپ فرماتے تھے۔

"اے فضیل تم نے اپنے کو لوگوں کی خاطر آراستہ کیا، اور ان کے لئے تصنع اور بناوٹ اختیار کی، ہمیشہ ریا، اور نمائش کرتا رہا، یہاں تک کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ تو نیک آدمی ہے۔ لوگوں نے تیری ضرورتیں پوری کیں۔ اور اپنی محفلوں میں تیرے لئے امتیازی جگہ بنائی، تیری تعظیم کی، اگر تیرے کام یہی ہیں تو افسوس! تیرا حال کتنا بُرا ہے۔

نیز فرماتے تھے:

اگر یہ ممکن ہو کہ تجھے کوئی نہ پہچانے تو ایسا ہی کر! اگر تجھے جاننے والے نہ ہوں اور تیری تعریف و توصیف نہ کی جائے تو کیا حرج اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حضور اچھا ہے تو لوگوں کی نگاہ میں برا ہونا تجھے نقصان نہیں پہونچائے گا۔ معلوم نہیں تجھے کل کیا ملے،، شرمندگی یا مسرت، اپنے کاموں کو کیوں یاد نہیں کرتا، اپنی امیدیں کیوں کم نہیں کرتا، اپنی مشغولیات اور وزن کو کیوں نہیں گھٹاتا تجھے خبر نہیں تیرا کیا حال ہونے والا ہے۔ اگر تجھ سے کہا جائے گا کہ تو نجات پا گیا تو واہ واہ اور اگر کہا جائے گا کہ تو بدبخت ہو گیا تو رونا ہی رونا ہے۔

(اللّٰهم تُبْ علينا وسَامِحْنا بلُطْفِكَ يا عظيم اُدخِلُ عظيمَ جُرمِنا في عظيمِ عفوِكَ وكرمِكَ يا ارحمَ الراحِمين) (ص ۳۵۳-۳۵۴)

جن کی نیت کا محافظ ہو خدا

حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ چالیس سال تک مجھے شوق رہا کہ بھنی ہوئی کلیجی کھاؤں۔ ایک روز خیال آیا کہ جہاد میں شرکت کروں، ممکن ہے غنیمت میں مجھے کوئی بکری مل جائے تو یہ خواہش پوری کر لوں گا۔ چنانچہ میں مجاہدین کے ساتھ مشرکین سے لڑنے گیا۔ ہم نے غنیمت حاصل کی، اور میں نے اپنے حصہ میں بکری لی۔ اور ایک دوست سے کہا کہ اسے ذبح کر کے اس کی کلیجی بھون کر میرے لئے لائے اس دوران میں لیٹ کر سو گیا۔ دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔ اور تمام جہاد کرنے والوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ فلاں اس لئے جہاد میں شریک ہوا کہ بہادر کہلائے ـــــ فلاں اس نیت سے آیا کہ مالِ غنیمت حاصل کرے۔ اور یہ شخص فخر کے لئے شریک جہاد ہوا ـــــ اور اس (محمد بن واسع مسکین) کی آرزو تو نہایت معمولی تھی۔ یہ اس لئے آیا تھا کہ کلیجی کا کباب کھائے ـــ آپ نے فرمایا ـــ للہ یہ نہ لکھو۔ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اپنی تمام خواہشات سے توبہ کرتا ہوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۳۵۴)

وبالِ نفس

حضرت ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے نفس نے کبھی کسی شئی کی خواہش نہیں کی ـــ ایک بار دورانِ سفر مجھے انڈا اور روٹی کھانے کی تمنا ہوئی چنانچہ راستہ سے ہٹ کر میں قریب کے گاؤں میں داخل ہوا۔ وہاں اچانک ایک آدمی آکر مجھ سے چمٹ گیا..... اور کہنے لگا یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو ستر کوڑے لگائے ـــــ اس کے بعد اس جگہ کے ایک آدمی نے مجھے

پہچان لیا اور کہا یہ تو ابو تراب نخشبی ہیں ——— پھر لوگ مجھ سے عذر خواہی کرنے لگے۔ ایک آدمی اپنے گھر لے گیا اور کھانے کے لئے، انڈا روٹی لایا ——— میں نے نفس سے کہا ستر کوڑے کھانے کے بعد تیری خواہش پوری ہوئی ہے انڈا روٹی سامنے ہے لے اب اسے کھا ——— اس بارے میں کسی اہل دل شاعر نے کہا ہے

اِذَا طَالَبَتْکَ النَّفْسُ یَوْمًا بِشَهْوَةٍ ۔۔۔ وَکَانَ عَلَیْهَا الْخِلَافُ طَرِیْقٌ

نفس تجھ سے جب کسی روز اپنی خواہش مانگے اور تجھے اس کی مخالفت کی استطاعت ہو

فَخَالِفْ هَوَاهَا مَا اسْتَطَعْتَ فَاِنَّمَا ۔۔۔ هَوَاهَا عَدُوٌّ وَالْخِلَافُ صَدِیْقٌ

پس اس خواہش کی حتی الامکان مخالفت کر، کیونکہ خواہش نفس دشمن ہے اور اس کی مخالفت دوست،

(ص ۳۵۴)

محبوبانِ حق اور مخالفت نفس

ایک نیک مرد فرماتے ہیں، میرے سامنے دنیا، اپنی آرائش و زیبائش اور سہولتوں کے ساتھ آئی ——— میں نے اس سے رخ پھیر لیا ——— اس کے بعد میرے سامنے آخرت، حور و قصور کے ساتھ پیش کی گئی ——— میں نے اس سے بھی صرفِ نظر کر لیا ——— اس وقت فرمایا گیا:

"اگر تو دنیا کی طرف متوجہ ہوتا تو ہم تجھے آخرت سے روک دیتے اور اگر آخرت پہ راغب ہوتا تو اپنی ذات سے روک دیتے مگر موجودہ صورت میں ہم تیرے لئے ہیں۔ اور دنیا و آخرت سے بھی تجھے حصہ ملے گا۔

(ص ۳۵۴-۳۵۵)

حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، پوچھا تجھ تک رسائی کیسے حاصل کروں۔؟ فرمایا نفس سے الگ ہو اور آجا۔"

حضرت احمد بن خضرویہ کا ارشاد ہے:

"اللہ رب العزت کو میں نے خواب میں دیکھا، ارشاد فرمایا،
اے احمد! تمام لوگ مجھ سے کچھ طلب کرتے ہیں، سوائے
ابو یزید کے کیونکہ وہ محض میرا طلبگار ہے۔"

حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہو گا۔ فرمایا اس پر اہل محبت کے نام لکھوں گا ____ میں نے عرض کیا سب سے نیچے محبین اللہ کے عاشق ابراہیم بن ادہم کا نام بھی تحریر کر دیجئے گا آواز آئی۔ اے جبرئیل! ابراہیم بن ادہم کا نام سب سے پہلے لکھو (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین)
(ص ۳۵۵)

خواب میں حلّہ ریشمی دے گئے

حضرت علامہ الشیخ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ____ ایک شہر میں ایک قبر کی زیارت کے لئے لوگ جایا کرتے تھے میں بھی زیارت کرنے گیا ____ اور لوگوں سے صاحب قبر کے احوال دریافت کئے ____ لوگوں نے بتایا۔ ایک مسافر فقیر اس شہر میں تشریف لائے اور بیمار ہو کر یہیں وفات پا گئے ____ یہاں کا ایک نوجوان ان کا شناسا تھا اس نے ان کے لئے کفن کا انتظام کیا۔

رات کو نوجوان نے فقیر کو خواب میں دیکھا، وہ ایک ریشمی حلّہ ہاتھوں میں لئے ہوئے قبر سے برآمد ہوئے، اور نوجوان کو دے کر فرمایا۔ یہ اس کپڑے کے عوض میں ہے جس کا تو نے مجھے کفن دیا، اسے قبول کر ____ نوجوان جب بیدار ہوا تو وہ ریشمی حلّہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس شہر کے تمام باشندوں میں یہ واقعہ مشہور ہے۔ رضی اللہ عنہ

امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں، محبت الٰہی کے معاملہ میں انسان دو قسم کے ہیں، عام اور خاص، عام لوگ اللہ کی محبت کثرت نعمت اور احسان واکرام کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ان کی محبت کم وبیش ہوتی رہتی ہے —— خاص لوگ اللہ کی محبت اس کی صفات اور اسماء حسنیٰ کی معرفت کے باعث کرتے ہیں —— وہ جانتے ہیں کہ وہی ذات محبت کئے جانے کی مستحق ہے، خواہ انھیں کوئی نعمت نہ ملے۔
(ص ۳۵۵)

اپنا یہ کفن واپس لے

ایک مرد صالح کا دوست جذام اور عدم بصارت کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ انھوں نے اسے اس مرض کے دوسرے مریضوں کے ساتھ رکھ دیا اور کبھی کبھی خبر گیری کر لیا کرتے تھے —— ایک مرتبہ وہ اپنے مریض دوست کے پاس کافی دنوں تک نہ جا سکے۔ جب یاد آیا پہونچے۔ اور معذرت کی کہ میں غفلت میں بھول گیا تھا۔
انھوں نے کہا: میرا ایک ایسا سرپرستی فرمانے والا ہے جو کبھی نہیں بھولتا۔
مرد صالح: —— بخدا مجھے ایک دم دھیان ہی نہیں رہا۔
انھوں نے کہا:— میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو ہمہ وقت یاد رکھتا ہے —— اب تو میرے پاس سے چلا جا، تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دیا ہے ——
مرد صالح فرماتے ہیں اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا —— میں نے اس کے لئے ایک کفن نکالا، جو کچھ بڑا تھا۔ جتنا حصہ زیادہ تھا میں نے اسے پھاڑ لیا اور بقیہ میں اسے دفن کیا —— ایک رات میں نے دیکھا وہ میرے پاس کھڑا ہے اس کے چہرے پر ایسا حسن ہے جیسا میں نے دیکھا ہی نہیں —— مجھ سے کہنے لگا تم نے مجھے لمبا کفن دینے میں بخیلی کی، اپنا یہ کفن واپس لے —— کیونکہ مجھے سندس واستبرق کا کفن مل گیا ہے۔ میں جب بیدار ہوا تو کفن موجود تھا۔ (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ) ص ۳۵۶

شانِ ستاری ترِی

سلف میں سے ایک عالمِ ربانی کی مجلسِ وعظ میں ایک نوجوان شرکت کیا کرتا تھا۔ واعظ جب یا ستار کہتے تو جوان شاخِ تر کی طرح حرکت کرنے لگتا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا، کہ میں عورتوں کا لباس پہن کر شادی کی محافل میں جایا کرتا تھا، اور عورتوں میں گھل مِل کر بیٹھتا تھا۔ ایک بار ایک شہزادی کی شادی کے موقع پر بھی میں نے ایسا ہی کیا —— اس دن بادشاہ کی بیٹی کا ہار گم ہوگیا، چنانچہ منادی کی گئی اور تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں، یکے بعد دیگرے تمام عورتوں کی تلاشی لی جائے گی —— سب کی تلاشی ہو چکی صرف میں اور ایک دوسری عورت کی تلاشی باقی تھی —— اس وقت میں نے خلوصِ قلب کے ساتھ مولائے کریم کی بارگاہ میں توبہ کی اور نیت کی کہ اگر آج رسوائی سے نکل جاؤں تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

مجھ سے پہلے جب اس عورت کی تلاشی لی گئی تو ہار اس کے پاس برآمد ہوگیا —— اور میں تلاشی سے بچ گیا۔ اس روز سے جب بھی میں اسمِ پاک "ستار" سنتا ہوں تو اپنا جرم اور اس رحیم و کریم پروردگار کی ستاری کا خیال کر کے مجھ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اللّٰهم یا ستارَ العیوب ویا غفارَ الذنوب ویا مُقلّبَ القلوب ویا کاشفَ الکروب استُر عیوبَنا واغفِر ذنوبَنا واَصلِح قلوبَنا وَ اکشِف کروبَنا وھمومَنا وغمومَنا وارزُقنا حُسنَ الخاتِمة یا کریم برحمتِك یا ارحمَ الراحمین (ص ۳۵۶-۳۵۷)

اسمِ اعظم

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک عورت کو راہِ توکل پہ گامزن دیکھا۔ ایک اون کا کرتہ اور چادر اس کا لباس تھا، میں نے اس سے کہا خدا رحم فرمائے۔ سیر و سیاحت عورتوں کو مناسب نہیں ہے۔

عورت: مغرور انسان میری نظر سے دور ہو جا، کیا تو اللہ کی کتاب نہیں پڑھتا۔

حضرت ذوالنون: پڑھتا ہوں۔

عورت: تو پھر تلاوت کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا (کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی، پس تم اس میں چلو) (النساء ۴/۹۶)

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے جان لیا کہ یہ عورت علم سے لبریز ہے میں نے پھر اس سے دریافت کیا:

حضرت ذوالنون: تو نے اللہ کو کس شئے سے پہچانا۔؟

عورت: میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ما سوا اللہ کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا۔

حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے۔؟

عورت: ذات پاک کا اسم اعظم "اللہ" ہے جو اس کا سب سے بڑا نام ہے۔ (رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۵۷)

خدا شناس کنیز

حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خدمت کے لئے ایک

کنیز خریدی ـــــ وہ زمانۂ دراز تک حضرت کی خدمت کرتی رہی، اور اپنی حالت حضرت سے پوشیدہ رکھی، اس کی نماز کے لئے ایک خاص جگہ تھی، حضرت فرماتے ہیں:

ایک شب میں نے اسے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے، وہ کہہ رہی تھی۔ اے اللہ تیری اس محبت کے وسیلہ سے جو تجھے مجھ سے ہے، میرا یہ یہ کام پورا فرما دے۔۔،،

میں نے یہ سنا تو ڈانٹ کر کہا اے عورت! یوں نہ کہہ بلکہ اس طرح عرض کر، "میری اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھے تجھ سے ہے،،

کنیز: اے میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی، تو آپ کو نماز سے روک کر مجھے قیام کی توفیق نہیں دیتا۔

صبح ہوئی تو میں نے اسے بلایا اور کہا تو میری خدمت کے لائق نہیں، بلکہ اس لائق ہے کہ رب کی خدمت میں رہے۔ جا تو اللہ کے واسطے آزاد ہے ـــــ اسے کچھ چیزیں دے کر میں نے رخصت کر دیا اور اس کی جدائی سے نادم و غمگین ہوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (ص ۳۵۰)

دنیا سے دور

حضرت ابو عامر واعظ علیہ الرحمۃ نے بازار میں، ایک کنیز کو نہایت کم قیمت پر فروخت ہوتے دیکھا، لاغری کی وجہ سے اس کا شکم پشت سے چپکا ہوا، رنگ زرد تھا، اور بال بکھرے ہوئے ـــــ رمضان شریف کا زمانہ تھا۔ حضرت ابو عامر نے اس پہ ترس کھا کر اسے خرید لیا۔

حضرت ابو عامر: میرے ہمراہ بازار چل تاکہ روزہ کے لیے کچھ ضروری سامان خریدیں

کنیز: رب تعالیٰ کا شکر و احسان ہے جس نے میرے لئے تمام مہینوں کو ایک جیسا بنا دیا ہے، اور مجھے دنیا کا کوئی ذمہ نہیں دیا۔ ابو عامر کہتے ہیں اس کا حال یہ تھا کہ رات بھر نماز پڑھتی رہتی اور دن کو روزہ رکھتی —— عید نزدیک آئی تو ایک روز میں نے اس سے کہا، صبح سویرے ہمارے ساتھ بازار چلنا تاکہ عید کے لئے کچھ خریداری کریں (میری بات سن کر)

کنیز: اے میرے آقا آپ تو دنیا میں بہت زیادہ الجھے ہوئے ہیں۔

یہ کہکر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور نماز پڑھنے لگی۔ نماز میں ایک ایک آیت تلاوت کرتی ہوئی جب اس پہ پہونچی:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (۱۴/۱۶) اہل دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائیگا۔ تو اسی کی تکرار کرتی رہی یہاں تک کہ ایک چیخ مار کر گر پڑی، اور اس کا انتقال ہو گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۵۷-۳۵۸)

خسفِ قلوب

ایک پرہیز گار شخص کے پاس ایک کنیز تھی، جس کا تعلق حبش سے تھا۔ فرماتے ہیں اسے ہمراہ لے کر میں بازار گیا۔ اور بازار میں اسے ایک جگہ بٹھا کر کہا کہ میری واپسی تک یہیں رہنا —— میں جب لوٹ کر آیا تو وہ کہیں چلی گئی میں گھر آ گیا کنیز پہ مجھے سخت غصہ آرہا تھا۔ اتنے میں وہ میرے پاس آ گئی اور کہنے لگی، ——

اے میرے آقا میرے بارے میں جلد بازی نہ کریں۔ آپ نے مجھے ایسے لوگوں کے پاس بٹھایا تھا جو خدا کی یاد سے غافل تھے۔ میں ڈری کہ وہ کہیں عذاب الٰہی کے باعث زمین میں دھنسا نہ دیئے جائیں۔ اور میں بھی ان کے ساتھ دھنس جاؤں۔

عابد نے کہا: اس امت سے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے خسف اٹھالیا گیا ہے۔

کنیز نے کہا: بات صحیح ہے کہ زمین کا خسف نہ ہوگا مگر خسفِ قلوب تو ہنوز باقی ہے۔ اے وہ انسان جس کے دل، اور معرفت کا خسف ہوگیا ہے اور تو ابھی تک غفلت میں ہے، جلد علاج اور پرہیز کی طرف دھیان دے، اور موت سے قبل تدارک کر۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"ہمارے ساتھ آ تاکہ تأسف کے اشک بہائیں، گناہ کی مصیبت ہر مصیبت سے بڑی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے جمع فرمائے، کیونکہ اس کی قیدِ ہجر میں عرصۂ دراز سے غمگین ہوں۔ اے میری جان! لمحہ بھر کے لئے بھی غم کو ترک نہ کر، اور اے میری آنکھ رونے کا یہی موقع ہے رولے

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (ص ۳۵۸)

توبہ اور ذکر کی کثرت سے بدر اپنی زباں کو تر رکھو ہر میلا کپڑا دھونے کو اپنے صابن کی حاجت ہے
صحبت بھی زہر قاتل ہے اللہ سے باغی بندوں کی جو قلب خدا سے غافل ہے وہ گمراہی کا پربت ہے

روشن ضمیر

حضرت ابوالحسین دیلمی علیہ الرحمۃ کو کسی نے بتایا کہ شہر انطاکیہ میں، ایک حبشی نژاد بزرگ ہیں، جو دل کی بات بتا دیتے ہیں، شیخ دیلمی فرماتے ہیں، کہ میں ان سے ملنے چلا گیا ۔۔۔ وہ بازار میں ایک مباح چیز بیچ رہے تھے۔ میں نے اس کا دام پوچھا۔ تو میری طرف دیکھ کر فرمایا بیٹھ جاؤ، میں یہ چیز بیچ لوں تو اس کی قیمت میں سے کچھ تم کو بھی دوں گا۔ کیونکہ تم دو روز سے بھوکے ہو۔ شیخ دیلمی واقعی دو روز سے بھوکے تھے

شیخ دیلمی فرماتے ہیں میں وہاں سے ان کی نظر بچا کر دوسری طرف چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر پھر ان سے قیمت پوچھی ـــــ انھوں نے مجھے دیکھ کر پھر وہی بات کہی ـــــ جس کی وجہ سے میرے قلب پر ان کا جلال قائم ہو گیا ـــــ بالآخر اپنا سامان بیچ کر انھوں نے مجھے بھی کچھ عنایت فرمایا اور چلے گئے ـــــ میں بھی ان کے پیچھے لگ گیا تاکہ کچھ فائدہ حاصل کروں۔ انھوں نے مجھے پلٹ کر دیکھا اور فرمایا

"تمہیں اگر کوئی ضرورت آن پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرو، مگر ایسی ضرورت نہ ہو جس میں تمہارے نفس کا دخل ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں تم اللہ سے دور کر دیئے جاؤ گے ـــــ جو شخص یہ جان گیا کہ اللہ کافی ہے، اسے مخلوق سے کنارہ کشی میں وحشت نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ مخلوق کے جھکاؤ سے مسرور ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ مقدر میں جو ہے وہ ضائع نہیں ہو سکتا، خواہ سب لوگ رکاوٹ ڈالیں۔ اور جو قسمت میں نہیں ہے، وہ حاصل نہیں ہوگا چاہے ساری مخلوق اس کی جانب جھک جائے

(رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۵۸ - ۳۵۹)

امن کا گھر

ایک بزرگ ایک درویش کے گھر گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ کوئی سامان نہیں ہے۔ درویش سے اس کا سبب پوچھا۔

درویش: بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے دو مکان ہیں، ایک امن والا، ایک خوف والا، ہمارا جو سامان ہوتا ہے اسے ہم امن کے گھر میں محفوظ کر دیتے ہیں۔

بزرگ: مگر اس گھر کے لئے بھی تو کچھ درکار ہے۔
درویش: اس گھر کا مالک ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا۔ (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین)

ایک نظر کا وبال (ص ۳۵۹)

بصرہ میں ذکوان نامی ایک سردار قوم تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو تمام شہر کے باشندے شریک جنازہ ہوئے، تدفین کے بعد ایک بزرگ قبرستان ہی میں ایک طرف لیٹ گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا اور آواز دی۔ اے قبر والو! اٹھو اور اپنا اجر حاصل کرو۔ چنانچہ تمام قبریں شق ہوئیں اور مردے ان سے نکل کر کہیں گئے۔ جب واپس لوٹے تو ان میں ذکوان بھی تھے جن کے بدن پر دو سرخ لباس تھے جو ہیرے جواہرات سے مزین تھے۔ چند خدام ہمراہ تھے جو انھیں قبر تک پیشوائی کر رہے تھے۔ اور ایک فرشتہ پکار رہا تھا۔ یہ بندہ متقی تھا اس پر ایک نگاہ کی وجہ سے تکلیف پڑی ہے۔ اس بارے میں حکم الٰہی بجالاؤ۔ اس کے بعد ذکوان کو جہنم کے قریب لایا گیا۔ اور اس میں سے ایک سانپ نے منہ نکال کر ذکوان کے چہرے پر ڈس لیا۔ اور وہ جگہ سیاہ ہوگئی۔ اور آواز آئی کہ اے ذکوان تیرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا وبال ہے۔ اگر تم اور زیادہ کرتے تو ہم بھی زیادہ کرتے۔

اسی لمحہ ایک شخص نے قبر سے سر باہر نکالا اور چلا کر کہا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بخدا مجھے مرے ہوئے نوے سال ہوئے۔ مگر اب تک موت کی کڑواہٹ باقی ہے۔ دعا کرو کہ رب تعالیٰ مجھے پہلی حالت پر کر دے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا۔ (ص ۳۵۹۔ ۳۶۰)

رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تجار

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے رابعہ عدویہ سے ملنے کا ارادہ کیا تاکہ دیکھوں وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچی ہیں ـــــ میں اسی فکر میں تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے، چاند جیسے روشن چہروں والے بہت سے درویش آ گئے۔ ان کے جسموں سے مشک کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ ہم میں باہم سلام کلام ہوا۔ انھوں نے اپنا واقعہ بتایا۔

"ہم لوگ دولت مند تاجروں کی اولاد ہیں۔ ہم نے اپنے شہر میں خوشحالی کے دن گزارتے ہوئے رابعہ عدویہ کی خوبصورتی حسن وجمال اور خوش آوازی کے چرچے سنے، تو ارادہ کیا کہ مصر جاکر ان کا گانا سنیں۔ اور انھیں دیکھیں مگر مصر پہونچکر ہمیں پتہ چلا کہ انھوں نے توبہ کرلی ہے۔

ہم میں سے ایک نے رائے دی کہ ہم اگرچہ ان کا گانا نہیں سن سکے مگر چل کر دیکھ تو لیں، مگر اس کے لئے ہم لوگوں کو فقیرانہ وضع بنانی ہوگی۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فقیرانہ لباس میں ان کے دروازے پر جاکر دستک دی وہ فوراً نکلیں اور ہمارے پیروں میں گر کر لوٹنے لگیں۔ اور کہا آپ لوگوں نے اپنی زیارت سے مجھے مشرف کیا ـــــ ہم لوگوں نے کہا بھلا یہ کیسے؟ فرمایا: ہمارے یہاں ایک عورت رہتی ہے جو چالیس سال سے اندھی ہے جب آپ لوگوں نے دستک دی تو اس نے دعا کی اے میرے مالک و مولیٰ دروازے پر دستک دینے والے فقرا کی حرمت کے طفیل میری آنکھیں مجھے لوٹا دے۔ اسی وقت اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی ـــــ یہ سن کر ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہم نے آپس میں کہا۔ خدا کا لطف و کرم تو دیکھو کہ ہمارے باطنی حال فاش کر کے رسوا نہ کیا بلکہ یہ عزت بخشی۔ ہمارے

جس ساتھی نے فقیرانہ لباس کی رائے دی تھی۔ سب سے پہلے اس نے کہا: میں تو اب یہ لباس فقر اتار نہیں سکتا اور رابعہ عدویہ کے ہاتھ پر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم تمام لوگوں نے اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہو کر رب تعالیٰ سے معافی مانگی —— اور حضرت سیدہ رابعہ عدویہ کے وسیلہ سے راہِ فقر اختیار کی۔

(رضی اللہ عنہم) (ص ۳۶۰-۳۶۱)

وجہ فوقیت

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، ارشاد فرماتے تھے، اے بشر! تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے، تمہارے ہم زمانہ لوگوں پر تمہیں کس وجہ سے بلندی عطا فرمائی؟ میں نے عرض کیا، حضور مجھے علم نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ پیروی سنّت، نیکوں کی خدمت مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور میرے اصحاب و اہل بیت سے غایت درجہ محبت نے تم کو درجۂ ابرار پر فائز کیا۔ رضی اللہ عنہ (ص ۳۶۱)

خدا دیکھ رہا ہے

شہر بغداد کی ایک گلی میں، ایک قوی مرد نے ایک عورت کو پکڑ لیا۔ اور چھوڑتا نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھری تھی، اگر کوئی اس کے نزدیک جاتا تو وہ اسی سے مارتا تھا۔ اس نے عورت کو دبوچ رکھا تھا اور لوگ چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے، عورت اس کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی —— اچانک اس طرف حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ وہ قوی مرد کے نزدیک گئے

اور اپنے شانے سے اس کا شانہ رگڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ شخص زمین پر گر پڑا۔ اور عورت آزاد ہو کر بھاگ گئی۔

کچھ دیر بعد لوگوں نے قریب جا کر دیکھا کہ وہ پسینے سے شرابور ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے۔؟ بولا، معلوم نہیں اتنا میں نے دیکھا کہ ایک شیخ نے میرا شانہ مس کیا اور کہا، اللہ تجھے اور تیرے اس فعل کو دیکھ رہا ہے، یہ سن کر میں بے ہوش پڑ گیا اور میرے اوپر سخت ہیبت طاری ہو گئی۔ لوگوں نے کہا وہ بشر بن حارث تھے ــــ اس نے کہا۔ صد حیف! آج کے بعد وہ مجھے کس نظر سے دیکھیں گے، اسی روز بخار میں مبتلا ہو کر اس کے ساتویں روز قوی مرد کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

(ص ۳۶۱)

نیکی میں لگے رہو

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قدیم سلف صالحین کے نفوس خوشی کے ساتھ نیکی میں لگے رہتے تھے۔ اور ہماری طبیعتیں آسانی سے نیکی پر گامزن نہیں ہوتیں۔ اس کے لئے ہمیں زبردستی کرنی پڑتی ہے ــــ اس لئے ہمیں اپنے نفس کو نیکی پر مجبور کرنا چاہیئے ــــ ایک بزرگ نے فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو یہ خیال رکھتا ہے کہ جب دلچسپی اور نشاط ہو گا اسی وقت عبادت کریں گے۔ تو جان لے کہ نفس کاہلی و سستی اور اکتاہٹ سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے نشاط میسر ہونا دشوار ہے ــــ مومن وہ ہے جو نفس پر سختی کرے، اور عہد کی تکمیل کرے، اور شب و روز اللہ تعالیٰ کو پکارے، بخدا مومن ہمیشہ ربنا ربنا کہتے رہتے ہیں، ظاہراً بھی اور باطناً بھی۔ تا آنکہ ان کی دعا مقبول ہو جاتی ہے ــــ شیخ ابوالربیع مالقی فرماتے ہیں: شکستہ پائی اور لنگڑاہٹ کے باوجود خدا کی جانب سفر جاری رکھو کیوں کہ صحت کا انتظار وقت کی بربادی ہے۔ (ص ۳۶۲-۳۶۳)

اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت

حضرت صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک روز ابو جہیر نابینا سے ملاقات کی نیت سے نکلا۔ شہر کے باہر انھوں نے ایک مسجد بنالی تھی۔ جس میں وہ عبادت کرتے تھے، پاس ہی ان کا حجرہ تھا۔ راستہ میں مجھے محمد بن واسع ملے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی انہی کے پاس جارہے ہیں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے، حضرت حبیب عجمی، مالک بن دینار، حضرت ثابت بنانی بھی حضرت ابو جہیر ضریر ہی کی ملاقات کے لئے جاتے ہوئے راستے میں ملتے گئے۔ راستے میں ایک خوشنما مقام ملا۔ حضرت ثابت بنانی نے فرمایا، آیئے ہم لوگ یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں، تاکہ یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شاہد رہے۔ نماز پڑھ کر ہم لوگ ایک ساتھ ابو جہیر کی مسجد میں پہونچے —— ہم نے دستک دینا مناسب نہ سمجھا اور انتظار میں بیٹھ گئے —— ظہر کی نماز کے وقت وہ گھر سے نکلے، اذان واقامت کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ہم نے بھی ان کے ہمراہ نماز پڑھی —— نماز کے بعد حضرت محمد بن واسع نے کھڑے ہو کر ان سے مصافحہ کیا — پوچھا — کون؟

جواب: آپ کا بھائی محمد بن واسع

ابو جہیر: اچھا تو آپ ہی ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے عمدہ نماز پڑھنے والے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے ملاقات کی —— تو پوچھا آپ کون ہیں۔ انھوں نے نام بتایا تو فرمایا

"آپ ہی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں"

پھر حضرت مالک بن دینار ملے تو ان سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد کہا، "سبحان اللہ آپ ہی ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ بصرہ کے سب سے بڑے زاہد ہیں

ان کے بعد حضرت حبیب عجمی نے ملاقات کی تو حسب سابق نام وغیرہ پوچھنے کے بعد کہنے لگے " اچھا آپ ہی ہیں جن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ مستجاب الدعوات ہیں اس کے بعد میں (صالح مری) نے ملاقات کی۔ مجھ سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد فرمایا، آپ ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ خوش آواز ہیں۔ میں آپ کی آواز کا مدت سے مشتاق تھا۔ آیئے مجھے کتاب اللہ کی پانچ آیتیں سنا دیجئے۔ میں نے صرف یہ دو ہی آیات پڑھیں:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان ۲۵/۲۲، ۲۳)

جس دن وہ (عذاب کے) فرشتوں کو دیکھیں گے۔ (اس دن ان) مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے (ہمارے انکے درمیان) کوئی آڑ کی ہوئی روک ہو جاتی اور (اپنے خیال میں) انھوں نے جو بھی (نیک) کام کئے ہم انکی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انھیں بکھرے ہوئے ذرّے بنا دیں گے۔

جنہیں سن کر وہ بے ہوش ہو گئے ـــــ ہوش آیا تو فرمایا پھر وہی پڑھو میں نے وہی آیات پھر تلاوت کیں۔ اس بار ایسی چیخ بلند ہوئی کہ اسی کے ساتھ ان کا انتقال ہو گیا ـــ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــ ان کی بیوی حجرہ سے نکل کر آئیں اور پوچھا آپ کون لوگ ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنے نام بتائے تو کہا کیا ابو جہیر انتقال کر گئے ـــــ میں نے کہا، ہاں! خدا اس مصیبت پر تمہیں اجر سے نوازے۔ مگر تمہیں کیسے پتہ چلا وہ بولیں، میں انھیں اکثر یہ دعا کرتے سنتی تھی کہ اے اللہ! میری موت کے وقت اولیاء اللہ کو جمع فرمانا۔ آپ تمام حضرات کو یکجا دیکھ کر میں سمجھ گئی کہ اس اجتماع کا سبب ان کی موت ہی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۳۶۳-۳۶۴)

کم گوئی

حضرت ابو سلیمان مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گزر بسر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اور نہایت محتاط زندگی گزارتے تھے۔ فرماتے ہیں: ایک شب میں نے خواب میں اولیاء بصرہ کو یکجا دیکھا، جہاں حسن بصری فرقد سنجی اور حضرت مالک بن دینار بھی تھے ـــــ میں نے ان حضرات سے پوچھا کہ آپ حضرات مسلمانوں کے امام ہیں مجھے رزق حلال کا ایسا ذریعہ بتائیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہ ہو۔ اور نہ ہی لوگوں میں سے کسی کا احسان ہو۔

ان حضرات نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے طرطوس سے باہر لے گئے۔ اور ایک برج میں لے جاکر دکھایا جہاں بہت سے سرخاب موجود تھے۔ اور فرمایا۔ یہ ایسی روزی ہے جس کی نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہے نہ کسی شخص کا احسان ،،

ابو سلیمان کا بیان ہے کہ میں تین ماہ تک وہی پرندے ذبح کرکے کھاتا رہا ـــــ اور میرا قیام ایک مسافر خانہ میں تھا اس کے بعد جب مجھے مسافر خانہ کے حالات کا علم ہوا۔ تو میں نے اسے فتنہ قرار دے کر اسے ترک کر دیا۔ مگر پرندوں پر گزر کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اس طرح پاکیزہ بنا دیا کہ میں کہتا، اللہ جلنیوں کو ایسا قلب عطا کرے تو وہ بہتر رہیں گے۔ لوگوں کی باتوں سے مجھے کوئی رغبت نہیں تھی ـــــ ایک روز میں ایک راستہ پر بیٹھا تھا۔ ایک نوجوان کو دیکھا جو لامش کی طرف سے آکر طرطوس جا رہا تھا، میرے پاس لکڑی فروخت کرنے کے زمانہ میں کچھ نقد بچ گئے تھے۔ دل میں بات آئی کہ میں تو پرندوں پر گزر کرتا ہوں یہ نقد نوجوان درویش کو دیدوں تاکہ طرطوس میں کچھ خرید کر کھالے ـــــ نوجوان میرے نزدیک آیا تو میں نے اس ارادے سے جیب میں ہاتھ ڈالا کہ نقد نکالوں۔ اتنے میں نوجوان نے اپنی زبان ہلائی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف

کی ساری زمین سونا بن گئی ہے۔ اور چمک رہی ہے۔ لگتا تھا اس کی چکاچوند سے میری آنکھیں بیکار ہو جائیں گی۔ اس شخص کی ہیبت و جلال مجھ پر طاری تھا ـــــ میں سلام بھی نہ کر سکا اور وہ چلا گیا۔

اس کے بعد میں نے اس جوان صالح کو طرطوس کے باہر ایک برج میں بیٹھے ہوئے دیکھا، سامنے پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا ـــــ میں نے سلام کر کے نصیحت چاہی ـــــ نوجوان نے پاؤں دراز کر کے پیالہ کو لڑھکا دیا پانی زمین پر گر گیا ـــــ پھر کہا

زیادہ باتیں نیکیوں کو اسی طرح چوس لیتی ہیں۔ جیسے زمین نے پانی کو چوس لیا، تمہیں اتنی نصیحت از بس ہے،،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین! ص ۳۶۴ ۳۶۵

آگ کا طوق

بیت المقدس کے پہاڑوں کی سیاحت کرنے والے ایک صاحب کا بیان ہے ـــــ میں ایک آدمی کے گھر مہمان ہوا۔ انھوں نے کہا میرے پڑوسی کا بھائی گزر گیا ہے۔ آیئے اس کی تعزیت کر آئیں۔ ہم لوگ گئے تو وہ شخص بہت غمگین اور اداس بیٹھا تھا۔ اسے قرار نہیں آتا تھا۔ ہم نے اسے صبر کی تلقین کی اور سمجھایا۔ اس نے کہا معلوم نہیں میرے بھائی کے شب و روز کیسے گزرتے ہوں گے......

اس نے مزید کہا بھائی کو قبر میں دفن کرنے کے بعد میں مٹی برابر کر رہا تھا کہ قبر سے نہایت دردناک ہائے کی آواز آئی ـــــ وہ آواز بھائی کی تھی۔ میں بے چین ہو کر قبر کھودنے لگا۔ مگر مجھے منع کر دیا گیا ـــــ اسی طرح میں نے کئی بار بھائی کی ہائے ہائے سنی اور آخری بار جب ہائے کی آواز آئی تو میں نے قسم کھائی کہ قبر کھود کر ضرور بھائی کی مدد کروں گا۔ چنانچہ قبر کھودی تو دیکھا کہ بھائی کی کمر میں آگ کا ایک طوق پڑا ہوا ہے

جس کی جلن سے پوری قبر آتشدان بنی ہوئی ہے۔ میں نے وہ طوق بھائی کی کمر سے ہٹانے کے لئے اس پہ ہاتھ لگایا تو میری انگلیاں جدا ہوگئیں —— ہم نے اس کا ہاتھ دیکھا تو اس کی چار انگلیاں نہیں تھیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو سن کر میں امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اے ابو عمر! یہودی، نصرانی اور کفار سبھی مرتے ہیں، ان میں ایسی نشانیاں نہیں نظر آئیں اور وہ شخص توحید اور اسلام پہ مرا ہے۔ اس کے باوجود یہ عذاب —— ؟

فرمایا: یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین بالیقین جہنمی ہیں۔ اس لئے ان کا حال دکھانا ضروری نہیں —— اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو یہ عذاب اہل توحید میں اس لئے دکھاتا ہے تاکہ عبرت و نصیحت حاصل کرو: اَللّٰھُمَّ سَامِحْنَا وَاعْفُ عَنَّا وَالْطُفْ بِنَا یا لطیف (ص ۳۶۵)

ہرنی نے پرورش کی

حضرت ابو جعفر فرغانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں اپنے ایک صوفی دوست کے یہاں دینور میں تھا۔ ان کے پاس کچھ کردی لوگ آئے تاکہ ان کا سامان خریدوا دیں۔ کردی ان سے کہنے لگے۔ اگر آپ کو معلوم ہو تاکہ سامان کس کے لئے خریدا جارہا ہے تو آپ خریداری میں بڑی جلدی کرتے۔ انھوں نے کہا بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کردیوں نے مفصل واقعہ اس طرح بیان کیا:

"یہ ہماری قوم کا سردار ہے۔ اس کی بیوی سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں، ایک بار حمل ہوا تو اس نے کہا، اس بار اگر لڑکی ہوئی تو تجھے طلاق، جاڑے کا زمانہ تھا اور ہم لوگ مراغہ کی طرف

کوچ کر رہے تھے، راستے میں اس عورت کو درد زہ شروع ہوا۔ وہ راستہ سے الگ ہٹ کر پانی کے قریب چلی گئی۔ لوگوں نے سمجھا وضو کے لئے گئی ہے۔ وہیں اس کو لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر پہاڑ کی سمت گئی اور ایک غار کے پاس رکھ کر چھوڑ دیا —— اور شوہر کو سمجھا دیا کہ اس بار میرے شکم میں حمل نہیں تھا۔ بلکہ یونہی ہوا کی وجہ سے شکم سوجا ہوا تھا اب ٹھیک ہو گیا۔ ہم لوگ وہاں سے چلے اور چھ ماہ تک غائب رہے۔ چھ ماہ بعد ہم لوگ پھر اسی جگہ آئے تو عورت پانی کا برتن ہاتھ میں لے کر پہاڑ کے اس غار کی طرف گئی جہاں اس نے اپنی بچی چھوڑی تھی —— اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی اس بچی کو اپنا دودھ پلا رہی ہے۔ عورت کی آہٹ پا کر ہرنی چلی گئی، اور بچی رونے لگی —— تھوڑی دیر بعد ماں اپنی بچی کے پاس سے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تو ہرنی آکر دودھ پلانے لگی۔ اور بچی نے رونا بند کر دیا۔ عورت لوٹ کر قبیلہ میں آئی اور واقعہ بیان کیا تو سب لوگوں نے جا کر بچشم خود وہی کچھ دیکھا جو عورت نے دیکھا تھا۔ ہم لوگوں نے جب بچی کو اٹھایا تو وہ پھر زار و قطار رونے لگی۔ اور ہرنی دور سے کھڑی دیکھتی رہی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ بچی آدمیوں سے مانوس ہو گئی۔

اب وہ بڑی ہو چکی ہے۔ اس کے باپ نے ایک نیک آدمی سے اس کا رشتہ طے کیا ہے، ہم لوگ اس کے جہیز کا سامان خریدنے آئے ہیں۔

(سبحان اللطیف الخبیر المنان القدیر)

(ص ۳۶۵-۳۶۶)

صدق التجا

شیخ ابوبکر اسماعیل فرغانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بہت زمانے تک فاقہ کشی کرتا رہا۔ کبھی کبھی بے ہوش ہو کر گر بھی جاتا تھا۔ اس وقت میں ناپختہ فہم تھا۔ بھوک کی وجہ سے ہاتھوں کے ناخن کا رنگ بدل جاتا تھا۔

ایک روز میں نے عرض کیا — یا اللہ! اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو فاقہ کے وقت میں تجھ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا۔ ایک بار دمشق میں باب البرید پر بیٹھا تھا۔ میں نے مسجد میں دو آدمیوں کو جاتے دیکھا، دل نے کہا یہ دونوں فرشتے ہیں، دونوں پھر آ کر میرے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اسم اعظم سکھا دوں، دوسرے نے کہا ہاں، میں نے غور سے سنا اس نے کہا۔ اسم اعظم "یا اللہ،، ہے — میں نے سوچا میں نے سیکھ لیا اور جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس فرشتے نے کہا تم جس طرح "یا اللہ،، کہتے ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صدق لجار کے ساتھ کہو۔ حضرت شیخ ابوبکر فرماتے ہیں۔ صدق لجار کا مطلب یہ ہے کہ کہتے وقت قائل ایسا ہو جس طرح کوئی دریا میں ڈوب رہا ہو اور اس کا بچانے والا کوئی نہ ہو۔ اور اسے یقین ہو کہ خدا کے سوا اس کی کوئی پناہ گاہ نہیں، (۳۶۶ - ۳۶۷)

اہلیت

ایک فقیر ایک شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ اسم اعظم جانتے تھے۔ فقیر نے کہا مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ شیخ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اسم اعظم کی اہلیت ہے۔ فقیر نے کہا ضرور ہے — شیخ نے حکم دیا، شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھو، اور وہاں جو واقعہ دیکھو آ کر بتاؤ —

فقیر نے وہاں دیکھا کہ ایک بوڑھا گدھے پر لکڑیاں لادکر لارہا تھا۔ ایک سپاہی نے اسے مار کر لکڑیاں چھین لیں۔ اور اسے بھگا دیا۔ شیخ نے پوچھا اس واقعہ کے وقت اگر تجھے اسمِ اعظم معلوم ہوتا تو تم کیا کرتے۔ فقیر نے کہا سپاہی کی موت کے لئے بددعا کرتا ـــــ شیخ نے فرمایا، اور مجھ کو اسمِ اعظم ان لکڑی والے بزرگ ہی نے دیا ہے۔ گویا اسمِ اعظم سیکھنے والے کو برگزیدہ حضرات کے صفات سے متصف ہونا چاہیئے۔ خاص طور سے حلم و بردباری، صبر و توکل رحم و رافت میں کامل ہونا چاہیئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم)

(ص ۳۶۷)

مریضِ عشق

حضرت شیخ یوسف بن حمدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت بصرہ ہوتے ہوئے حج کے ارادہ سے چلی، میں بھی ہمراہ تھا، ان میں ایک نوجوان پر مجھے رشک آتا تھا، جن کی صحبت میں انس تھا وہ ہمہ وقت ذکر و مناجات میں مشغول رہتے، ہم لوگ جب مدینہ طیبہ پہونچے تو وہ سخت بیمار ہو گئے۔ اور انھوں نے ہم لوگوں سے علاحدگی اختیار کرلی، میں ان کی بیمار پرسی کے لئے لوگوں کے ساتھ گیا، ان کی پریشانی اور شدّتِ مرض دیکھ کر کسی نے کہا، کیوں نہ ہم لوگ کسی طبیب کو بلائیں، شاید وہ مرض کی تشخیص کر کے کوئی مناسب دوا دے سکے یہ سن کر وہ مسکرائے اور کہا: بزرگو اور دوستو! موافقت کے بعد مخالفت بہت بُری شئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے واسطے ایک حالت کو پسند فرمایا وہ اگر دوسری حالت کی خواہش کرے تو کیا یہ ارادۂ خداوندی کی مخالفت نہیں ہے؟ شیخ یوسف فرماتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان کی بات نے شرمندہ کر دیا۔ انھوں نے پھر فرمایا:

"قتیلِ عشق کی دوا اگر عشق سے بے بہرہ شخص سے مل سکتی ہے

تو لینے میں کوئی حرج نہیں، بیماری اور تکلیف کے اندر
نفس کی پاکی اور گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، اور موت کی
یاددہانی بھی اور مریضِ عشق کی بیماری، مشاہدۂ نفس اور
خواہش کی موافقت ہے۔

بِیَدِ اللّٰہِ دَوَائِیْ وَبِعِلْمِ اللّٰہِ دَائِیْ
اللہ ہی کے ہاتھ میری دوا ہے اور اس کے علم میں میری بیماری ہے

اِنَّمَا اَظْلِمُ نَفْسِیْ بِاِتِّبَاعِیْ لِھَوَائِیْ
میں نے تو اپنی ذات پر ظلم ہی کیا اپنی خواہش نفس کی پیروی کر کے

کُلَّمَا دَاوَیْتُ دَائِیْ غَلَبَ الدَّاءُ دَوَائِیْ
جب اپنی بیماری کا علاج کرتا ہوں تو میرا مرض دوا پر غالب آجاتا ہے

(رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ)

جس کا خدا ہو پاسباں

(ص ۳۶۷، ۳۶۸)

ایک بزرگ ایک بار پریشاں حالی، اور خوف سے گھبرا کر بلا توشہ، اور
بغیر سواری کے مکہ معظمہ کی طرف چل پڑے۔ تین روز سفر کرنے کے بعد چوتھے دن ان
پر بھوک پیاس اور گرمی کا اثر ہو گیا۔ فرماتے ہیں:

"مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہوا، کوئی درخت بھی نہیں تھا جس کے
سائے میں آرام کرتا۔ چنانچہ میں نے اپنا حال رب تعالیٰ کے سپرد کیا
اور رو بقبلہ بیٹھ گیا، مجھ پر غنودگی چھا گئی، بیٹھے بیٹھے سو گیا
خواب میں ایک شخص آیا۔ جس نے کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے ہاتھ
اٹھایا تو اس نے مصافحہ کیا۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو، تم سلامتی
کے ساتھ مکہ شریف پہونچو گے۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی زیارت سے بھی شرفیاب ہو گے — میں نے ان کے بارے

میں پوچھا تو فرمایا: میں خضر ہوں (علیہ السلام) میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا یہ دعا تین بار پڑھو: یالطیفاً بخلقہٖ یاخبیراً بخلقہٖ یاعلیماً بخلقہٖ الطف بی یالطیف یاعلیم یاخبیر فرمایا یہ ایسا تحفہ ہے جس سے ہمیشہ کیلئے غنا ہے، تمہیں جب کوئی پریشانی ہو کوئی مصیبت آئے تو اسے پڑھنا، پریشانی ومصائب دفع ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے

اتنے میں میں نے سنا کوئی آواز دے رہا ہے۔ اور یا شیخ یا شیخ پکار رہا ہے۔ آواز سن کر میں بیدار ہوا۔ اس نے ایک نوجوان کا حلیہ بتا کر پوچھا کیا آپ نے اسے دیکھا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پھر کہا ہمارے یہاں سے سات روز قبل ایک نوجوان حج کے لئے گیا ہے۔ آپ کہاں جائیں گے۔؟ میں نے کہا جہاں رب تعالیٰ لے جائے

وہ شخص اونٹ سے اترا۔ توشہ دان سے دو روغنی روٹیاں اور حلوہ مجھے کھانے کو دیا اور پانی پیش کیا میں نے ایک روٹی کھائی اور پانی پیا۔ پھر کہا اب اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ وہ میرے آگے سوار ہوا۔ ہم نے ایک دن اور دو راتیں سواری چلائی اور قافلہ کو جالیا۔ جس میں اس کا بیٹا مل گیا۔ وہ اسے ڈھونڈ کر میرے پاس لایا اور کہا۔ اے میرے فرزند! اس شخص کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تیری جستجو میرے لئے آسان کر دی اس کے بعد میں نے انھیں رخصت کیا اور ان کے پاس سے روانہ ہو گیا۔ وہ شخص آکر مجھ سے ملا میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور بیٹا ہوا ایک کاغذ میرے ہاتھوں میں دے کر چلا گیا۔

میں نے کھولا تو اس میں پانچ درہم تھے، ان میں سے کچھ لے کر
اونٹ کرایہ کیا اور بقیہ سے زادِ سفر خرید کر حج کیا۔ اور زیارت
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر حضرت سیدنا
ابراہیم خلیل علیہ السلام کی جانب گیا ـــ جب مجھے کوئی ضرورت
یا پریشانی درپیش ہوئی، میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی
بتائی ہوئی دعا پڑھ لی، یقیناً میں ان کے کرم و احسان کا
معترف، اور رب تعالیٰ کی رحمت کا شکر گزار ہوں۔

(ص ۳۶۸-۳۶۹)

غیبی نعمتیں

ایک درویش فرماتے ہیں کہ ایک بار میں سیاحت اور چلّہ کشی کے ارادے
سے، ویرانے کی طرف چلا، چوتھے روز میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا
ہوا، اور جسم پر بھی لرزہ جیسا ہونے لگا۔ اسی دوران اچانک دو ادھیڑ عمر کے خوش
شکل آدمی میرے پاس آئے۔ اور انھوں نے سلام کیا، میں نے جواب دیا، نام
پوچھا میں نے بتایا عبداللہ، ان میں سے ایک نے کہا ہم بھی اللہ کے بندے ہیں۔
اور اللہ کی جانب ہی جا رہے ہیں ـــــــ ہم لوگ آگے چلے، نماز ظہر کا
وقت ہوا تو ان میں سے ایک نے دریافت کیا۔ کیا یہی وقت ہے؟ میں نے کہا،
ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہمیں نماز پڑھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا یہ ذمہ داری
آپ لوگ اٹھائیں آپ میں سے کوئی پڑھائے۔ ان میں سے ایک نے نماز
پڑھائی ہم نے سنت ادا کی۔ امام جب اپنی سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے ہمارے
پاس ایک طباق لائے جس میں انگور کا ایک خوشہ رکھا تھا اور انجیر تھے، اور
کہا بسم اللہ! جو اتنے لذیذ تھے جیسے میں نے زندگی میں کبھی نہ کھائے۔

سب لوگوں نے حسب خواہش کھایا اور آگے روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن ظہر کے وقت پھر میری طرف دیکھ کر پوچھا کیا یہی وقت ہے میں نے پھر کہا ہاں! پھر نماز کے لئے کہا میں نے معذرت کی، ان میں سے دوسرے نے نماز پڑھائی، سنتوں کے بعد وہ خوان لے کر آئے جن میں انگور اور انجیر تھے۔ ہم نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور بقیہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

تیسرے دن مجھے خیال آیا کہ آج یہ لوگ ضرور مجھ سے نماز پڑھانے کیلئے کہیں گے۔ اور مجھے ان لوگوں کی موافقت بھی کرنی چاہیئے اور وہی کام کرنا چاہیئے جو ان لوگوں نے کیا (یعنی خوانِ نعمت لانا) چنانچہ میں نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر عرض کیا:

اللّٰھم انک ولی النعم من غیر استحقاق وانا عبدک ضعیف غیر مستحق للنعم وقد رجعت الیک فیما اقصدہ انک علیٰ کل شئی قدیر	اے اللہ تو بلا استحقاق نعمت دینے والا ہے، اور میں تیرا بندہ ضعیف ہوں کسی طرح نعمت کا حقدار نہیں مگر اپنی تمنا تیرے حضور لایا ہوں بیشک تو ہر شی پر قادر ہے

جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک نے دریافت کیا کیا یہی وقت ہے؟ میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا نماز پڑھاؤ گے، میں نے کہا انشاء اللہ ایک نے اقامت کہی اور میں نے نماز ظہر پڑھائی اور سلام کے بعد سنت پڑھی، اس کے بعد میں نے دائیں جانب پلٹ کر دیکھا تو خوانِ نعمت رکھا ہوا تھا، اور اس میں انگور، انجیر اور انار تھے میں نے طباق ان کے سامنے رکھا۔ ہم لوگوں نے مل کر کھایا۔ اور مابقیہ چھوڑ کر اٹھ گئے ——— اور میں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ استحقاق کے بغیر مجھے نعمت سے نوازا۔ اس کے بعد ہم لوگ چالیس روز مقیم رہے ——— ہم میں کا ہر ایک اپنے اپنے مقصد میں لگا رہتا اور نماز کا وقت ہوتا تو ہم جمع ہوتے۔ ایک ایک دن تینوں نماز پڑھاتے۔ اور طبق لاتے ——— چالیس روز کے بعد انھوں نے مجھے خدا حافظ کہا اور ہم لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور کسی نے کوئی بات نہیں پوچھی ——

اس کے بعد بھی میں اسی حال میں رہا روزانہ اللہ تعالیٰ کی جدید نعمتیں اترتی تھیں، جن کا تعلق ظاہر سے بھی تھا اور باطن سے بھی، اور جب بھی نعمت کا شکر ادا کرتا تو نعمت اور زیادہ ہوتی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۳۶۹۔ ۳۷۰)

۲
دو سعید روحیں

شیوخ مکہ میں سے ایک شیخ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"میں غار میں تنہا رہتا تھا۔ بعض اوقات کم وبیش ایک ماہ تک وہاں ارد گرد میں کسی انسان کی صورت نظر نہیں آتی تھی، مباح چیزوں سے اپنا شکم بھرتا تھا، بھوک لگنے پر غار سے باہر نکلتا، اور ضرورت کے مطابق کھا پی کر واپس اپنی جگہ پہونچ جاتا، حسب عادت ایک دن غار سے باہر آیا تو ایک سوار کو اپنی طرف آتے دیکھا، معاً چھپ کر پھر غار میں چلا آیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ شخص غار کے دہانے پر آ پہونچا —— اور اس نے میرا نام لے کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا آیا اس نے مجھے سلام کیا —— جواب سلام کے بعد

شیخ مکہ: کیا تم آدمی ہو؟

: جی ہاں

شیخ مکہ: کہاں کے باشندے ہو۔ اور تمہیں میرا نام کس نے بتایا۔

: میں شہزادہ ہوں، تین روز قبل شکار کے لئے نکلا تھا، احباب سے الگ ہو کر جنگل میں بھٹک گیا

بھوک پیاس سے ہلاکت کے قریب جا پہونچا ——— اس وقت اچانک ایک چادر پوش بزرگ ظاہر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا۔ اس سے مجھے سیراب فرمایا۔ اور ایک مشت گھاس مجھے عنایت فرمائی میں نے اسے کھالیا، وہ گھاس تمام تر کاریوں سے زیادہ لذیذ تھی۔
جب میں آسودہ ہو چکا تو فرمایا:
اے محمد! کیا اس سے قبل تم توبہ کر چکے ہو۔؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کے دست مبارک پر ابھی توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کی دست بوسی کر کے میں نے توبہ کی، اور اٹھ کھڑا ہوا ——— اور عرض کیا۔ حضور! میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے قبول فرمالے ——— انھوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا فرمائی:
یَارَبَّ مُحَمَّدٍ بِحُرْمَتِ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے رب محمد! اپنے نبی اِرْحَمْ مُحَمَّدًا وَتُبْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاقبَل مُحَمَّدًا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل محمد پر رحم فرما! اس کی توبہ قبول کر اور اسے اپنی بارگاہ میں پذیرائی بخش، یہ دعا فرماتے وقت ان کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ان کی دعا کی حلاوت میں نے اپنے قلب میں محسوس کی اور میں نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں جس دنیا سے باہر آچکا ہوں، مرتے دم تک اس میں واپس نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد بزرگ نے فرمایا اپنی سواری پر بیٹھو میں نے عرض کیا اب میں سواری استعمال نہیں کروں گا۔ اس پر انھوں نے مجھے قسم دے کر سوار کیا ——— خود میرے آگے آگے چلتے رہے اس کے بعد آپ کا نام اور مسکن بتانے کے بعد فرمایا۔ ان کی مصاحبت اختیار کرو، وہ تمہیں نیکی کا سبق دیں گے۔

شیخ مکہ: اب یہ گھوڑا کیا ہوگا ——— ؟
شہزادہ محمد: اب مجھے اس کی حاجت نہیں ———

شیخ مکہ : اپنا گھوڑا اس نے جنگل میں چھوڑ دیا، اور میرے ہمراہ غار میں آیا۔ میں نے اپنے کھانے کی چیزیں اس کے سامنے پیش کیں۔ کچھ کھایا اور رات ہونے تک ہم بیٹھے رہے۔ پھر میں نے اس سے کہا، اے بیٹے! عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی، اور قریب کے دوسرے غار کی جانب اشارہ کر کے اس سے کہا کہ تم وہاں بیٹھ کر عبادت کرو ——
وہ چلا گیا۔ میں ہر تین دن بعد جا کر اس سے ملتا تھا —— اسے بھی جب بھوک لگتی وہ وہی مباح چیزیں، غار سے نکل کر کھا لیتا تھا۔ اور ہمارے قریب جو چشمہ تھا اس کا پانی پی لیتا تھا۔ —— گھوڑا ابھی دن بھر چرنے کے بعد شام کو وہیں آ بیٹھتا ایک روز وہ نوجوان حیران و پریشان میرے پاس آیا، میں نے خیریت پوچھی، کہنے لگا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے والدین میری جستجو میں ایک مقام سے دوسرے مقام کا چکر کاٹ رہے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں دو چراغ جل رہے ہیں ——
—— والدین جب میرے نزدیک آتے ہیں تو ایک شخص ان سے کہتا ہے، کہ میں آپ لوگوں سے خدا کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنے فرزند کو اللہ کی راہ میں چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ اللہ کی جانب چل پڑا ہے۔ ان بزرگ کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیرا ہے، وہ میرے والدین سے فرماتے ہیں کہ یہ ہیرا میری طرف سے قبول کر لو، بزرگ کے پیہم اصرار پر میرے ماں باپ نے رضامندی ظاہر کر دی۔ اور بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ ہیرا تیرے حق میں خوشخبری ہے۔؟ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا ——
میں نے شہزادے محمد سے کہا: فرزند! یہ تیری توبہ کا ثمرہ ہے، جو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا گیا ہے۔ میری بات سن کر وہ خوش ہو گیا —— اور ایک مدت تک ہم لوگ اسی حال میں رہتے تھے۔ ایک شب میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں دیکھا، آپ تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا، تم دونوں شہر کے اندر جاؤ تاکہ لوگ تم سے نفع اندوز ہوں۔ اور تمہیں لوگوں سے فائدہ ہو۔ صبح ہوئی تو میں شہزادہ محمد کے پاس گیا اور اسے خواب بتایا ___

شہزادہ محمد: حضرت میں نے بھی آج شب خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک رسّی ہے اور ایک حسین و جمیل انسان میرے دائیں جانب کھڑا اس رسی کی گرہ کھول رہا ہے ___ اور کہتا ہے تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا ___

شیخ مکہ: فرزند ارجمند! یہ تو شکر و حمد کا مقام ہے۔

اس کے بعد ہم لوگ غاروں سے روانہ ہو کر دیار بکر کے ایک شہر میں گئے گھوڑا بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا، ایک خانقاہ میں وارد ہوئے ___ اس کے شیخ کا دو روز قبل انتقال ہو چکا تھا ___ ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے "وہ شخص یہی ہے"۔

ان لوگوں نے مجھ سے کہا، یا شیخ! کیا آپ یہاں قیام فرمائیں گے؟ اس کے بعد ایک نورانی شکل والے شیخ تشریف لائے اور مجھے سلام کر کے کہا، حضرت! خدا واسطے آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں ___ میں نے جواب دیا: اللہ کو اختیار ہے ___ اسی دن ہمارے پاس ایک فقیر آیا ہم نے اپنا گھوڑا اسے دے دیا، اور گھوڑے کا قصہ بھی بتایا۔ میں اور نوجوان شہزادہ محمد بیس سال تک اسی خانقاہ میں رہے شہزادہ محمد کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوا ___ اور نہ ہی کسی کو یہ خبر ہو سکی کہ وہ کہاں کا باشندہ ہے؟ یہاں تک کہ شہزادہ محمد کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد میں حج کے لئے نکلا اور میرا ارادہ تھا کہ بیت اللہ شریف کی مجاورت اختیار کر لوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ مکہ تین برس تک مکہ معظمہ میں رہے ___ اس کے

بعد وصال ہو گیا اور وہیں بطحا میں آسودہ خاک ہوئے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین)

(س۔ر۔۳۴ - ۱ ۳۷)

فقر اور قوتِ تحمل

ایک درویش اپنے ابتدائے ارادت کا ذکر فرماتے ہیں ـــــ میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا، وہ مجھ سے کام لیا کرتے تھے اور میں خدمت سے مسرور ہوتا تھا، ایک روز فقیروں کے لئے گوشت لانے کا حکم دیا، میں قصاب کے پاس گیا،، گوشت خریدا اور ایک برتن میں لے کر جوں ہی چلنے کے لئے مڑا۔ ایک شخص سامان سے لدا ہوا گھوڑا ہانک کر لا رہا تھا اس نے مجھے گھونسا مارا۔ اور میں قصاب باڑے کی ایک میخ پر جا گرا ـــــ سخت چوٹ اور زخم آیا۔ قصاب نے مجھے اٹھا کر میری مرہم پٹی کی،، ابھی وہ میرے زخم پر پٹی باندھ کر فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ گھوڑے والا شخص اپنے ساتھ تین آدمیوں کو لئے پھر آن پہونچا۔ اور کہا میرا بٹوہ گم ہوا ہے جس میں دس دینار تھے۔

وہ لوگ مجھے قصاب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گئے اور کہا کہ انھوں نے ہمارا بٹوہ چرایا ہے۔ اس جرم میں کوتوال نے مجھے اور تینوں آدمیوں کو کوڑے لگوائے ـــ اور کوڑے کی ضرب میرے زخم پر ہی لگ رہی تھی ـــــ اتفاق ایسا کہ جس برتن میں میں نے گوشت لیا تھا، بٹوہ اسی میں ملا۔ اور خود ایک سپاہی نے اسے دیکھ لیا ـــــ چنانچہ سب نے بیک زبان مجھی کو چور کہا ـــ اور کوتوال نے میرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ـــــ کوتوال کے حکم سے تیل گرم کیا گیا، اور میرے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی، کوئی مارتا کوئی برا بھلا کہتا چار آدمیوں نے مجھے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ اتنے میں خبر آئی کہ تیل گرم ہو چکا

ہے۔ چور کو حاضر کیا جائے ___ میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر چکا تھا جو تمام حکومتوں کا مالک ہے۔ اس وقت ایک آدمی نے مجھے ایک زور دار طمانچہ رسید کیا میں نے اس پر بھی صبر کیا، اور رب تعالیٰ ہی پر اعتماد کئے رہا، پھر اس نے مجھے چور ڈاکو کہتے ہوئے زور کا جھٹکا دیا کہ میں منہ کے بل زمین پر گر پڑا، میں نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے، اور مجھے دیکھ رہے تھے ___ اس حالت سے ابھی میں سیدھا کھڑا بھی نہ ہو پایا تھا کہ میری تمام پریشانیاں کافور ہو گئیں ___ اسی وقت کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا تم لوگوں نے جسے پکڑا ہے وہ شیخ کا خادم ہے لوگوں نے مجھے دیکھا اور کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس کے بعد تو سب میرے قدم پر گرنے لگے۔ کوتوال نے قدمبوسی کر کے معافی طلب کی، بٹوے والا گریہ و زاری کرنے لگا۔ میں نے سب کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔ یہ ایک امتحان تھا۔ ___ بعد میں معلوم ہوا کہ بٹوے کی رقم اور گھوڑے پر لدا ہوا سارا مال شیخ ہی کے لئے تھا۔

عین اسی وقت جب مجھ پر گزر رہی تھی ___ حضرت شیخ، اور خانقاہ کے تمام فقراء ایک باہمی معاملے کے باعث استغفار میں مشغول تھے۔ کوئی خانقاہ سے باہر نہیں نکلا ___ میں جب گوشت لے کر خانقاہ میں پہونچا اور سارا قصہ بتایا تو شیخ نے فرمایا: جس نے صبر کیا اس نے جمال و کمال پایا ___ اور اے فرزند! میں بھی فقراء کے ساتھ تیری حالت دیکھ رہا تھا، کیونکہ اس کا مجھے پہلے سے علم ہو چکا تھا۔

نیز فرمایا: اے محمد! یہ واقعہ راہِ طریقت میں تیرے کامل ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ اب تو جہاں چاہے سفر کر (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم)

(ص ۳۷۲ - ۳۷۳)

فیضِ روحانی

ایک بزرگ سیر و سیاحت کی نیت سے جنگل میں تشریف لے گئے کئی روز تک بھوکے پیاسے رہے۔ ایک روز شدت کی پیاس لگی، مگر پانی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ جنگل کے کنارے ایک مکان دیکھ کر وہاں پہونچے ____ تو اس مکان سے درندے وحشی جانور نکل کر بھاگے۔ اور اندر دیکھا تو ایک شخص رو بقبلہ لیٹا ہوا تھا پتہ چلا کہ یہ تو صرف لاش ہے۔ اور شاید درندے اسے اپنی خوراک بنانا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں:

اب مجھے ان کی تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی، مگر پیاس کا اتنا غلبہ تھا کہ قبر کھودنے کا یارا نہیں تھا ____ اسی اثنا میں ایک شخص جنگل سے نکل کر میرے پاس آیا۔ اور اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک چشمہ ہے۔ میں ان کے ہمراہ وہاں گیا تو چشمہ پر ایک مشک اور پانی کا ایک مٹکا بھی تھا، میں پانی پی کر سیراب ہو گیا پھر ہم لوگوں نے مشک اور مٹکے میں پانی لا کر انہیں غسل دیا۔ گدڑی کا کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا ____ اس شخص نے مجھے بتایا کہ یہ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مگر خود یہ اپنے مقام سے ناواقف تھے، رب تعالیٰ سے بہت خوف رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مقام ان سے پوشیدہ رکھا تھا۔ اتنا کہہ کر وہ شخص یک بیک غائب ہو گیا لگتا تھا اسے کسی نے اچک لیا ____ میں نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر قرآن مجید کی کچھ تلاوت کی اور اس کا ثواب انھیں بخشا ____ اور رب تعالیٰ سے ان کے وسیلے سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی۔ اور مجھے عرصۂ دراز تک ان کی برکتیں محسوس ہوتی رہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہم)

(ص ۳۷۳-۳۷۴)

حیرت پر حیرت

ساداتِ کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں عرصہ دراز تک ایک ساحلی مقام پر تنہا مصروفِ عبادت رہا۔ عید الفطر کے موقعہ پر نمازِ عید کے لئے ایک شہر میں گیا، واپس لوٹا تو اپنی جگہ حجرے میں ایک شخص کو مشغولِ نماز پایا، حالانکہ حجرے کے دروازے کی ریت پر ان کے قدم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ حجرے میں کس طرح تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد وہ دیر تک روتے رہے ــــ میں اس فکر میں تھا کہ عید کا دن ہے ان کی ضیافت کس طرح کروں۔؟ انھوں نے مجھے دیکھا اور فرمایا: فکر نہ کرو، غیب میں ایسی ایسی چیزیں پوشیدہ ہیں جو تم نہیں جانتے ــــ اگر تمہارے پاس پانی ہو تو وہی لاؤ ــــ میں لوٹے میں پانی لانے کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ لوٹے کے پاس دو گرم گرم روٹیاں رکھی ہیں، اور بہت سے بادام بھی۔ میں نے یہ سب چیزیں ان کے پاس حاضر کیں۔ انھوں نے روٹی کے ٹکڑے کیے اور بادام میرے سامنے کیا، اور فرمایا کھاؤ ــــ وہ بادام اٹھا اٹھا کے مجھے دیتے گئے اور میں کھاتا گیا ــــ مگر انھوں نے محض ایک دو بادام اٹھا کر اپنے منہ میں رکھے اور کچھ نہیں کھایا۔ مجھے حیرت پر حیرت ہوئی۔

فرمایا: تعجب نہ کرو اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے بندے بھی ہیں جو جس جگہ جو شے چاہتے ہیں انھیں مل جاتی ہے۔

میں مزید استعجاب میں ڈوب گیا ــــ اور دل میں سوچا کہ ان کی صحبت اختیار کرنے اور مواخاۃ قائم کرنے کی درخواست کروں۔

فرمایا: ــــ مواخاۃ کے لئے جلد بازی نہ کرو ــــ انشاء اللہ میں تمہارے پاس پھر جلد آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ کہاں گئے۔ اس بات پر میں اور بھی حیران ہوا۔

ساتویں شوال کی شب کو وہ پھر تشریف لائے اور مجھ سے مواخاۃ قائم کی۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہما آمین)

(ص ۳۷۴)

جسم لطیف والے

وہی بزرگ فرماتے ہیں، میں ملک شام میں اپنی خلوت کے اندر بعد نماز عشاء بیدار تھا، دروازہ بند تھا، مگر میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس طرح آئے۔ تھوڑی دیر مجھ سے بات چیت کی، درویشوں کے تذکرے ہوتے رہے۔ انھوں نے ملک شام کے ایک شخص کی مجھ سے تعریف بیان کی۔ اور کہا بہت اچھا آدمی ہے اگر اُسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ کہاں سے کھا رہا ہے۔ پھر انھوں نے میرے ایک شناسا کا نام لے کر، مجھ سے کہا کہ انھیں ہمارا اسلام پہونچائیں ——— میں نے عرض کیا وہ تو حجاز میں ہیں آپ لوگ انھیں کس طرح جانتے ہیں ——؟ ان لوگوں نے کہا: وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں —— اس کے بعد وہ دونوں شخص محراب کی طرف گئے، میں نے سوچا شاید نماز پڑھیں گے مگر وہ دونوں دیوار سے نکل گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین)

(ص ۳۷۴ - ۳۷۵)

مشرق کے اہل روحانیت

یہ واقعہ بھی انہی سے مذکور ہے کہ ماہ رجب ۷۴۲ھ ایک روز نماز عصر کے بعد، جب کہ وہ سواحل شام میں خلوت گزیں تھے ان کے پاس دو بزرگ آئے کس طرح اور کہاں سے آئے کچھ پتہ نہیں چلا - فرماتے ہیں۔

"مجھے خوف محسوس ہوا مگر انھوں نے سلام، مصافحہ کیا تو خوف دور ہوا اور موانست پیدا ہوئی۔ میں نے پوچھا آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟ جواب دیا: سبحان اللہ آپ جیسا شخص یہ بات پوچھ رہا ہے۔" میں نے ان دونوں حضرات کے سامنے جو کی روٹی کے ٹکڑے حاضر کیے۔ ان لوگوں نے کہا، ہم اس لئے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کے ذریعہ فلاں شخص تک اپنا سلام کہلوانے اور خوشخبری پہنچوانے کے لئے آئے ہیں ___ میں نے پوچھا آپ لوگ ان سے کبھی ملے ہیں ___؟ انھوں نے جواب دیا۔ ہم ان سے مل چکے ہیں۔ مگر وہ ہم سے نہیں ملے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا اس شہادت کا آپ لوگوں کو اذن ملا ہے ___؟ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم لوگ مشرق سے اپنے روحانی بھائیوں کے پاس آئے ہیں۔ اور غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا۔ (ص ۳۷۵)

حضرت خضر علیہ السلام کا سلام

انہی کے متعلق ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حطیم کعبہ میں ایک شخص کھڑے ہیں جن کا سر کعبہ کی چھت کے برابر ہے اور مشائخ سے کہہ رہے ہیں، فلاں کو میرا سلام پہونچاؤ، اور ان سے کہو کہ ہمارے آنے تک صبر کریں، خواب دیکھنے والے شیخ نے پوچھا: آپ کون ہیں فرمایا: خضر!

(رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین) (ص ۳۷۵)

مردِ غیب

وہی بزرگ فرماتے ہیں، ساحلِ شام پر ایک جوان کو، میں نے اپنے

نزدیک دیکھا، ہم دونوں وہاں تین روز رہے، نہ وہ میرے پاس آئے اور نہ ہی میں ان کے پاس گیا —— اس کے بعد میں نے چاہا کہ ان سے مل کر بات کروں۔ چنانچہ ان کے بالکل قریب جا کر سلام کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور انھیں اپنی بغل میں دیکھ رہا تھا۔ اثنائے نماز میں اچانک وہ روپوش ہو گئے اور ان کی جانماز اور جوتیوں کے سوا مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ رضی اللہ عنہ

(ص ۳۷۶)

جس صاحب نعمت بزرگ کا تذکرہ، "حیرت پہ حیرت"، سے شروع ہو کر یہاں تک ہوا، حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک وضو سے انھوں نے کبھی بارہ روز تک نماز پڑھی ہے —— وہ امام یافعی کے زمانہ میں موجود تھے اور انھوں نے روض الریاحین کی تالیف کے زمانہ تک کا حال لکھا ہے کہ اب تک انھیں پندرہ سال ہو چکے ہیں کہ زمین پر پہلو نہیں لگایا، اور کئی کئی روز تک کچھ نہیں کھاتے تھے اگر کھاتے بھی تو بہت مختصر سی سخت اور خشک چیز کھاتے امام یافعی فرماتے ہیں:

"مجھ سے نہایت موافقت کی بنیاد پر، میرے کہنے پر، منیٰ میں گوشت کا ٹکڑا تناول فرمایا"،

امام یافعی ان کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ "ایام حج میں وہاں منکرات وآفات کی وجہ سے، حضرت حج کے لئے نہیں جانا چاہتے مگر جب حکم ہوتا ہے تو چار و ناچار تشریف لے جاتے ہیں"،

(رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین)

ارادت اور دنیا طلبی (ص ۳۷۶)

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں سیاحت و زیارت کی نیت سے عراق گیا

ایک آبادی کے ویران مکان کے پاس لیٹا اور سو گیا، خواب میں کسی نے کہا تیرے بغل میں دیوار کے اندر دفینہ ہے اٹھ کر نکال لے، وہ تیرا ہے۔ بیدار ہوا اور دیوار کو دیکھا، ایک لکڑی سے تھوڑا سا کریدا تو ایک کپڑے کی تھیلی میں پانچ سو دینار ملے۔
میں نے سوچنا شروع کیا میں ان دیناروں کا کیا کروں، خیال آیا کہ فقیروں کو دیدوں۔ پھر خیال آیا کہ ایک دوکان خرید کر درویشوں پر وقف کر دوں وغیرہ وغیرہ، سو یا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، سرکار نے ارشاد فرمایا:

> اے فقیر! ارادت اور دنیا طلبی دونوں یکجا نہیں ہو سکتی، اور آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگشتِ مبارک کو ہلایا۔ اور حکم دیا کہ یہ دینار جزیرۂ خضرا کے باشندے ابو العبّاس کے پاس لے جا، جو اس وقت بغداد کی فلاں مسجد میں رہتے ہیں۔

یہ دیکھ کر میں بیدار ہوا ــ اور وضو کر کے نماز پڑھی ــ پھر فوراً بغداد چل پڑا، اور شیخ ابو العباس سے مل کر سارا واقعہ سنایا اور درہم ان کی خدمت میں پیش کیا۔
انھوں نے پوچھا: سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہیں اس بات کا حکم کب فرمایا؟ میں نے کہا، سات روز ہوئے۔ انھوں نے فرمایا: اے بیٹے! ٹھیک اسی دن میں نے بھی حضور کی زیارت کی تھی اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ فقیر میری بھیجی ہوئی شئ لے کر پہونچے تو لے لینا، اور اپنے مصرف میں لانا ــ اور اے بیٹے! سات روز گزرے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے ـــــ اور ایک آدمی کا ہم پر قرض ہے وہ بھی شدّت سے تقاضا کر رہا ہے ــــ اب اللہ تعالیٰ نے وہ قرض تیرے ہاتھوں ادا کیا۔ میں برائے خدا تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ رہ جا ــــ اور میں اپنی بیٹی کا تجھ سے نکاح کر دیتا ہوں

میں نے عرض کیا: حضرت میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میں خدا کے کام میں لگا ہوں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ میرے بارے میں فرمایا وہ بھی آپ سے بیان کر چکا ہوں۔

فرمایا: خیر اگر وہ نہیں کر سکتے تو کم از کم تین روز ہمارے پاس ضرور قیام کر یں رک گیا اس مدت میں وہ میرے ہمراہ ہی رہتے۔ صرف ضروری کاموں کیلئے چلے جاتے تھے۔ تین دن بعد میں ان سے رخصت ہوا۔

(ص ۳۷۶ - ۳۷۷)

اہلِ توکل

ایک درویش فرماتے ہیں، میں خراسان کے ایک شہر میں گیا۔ بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک خوبصورت جوان ملا، سلام کیا اور میرے پیچھے چلنے لگا، جب میں بازار سے باہر آ گیا تو کہنے لگا۔ خدا کے لئے میرے مہمان ہو جائیے۔ میں اس کے ساتھ ایک عالی شان مکان میں داخل ہوا، جہاں نیکی کے آثار ظاہر تھے۔ مجھے اچھے اچھے کھانے کھلائے اور غایت درجہ تکریم کے ساتھ تین روز رکا۔ وہیں جوان کے بزرگ باپ سے بھی ملاقات ہوئی چوتھے روز جوان کے بزرگ باپ نے مجھے اپنا مہمان بنایا۔ پانچویں روز جوان مجھے شہر پناہ کے باہر تک الوداع کہنے آیا ــــ روٹی اور حلوہ، زادِ سفر کے علاوہ ایک بٹوا بھی دیا۔ اور منت و سماجت سے کہا کہ یہ قبول فرمالیں۔ میں نے لے لیا ـــ پھر دو روز سفر کر کے دوسرے شہر میں آیا تاکہ فقراء کو یہ سب چیزیں دیدوں ــــ اتنے میں ایک نورانی صورت بزرگ ملے۔ میں نے سوچا یہ اللہ کے ولی ہیں ــــ نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے مسجد میں گیا۔ اور نماز کے بعد بیٹھا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں کوئی کہہ رہا تھا: بٹوہ اس شیخ کو دیدو۔ بیدار ہوا تو شیخ کی تلاش میں نکلا ـــــــ نہر کے کنارے پہونچا تو وہی شیخ نہر سے لوٹے میں پانی لئے میرے سامنے آ گئے۔ میں نے ان کی دست بوسی کی۔ اور بٹوہ کے اندر جو پانچ دینار اور پانچ درہم تھے ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے قبول کر لیا اور فرمایا:

"اے فرزند جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے، اسے اللہ کے پاس
سے کچھ نہیں ملتا"
میں نے دعا کی درخواست کی تو کہا: یحفظ اللہ و یحفظ علیک و یحفظ بك
نصیحت کی استدعا کی تو فرمایا: اخلاص کو لازم پکڑ، اور تیرے اور اللہ کے
درمیان جو عہد ہے اس کا خیال کر"، پھر چلے گئے۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۷۸)

بندۂ عباد الرحمٰن

ایک شخص نے خود کو درویشوں کے ہاتھ فروخت کیا، تاکہ ان کا حق ادا کرے
کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔۔؟ اس نے کہا یہ کام میں نے ایک ایسی بنیاد
پر کیا ہے جس کی آگاہی مجھے رب تعالیٰ کی جانب سے ہوئی۔
میں نے خواب میں دو فرشتوں کو اپنے سامنے دیکھا: ایک نے
مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ کے
بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔۔۔؟ میں نے کہا اللہ جانے۔۔ اس فرشتے نے
پھر کہا جواب دینا ضروری ہے۔
میں: جو شخص اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ اس پر دشمن کا قابو نہیں چلتا۔
دوسرا فرشتہ: عبد (بندہ) کے اوصاف کیا ہیں۔؟
میں: واللہ اعلم
دوسرا فرشتہ: جواب تو دینا ہی ہوگا۔
میں: بندہ کی صفت یہ ہے کہ آقا کے حکم کی اطاعت کرے۔ اور اس کی
منع کی ہوئی تمام چیزوں سے بچے۔

میرا یہ جواب سُن کر وہ دونوں فرشتے چلے گئے ــــــ صبح ہوئی تو میں نے اپنے جواب اور اپنی حالت پر غور کرنا شروع کیا ــــ تو خود کو عبودیت کے مقام سے فروتر پایا، اور غور کرنے پر درویشوں کے علاوہ کسی کو ان صفاتِ حسنہ کا جامع نہیں پایا ــــــ تو یہ خیال آیا کہ میں خود کو ان حضرات کے ہاتھ بیچ دوں۔ کہ اگر معبودِ حقیقی کا عبد نہ بن سکا تو اس کے بندوں کا ہی بندہ بن جاؤں ــــ اب میں رب تعالیٰ کے بندوں کا غلام ہوں۔ پھر روتے ہوئے کہا:

اس کے حق کی قسم خود کو میں نے نہ اس کی مجالست اور مراقبہ کے لائق پایا اور نہ اُس کی خدمت کا اہل،

(ص ۳۷۸)

حقیقی توکل

ایک متوکل علی اللہ درویش فرماتے ہیں کہ میں بال بچوں کے نان نفقہ کی فکر میں ایک شب پریشان تھا، قلب اسی میں مشغول رہا پھر میں آرام لینے کے لئے سویا تو خواب میں دیکھا کہ میں سمندر کے درمیان ایک جزیرہ میں ہوں۔ اور کہہ رہا ہوں کہ یہاں میں رزق کہاں سے پاؤں گا ــــ؟ــــ ہاتف کی آواز آئی۔

اے شخص تیری روزی اگر سات سمندر پار بھی ہوگی تو تجھ تک ضرور پہونچے گی۔

اس کے بعد میں بیدار ہوا تو نہایت مطمئن اور خوش تھا ــــ اور اہل و عیال کے رزق کی فکر مجھ سے دور تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک دور دراز کے ایسے دوست کا ہدیہ ملا جس کے بارے میں میں وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے کہا رب تعالیٰ کا فرمان سچا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق ۶۵/۳)

اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کیلئے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو رزق دے گا، جہاں سے اس کو گمان (بھی) نہ ہو۔

(ص ۳۷۸-۳۷۹)

بندوں پہ انعام وکرم اللہ نے کیا کیا، کیا خود رزق کا ذمہ لیا جس نے ہمیں پیدا کیا
رزاق سے منہ موڑ کر اور رزق کی جد وجہد اے بدرخود انسان نے اپنے کو بے رسوا کیا

خدا کے سپرد

ایک بزرگ اپنی بیوی کو بہت چاہتے تھے، شب میں آرام فرما تھے، اسی وقت ان پر ایسی حالت طاری ہوئی جو بیوی کے لئے خوفناک تھی ـــــ بیوی ان کی تمام حرکتیں دیکھتی رہیں اور باتیں سنتی رہیں ـــــ جب اس حال سے افاقہ ہوا، تو بیوی صاحبہ نے پوچھا، آپ کو کیا ہو گیا تھا ـــــ؟ بزرگ نے بیوی صاحبہ کو سمجھا کر مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانیں اور اپنے میکہ والوں کو بلا لائیں ـــــ اور کہا یہ شخص مجنون ہیں میں ان کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں ـــــ؟ میکہ والے اور خود بزرگ نے انھیں بہت سمجھایا مگر انھوں نے کہا اگر مجھے علاحدگی نہیں ملی تو میں بے موت مر جاؤں گی اور اس خون ناحق کے ذمہ دار آپ لوگ ہوں گے۔ بزرگ نے اس سے سات دن کی مہلت لی۔

وہ بزرگ اہلیہ صاحبہ کی جدائی کے تصور سے متفکر تھے اور فیصلہ کے لئے درمیان میں صرف ایک شب تھی۔ انھوں نے اپنا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کیا ـــــ اور صدق دل سے اسی کی جانب راجع ہو کر یہ دعا تین بار پڑھی۔

اللّٰھم یا عالِمَ الخفیات ویا سامِعَ الاصوات ویا مَنْ بیدِہٖ ملکوتُ الارضِ و السمٰوات ویا مجیبَ الدعوات استغثتُ بک، واستجرتُ یا مجیرُ اجِرْنی

فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھنے کے بعد میں مصلّے پر رُو بقبلہ بیٹھا تھا، نصف شب کے وقت بیوی میرے کمرے میں آئی اور میرے پیروں پر گر کر کہنے لگی میں خدا کے لئے تم سے معافی مانگتی ہوں، اور اپنے فعل سے تائب ہو کر تمہاری رضا چاہتی ہوں۔ اور رب تعالیٰ سے بھی توبہ کی درخواست کرتی ہوں۔

میں نے کہا جب تک میں تمہاری تبدیلی کا سبب نہ جان لوں، اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا ــــ بیوی نے بیان کیا کہ ابھی میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا ایک ہاتھ میں کوڑا سنبھالے دوسرے میں چھری لئے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا اگر تو اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے گی تو میں تجھے ذبح کر ڈالوں گا ــــ اور مجھے تین کوڑے رسید کئے ــــ میں ڈر سے جاگ گئی ــــ اور کوڑوں کی ضرب کا اثر میرے قلب پر موجود تھا ــــ تھوڑی دیر بعد میں پھر سو گئی ــــ تو دوبارہ پھر اسی شخص کو اسی حالت میں دیکھا ــــ وہ کہہ رہا تھا میں نے تجھے نصیحت کی تھی یا نہیں؟ ــــ میں نے تجھے کسی کام کا حکم دیا تھا یا نہیں۔ اور کوڑا بلند کر کے مارنے والا تھا کہ میں پھر بیدار ہو گئی ــــ اور اب بھاگ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔

میں نے دیکھا اس کی پشت پر تین ضرب کے نشانات موجود تھے۔ میں نے کہا، دنیا و آخرت میں تجھ سے راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو۔

بیوی صاحبہ نے کہا۔ اس شکریہ میں، میں اپنا مہر تمہارے لئے معاف کرتی ہوں۔ اور زیور اور کپڑے فقراء کے لئے وقف کرتی ہوں ــــ صبح ہوئی تو اپنی بات پوری کی۔ اور میں رب تعالیٰ کی عنایت پر اس کا شکر گزار ہوا ــــ اس کے بعد وہ میرے ہمراہ سات سال رہ کر وصال پا گئی۔ بعد وفات میں نے اسے عمدہ عمدہ لباس و زیورات میں دیکھا: وہ کہہ رہی تھی خدائے تعالیٰ نے مجھے جو نعمتیں بخشی ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو۔ اب میں تمہاری ملاقات کا انتظار کر رہی ہوں جیسے تم مجھ سے خوش ہوئے، اللہ اسی طرح تم سے خوش ہو۔

(ص ۳۷۹ - ۳۸۰)

خداشناس کنیز

ایک فقیر کی نہایت فرمانبردار کنیز تھی۔ فرماتے ہیں میں جو حکم دیتا بجالاتی۔ میں نے اس سے ایک دن کہا کہ کوئی شعر پڑھ، اس نے پڑھا:

فَلَولاکِ یَالَیلیٰ وَلَولاکِ یا نُعمیٰ　　ولولاك ماطبنا ولا طابت الدُّنیا

(اے لیلی! اے میرا سرمایہ اگر تو نہ ہوتی اور اگر تو نہ ہوتی تو نہ ہم خوش رہتے نہ دنیا ہی اچھی لگتی)

شعر سن کر میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے کہا بتا میں تجھے کیا انعام دوں۔؟ اگر میں تجھے آزاد کر کے کچھ سرمایہ تجھے دے دوں تو کیا تو خوش ہو جائے گی ــــ؟ کنیز نے کہا: اے میرے آقا، میرا مقصود و مراد تو آپ ہیں، اور اگر آپ نے مجھے آزاد کر دیا پھر تو یہ مجھ پر ایک عظیم احسان ہوگا۔ اور میں نعمت والے کو چھوڑ کر نعمت کی طرف آنکھ اٹھانے والیوں میں نہیں ہوں ــــ میں نے کہا تو اللہ کے لئے آزاد ہے، اور اس گھر کے اندر جو بھی ہے سب تیرا ہے۔ اس واقعہ سے میرا دل بھر آیا اور فوراً میں سفر میں روانہ ہو گیا ــــ جب بھی مجھے اس کا خیال آتا تو کنیز کی یاد تیر کے مانند دل میں پیوست ہو تی تھی۔ اس زمانے میں میں نے عجیب عجیب حالات دیکھے۔ ــــ ایک سال بعد جب میں واپس آیا تو میں نے اس کنیز کو اچھی حالت میں پایا۔ وہ سات سات دن کا روزہ رکھتی تھی، اور ماہ میں صرف چار روز کھانا کھاتی تھی۔ پھر میں نے اس سے نکاح کیا، اور ایک برس اس کے ساتھ رہا، وہ میری خدمت کرتی، اور میری ضرورتوں کی نگہداشت کیا کرتی تھی، دوسرے سال وہ فوت ہو گئی، رحمۃ اللہ علیہا (ص ۳۸۰)

مسلمانوں کی خیر خواہی میں

حضرت ابو الحارث اولاسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں قیدیو

کی رہائی کے مقام پر حاضر ہوا ـــــ میں نے دیکھا کہ جو بھی قیدی رہا ہوتا ہے ۔ سلطانی خزانے سے اسے کچھ رقم دی جاتی ہے جسے وہ لے کر جاتا ہے ۔ انہی میں ایک شیخ بھی لائے گئے اور ان کے لئے بھی دراہم پوشاک اور کھانے کی چیزیں لائی گئیں مگر انھوں نے ان میں سے کوئی چیز قبول نہیں کی ۔ حضرت ابوالحارث ان کے پیچھے پیچھے چلے ۔ اور ان کے پاس جو کچھ حلال وطیب مال تھا شیخ کے حضور پیش کیا ۔ اور کہا اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے روئے زمین کو اولیاء اللہ سے خالی نہیں رکھا ،، مگر انھوں نے قبول نہیں کیا ۔ ابوالحارث کا بیان ہے کہ انھوں نے ساحل کی ریت پر ہاتھ مارا تو ریت سرخ وسبز یاقوت میں تبدیل ہوگئی اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا :

" اپنے مالک ومولا کے ساتھ جس کا یہ معاملہ ہو وہ درہموں کا محتاج نہیں ہوتا ،،

حضرت ابوالحارث : یا حبیبی ! اس کے باوجود آپ ملک روم (کفار کی عملداری) میں کیوں کر گئے ؟

فرمایا : میں نے رب تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد میں خطا کی ، اور ادب ملحوظ نہیں رکھا اسی جرم کی سزا میں مقید ہوا پھر جب میں نے توبہ کی تو رحمٰن ورحیم پروردگار نے توبہ قبول فرمائی ـــــ مگر مجھے پھر شرم آئی کہ میں تو روم سے نکل آؤں اور مسلمان وہیں قید ہیں ۔ اس وجہ سے ان تمام کی رہائی تک میں وہیں رہا ۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۳۸۱)

مددگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک ولی اللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا ، میرے پاس ایک یمنی حاجی تشریف لائے ، اور فرمایا میں تمہارے لئے ایک ہدیہ لایا ہوں ـــــ پھر اپنے ایک ہمراہی سے کہا ، تم اپنا واقعہ بیان کرو ۔ اس نے کہا :

" میں صنعاء سے حج کے لئے چلا ، حجاج کی جماعت ساتھ تھی ،،

ایک شخص نے کہا ۔ جب تم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا

شرف پاؤ تو ہمارا بھی صلاۃ و سلام بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے رسول اللہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حضور پیش کرنا ــــ میں جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو اس شخص کا سلام پہونچانا بھول گیا ــــ واپسی میں جب ہم ذوالحلیفہ پر پہونچے، اور احرام باندھنے کا ارادہ کرنے لگے اس وقت مجھے اس شخص کی امانت یاد آئی ــــ میں نے اس وقت اپنی سواری اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے حوالے کی اور ان سے کہا کہ تم اسے سنبھالو میں مدینہ طیبہ ہو کر آتا ہوں۔
میں طیبہ واپس گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس شخص کا سلام پہونچایا ــــ اس وقت تک بہت رات ہو چکی تھی ــــ ایک آنے والے نے مجھے بتایا کہ ذوالحلیفہ کا قافلہ روانہ ہو چکا۔ میں مسجد شریف کی طرف لوٹ آیا اور اس فکر میں پڑا کہ کسی دوسرے قافلے کے ہمراہ چلا جاؤں گا۔ سو یا تو رات کے آخری حصہ میں مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ وہ آدمی یہی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ابوالوفا! میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری کنیت ابوالعباس ہے ــــ فرمایا تم ابوالوفا ہو ــــ اور پھر رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد بیت الحرام میں پہونچا دیا ــــ میں مکہ معظمہ میں آٹھ روز رہا۔ اس کے بعد میرے ساتھیوں کا قافلہ پہونچا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(ص ۳۸۱ - ۳۸۲)

عارف باللہ حضرت ابراہیم کرمانی

رضی اللہ عنہ

ایک بزرگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوہِ لبنان پر عبّاد و زہّاد کی زیارت کے ارادے سے گئے۔ انھیں پاؤں میں چوٹ لگ گئی۔ ایک چٹان پر بیٹھ رہے۔ ساتھیوں نے کہا ہم اطراف کی سیر کر کے ابھی آجاتے ہیں۔ مگر وہ لوگ دوسرے روز بھی ان کے پاس نہیں آئے۔ بزرگ فرماتے ہیں:

"میں تنہا رہا وضو کے لئے پانی تلاش کیا تو نیچے ایک چشمہ ملا، نماز پڑھنے لگا تو کہیں سے قرأت کی میٹھی آواز کانوں میں پڑی۔ نماز پڑھ کر آواز کی طرف گیا تو غار کے اندر ایک نابینا شخص کو دیکھا۔ سلام کیا۔ جواب دیکر انھوں نے پوچھا، تم جن ہو یا انسان ــــ؟ میں نے کہا انسان ہوں، فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ

یہاں تیس سال میں میرے پاس آنے والے تم پہلے آدمی ہو۔ پھر فرمایا تم شاید تھکے ہو۔ سو جاؤ۔ میں غار کے اور اندر گیا تو وہاں تین قبریں تھیں وہیں سو رہا۔ ظہر کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے نماز کا وقت ہے۔ میں نے نماز کے وقت کا ان سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا ــــــ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، وہ عصر تک پڑھتے رہے، عصر بعد کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اللّٰھم ارْحَمْ امۃ مُحَمَّدٍ اللّٰھُمَّ فَرِّجْ عن امۃ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد میں نے ان سے دریافت کیا یہ دعا آپ کو کہاں سے پہونچی۔؟ فرمایا: جو شخص دن میں تین بار اس دعا کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو ابدال میں داخل کرے گا ــــ

میں نے پھر عرض کیا یہ دعا آپ کو کس نے تعلیم فرمائی ۔ ؟

فرمایا: تیرا ایمان اس جواب کو برداشت نہیں کر سکے گا۔[1]

عشار کی نماز کے بعد پوچھا کیا کچھ کھاؤ گے ۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں ۔ فرمایا غار کے اور اندر چلے جاؤ اور جو کچھ میسر ہو کھالو ـــــــ وہاں میں نے دیکھا کہ پتھر پر اخروٹ، منقیٰ انجیر، سیب وغیرہ فروٹ الگ الگ رکھے ہیں ۔ میں نے ان میں سے خواہش کے مطابق کھایا ـــــــ وہ بزرگ رات بھر مشغول عبادت رہے ۔ سحر کے وقت انھوں نے نماز وتر پڑھی ۔ پھر کچھ تناول کیا، اور بیٹھے اور نماز صبح پڑھ کر بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے ـــــــ آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب دو نیزہ بلند ہو گیا تو وہ بیدار ہو گئے ـــــــ اور وضو کر کے پھر غار میں آ گئے ۔ میں نے ان سے پوچھا ۔ یہ میوے یہاں کہاں سے آتے ہیں ـــــــ ؟ اتنے لذیذ میوے تو میں نے زندگی میں نہیں کھائے فرمایا تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ یہ کہاں سے، کس طرح آئے ـــــــ اس وقفہ میں ایک پرندہ آیا جس کے دونوں بازو سفید، سینہ سرخ اور گردن ہری تھی، اس کے منہ میں منقیٰ تھا اور پنجوں میں اخروٹ اس نے منقیٰ منقوں میں اور اخروٹ اخروٹوں میں رکھ دیا ۔ پرندہ کی آہٹ پا کر فرمایا ۔ دیکھا تم نے ، یہ پرندہ میرے پاس یہ اشیار تیس سال سے ہر روز سات بار لاتا ہے اور اب تم بھی ہو تو روزانہ پندرہ بار لائے گا۔

---

[1] حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں، امام عارف باللہ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ و دیگر اجلۂ عرفار فرماتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ ذیل دعا روزانہ پڑھے تو وہ ابرار میں لکھ لیا جاتا ہے ۔ دعا یہ ہے اللّٰھم اغفر لامۃ محمد اللّٰھم ارحم امۃ محمد اللّٰھم استر امۃ محمد اللّٰھم اجبر امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہی حضرات کا ارشاد ہے کہ یہ دعا حضرت خضر علیہ السلام کی ہے ۔

اور اب اس کہانی کے لئے مجھے معاف رکھو ــــ ان کا لباس کیلے کے پتوں جیسا درخت کی چھال کا تھا۔ جس کے متعلق فرمایا کہ یہی پرندہ عاشورہ کے دن اس چھال کے دس ٹکڑے لاتا ہے جسے ایک بڑی سوئی کے ذریعہ سی کر لباس بنا لیتے ہیں۔ ان کے پاس بڑی سوئی کے علاوہ ایک پتھر تھا جس کی گہرائی میں پانی رکھ کر بالوں پر لگانے سے بال صاف ہو جاتے تھے ــــــ ایک روز میرے سامنے ہی ان کے پاس سات آدمی آئے جن کی آنکھیں لمبائی کی جانب کھینچی ہوئی، سرخ سرخ تھیں، جسم پر ان کے بالوں ہی کا لباس تھا۔ بزرگ نے مجھ سے فارسی زبان میں فرمایا۔ ان سے نہ گھبرانا یہ مسلمان جن ہیں ــــ ان میں سے ایک نے انھیں سورۂ طٰہٰ دوسرے نے سورۂ فرقان سنائی اور تیسرے نے سورۂ رحمٰن کی کچھ آیات سیکھیں اور پھر سب چلے گئے۔

حضرت کو میں نے سجدہ کے اندر بعض اوقات یہ دعا کرتے سنا۔

اَللّٰهُمَّ امْنُنْ عَلَیَّ بِاِقْبَالِی عَلَیْكَ وَاِصْغَائِی اِلَیْكَ وَاِنْصَاتِی لَكَ وَالْفَهْمِ عَنْكَ وَالْبَصِیْرَةِ فِی اَمْرِكَ وَالنَّفَاذِ فِی خِدْمَتِكَ وَحُسْنِ الْاَدَبِ فِی مُعَامَلَتِكَ

یہ دعا باآواز بلند پڑھا کرتے تھے ــــ میں نے پوچھا یہ دعا آپ نے کس سے سیکھی ــــ؟ فرمایا یہ دعا مجھے الہام میں بتائی گئی ایک شب میں اس دعا کو پڑھ رہا تھا کہ ہاتف کی آواز سنائی دی کہ یہ دعا جب مانگو تو اونچی آواز سے مانگنے میں مقبولیت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں چوبیس روز وہاں ان کے پاس رہا ــــــ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے پوچھا، اپنا ماجرا بیان کرو کہ یہاں کیسے پہونچے ــــ؟ جب میں نے سرگزشت بتائی تو فرمایا اگر یہ پہلے سے معلوم ہوتا تو تمہیں میں اتنے دنوں روک کر تمہارے ساتھیوں کو زحمت میں نہ ڈالتا ــــــ مجھے واپسی کا راستہ نہیں

معلوم تھا۔ زوال کے وقت مجھ سے کہا کہ اٹھو چلو ــــــ میں نے عرض کیا، کچھ نصیحت فرمائیں، فرمایا:

"ادب سیکھو، اور بھوکا پیاسا رہنے کی عادت ڈالو مجھے امید ہے کہ تم قوم (اہل اللہ) سے جا ملو گے"، اور مجھے ایک ہدیہ بھی دیا ـــ وہ یہ کہ ۔ فرمایا:

طوافِ زیارت کے روز مقامِ ابراہیم اور زمزم کے درمیان تلاش کرو ایسا ایسا شخص ملے گا، ان سے میرا سلام عرض کرنا، اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرنا"،

مجھے غار سے ساتھ لے کر نکلے ۔ دہانہ پر ایک درندہ منتظر تھا، اس سے کچھ فرمایا جو میں نہ سمجھ سکا۔ اور مجھے حکم دیا کہ اس جانور کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ۔ جہاں جاکر رک جائے وہاں سے دائیں بائیں نگاہ اٹھانا تمہیں راستہ مل جائے گا ــــــ درندہ جہاں رکا میں نے وہاں سے داہنے دیکھا تو دمشق کی گھاٹی نظر آئی۔ میں جامع دمشق میں گیا ساتھیوں سے ملاقات ہوئی ــــــ میں نے ان سے حضرت کا ذکر کیا۔ اور پھر وہ سب اور بہتیرے لوگ میرے ساتھ حضرت کی زیارت کے اشتیاق میں نکلے ۔ تین روز تک متواتر سرگرداں رہے مگر پتہ نہیں چلا۔ اس سے سمجھا گیا کہ حضرت کا مسکن صرف میرے لئے ظاہر کیا گیا تھا، اوروں کے لئے مستور ہو گیا۔

اس کے بعد میں ہر سال حج میں جاتا اور زمزم و مقامِ ابراہیم کے مابین طواف زیارت کے دن تلاش کرتا۔ نویں سال کے حج میں بعد عصر ملاقات نصیب ہوئی ــــــ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے درخواستِ دعا کی، انھوں نے میرے حق میں دعائیں کیں، پھر میں عرض گزار ہوا، ابراہیم کرمانی آپ کو سلام کہتے ہیں، انھوں نے تعجب سے پوچھا تم نے انھیں کہاں دیکھا ـــ؟ میں نے عرض کیا کوہِ لبنان کے غار میں، پھر فرمایا

رحمہ اللہ ۔ میں نے پوچھا کیا ان کا انتقال ہوگیا، فرمایا ابھی ابھی انھیں ان کی نماز پڑھ کر ان کے بھائیوں کے ساتھ دفن کیا ہے ـــــ ہم جب انھیں غسل دے رہے تھے تو ان کے لئے میوے لانے والا پرندہ آکر گرا اور پھڑپھڑا کر وہ بھی مرگیا۔ ہم نے اسے بھی ان کے پائنتیں دفن کردیا ـــــ یہ کہکر وہ بزرگ طواف کرنے چلے گئے ـــــ اس کے بعد میں نے ان کی کبھی زیارت نہیں کی۔ (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۳۸۲ - ۳۸۴)

ایک بزرگ اپنے احباب کے ساتھ کشتی پہ سوار تھے۔ کشتی روانہ ہوئی تو ہوا بند ہوگئی ـــــ ملاحوں نے کشتی پھر لوٹا کر ساحل کے پاس روک دی۔ فرماتے ہیں۔ میرے قریب ایک خوبصورت جوان بیٹھا تھا، کشتی سے اتر کر ساحل پر درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوا، پھر کچھ دیر بعد واپس آگیا ـــــ غروب آفتاب کے وقت مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے مخاطب ہوکر کہا "میری موت کا وقت آگیا ہے آپ لوگوں سے مجھے کچھ کام ہے۔ ہم نے پوچھا کیا کام ہے؟۔ کہا میں انتقال کر جاؤں تو اس میری پوٹلی میں جو کپڑے ہیں، ان کا مجھے کفن دے کر میرے جسم کا لباس اور میرا یہ لوٹا اپنے پاس رکھ لیں۔ ـــــ آپ حضرات جب شہر صور میں وارد ہوں، اور وہاں جو پہلا شخص آپ لوگوں سے مل کر یہ کہے کہ میری امانت لاؤ، اسے حوالے کردیں۔

ہم لوگ نماز مغرب سے فارغ ہوئے اور اسے جنبش دی، تو اس کا جسم بے جان تھا۔ کنارے لیجا کر غسل دیا، اور پوٹلی کھولی تو اس میں دو سبز کپڑے زریں تحریر سے مزین تھے۔ اور ایک سفید کپڑا تھا۔ اور ایک تھیلی جس میں کچھ رکھا ہوا تھا، صورۃً کافور تھا مگر خوشبو مشک کی طرح تھی۔ ہم نے کفن پہنا کر کافور ملا، اور جنازہ کی نماز پڑھ کر اسے دفن کیا ـــــ ہم لوگ شہر صور پہونچے تو ایک خوبصورت

بے ریش نوجوان ہمارے پاس آیا، جس کے کپڑے پسینے سے شرابور تھے۔ سر پر ریشم کا رومال باندھے ہوئے تھا۔ ہمیں سلام کر کے کہا میری امانت لاؤ۔ ہم نے پوٹلی اسے دے دی۔ ہم نے نوجوان سے کہا برائے مہربانی تھوڑی دیر کے لئے ہمارے ساتھ اس مسجد میں چل کر ہماری ایک مشکل حل کر دو۔ وہ راضی ہو گیا۔ ہم نے پوچھا وہ نوجوان جن کا کشتی میں انتقال ہوا کون تھے ___؟ اور آپ کون ہیں ___؟ اور انھیں وہ کفن کس نے دیا تھا ___؟

جواب دیا: وہ چالیس ابدال میں سے ایک تھے، میں ان کا جانشین ہوں، اور انھیں وہ کفن حضرت خضر علیہ السلام نے لاکر دیا تھا، اور حضرت خواجہ خضر ہی نے انھیں ان کی موت کے بارے میں بھی بتایا تھا۔

راوی بزرگ فرماتے ہیں کہ نوجوان نے اپنے ماسبق ابدال کے لباس پہنے، اپنے کپڑے ہمیں دیئے، اور کہا اگر آپ انھیں نہ پہنیں تو فروخت کر کے صدقہ کر دیں ______ ہم نے لے لئے اور ان میں سے پاجامہ ایک بیچنے والے کو دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص ایک جماعت ہمراہ لئے ہمارے پاس آیا ____ اور ہمیں ساتھ لے کر ایک وسیع مکان میں گیا۔ وہاں ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی، اور ایک ضعیف مرد بیٹھے رو رہے تھے، اندر سے خواتین کے رونے کی آواز آ رہی تھی ______ ہم لوگ جب ضعیف مرد کے پاس گئے تو انھوں نے پاجامہ اور کمربند کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے شروع سے آخر تک سارا واقعہ بتایا، سن کر وہ سجدے میں گر پڑے پھر سر اٹھا کر کہا، شکر ہے اس رب کا جس نے میری پشت سے ایسا جوانمرد پیدا کیا۔ پھر ان کی ماں کو بلایا اور کہا ان سے بھی سارا واقعہ بتاؤ، ہم نے بیان کیا، ضعیف مرد نے پھر کہا اللہ تعالیٰ کا شکر کہ جس نے تجھے ایسا فرزند بخشا، راوی کہتے ہیں، اس کے کئی سال بعد میں ایک دن عرفات میں کھڑا تھا اچانک سر پر ریشمی رومال باندھے ایک نوجوان نے سلام کیا اور پوچھا مجھے پہچانتے ہیں ____؟ میں نے نفی میں جواب دیا ____ کہنے لگا میں وہی ہوں جسے آپ نے شہر صور میں امانت لاکر پہونچائی تھی

پھر وہاں سے یہ کہتے ہوئے غائب ہو گئے کہ میرے احباب میرے منتظر نہ ہوتے تو میں آپ کے پاس کچھ اور ٹھہرتا۔

نوجوان کے جانے کے بعد میرے پاس ایک مغربی شیخ تشریف لائے ـــــ میں ان سے واقف تھا، وہ ہر سال حج کے لئے آیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے، پوچھا، تم اس شخص کو کیسے جانتے ہو۔ میں نے جواب دیا یہ چالیس ابدال میں سے ایک ہیں ـــــ شیخ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اب تو وہ دس میں سے ایک ہیں، ان ہی کے طفیل لوگوں پر بارش ہوتی ہے اور بندوں کی مشکل حل ہوتی ہے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۳۸۴-۳۸۵)

مومن کے سات قلعے

ایک بزرگ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ کوہ لکام پر کئی روز تک سیر کرتے رہے۔ ایک دن پہاڑ سے اتر کر ایک میدان میں گئے، جہاں شیریں پانی کا ایک تالاب رواں تھا، کنارے سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک مسجد بھی تھی، مسجد کے ایک پتھر کے نیچے سے پانی نکل کر اس تالاب میں گرتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

"ہم لوگ مسجد میں جا بیٹھے، ظہر کا وقت آیا تو ایک شخص نے آکر اذان کہی اور مسجد میں داخل ہو کر ہمیں سلام کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور اقامت کہی: اسی وقت ایک شیخ تیس افراد کی جماعت کے ساتھ مسجد میں آئے اور محراب میں جا کھڑے ہوئے، اور نماز پڑھا کر واپس چلے گئے۔ کسی سے کچھ بات نہیں کی ـــــــــــــــــــــــ

عصر کا وقت آیا تو ہم لوگوں نے ہی اذان کہہ کر نماز پڑھی، اور کوئی نہیں آیا۔ مغرب کے وقت پھر اسی موذن نے اذان کہی، اور شیخ نے آکر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد شفق سرخ غائب ہونے تک نماز میں مشغول رہے

پھر اذان دی گئی، اور عشاء کی نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔
تھوڑی دیر بعد انہی لوگوں میں سے ایک شخص کچھ لے کر آیا، اور مسجد کے ایک گوشے میں رکھ کر ہم سے کہا چلئے! اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے!،
ہم لوگ گئے تو دیکھا کہ سفید دسترخوان کے اندر سبز زمرد کے سرپوش سے سرخ یاقوت کا خوانچہ ڈھکا ہوا ہے اور اس میں ثرید جیسا کوئی کھانا آراستہ ہے
ہم نے کھایا مگر اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ صبح کو وہی شخص آیا اور خوانچہ لے گیا۔ اس کے بعد اذان و اقامت کہی اور شیخ نے نماز پڑھائی۔ اور محراب میں بیٹھے بیٹھے قرآن مجید ختم کیا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے عمدہ دعا مانگی۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دو فریضے عائد کئے ہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

میں نے عرض کیا: رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ فریضے کیا ہیں۔؟

فرمایا: خدا تمہاری شکستگی دور کرے بیٹے آگے بڑھ آؤ! ہاں سنو! رب جلیل جل جلالہ نے فرمایا ان الشیطٰن لکم عدو" (بیشک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)، اس کی مذمت کی اور ہمیں اسے دشمن ہی بنائے رکھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا فاتخذوہ عدوًا! (اسے دشمن ہی بنائے رکھو)

میں نے عرض کیا: ہم شیطان کو دشمن کیسے بنائے رکھیں، اور اس سے کس طرح محفوظ رہیں ———؟

فرمایا: سن (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) رب تعالیٰ نے ہر مومن کے لئے سات قلعے بنائے ہیں۔

(۱) سونے کا قلعہ ——— وہ معرفت الٰہی ہے۔
(۲) چاندی کا قلعہ ——— وہ ایمان ہے۔
(۳) فولاد کا قلعہ ——— وہ توکل علی اللہ ہے۔

(۴) اس کے گرد پتھر کا قلعہ — وہ شکر و رضا ہے
(۵) اس کے گرد اینٹوں کا قلعہ — وہ امر و نہی کی بجاآوری ہے۔
(۶) اس کے گرد زمرد کا قلعہ — وہ صدق و اخلاص ہے
(۷) اس کے گرد آبدار موتیوں کا قلعہ — وہ اصلاح نفس اور حسن ادب ہے

مومن ان سات قلعوں کے اندر ہے، اور ابلیس ان کے باہر کھڑا کتے کی طرح بھونکتا ہے، اور مومن اس سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ ان مضبوط قلعوں میں محفوظ ہے اس لئے مومن کو چاہئے کہ کسی حال میں اپنے نفس کی اصلاح ترک نہ کرے۔ اور کاہلی نہ برتے، کیونکہ جو نفس کی اصلاح چھوڑ دیتا ہے، اور اس بارے میں سستی کرتا ہے اسے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے، مزید یہ آں ترک ادب کی وجہ سے شیطان درپئے آزار ہو جاتا ہے اور اسے اپنا نشانہ بناتا ہے ——— تاآنکہ پہلے قلعہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ پھر دوسرے پر اور اسی طرح اس سے یکے بعد دیگرے تمام قلعے چھین لیتا ہے ——— اور ترک ادب کے باعث مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خسارہ اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ جب وہ ساتوں قلعے چھین لیتا ہے تو اسے کفر میں پھنسا دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے داخل جہنم کرے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ ہم رب تعالیٰ سے توفیق اور حسن ادب کی درخواست کرتے ہیں

میں نے عرض کیا: کچھ موعظت فرمائیں ——— فرمایا، جبیرک اللہ، ہاں اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوشش کرو، جتنی کوشش نفس کی رضا کے لئے کرتے ہو، دنیا کا کام اس کی زندگی کے لحاظ سے کرو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس قدر کرو، جتنی تمہیں اس کی حاجت ہے ——— اور ابلیس کی پیروی اتنی کرو جتنا وہ تمہارا خیر خواہ ہے۔ اور اس کی خیر خواہی فریب ہے، اور گناہ اتنا ہی کرو جس قدر دوزخ کو برداشت کر سکو۔ اور زبان کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھو جن میں ثواب نہیں ہے، جس طرح تم بے نفع تجارت سے بچتے ہو۔

چار چیزیں چار وقتوں تک کے لئے چھوڑ دو، پھر تم بے نیاز ہو جاؤ گے کہ موت کب آئیگی

(۱) خواہشات نفس کو جنت میں پہونچنے تک کے لئے۔
(۲) نیند کو قبر میں پہونچنے تک کے لئے
(۳) آرام کو پل صراط سے گزرنے تک کے لئے
(۴) اور فخر کو اعمال تولے جانے تک کے لئے

اس کے بعد شیخ بزرگ اٹھ کر تشریف لے گئے —— ہم لوگ اس روز بھی وہیں رہے، رات ہوئی تو وہی شخص وہی کھانا لایا۔ چوتھے روز ہم نے شیخ سے اجازت لی۔ انھوں نے فرمایا۔

اے جوانو! یہاں کا حال پوشیدہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ دارین میں تمہاری عیب پوشی فرمائے۔ ہم وہاں سے رخصت ہو کر پھلوں سے لدے ہوئے درختوں سے ہوتے ہوئے نہر کے کنارے آئے، وہاں آنکھوں سے اندھا ایک پرندہ دیکھا، جسے شہد کی مکھیاں آکر شہد کھلاتی تھیں، پرندے کے منہ سے کچھ شہد گر گیا تو میں نے اٹھا کر چکھ لیا اور واپس لوٹ آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الصالحین ونفعنا بہم) (ص ۳۸۶ - ۳۸۷)

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ابلیس کبھی مومن کے بعض قلعوں پر قابض ہو کر اسے فسق میں مبتلا کرتا ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے، اگرچہ اس میں ہمیشہ رہنا نہ ہو، کبھی غلبہ کر کے ایمان کو ضعیف کرتا ہے، اس وقت اگرچہ ایمان کامل والوں کے درجے سے گر جاتا ہے خواہ مستحق نار نہ ہو، ان قلعوں کے درمیان اسی قسم کا فرق ہے —— مثال کے طور پر معرفت اور ایمان کے قلعے مسخر کرنا دوسرے قلعوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ سخت ہے، یونہی باقی قلعوں میں بھی فرق ہے، مثلاً صدق واخلاص کے قلعوں پر شیطان کا قابض ہونا، امر ونہی کے قلعہ پہ قبضہ جیسا نہیں ہے......

مگر جب تک ایمان وتوکل کا قلعہ باقی رہے، بندہ پہ شیطان حاوی

نہیں ہوتا جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ (النحل ۱۶/۹۹)	بیشک شیطان کو قدرت نہیں، ایمان والوں پر اور ان لوگوں پر جو رب تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں۔

(ص ۳۸۷ - ۳۸۸)

اور یہی وہ لوگ ہیں جو عبد کامل کہے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے:

اِنَّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (اسریٰ ۱۷/۶۵)	بیشک میرے کامل بندوں پر تجھے قدرت نہیں ہے۔

یہی حضرات سچے مومن بھی ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

انما المومنون الذین اذا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قلوبھم واذا تُلِیت علیھم اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وعلیٰ ربھم یتوکلون (الانفال ۸/۲)	مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈر جائیں اور جب اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان تازہ ہو جائے اور اپنے رب ہی پر توکل کریں۔

آخر میں ارشاد فرمایا ہے۔

اولئک ھم المؤمنون حقًا	وہی لوگ مومن صادق ہیں۔

اور کبھی ایک ہی قلعہ کا لے لینا کفر کا موجب اور خلود فی النار کی وجہ بن جاتا ہے، جیسے ایمان کا قلعہ، لیکن اس ایمان کے قلعہ تک پہونچنے کے لئے اس کے اطراف اگر اور قلعے موجود ہوں تو پہلے ان کا ہاتھ سے جانا ضروری ہے۔

(فنسأل اللہ الکریم التوفیق والھدیٰ والسلامۃ من الزیغ والرد)

(ص ۳۸۸)

سرکار کے زائر کا رضوان نگہبان

حضرت شیخ ابو عمران الواسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں، کہ میں مکہ معظمہ سے مدینۃ النبی، قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوا ــــــ حرم شریف سے باہر پہونچ کر مجھے بہت شدت کی پیاس لگی، ایک ببول تلے بیٹھ گیا، اور مجھے اپنی جان سے مایوسی ہونے لگی ــــــ اچانک ایک شہ سوار سبز گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا، اس کا لباس، اسلحہ، اور گھوڑے کی زین وغیرہ تمام ہی سبز رنگ کی تھی ــــــ اس نے مجھے ایک سبز رنگ کے مشروب سے بھرا ہوا سبز پیالہ عنایت کیا اور کہا اسے پیو، میں نے تین بار پیا ــــــ مگر پیالہ میں کوئی کمی نہیں آئی۔

پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ ہے۔؟

میں نے عرض کیا: مدینہ منورہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب کی خدمات میں سلام عرض کرنے جا رہا ہوں۔

فرمایا: اِذَا وَصَلْتَ وَسَلَّمْتَ عَلَی النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم وعلیہما، فقل لھم رضوان یقرئکم السلام — جب وہاں پہونچ کر حضور اور ان کے دونوں صحابہ کو سلام عرض کر چکو تو کہنا، کہ رضوان آپ حضرات کی خدمت میں سلام کہتا ہے

(ص ۳۹۰)

سلاطین روحانی

ایک بندۂ روشن ضمیر فرماتے ہیں، جمعہ کے روز، نماز عصر کے بعد، میں بیت المقدس کے اندر، منبر سلیمان علیہ السلام کے نزدیک بیٹھا تھا ــــــ اتنے میں دو

شخص آئے، ان میں سے ایک کا قد میری طرح تھا، اور دوسرے ہم لوگوں سے بہت دراز قد اور قوی الجثہ تھے، ان کی پیشانی ایک ہاتھ سے زیادہ کشادہ تھی۔ اس پر ایک چوٹ کا نشان تھا جو سل دی گئی تھی ـــــ جو شخص میری طرح تھے وہ سلام کرکے میرے پاس بیٹھ گئے۔ اور دوسرے صاحب دور بیٹھے۔

میں نے پوچھا: یرحمک اللہ، آپ کون ہیں۔؟

فرمایا: میں خضر ہوں۔

: اور وہ کون بزرگ ہیں۔؟

فرمایا: وہ میرے بھائی الیاس ہیں

مجھے خوف محسوس ہوا ـــــــــ انھوں نے فرمایا ڈرومت، ہم تم سے محبت رکھتے ہیں، پھر فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد قبلہ رُخ بیٹھے اور سورج ڈوبنے تک یَااللّٰہ یَارحمٰن،، پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے اسے دی جائیگی

میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ سے انس فرمایا، رب تعالیٰ آپ کو اپنے ذکر کا انس بخشے کیا روئے زمین پر جتنے اولیاء اللہ ہیں آپ سب کو جانتے ہیں۔؟

فرمایا: معدودین کو جانتا ہوں۔

عرض: معدودین سے مراد؟

فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو زمین نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور عرض کیا، کہ میں قیامت تک کے لئے انبیاء کے قدم سے محروم ہوگئی اب مجھ پر کوئی نبی نہیں چلے گا ـــــ اللہ تعالیٰ نے وحی کی بہت جلد اس امت کے اندر میں ایسے لوگوں کو پیدا کروں گا جو انبیاء کرام کی طرح ہونگے ان کے قلوب، قلوب انبیاء پر ہوں گے۔

عرض: وہ لوگ کتنے ہیں۔؟

فرمایا: تین سو اولیاء، ستر نجباء، چالیس اوتاد، دس نقباء، سات عرفاء،

تین مختار، اور ایک غوث ہیں۔ جب غوث کا انتقال ہو جاتا ہے، تو تین مختاروں میں سے ایک کو ان کی جگہ رکھا جاتا ہے، تین مختاروں میں سے کسی ایک کی جگہ سات [illegible]رفاریں سے ایک کو ملتی ہے، اور دس میں سے ایک اس کی جگہ اور چالیس میں سے ایک ان کی جگہ، ستر میں سے ایک ان کی جگہ، تین سو میں سے ایک ان کی جگہ، اور اہل دنیا میں سے ایک ان کی جگہ رکھا جاتا ہے، اور یہی سلسلہ صور پھونکے جانے تک قائم رہے گا۔ ان میں سے بعض کا قلب حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مثل ہے اور بعض کا قلب، قلب نوح علیہ السلام کی طرح ہے، اور مثل قلب ابراہیم علیہ السلام ہے۔

عرض : قلب ابراہیم علیہ السلام کے مثل (میں نے تعظیماً کہا)

فرمایا : ہاں، اور بعض کے قلب حضرت جبرئیل اور حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام کی طرح ہوتے ہیں، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ ——— ہر نبی کا انتقال ہونے سے پہلے اس کی طرح ایک انسان پیدا ہو جاتا ہے ——— جو نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے ایسا قیامت تک ہو گا۔ ان چالیس آدمیوں میں سے اگر کوئی ان دس کے قلب پر مطلع ہو، تو اس کا قتل و خون حلال جانیں گے۔ اسی طرح ستر میں سے کوئی اگر چالیس میں سے کسی کے قلب پر مطلع ہو تو ان کا قتل حلال سمجھیں گے، کیا تم نے میرا اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہیں سنا؟

عرض : آپ کیا تناول فرماتے ہیں۔؟

فرمایا : کرفس[1] اور کماۃ

عرض : اور حضرت الیاس علیہ السلام کیا تناول فرماتے ہیں۔؟

---

[1] کرفس اجوائن کے مثل ایک چیز ہوتی ہے جسے ہندی میں اجموہ کہتے ہیں۔ اور کماۃ سماروغ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

فرمایا: ان کے لئے روزانہ دو روٹیاں لائی جاتی ہیں۔
عرض: آپ دونوں حضرات کا مقام کہاں ہے۔؟
فرمایا: سمندر کے جزیروں میں۔
عرض: آپ حضرات آپس میں کب ملتے ہیں۔؟
فرمایا: جب کسی ولی اللہ کا وصال ہوتا ہے تو ہم نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو حج میں شریک ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بال حلق کرتے ہیں۔
عرض: جن اولیاء کرام کا آپ نے ذکر فرمایا ہے برائے کرم مجھے ان کے اسماء سے باخبر فرمائیں،
اس کے جواب میں جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر سب کے نام تحریر تھے —
اس کے بعد جانے کے لئے کھڑے ہوئے — تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا — پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو۔؟
عرض: آپ کے ساتھ
فرمایا: میرے ساتھ نہیں جا سکتے۔
عرض: آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔؟
فرمایا: اس کا مطلب۔؟
عرض: میں آپ کے ساتھ رہ کر حصولِ برکت چاہتا ہوں۔
فرمایا: میں صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا کر کے، حطیم میں رکنِ شامی کے قریب، طلوعِ آفتاب تک رہوں گا — پھر سات بار طواف کر کے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا — اور نمازِ ظہر مدینہ منورہ میں ادا کروں گا — عصر کی نماز بیت المقدس میں پڑھوں گا۔ اور نمازِ مغرب کوہِ طور پر۔ اس کے بعد عشاء کی نماز سدِ سکندری پر گزار کر صبح تک اس کی اور تمام مذکورہ حضرات کی حفاظت کروں گا۔

(علیہ وعلیٰ جمیع المذکورین السلام) ص ۳۹۰-۳۹۱

شفاعت اولیاء

ایک شیخ طریقت کے پاس حضرت ابوبکر محمد بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا۔ خط میں ان امانتوں کا ذکر تھا جو ان کے ذمہ تھیں۔ انھوں نے شیخ سے اس کے متعلق دعا کی درخواست کی تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں انھیں ان امانتوں سے سبکدوش فرمائے، شیخ فرماتے ہیں ـــــ (خط پڑھ کر) میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا تو، دروازے پر ایک شخص سبز لباس اور جواہرات کا تاج پہنے کھڑے تھے

فرمایا، محمد بن شقیق کے خط کا کیا جواب دینا ہے ؟

میں نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں : ؟ فرمایا : لکھ دو کہ آج کے سولہ روز بعد وہ قبر کے اندر ہونگے

میں نے دریافت کیا : یہ آپ کی جانب سے لکھوں یا اپنی طرف سے۔ ؟

فرمایا : اپنی طرف سے ہی لکھو وہ تصدیق کریں گے

چنانچہ میں نے تین خط لکھے۔ جن کے ذریعہ انھیں موت کی خبر دی ـــــ خط انھیں ملا تو انھوں نے وصیت نامہ تحریر کرایا اور امانتوں سے سبکدوش ہوکر سولھویں روز وفات پائی،

میں نے خواب میں انھیں دیکھا، اور کہا آپ اچھے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، میرے اور ان کے مابین ایک وعدہ تھا کہ دونوں میں سے جو پہلے جنت میں جائے، وہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے، میں نے کہا کیا آپ کو معاہدہ یاد ہے ؟ ـــــ انھوں نے فرمایا، میں اپنے عہد پر ثابت قدم ہوں، بلکہ مجھے تو اور بھی بہت سی مخلوق دی گئی ہے جن سے میرا ایسا کوئی معاہدہ نہیں تھا ـــــ میں نے کہا میں بھی انھیں میں ہوں،

فرمایا : بلکہ آپ سب سے خاص اور افضل ہیں۔

(رضی اللہ عنہم وعن جمیع الصالحین آمین) (ص ۳۹۱-۳۹۲)

غیبی رزق

ایک صاحب باطن فرماتے ہیں، میں چند رفقاء کے ہمراہ عدن سے چلا، رات کے وقت میرے پاؤں میں کچھ چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے میں پیچھے رہ گیا — تنہا ساحل سمندر پر تھا — دن بھر کے روزہ کے بعد میرے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی، اسی حالت میں میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک مجھے دو روٹیاں ملیں، جن پر ایک بھنی ہوئی چڑیا رکھی تھی۔ میں نے گوشت اٹھا کر ایک طرف رکھا — اتنے میں ایک حبشی لوہے کی سلاخ لئے ہوئے آیا، اور مجھ سے کہنے لگا، اے ریاکار اسے کھا! میں نے ایک روٹی پرندے کے نصف گوشت سے کھائی — اور ایک روٹی اور نصف گوشت کپڑے میں لپیٹ کر سرہانے رکھ کر سو گیا۔ بیدار ہوا تو کپڑا موجود تھا مگر اس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔

(ص ۳۹۲)

غوث کی سواری

وہی صاحب باطن فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۱۵ھ میں مکہ معظمہ کے اندر غوث یعنی قطب کی زیارت کی۔ وہ سونے کی گاڑی پر تشریف فرما تھے، جنہیں فرشتے سونے کی زنجیروں کے ذریعہ ہوا میں کھینچے لئے جا رہے تھے۔

میں نے عرض کیا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔؟

فرمایا: اپنے ایک بھائی کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، جس کے لئے میں مشتاق تھا۔

میں نے عرض کیا: اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وہ انھیں آپ تک پہونچا دیتا۔

فرمایا: توپھر مجھے زیارت کا ثواب کس طرح ملتا۔ ؟
ان کا اسم گرامی حضرت احمد بن عبداللہ بلخی تھا، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)
(ص ۳۹۲)

فرشتوں سے ملاقات

مشائخ عظام میں سے ایک صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہم صلحاء کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھے — ہم لوگوں میں ایک ہاشمی بزرگ بھی تھے — ان پر غشی آئی — کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو انھوں نے ہم سے پوچھا، کیا آپ حضرات نے بھی کچھ دیکھا — ؟ ہم لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا:

میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا، آپ لوگ کون ہیں ؟،
کہا۔ ملائکہ — میں نے پوچھا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسی محبت رکھتے ہیں — ؟ کہا نحن حبنا جوانی وحبکم برانی میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری محبت داخلی ہے اور آپ لوگوں کی محبت خارجی،

بیت المعمور کی زیارت کے دن

وہی شیخ ارشاد فرماتے ہیں۔ میں ایک شب، قبلہ بیت المقدس میں کھڑا نماز ادا کر رہا تھا، اچانک قبلہ دو حصوں میں ہوگیا، اور جوں کا توں قائم رہا۔ مجھے آسمان نظر آنے لگا — میں نے دیکھا کہ آسمان سے بے شمار مخلوق آرہی ہے — ان کی تعداد خدا ہی کو معلوم — اور یہ سب تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

سُبحَانَ من ھو ھو سبُحان من لیس الا ھو اھیا اشر اھیا

جب رات آخری مرحلہ میں داخل ہوئی ان میں کا ایک جو میرے پاس بیٹھا تھا ____ مجھ سے پوچھتا ہے تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا: میں شب میں اس مقام پر عبادت کا خواہشمند ہوں ____ اور آپ لوگ کون ہیں۔؟ اس فرشتہ نے کہا: ہم ملائکہ ہیں، ہم بیت المعمور میں داخل ہوئے تھے اور اب تاقیامت یہ شرف نہیں پائیں گے کیونکہ اس میں ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ قیامت تک پھر وہاں نہیں جاتے اور جب وہ بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں تو اسی شب بیت المقدس میں آتے ہیں، صخرہ پر جاتے ہیں، اس کے بعد بیت الحرام جاتے ہیں، وہاں سات بار طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں وہاں سے مدینہ منورہ جاکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں ____ اس کے بعد واپس اپنی صف میں چلے جاتے ہیں۔

فرشتے جب وہاں سے اوپر بلند ہوئے تو قبلہ شریف کے دونوں حصّے پھر باہم مل گئے ____ اور صبح ہوگئی (ص ۳۹۲-۳۹۳)

سانپ کی طبابت

ایک بزرگ فرماتے ہیں ____ میں جبل نور پر تھا، وہاں میرے پیر میں ایک ہڈی چُبھ گئی، میں نے نکالنے کی انتھک کوشش کی مگر ناکام رہا ____ مدّت تک وہ میرے پیر میں رہی، یہاں تک کہ پیر سوج گیا، اور اس میں پیپ مواد بھر گیا ____ جس سے پیر کالا ہو کر بھری مشک کی طرح ہو گیا ____ میں ایک درخت تلے پڑا تھا آنکھ لگ گئی، اس وقت مجھے کچھ بو محسوس ہوئی ____ آنکھ کھلی تو دیکھا کالا سانپ پاؤں میں ہڈی کی جگہ منہ لگائے ہوئے ہے ____ اور زخم سے پیپ مواد اور خون کھینچ کر اُگل رہا ہے یہاں تک کہ ہڈی تک پہونچا اور اسے بھی نکال پھینکا۔ اس کے بعد کوئی نرم

شئ میرے پیر پر لگائی۔ معلوم نہیں وہ اس کی زبان تھی یا دُم ۔۔۔ میں اٹھا تو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ میرے کس پیر میں تکلیف تھی، خون پیپ اور وہ ہڈی وہیں پڑی تھی اور درد کافور تھا۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(سبحان اللطیف الخبیر الذی ھو علیٰ کل شئ قدیر)

(ص ۳۹۳)

صحبت ابدال

ایک بزرگ کو بتایا گیا کہ دس ابدالوں میں سے تین فلاں جگہ رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں، میں ان کی تلاش میں چلا۔ معلوم ہوا کہ ان میں کے ایک جامع مسجد کے امام ہیں، ان کا لباس نہایت خوبصورت تھا ۔۔۔ بڑا سا پٹکا کمر میں باندھے ہوئے تھے۔ ان کا اسم گرامی ابراہیم تھا ۔۔۔ اور بقیہ دو حضرات کے اسماء حسن اور حسین تھے۔ میں مغرب اور عشاء کے درمیان امام ابراہیم کی خدمت میں گیا ۔۔۔ سلام کرکے بیٹھ گیا ۔۔۔ اور عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں ۔۔۔ وہ نہایت خوش مزاجی سے ملے۔ عشاء کی نماز پڑھا چکے تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر لے گئے ۔۔۔ میں نے دیکھا وہ نہایت عالیشان مکان تھا۔ بہت سے خدام کام کررہے تھے۔ ہمارے لئے وسیع دسترخوان آراستہ کیا گیا ۔۔۔ اور بہت سا کھانا چنا گیا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین ساتھ کھانے کے لئے بیٹھے۔ مگر حضرت ابراہیم شریک طعام نہیں ہوئے ۔۔۔ میں نے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ محض دودھ نوش فرماتے ہیں ۔۔۔ ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کے لئے نہایت نفیس اور آرام دہ بستر بچھایا گیا۔ وہ اس پر سوئے۔ میں انھیں دیکھتا رہا کچھ رات گزری تو بستر سے اٹھے اور وضو کئے بغیر دو رکعت نماز پڑھی، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد اور سلام

پھیر کر لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ لہ الملك ولہُ الحمدُ یحیی ویمیت وھو حیّ لا یموت بیدہٖ الخیر کلہ وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر اللّٰھمّ لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا رادّ لما قضیت ولا ینفع ذالجد منك الجد ــــ تین بار بلند آواز سے پڑھا ــــ اس کے بعد پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق اور دوسری میں سورۂ ناس پڑھکر نماز پوری کی اور پھر وہی دعا تین بار پڑھی۔ پھر تیسری بار نماز کی نیت کی، اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھی اور سلام پھیر کر پھر وہی ذکر کیا ــــ اور اپنے بستر پر جا لیٹے

فجر کا وقت ہوا تو اٹھ کر اذان کہی، وضو کئے بغیر فجر کی سنّت پڑھی، اور مسجد کے لئے تشریف لے گئے ــــ میں نے ان کے پاس کئی ماہ گزارے ــــ (اور انھیں اسی معمول پر دیکھا) جب عرفہ کا دن آیا تو مجھ سے فرمایا۔ آج تم سورۂ انبیاء اور سورۂ حج کی تلاوت اس طرح کرو ــــ کہ جب کسی نبی کا ذکر آئے تو ان پر اور سیّدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو ــــ اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں حج بیت اللہ کرنے والے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اس دن نماز چاشت کے بعد حضرت حسن میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے گھر پہونچے، جہاں تمام لوگ احرام پہنے تیار تھے ــــ مجھے بھی دو چادریں عنایت کیں۔ اور فرمایا، احرام کی نیت کر لو ــــ اس کے بعد ہم سب لوگ گھر سے چلے ــــ انھوں نے اپنے ہمراہ ایک ڈبّہ اٹھایا جس میں درہم بھرے ہوئے تھے۔ مقبرے سے ہو کر ہم نکلے اور سب نے دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابراہیم نے مجھ سے کہا، حج کی نیت کرو۔ اور پھر سب نے لبیک پکارا ــــ اس کے بعد انھوں نے سجدے میں سر رکھا تو میں نے بھی سجدے میں سر رکھا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے سر اٹھایا تو میں نے بھی سر اٹھایا ــــ مجھے ایسی پہاڑیاں نظر آنے لگیں جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور میں نے بہت سے اونٹوں اور آدمیوں کو

جاتے دیکھا۔

حضرت ابراہیم نے مجھ سے فرمایا یہ لوگ منیٰ سے عرفات جا رہے ہیں۔ پھر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ہم مسجد عرفات جا پہونچے ——— وہاں پانی خرید کر غسل کیا۔ اور روٹی کھجور خرید کر مجھ سے کہا کھاؤ میں نے کہا میرا روزہ ہے ——— فرمایا اپنے نبی کی مخالفت نہ کرو ایسے روز حضور نے افطار فرمایا ہے۔ سورج غروب ہونے کے وقت درہموں سے بھرا ڈبہ میرے حوالے کیا اور فرمایا، اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔ اور ملک شام میں رہائش اختیار کرو ——— پھر تشریف لے گئے اور دوبارہ میں نے ان کی کبھی زیارت نہیں کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۳۹۳-۳۹۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عیادت روحانی

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا، لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے اور خود مجھے امید زیست نہ رہی، شدید تکلیف تھی کہ شب جمعہ میں نے خواب دیکھا، ایک نورانی صورت شخص تشریف لائے، اور میرے بالیں پر بیٹھے ——— ان کے پیچھے اور بہت سے لوگ مکان میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ مکان میں آتے وقت فرشتوں کی طرح تھے اور بیٹھے تو آدمی کی شکل تھے وہ لوگ آتے رہے اور میں ان کی آمد کا منظر دیکھتا رہا ——— جب سب لوگ آچکے۔ تو اولین بزرگ نے سر اٹھا کر فرمایا میں اس شہر میں تین شخصوں کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ ایک تو یہ۔ میری طرف اشارہ فرمایا ——— دوسرا صالح خلقانی، (میں انھیں اس سے قبل نہیں جانتا تھا) تیسری ایک خاتون، جس کا نام نہیں لیا۔ اس کے بعد اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی ———

بسم اللہ ربی اللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ اعتصمت باللہ

فوّضت امری الی اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الّا باللّٰہ

پھر مجھ سے فرمایا یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرو۔ ان میں بیماری سے شفا، ہر تکلیف سے آرام اور ہر دشمن پر فتحمندی ہے سب سے پہلے ان کلمات کو حاملین عرش علیہم السلام نے پڑھا تھا، جب انھیں عرش اٹھانے کا حکم ہوا۔ اور وہ ان کلمات کو تاقیامت پڑھتے رہیں گے۔

آپ کے دائیں یا بائیں جانب سے کسی نے پوچھا: یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کوئی انھیں دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے:

ارشاد فرمایا: بہت خوب اس میں فتح و کامرانی اور ظفر مندی ہے۔ میں نے سوچا شاید یہ پوچھنے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللّٰہ! کیا یہ ابوبکر ہیں۔؟

فرمایا۔ یہ میرے چچا حمزہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ہیں —— اس کے بعد آپ نے دست مبارک سے اپنے بائیں جانب کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شہداء ہیں —— پیچھے والوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ صالحین ہیں — اس کے بعد تشریف لے گئے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ وشہدائہ وصلحائہ واہل محبتہ اجمعین الی یوم الدین،

راوی کہتے ہیں کہ میں بیدار ہوا تو میری بیماری رخصت ہو چکی تھی اور صبح کو میں پہلے سے کہیں زیادہ تندرست ہو گیا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین (ص ۳۹۵)

مشکی بزرگ

بزرگوں کا بیان ہے کہ شہر بصرہ میں ایک شخص تھے لوگ جنھیں مشکی کہا کرتے تھے، کیونکہ ان کے جسم سے ہمیشہ مشک کی خوشبو اٹھتی جب وہ جامع مسجد میں داخل ہوتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ کون آیا ہے —— اسی طرح بازا

سے گزرتے تو بھی یہی کیفیت رہتی ـــــ ایک بزرگ ان سے ملنے گئے بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو ان کے پاس رہا۔ میں نے کہا۔ برادرِ محترم آپ کو خوشبو پر بہت رقم خرچ کرنی پڑتی ہوگی ـــــ انھوں نے کہا میں نے کبھی خوشبو نہیں خریدی۔ اور نہ ہی خوشبو جسم اور کپڑے پر لگائی۔ میں تم سے اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں شاید میرے مرنے کے بعد تم میرے حق میں دعائے رحمت کرو،

"میں بغداد میں پیدا ہوا میرے والد مالدار آدمی تھے، اور جس طرح امرا اپنی اولاد کو تعلیم دلواتے ہیں میری بھی اسی طرح تعلیم ہوئی۔ بچپن میں میں بہت خوبصورت اور حیادار تھا۔ میرے والد سے کسی نے کہا اسے بازار میں بٹھاؤ تاکہ یہ لوگوں سے گھُل مِل جائے اور حیا کم ہو۔ مجھے ایک کپڑا بیچنے والے کی دکان پر بٹھایا گیا ـــــ میں ہر صبح شام دوکان پر جاکر بیٹھتا ـــــ ایک روز دوکان پر ایک بڑھیا آئی اور اس نے قیمتی کپڑے نکلوائے۔ انھیں دیکھا۔ اور کہا میرے ساتھ کسی کو لگادو تاکہ جو پسند ہو اسے لینے کے بعد اس کی قیمت اور بقیہ کپڑے واپس لائے۔
بزاز نے مجھ سے کہا تم ہی چلے جاؤ ـــــ تمہارا جی بھی بہل جائے گا میں چلا ـــــ وہ مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گئی ـــــ اس میں ایک قبہ تھا، اور گیٹ پر پاسبان بیٹھے تھے۔ دروازہ پر پردے لٹک رہے تھے۔ بڑھیا نے مجھ سے کہا تم قبہ میں چل کر بیٹھو ـــــ میں وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی وہاں ایک تخت کے منقش قالین پر بیٹھی ہے، اور تخت و فرش سب کے سب زریں ہیں ـــــ اور اس قدر نفیس کہ ویسے آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لڑکی لباس و زیورات سے آراستہ تھی۔ مجھے دیکھ کر تخت سے اتری، اور میرے پاس آئی ـــــ اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی جانب کھینچا ـــــ میں نے کہا اللہ سے خوف کر۔ اللہ سے خوف کر!

وہ بولی ڈرنے کی بات نہیں تجھے جو چاہئے میں دوں گی۔ میں نے کہا مجھے استنجار کی ضرورت ہے۔ اس نے آوازہ دی چاروں طرف سے لونڈیاں آگئیں، اس نے کہا اپنے آقا کو بیت الخلاء میں لے جاؤ۔ میں جب وہاں گیا تو مجھے بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئی۔ میں نے پاخانہ اپنے ہاتھ وغیرہ میں لگایا۔ اور بڑی بڑی آنکھیں کرکے اس کنیز کو ڈرایا جو باہر رومال اور پانی لئے کھڑی تھی ــــ میں جب اس پر چلّاکر دیوانوں کی طرح جھپٹا تو وہ ڈر کر بھاگی اور شور مچایا کہ یہ دیوانہ ہے، پاگل ہے ــــ سب لونڈیاں اکٹھی ہوگئیں اور مجھے ایک ٹاٹ میں لپیٹا اور اٹھاکر ایک باغ میں ڈال دیا۔ میں نے جب یقین کرلیا کہ سب جاچکی ہیں تو اٹھ کر اپنے کپڑے اور بدن دھوئے اور گھر گیا ــــ مگر کسی کو یہ بات نہیں بتائی۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: تم کو حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام سے کیا ہی مناسبت ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا تم مجھے جانتے ہو۔؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں جبرئیل ہوں ــــ اس کے بعد انھوں نے میرے منہ اور جسم پر اپنا ہاتھ پھیرا ــــ اسی وقت سے میرے جسم سے یہ خوشبو آنے لگی۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے دستِ مبارک کی خوشبو ہے

(ص ۳۹۵-۳۹۶)

برزخی منظر

شہر آبادان میں ایک بزرگ زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے ــــ میں نے وہاں جاکر ان کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہوچکا ہے۔ اور ان کی قبر کھودنے والے گورکن نے بتایا کہ انھیں دفن کرکے لحد درست کرنے میں قبر میں اترا تو بغل کی قبر سے ایک اینٹ سرک گئی ــــ میں نے دیکھا قبر میں

ایک بزرگ شیخ، صاف شفاف کپڑے پہنے ہوئے۔ صاف اور واضح حرفوں کا قرآن کریم گود میں لئے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں، آہٹ ہوئی تو سر اٹھایا ـــــ اور پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی ـــــ رحمکم اللہ ـــــ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اینٹ اس کی جگہ لگا دو، اللہ تمہیں عافیت بخشے، میں نے لگا دی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۹۶-۳۹۷)

روحانی بوٹ

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بصرہ سے ایلہ کے لئے کشتی پر سوار ہوا۔ تین آدمی مجھے چھوڑنے آئے تھے (وہ بھی کشتی میں آ گئے) ملاح نے یکایک لنگر اٹھا دیا اور آکر بیٹھ گیا۔ میرے ساتھیوں نے ملاح سے کہا، آخر تجھے ہو کیا گیا ہے؟ اس نے اشارہ سے انھیں چپ رہنے کو کہا ایک لحظہ میں ہم ایلہ پہونچ گئے۔ اور ہمارے برابر میں بہت سی کشتیاں تھیں جو عصر کے وقت پہونچیں ـــــ لوگ ملاح سے پوچھنے لگے کہ ایسا کیسے ہوا ـــــ؟

اس نے کہا: میں نے ایک سوار کو دیکھا، جو نہایت خوبصورت سواری پر تھے۔ ویسی سواری میری نگاہوں نے کبھی نہیں دیکھی انھوں نے اپنی سواری سے ایک سونے کی زنجیر میری کشتی میں لٹکائی ـــــ اس کے بعد وہ آگے آگے اور کشتی پیچھے پیچھے ہوا سے باتیں کرتی رواں تھی ـــــ میں اگر اس وقت تم لوگوں سے باتوں میں مشغول ہوتا تو اندیشہ تھا کہ وہ میری نگاہوں سے روپوش نہ ہو جائیں (ص ۳۹۷)

قدرت کے نظارے

ایک شیخ فرماتے ہیں، میں حضرت ابو علی بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ

ویرانے کی طرف نکلا ـــــــ ہمیں شدت کی بھوک لگی۔ اس وقت ہم نے ایک لومڑی کو دیکھا کہ زمین کھود کر کماۃ نکالتی ہے اور ہماری جانب پھینکتی جاتی ہے۔ ہم نے حسبِ ضرورت لے لیا اور آگے روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں ہم نے ایک درندے کو زمین پر پڑا دیکھا، نزدیک سے دیکھا تو وہ اندھا تھا ـــــــ اچانک ایک کوّا اپنی چونچ میں گوشت کا ٹکڑا لئے آیا اور درندے کے منہ میں رکھ کر چلا گیا ـــــــ یہ دیکھ کر حضرت ابوعلی نے فرمایا: یہ دلیل قدرت ہمارے لئے دکھائی گئی ہے درندے کے لئے نہیں اس ویران جنگل میں ہم کئی روز چلتے رہے ـــــــ ایک جھونپڑا نظر آیا، جس میں ایک بڑھیا تھی، اور اس کے پاس کوئی شئی نہیں تھی، باہر ایک پتھر تھا جس میں ایک گڈھا بنا ہوا تھا ـــــــ ہم سلام کر کے وہاں کچھ رکے، وہ عبادت میں مشغول تھی ـــــــ سورج ڈوب گیا تو وہ اپنے ہاتھ میں دو روٹیاں اور کھجور لئے اندر سے نکلی ـــــــ اور ہم سے کہا جھونپڑی میں جا کر اپنا حصہ لے لو۔ ہم اندر گئے تو وہاں چار روٹیاں اور ان پر کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ حالانکہ اردگرد میں نہ کھجوروں کا کوئی درخت تھا نہ کھجوریں۔ ہم نے روٹی اور کھجوریں کھا کر سیری حاصل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابر کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور اس پتھر پر برس کر چلا گیا ـــــــ اس کا گڈھا بھر گیا۔ اور پانی کا کوئی قطرہ پتھر کے باہر نہیں ٹپکا میں نے بڑھیا سے دریافت کیا کہ یہاں کتنے زمانے سے ہو۔ اس نے کہا ستر سال سے رب تعالیٰ کا میرے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ روزانہ اس طرح کھانا آتا ہے اور ابر پانی لاتا ہے۔

بڑھیا نے پوچھا تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ ـــــــ ہم نے بتایا کہ ہم حضرت ابونصر سمرقندی کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں ـــــــ اس نے کہا ابونصر صالح انسان ہیں ـــــــ آیئے ابونصر ان لوگوں سے ملئے۔ ہم نے دیکھا تو حضرت ابونصر ہمارے پاس تھے۔ ہم نے انھیں اور انھوں نے ہمیں سلام کیا۔ بوڑھی عارفہ نے پھر فرمایا: اذا اطاع العبد مولاہ اطاعہ مولاہ جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ اس کے ارادوں کو پورا فرماتا ہے (رضی اللہ عنہما وجمیع الصالحین ونفعنا بہم آمین) (ص ۳۹۷)

بیت المقدس کی ولیہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میں محمد عابد نامی ایک شخص کے ہمراہ، جمعہ کے روز بیت المقدس سے رملہ کے لئے روانہ ہوا۔ ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہونچے تو ہمارے کانوں میں ایک آواز پڑی

"انسان کتنا وحشت زدہ ہوتا ہے اگر تو اس کا انیس نہ ہو، اور
اس کا راستہ کس قدر تنگ ہوتا ہے اگر تو اس کا رہبر نہ ہو"،

ہم نے غار میں جھانکا تو وہ ایک عورت تھی۔ جسم پر صوف کا کرتا، صوف کی چادر، ہاتھ میں ڈنڈا۔ ہم نے سلام کیا، جواب دے کر پوچھنے لگیں۔ کہاں جا رہے ہو ——— ؟
ہم نے بتایا رملہ،

.. رملہ میں کیا کام ہے ؟
.. وہاں ہمارے دوست رہتے ہیں۔
.. تمہارے قلب کے اندر حبیب اکبر (سب سے بڑا دوست)، کہاں ہے؟
.. وہ تو ہمارا اور تمام ایمان والوں کا حبیب ہے
.. وہ تمہارا اور مومنوں کا زبانی حبیب ہے اور میرا زبانی اور قلبی حبیب ہے
.. آپ اہل حکمت لگتی ہیں مگر آپ میں ایک نقص ہے۔
.. وہ کیا ؟
.. آپ جوان عورت ہیں، اور محرم کے بغیر اکیلے سفر کرتی پھرتی ہیں
.. اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِی نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِين :
(میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی نیکوں کا ولی ہے)

بزرگ فرماتے ہیں میں نے کمبل سے کچھ درہم نکال کر انھیں دیئے..... وہ کہنے لگیں
.. یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے ؟

.. مباح طریقے سے کمائے ہیں۔

.. بیشک مگر یہ کسب ضعیف ہے۔

.. میرا ضعف کیا ہے؟ اور یقین کی نشانی کیا ہے؟

.. تم اس وقت تک یقین کو نہیں پہونچو گے جب تک کہ اس کی رضا کے بغیر پیدا شدہ گوشت قینچی سے کاٹ پھینکو۔ اور اس کی جگہ اس کی رضامندی کے ساتھ نیا گوشت نہ پیدا کرو۔

.. ہر چیز کی صداقت کے لئے دلیل ہوتی ہے آپ کی حقانیت کی کیا دلیل ہے؟

یہ سن کر انھوں نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک مٹھی کنکری اٹھائی، اور کہا اے ضعیف الیقین یہ لے۔ محمد عابد نے لیا تو وہ سب دینار تھے ـــــ اور کہا یہ نہ کبھی ترازو میں تولے گئے نہ ہی ان پر کبھی کسی انسان نے ہاتھ لگایا ـــــ پھر مجھ سے کہا تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ تم اس سے بچتے ہو ـــــ پھر کہا تمہیں رملہ جانا تھا۔ تو لو یہی تو ہے رملہ۔ ہم نے غور کیا تو ہم رملہ کی دیواروں تلے کھڑے تھے۔ شہر میں داخل ہوئے تو لوگ نماز جمعہ پڑھ کر نکل رہے تھے۔ محمد عابد نے ان دیناروں سے عسقلان کے اندر ایک مسجد بنوائی، جو مسجد مباحی کے نام سے موسوم ہوئی۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم) (ص ۳۹۸)

غیبی معاون

ایک صالح فرماتے ہیں، میں شب میں تنہا نکلا ـــــ بیمار تھا، زور دار بخار چڑھا ہوا تھا، شدت کی پیاس اور بھوک لگی تھی۔ تکلیف زیادہ ہوگئی تو راستہ سے ہٹ کر مقل (گوگل) کے ایک پیڑ تلے جا لیٹا۔ میں زندگی سے مایوس ہوگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آئے ان کے ہاتھ میں چار روٹیاں تھیں۔ دو کے اوپر ایک بھنا ہوا مرغ تھا اور دو پر حلوہ رکھا ہوا تھا اور میرے بالیں پر ایک برتن تھا جسے

لے کر دریا سے پانی بھر لائے، پانی شہد سے میٹھا اور برف سے زیادہ سرد تھا، میں کھا پی کر آسودہ ہوا تو میرا بخار ختم تھا۔ وہ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تو تمہارے ساتھی آ پہونچے —— مجھے اور بھی کام ہیں، میں نے منہ پھیر کر راستے کی طرف دیکھا تو بیسیوں اونٹ چلے آرہے تھے۔ میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا —— اور وہ غائب ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۹۸ - ۳۹۹)

ولی کا ہمشکل فرشتہ

ایک بزرگ کا بیان ہے۔ میں مصر کے اندر فاقہ زدہ تھا۔ ایک مسجد میں گیا۔ وہاں ایک نوجوان نے مجھے ایک بٹوا دیا جس میں کچھ درہم تھے، اور فرمایا: جا کر حجامت بنوالو۔ اور اپنے کپڑے دھو کر صاف کرو۔ حجامت کے بعد میں نے حجام کو اس میں سے دو پیسے دیے تو اس نے انھیں چوم کر کہا۔ مرحبا! میں تیس سال سے آپ کی تلاش میں تھا، آپ کو یہ پیسے کہاں سے ملے یہ دنیاوی پیسے نہیں ہیں۔ ان پر قدرت کا بہت نور ہے۔ میں نے ان سے ماجرا بتایا۔ وہ میرا ہاتھ تھامے مسجد میں گیا مگر وہاں نوجوان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ حجام میرا دوست بن گیا ایک روز مجھ سے کہنے لگا۔ میں نے حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ولی کی تین علامتیں ہیں:

(۱) جب کسی مقام پر جانا چاہتے ہیں تو بلا حرکت وہاں پہونچ سکتے ہیں
(۲) اگر اپنے کسی بھائی سے ملنا چاہیں تو وہ ان کے پاس پہونچا دیئے جاتے ہیں
(۳) وہ اگر عبادت یا کسی اور کام میں مشغول ہوں تو ان کی جگہ ان کی شکل کا ایک فرشتہ باتیں کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ولی اللہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً وہ فرشتہ ہوتا ہے۔

حجام نے مزید کہا : اس کے چند روز بعد حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے عصر بعد بلایا ۔ تاکہ میں ان کی حجامت بناؤں اور خون نکالوں ۔ میں وقت مقررہ پر گیا حضرت کی حجامت بنائی خون نکالا ۔ کچھ دیر بیٹھا رہا ۔ کھانا پکایا گیا ۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی ـــــ مجھ سے پھر فرمایا کہ نماز مغرب کے بعد آکر میرے ساتھ کھانا کھا لینا ـــــ نماز مغرب سے فارغ ہوا تو مجھے حضرت کا ایک مرید ملا ۔ اور کہا آج تم سے بڑی قیمتی چیزیں فوت ہو گئیں ۔ آج حضرت سہل نے عصر سے مغرب تک کی نشست میں ایسی ایسی باتیں فرمائیں جو کبھی سننے میں نہیں آئی تھیں ۔ میں نے اس شخص سے کہا تم نے جو کچھ سنا ہے اسے یاد رکھنا ، وہ حضرت کی باتیں نہیں تھیں بلکہ فرشتہ کی باتیں تھیں ۔

مجھے اس وقت علم ہوا کہ حضرت نے اولیاء اللہ کی جو نشانیاں فرمائی تھیں وہ خود حضرت کے مرتبہ و شان کا بیان تھا ۔ (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین)

حاصل ہے "لی مع اللہ" سے ان کو خاص نسبت ؛ عارف کی زندگی بھی ہے اک دلیل قدرت
روشن ہے روئے گیتی ان کی کرامتوں سے ؛ ہے ذات اولیاء سے ظاہر خدا کی عظمت

(بدر)

(ص ۳۹۹)

حضرت الیاس و خضر علیہما السلام

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں مکہ شریف میں مشغولِ طواف تھا ، دو شخصوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دیکھا جو باہم کہہ رہے تھے ۔ کہ

یا حی یا نور روّح سمعَ اذان قلبی ـــــ یا کہا ۔ روّح بصرَ عیون قلبی بحق الفحول علیک یا مروّح الارواح "

میں ان دونوں حضرات کے درمیان جا پڑا — اور سلام کر کے کہا۔ میں نے آپ کی دعا سن لی ہے اور اس کے کلمات یاد کر لئے ہیں رحمکما اللہ تعالیٰ آپ حضرات کون ہیں۔؟
— ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا: میں خضر ہوں اور یہ میرے بھائی الیاس ہیں اور فرمایا جب تم نے ان کلمات کو یاد کر ہی لیا ہے تو تمہیں کسی چیز کے فوت کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر یاد رہے دنیا کی کسی ضرورت میں اسے ہرگز نہ پڑھنا۔
(سلام اللہ علیہما ونفعنا بہما آمین) (ص ۳۹۹-۴۰۰)

مسلم اور نصرانی متوکلین

حضرت ابو جعفر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے بغداد جانے کے ارادے سے کشتی پر بیٹھے۔ فرمایا میرے ساتھ ایک شخص اور تھا جو نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا نہ ہی نماز پڑھتا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نصرانی متوکل ہوں میں نے کہا میں بھی تو متوکل ہوں —— میں نے کہا ابھی ان لوگوں کا دسترخوان لگے گا ہمیں بلائیں گے اس لئے بہتر ہے کہ ہم لوگ پیدل چلیں۔ نصرانی نے کہا شرط یہ ہے کہ دوران سفر نہ تم کسی مسجد میں جاؤ گے نہ میں کسی گرجا میں۔ میں نے کہا منظور ہے۔ وہاں سے چل کر شام کو ہم ایک گاؤں میں پہونچے۔ اور کوڑا کرکٹ والی ایک جگہ پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کالا کتا منہ میں روٹی دبائے ہوئے آیا اور نصرانی کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ نصرانی نے روٹی اٹھا کر کھالی اور نہ مجھے بلایا نہ متوجہ ہوا۔ اسی طرح تین روز ہمارا سفر جاری رہا۔ ہر شب کالا کتا نصرانی کے لئے روٹی لاتا اور وہ اکیلا کھا لیتا۔ چوتھے روز ہم ایک گاؤں میں مغرب کے وقت پہونچے، میں نماز مغرب پڑھنے کھڑا ہوا۔ ایک شخص طباق میں روٹی اور لوٹے میں پانی لایا۔ سلام پھیر کر میں نے نصرانی کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے پاس لے جاؤ —— اور میں پھر نماز پڑھنے لگا۔ نصرانی کھانے کا طباق اٹھائے میرے قریب آیا اور مجھ سے کہا، تم مجھے اپنا دین بتاؤ، کیونکہ وہی دین سچا ہے —— میں نے

پوچھا آخر تم نے یہ کیسے جانا۔ کہنے لگا ــــ اللہ تعالیٰ میری روزی میرے ہی جیسے کتے کے ذریعہ بھیجتا تھا۔ اور جو مجھے ملتا تھا اسے میں ہی کھا لیتا تھا اور اس نے تمہاری روزی تمہارے جیسے انسان کے ذریعہ روانہ فرمائی ہے۔ تین روز گزرنے کے باوجود تم نے اپنی ذات پر مجھے مقدم رکھا ــــ اس چیز نے مجھے یقین دلادیا کہ تمہارا دین میرے دین سے بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا ــــ الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام وجعلنا من امۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (ص ۴۰۰)

جس کی جوتی اتنی حسین ہے

حضرت ابو عمران سندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں مصر کی فلاں جامع مسجد کے اندر تھا۔ میرے دل میں نکاح کا خیال آیا، اور میں نے نکاح کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اسی وقت قبلہ کی جانب سے مجھ پر ایک نور ظاہر ہوا ــــ جیسا نور میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کے اندر سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔ جس کے اندر ایک سرخ یاقوت کی جوتی تھی سبز زمرد کا تسمہ لگا تھا اور موتی جڑے ہوئے تھے ــــ ہاتف کی آواز آئی۔ جب اس کی جوتی ایسی ہے تو وہ خود کیسی ہوگی ــــ ؟ یہ دیکھ کر میرے دل سے عورت کی خواہش ختم ہوگئی۔ (ص ۴۰۱)

شہید کی لاش کا جواب

شیخ محمد وراق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "مبارک نام کے ایک حبشی تھے۔ مباح روزی کماتے تھے۔ ہم ان سے کہا کرتے تھے کہ اے مبارک کیا تم نکاح نہیں کروگے۔؟ وہ جواب دیتے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضی لگائی ہے۔ کہ میرا نکاح کسی حور سے فرمادے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جہاد میں شریک

ہوئے۔ دشمن پر حملہ میں مبارک شہید ہوگئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کا سر جسم سے جدا پڑا ہے۔ وہ پیٹ کے بل تھے اور دونوں ہاتھ سینے کے نیچے دبے تھے۔ ہم نے پوچھا، مبارک! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح کتنی حوروں کے ساتھ کیا ــــ انھوں نے سینے کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکال کر تین انگلیاں اٹھائیں یعنی بتایا کہ تین حوروں کے ساتھ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ص ۴۰۱)

آخرت کی نعمت دنیا میں

حضرت ابو احمد حُلاسی فرماتے ہیں، میری ماں نہایت نیک صالحہ تھیں۔ ایک روز ہم نہایت فقر و غربت کی حالت میں تھے مجھ سے کہنے لگیں۔ ہم لوگ اس تکلیف میں کب تک رہیں گے ــــ؟ سحر کا وقت ہوا تو ہیں نے بارگاہِ حق میں دعا کی

اللّٰھمّ ان کان لی فی الاٰخرۃ شیئٌ فعجّل لی منہ فی الدنیا اے اللہ اگر ہمارے لئے آخرت میں کچھ ہے تو اس میں سے کچھ دنیا میں عطا کر،

اس وقت مجھے گھر کے ایک حصّہ میں ایک نور نظر آیا۔ میں قریب گیا تو دیکھا کہ میرے تخت کا ایک پایہ سونے کا ہے جس پر جواہر لگے ہیں ــــ میں نے اپنی ماں سے عرض کیا یہ لیجئے۔ اور سوچا کہ کچھ جواہر لے کر بازار میں جاؤں اور فروخت کروں۔ مگر اس کا طریقہ کیا ہو ــــ؟ مسجد سے لوٹ کر میں گھر میں داخل ہوا تو میری والدہ نے کہا بیٹے! مجھے معاف کرنا، تیرے مسجد جانے کے بعد میں سو گئی تھی خواب میں جنت دیکھی جس میں ایک محل کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا، لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ ابو احمد حُلاسی کا محل ہے ــــ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا یہ میرے فرزند کا محل ہے۔ اس نے بتایا کہ ہاں۔ میں اس میں داخل ہو کر اس کے کمروں کو دیکھنے لگی۔ ایک جگہ میں نے بہت سے تخت بچھے ہوئے دیکھے۔ انہی کے اندر ایک ٹوٹا ہوا تخت بھی نظر آیا میں نے کہا یہ ٹوٹا ہوا تخت یہاں کس قدر بے محل

معلوم ہوتا ہے ——— اس شخص نے کہا اس تخت کا پایہ تم نے لے لیا ہے۔
میں نے اس سے کہا اگر ایسی بات ہے تو اس کو اس کی جگہ واپس کر دو۔ میں جب
بیدار ہوئی تو گھر کے تخت کا پایہ اب سونے کا نہ رہا بلکہ اپنی اصلی حالت پہ آ گیا
الحمد للہ رب العالمین ۔ (رضی اللہ عنہا) (ص ۴۰۱ - ۴۰۲)

مشروبِ جنت

ایک بزرگ فرماتے ہیں، ہم لوگ ملکِ روم میں تھے ——— ہمارے ایک
ساتھی کا یہ حال تھا کہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ راوی نے ان سے پوچھا آپ کو میں
گیارہ روز سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں، انھوں نے کہا جب رخصتی کا
وقت ہوگا تو بتا دوں گا۔ وہ وقت آیا تو میں نے عرض کیا، اپنا وعدہ وفا کریں ——
فرمایا:

"میں چار سو مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا —— دشمن نے ہم پر
حملہ کیا اور میرے ساتھی شہید ہوئے، مقتولین کے درمیان صرف میں
زندہ بچا —— جب سورج ڈوبنے کا وقت ہوا تو اپنے اوپر فضا کی جانب
سے مجھے خوشبو کا احساس ہوا —— میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا بہت
سی خوش لباس لڑکیاں وہاں موجود ہیں۔ ان کی پوشاک ایسی حسین و جمیل،
تھی جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ان کے ہاتھوں میں پیالے تھے اور وہ
کچھ مقتولین کو پلا رہی تھیں ——— میں نے آنکھیں موند لیں ——— لڑکیاں
جب میرے پاس آئیں تو ایک نے کہا جلدی انھیں بھی پلا کر چلو۔ کہیں آسمان
کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔ اور ہم زمین ہی پہ رہ جائیں۔ دوسری بولی اسے
کیسے پلاؤں اس میں کچھ جان باقی ہے، تیسری بول پڑی ڈرنے کی بات نہیں
پلا دے ——— اور اس نے مجھے بھی وہ مشروب پلا دیا۔ اے حبیب!

جب سے میں نے وہ شربت نوشِ جاں کیا ہے مجھے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔
فقیر بدرؔ القادری عرض گزار ہے :- رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۴۰۲)

تو پلائے جسے تا حشر وہ تشنہ کیوں ہو؟ جس کو دیدار ملے تیرا وہ بھوکا کیوں ہو؟
رہے خلوت میں کہ صحرا و بیاباں میں پھرے جس کا مونس ہے تو وہ شخص اکیلا کیوں ہو؟
غم ہستی کے گریباں کو جو خود چاک کرے اس قلندر کو غم و فکر کا شکوہ کیوں ہو؟

بدرؔ! کیا سمجھائیں تری گوشہ نشینی کو لوگ!،
پوچھتے رہتے ہیں اس گوشہ میں تنہا کیوں ہو

کلمہ طیبہ لکھا پھل

ایک شیخ کا بیان ہے کہ میں ملکِ ہندوستان گیا ____ وہاں میں نے ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کی طرح تھے۔ اس کے دو چھلکے ہوتے تھے، جب ان چھلکوں کو الگ کیا جاتا تو اندر سے ہرے رنگ کا ایک ورق نکلتا جس پہ قدرتی قلم سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا تھا ___ اہلِ ہند اس سے حصولِ برکت کرتے اور جب بارش رک جاتی تو اس کے ذریعہ سے طلبِ باراں کیا کرتے تھے ____

راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ میں نے حضرت ابو یعقوب صیاد سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ____ میں جب ایلہ میں تھا تو میں نے ایک مچھلی شکار کی اس کی دائیں کنپٹی پر لا الٰہ الا اللہ، اور بائیں پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا ____ میں نے جب یہ دیکھا تو مچھلی کو احتراماً واپس دریا میں ڈال دیا ____ (ص ۴۰۲)

فقیر بدر القادری عرض کرتا ہے کہ اس انداز کی قدرتی نشانیاں دنیا میں بکثرت ظاہر ہو چکی ہیں ____ ابھی سالِ گذشتہ یورپین اخباروں میں یہ بات مشتہر

ہوئی کہ جرمنی کے اندر ایسا جنگل دیکھا گیا ہے جہاں درختوں کی موٹی موٹی ٹہنیاں اس طرح زمین سے اگی ہوئی تھیں جن سے صاف کلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے، اخبارات نے ان کی تصاویر بھی شائع کی ہیں۔

اسی طرح ہندوستان میں صوبہ یوپی کے شہر فیض آباد کشمیری محلہ میں ایک بکری کی پشت پر اسم پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاف لکھا ہوا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (یہ تقریباً ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے)

دورِ مغلیہ کے ہندوستان میں تاج محل کی تعمیر کے وقت سنگِ مرمر تراشتے ہوئے اس کے اندر صاف اسم پاک محمد تحریر کیا ہوا نکلا تھا جسے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ عالم کن فکان جو کچھ بھی ہے فداہُ امی وابی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے طفیل تو ہے۔

فقیر بدر القادری کہتا ہے

کونین کی جبیں پہ لولاک کا ہے جھومر   ذرّے اٹھیں سے تا باتاں روں میں بھی ضیا ہے
سب میں چھپی ہوئی ہے تنویر مصطفائی،   ہر ایک شاہِ دیں کی دہلیز کا گدا ہے!
قدرت کی کارگہ کی خاتم ہے اسم ان کا
مخلوق کے دلوں پہ نامِ نبی لکھا ہے،
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لوحِ محفوظ کا لکھا ہوا

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بحری سفر میں تھا۔ میرے ساتھ کے ایک مسافر کو جہاز ہی پر ہیضہ کی شکایت ہو گئی۔ وہ شخص رات میں میرے ہاتھ کے سہارے اٹھا اور میں نے جہاز کے اس حصہ میں اسے بٹھایا جہاں لوگ رفع حاجت کے لئے جاتے تھے۔ وہ حصہ بالکل لبِ کشتی تھا —— اسی دوران ایک زوردار موج آئی

اور جہاز کا وہ حصّہ اس زور سے اچھلا کہ بیچارہ سمندر میں چلا گیا — یہ صرف میں دیکھ رہا تھا، سب لوگ سو رہے تھے، ناچار میں لوٹ آیا — صبح فجر کی نماز کے وقت میں نے اس شخص کو اپنے پہلو میں پایا — میں نے اس سے قصّہ پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں سمندر میں گرا تو ابھی اندر تک نہیں پہونچا تھا کہ ایک بڑا پرندہ آیا اور اس نے میری ٹانگوں کے درمیان اپنی گردن ڈال کر مجھے باہر نکالا — پھر جہاز کو دیکھا تو یہ دور نکل چکا تھا۔ وہ مجھے لے کر اڑا اور لاکر عرشے پر اتار دیا۔ اور میرے کان کے پاس چونچ لگا کر عربی میں کہا کان ذٰلک فی الکتٰب مسطورًا یہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ (ص ۴۰۲ - ۴۰۳)

قبولِ اسلام کا سبب

روم کے ایک نو مسلم اپنے قبولِ اسلام کی وجہ بیان کرتے ہیں:

"مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا اور میں مجاہدین کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز فوج کے آخری حصّہ کو غافل پا کر، میں نے (اور مسیحی سپاہیوں کی مدد سے) دس مسلمانوں کو گرفتار کر لیا، اور قیدی بنا کر خچروں پر سوار کیا — اور ہر قیدی پر ایک پہرہ دینے والا مقرر کیا۔ ان میں سے ایک شخص کو میں نے ایک روز نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے پہریدار سے میں نے اس کے متعلق جواب طلبی کی — اس نے کہا جب نماز کا وقت آتا ہے تو یہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ مجھے نماز پڑھ لینے دو تمہیں ایک دینار دوں گا۔ اسی طرح یہ نمازیں پڑھتا ہے اور اشرفیاں دیتا ہے — میں نے پوچھا کیا اس کے پاس اشرفیاں ہیں؟ پہریدار نے کہا اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے — بلکہ جب نماز پڑھ لیتا ہے تو زمین پر ہاتھ مارتا ہے اور اس کے ہاتھ میں دینار آجاتا ہے اور مجھے دے دیتا ہے۔

نومسلم بیان کرتے ہیں کہ دوسرے روز میں نے ایک ادنیٰ درجہ کا لباس پہنا اور اس پہریدار کے ہمراہ چلنے لگا۔ تاکہ اس کی صداقت پرکھوں ـــــ ظہر کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھ سے اشارۃً کہا کہ نماز پڑھنے دو۔ میں تمہیں ایک دینار دونگا ـــــ میں نے بھی اسی طرح اشارہ میں کہا کہ ایک نہیں دو دینار لوں گا۔ انھوں نے رضا مندی ظاہر کی اور نماز پڑھنے کے بعد زمین پر ہتھیلی ماری اور دو دینار مجھے دے دیئے ـــــ عصر کا وقت ہوا تو انھوں نے پھر پہلے کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں پانچ دینار لوں گا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اور نماز پڑھنے کے بعد زمین پر ہاتھ مار کر مجھے پانچ دینار دیئے ـــــ اسی طرح مغرب کا وقت دس دینار میرے حوالے کئے۔ جب وہ منزل پر پہونچے، اور صبح ہوئی تو میں نے ان کا حال معلوم کیا ـــــ اور انھیں دارالاسلام لوٹنے کی اجازت دی انھوں نے لوٹنا منظور کیا اور میں نے ایک خچر پر بٹھا کر توشہ بھی دیا ـــــ اور خود اپنی سواری آگے چلائی۔ اس وقت انھوں نے مجھے دعا دی۔

اَماتَکَ اللہ تعالیٰ علیٰ اَحَبِّ الاَدیَانِ اِلَیہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ دین پر تمہارا خاتمہ فرمائے۔

میرے دل میں اسی وقت سے اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ ان کے ہمراہ میں نے اپنے قریبی لوگوں میں سے کئی ایک کو روانہ کیا اور ان سے کہدیا کہ تمہیں دارالاسلام کا جو پہلا شہر ملے وہاں انھیں پہونچا دو ـــــ اور ان صاحب کو دوات قلم اور کاغذ دیا کہ اپنی حد میں داخل ہونے کے بعد آپ میرے لئے فلاں علامت لکھ بھیجیں تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں۔ ان لوگوں نے آپ کو بحفاظت پہونچا دیا ـــــ انھیں جہاں جانا تھا، وہاں کا فاصلہ چار روز کا تھا۔ میرے ساتھی پانچویں روز واپس لوٹ آئے ـــــ مجھے اندیشہ ہوا کہ ان لوگوں نے انھیں قتل نہ کر ڈالا ہو ـــــ میں نے جب دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ سے رخصت ہو کر ہم لوگ دارالاسلام کے شہر میں جا پہونچے ـــــ اور اس کے بعد چار روز

ہمیں واپسی میں لگے ہیں ـــــــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین ۔

(ص ۴۰۳)

فقیر بدرؔ القادری عرض کرتا ہے ۔

خدا والے دلوں کی بستیاں آباد کرتے ہیں ؛ اسیر کفر کو اس قید سے آزاد کرتے ہیں ۔
چلا آتا ہے بیت اللہ خود ان کی زیارت کو ؛ صمیم قلب سے یوں وہ خدا کو یاد کرتے ہیں
خدا ان کو تصرف دیتا ہے اپنے خزانوں پر ،
عطا فرماتے ہیں وہ ، اور دلوں کو شاد کرتے ہیں

مرغی بازار میں اونٹ کی فروخت

حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، اہل یمن کی ایک قوم جہاد کے ارادے سے نکلی ـــــ ان میں سے ایک شخص جس گدھے پر سوار تھا وہ مرگیا اور لوگوں نے ان سے کہا تم ہم لوگوں کے ہمراہ سوار ہو جاؤ ، وہ نہیں مانے ۔ تازہ وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور کہا :

اے اللہ ! میں تیری راہ میں جہاد کرنے چلا ، اور مقصود صرف تیری رضا ہے ، اور میرا ایقان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور اہل قبور کو پھر زندہ فرمانے والا ہے ، میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرمادے ۔

اور پھر اٹھ کر گدھے کو ٹھوکر لگائی تو وہ کان جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا ـــــ انھوں نے اس پر پھر زین کسی اور لگام لگا کر سوار ہوئے اور اپنے مجاہد دوستوں سے جا ملے احباب نے پوچھا ۔ کیسے کیا ہوا ـــ ؟ انھوں نے کہا میں نے رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرا گدھا زندہ فرمادے ، تو اس نے زندہ فرمادیا ۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ مقام کناسہ میں میں نے وہ گدھا فروخت

ہوتے دیکھا ـــــ ایک شخص نے اپنے محلہ میں جاکر لوگوں سے کہا کہ گدھا مرکر پھر زندہ ہوا ہے ـــــ لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ کہیں گدھا مرکر پھر زندہ ہوا ہے یہ شخص حضرت شعبی پر الزام لگا رہا ہے ۔ اور کہا اگر سچے ہو تو ہمارے ساتھ ان کے پاس چل کر تصدیق کراؤ ـــــ بیان کرنے والا حضرت شعبی کے پاس گیا اور عرض کیا حضرت! کیا آپ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا تھا ـــــ اس وقت حضرت شعبی نے فرمایا یہ کب کی بات ہے ـــ ؟ ـــــ یہ سن کر منکرین کہنے لگے ہم جانتے تھے کہ اس نے حضرت ابو عمر شعبی پر یہ بہتان لگایا ہے ۔ وہ سب لوگ جاچکے تو بیان کرنے والے نے پھر عرض کیا ۔ ابو عمر! کیا آپ نے یہ واقعہ مجھ سے نہیں بیان فرمایا تھا ـــــ آپ نے جواب ارشاد فرمایا :

وَیحَکَ ھَل تُبَاعُ الاَبلُ فی سُوقِ الدَّجَاج تم پر افسوس! کیا کہیں مرغی مارکیٹ میں اونٹ فروخت کیے جاتے ہیں ۔

شیخ یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، حضرت شعبی نے انکار اس لئے کیا کہ بیان کرنے والے شخص نے ایک عظیم کرامت ایسے لوگوں سے بیان کی جن کی عقلیں قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں ۔ اور ان کے فہم و فراست کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی تھی ـــــ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لا تُعطُوا الحکمۃَ غیرَ اھلِھا فَتَظلِمُو ھا ولا تمنعوھا عَنْ اھلھا فَتَظلِمُوھُم

حکمت نااہل کے سامنے نہ رکھو کہ یہ علم و حکمت پر ظلم ہے اور جو اس کے اہل ہیں ان سے پوشیدہ نہ رکھو ورنہ ان پر ظلم ہوگا ۔

(ص ۴۰،۴۴)

بدر القادری عرض کرتا ہے ۔

اہلیت لازم ہے حکمت کے لئے	چاہتا ہے علم بھی ظرف و نظر
ہر زمیں سے زعفراں اگتا نہیں	بنجروں میں بیج کو ضائع نہ کر

خاص ماحول میں شاہین جنم لیتا ہے — ہر فضا لائق بازیگہ شہباز نہیں
علم وحکمت کو بھی درکار ہے عالی ظرفی — سربازار عیاں کرنے کا یہ راز نہیں

سیرِ عارفاں

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بیت المقدس کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک عورت ملی، میں نے اس سے پوچھا اے مسافر عورت! کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے۔؟

جواب: اس کا آشنا، مسافر کیسے ہوسکتا ہے۔؟ اور اس کی محبت رکھنے والا راستہ کیسے بھول سکتا ہے۔؟ اچھا آؤ تم میری لکڑی کا سرا تھام کر آگے آگے چلو شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے کے موجب میں زیادہ سے زیادہ سات قدم چلا ہونگا کہ بیت المقدس کی مسجد نظر آگئی میں نے ہاتھ سے آنکھوں کو ملا کہ شاید مجھے اشتباہ ہورہا ہے۔ خاتون بولیں:

"اے شخص تیری سیر زاہدوں کی سیر ہے اور میری سیر عارفوں کی، زاہد چلتا ہے، عارف پرواز کرتا ہے اور چلنے والا بھلا اڑنے والے کو کب پا سکتا ہے —؟— یہ کہہ کر غائب ہوگئی، میں نے پھر انھیں نہیں دیکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین)

(ص ۴۰۴-۴۰۵)

پتھر سے چشمہ جاری

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک بکری چرانے والے کے پاس سے گزرا، اور پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے۔؟ اس نے کہا

جی ہاں، آپ کو دونوں میں سے کیا پسند ہے ؟ ۔ میں نے کہا پانی ۔ اس نے فوراً پتھر کی سخت چٹان پر اپنا ڈنڈا مارا ، اور اس سے پانی جاری ہو گیا ـــــ میں نے جب اس پانی کو پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا ، میں تعجب میں پڑ گیا ۔ انھوں نے کہا :

"حیرت نہ کرو ، جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے ،، رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا ، آمین

(ص ۴۰۵)

فقیر بدر القادری عرض کرتا ہے :

عصائے موسوی کی ضرب ہے ، ضربِ قلندر میں ؛ نظر کر دے تو منظر سارا آب زر نظر آئے
بوقت مرگ سب روتے ہیں اور وہ مسکراتا ہے ؛ مسافر جس طرح لمبے سفر کے بعد گھر آئے
خدا کے پاک بندے عظمتِ مولا کے مظہر ہیں ؛ زمانہ بے بصر ہے اس کو کیا جوہر نظر آئے

حضرت سلمان فارسی کی کرامت

سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن سے ایک مہمان کے ہمراہ روانہ ہوئے ، آپ نے جنگل میں ہرن اور دیگر جانوروں کو گھومتے پھرتے اور پرندوں کو پرواز کرتے ہوئے دیکھا ۔ فرمایا :

"تم میں سے ایک تندرست ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس آجائے ۔ کیونکہ میرے ساتھ ایک مہمان ہے اور میں اس کی عزت و ضیافت کرنا چاہتا ہوں ۔

چنانچہ ہرن اور پرندہ دونوں آگئے ـــــ مہمان نے یہ منظر دیکھا تو کہا ، سبحان اللہ ! یہ بھی آپ کے فرمانبردار ہیں ـــــ ؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

اَفَتَعَجَبُ مِنْ هٰذَا ، هَلْ رَأَيْتَ   کیا تم اس پر متعجب ہو ، کیا تم نے کسی ایسے

عبدٌ اطَاعَ اللہَ فعصَاہ شَیئی

بندہ کو دیکھا جو اللہ کا مطیع ہو اور کوئی شے اس کی نافرمان ہو۔ رضی اللہ عنہ

ہے زمیں کا چپہ چپہ زیرِ فرمانِ رسول،
مصطفٰے کی سلطنت کے اولیا رہیں عاملین،
وہ خدا کے زیرِ فرماں ان کی طاعت کیش خلق
خلق پر مضبوط ہے بندش جنود اللہ کی
ہے حکومت کل جہاں پر اولیاء اللہ کی
باوقار پُر شکوہ عظمت ہے حزب اللہ کی

بدرؔ

حبشی عارف

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت ایوب السختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں سفر فرما رہے تھے۔ انھوں نے ایک حبشی شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے آیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے اس سے پوچھا: تیرا رب کون ہے؟

حبشی: مجھ جیسے شخص سے آپ یہ پوچھ رہے ہیں۔ یہ کہہ کر لکڑی کا بوجھ زمین پر رکھا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا کہا اے پروردگار اسے سونا بنا دے چنانچہ لکڑیوں کا وہ بوجھ فوراً سونا بن گیا (مزید کہا) کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔؟

شیخ عبدالواحد: میں دیکھ رہا ہوں۔

حبشی: اے اللہ اسے پھر لکڑی بنا دے ـــــ یہ کہتے ہی پورا بوجھ پھر لکڑی بن گیا۔ (پھر کہا، عارفین سے سوال کرتے رہو۔ ان کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔

حضرت ایوب فرماتے ہیں: میں اس حبشی کا کمال دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ اور اتنا شرمندہ ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور میں نے پوچھا۔ کیا آپ کے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے اشارہ کیا، فوراً ہمارے پاس ایک پیالہ آگیا جس میں شہد تھا۔ جو برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا

حبشی : لیجئے تناول کیجئے۔ یہ مکھیوں کے شکم سے نکلا ہوا نہیں ہے۔

ہم نے کھایا تو اس سے میٹھی کوئی شے ہمیں یاد نہ رہی۔ ہم نے تعجب کا اظہار کیا

حبشی : ایسی کرامتوں پر تعجب کرنے والا عارف نہیں ہوتا۔ اور جو متعجب ہو جان لو کہ وہ اللہ سے دور ہے، اور جو شخص کرامتیں دیکھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ سے ناواقف ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہم آمین)

(ص ۴۰۵)

خلوتِ با خدا

حضرت شیخ واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل کی سیر کرتے ہوئے ایک دیہاتی کے پاس پہونچے، جو تنہا تھے۔ فرماتے ہیں:

میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کچھ پوچھنا چاہا تو کہنے لگے "اللہ کے ذکر میں لگے رہو کیونکہ اللہ کا ذکر قلب کی شفا ہے" —— پھر فرمایا: انسان ذکرِ الٰہی سے سست اور کاہل کیوں ہو جاتا ہے حالانکہ موت اس کی گھات میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے —— یہ کہہ کر رونے لگے۔ ان کے ساتھ میں بھی رونے لگا —— کچھ دیر بعد میں نے پھر پوچھا۔ آپ تنہا کیوں ہیں —؟ فرمایا میں اکیلا نہیں ہوں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جب وہ میرا انیس و دمساز ہے تو میں تنہا نہیں ہوں۔ اس کے بعد جلدی سے میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، یہ کہتے ہوئے:—

"اے میرے پروردگار! تیری بیشتر مخلوق تجھے چھوڑ کر غیر کے ساتھ مشغول ہے، حالانکہ تو تمام چھوٹی ہوئی چیزوں کا نعم البدل ہے اے ہر غریب کے ساتھی، اے ہر تنہا کے مونس، اے بے سہارا

کی پناہ ،،

شیخ واسطی فرماتے ہیں وہ آگے آگے چلے جارہے تھے اور میں ان کے پیچھے لگا تھا۔ پلٹ کر مجھے دیکھا اور کہا :

" اللہ تمہیں عافیت بخشے ، مجھ سے بہتر کو تلاش کرو ، اور مجھے اپنے سے بہتر کے ساتھ رہنے دو ،، پھر نظر سے غائب ہو گئے۔

رضی اللہ عنہ (ص ۴۰۶)

سونے کی زمین سونے کا آسمان

سیر بیاباں کے دوران ، حضرت ذو النون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھاس پر لیٹے ہوئے ایک شخص ملے ، سلام وجواب کے بعد انھوں نے پوچھا۔

: کہاں کے باشندے ہو ؟

: مصر کا

: کہاں جارہے ہو ؟

: اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس تلاش کر رہا ہوں ۔

: دنیا و آخرت کو ترک کر دو ، اس وقت طلب صادق ہو گی ، اور محبتِ مولا کی منزل پا جاؤ گے ۔

: یہ بات درست ہے ، ذرا اس کی وضاحت فرمادیں !

: کیا ہمارے حاصل کئے ہوئے پر تہمت لگا رہے ہو ؟ تم جو کہتے ہو ہمیں اس سے سوا عطا ہوا ہے یعنی اللہ کی معرفت

: میں آپ پر تہمت نہیں باندھتا ، بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں کہ اس نورانی کلام کو مزید منور فرمایئے ۔

: اے ذو النون ! اوپر دیکھ !

میں نے نظر اٹھائی تو آسمان سونے کا بن گیا تھا اور زمین بھی سونے کی بن گئی تھی۔ اور دونوں چمک رہے تھے،،

: اب آنکھیں بند کرو!

میں نے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں تو سب کچھ پھر اپنی اصلی حالت پر تھا۔ پھر میں نے دریافت کیا اس کی جانب راستہ کس طرح ملے گا ؟

فرمایا: اگر تو اللہ کا بندہ ہے تو اس کے لئے سب سے الگ ہو جا،،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۴۰۶ - ۴۰۷)

اللہ کا عاشق

حضرت شیخ محمد مقدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ملک شام کے ایک پاگل خانے میں گئے ــــ وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑی گلے میں فولادی طوق اور پورا جسم زنجیر سے جکڑا ہوا تھا۔ شیخ فرماتے ہیں، مجھے دیکھا تو بولے، ،،محمد! دیکھ رہے ہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے ــــ میں آپ کے ذریعہ اس تک یہ بات پہونچانا چاہتا ہوں۔

"اگر تو میرے لئے آسمانوں کو طوق اور زمین کو زنجیر بنا کر میرے ہاتھ پاؤں میں ڈال دے پھر بھی میں تجھے چھوڑ کر لمحہ بھر کے لئے بھی غیر کی جانب التفات نہیں کروں گا۔،،

عَلٰی بُعْدِكَ لَا يَصْبِرُ مَنْ عَادَتُهُ الْقُرْبُ　　وَلَا يَقْوٰى عَلٰى قَطْعِكَ مَنْ تَيَّمَهُ الْحُبُّ

جسے تیرے قرب کی عادت ہو گئی، وہ تیری جدائی پر صبر نہیں کر سکتا۔ اور وہ قطع تعلق پر قادر نہیں جسے محبت نے وارفتہ کر دیا ہو۔

وَحُبُّكَ فِیْ قَلْبِیْ وَفِیْ كَبِدِیْ اِذَا　　لَمْ تَرَكَ الْعَيْنُ فَقَدْ اَبْصَرَكَ الْقَلْبُ

تیری محبت میرے دل میں اور میرے جگر میں ہے اگر تجھے آنکھ نہیں دیکھتی تو کیا،

دل تو دیکھتا ہے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معلمِ عرفاں

حضرت ذو النون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے لوگوں نے ایک عرب بزرگ کی عظمت شان، ان کی عارفانہ باتیں اور حسنِ کلام کا ذکر کیا۔ میں ان سے ملنے گیا۔ چالیس روز ان کی خدمت میں رہا۔ ان کی مشغولیاتِ عبادت کی وجہ سے اس مدت میں، میں ان کے علم سے فیض یاب نہ ہو سکا۔ ایک روز مجھے دیکھ کر انھوں نے میرے بارے میں پوچھا، میں نے اپنا حال بتایا۔ فرمایا۔ میرے پاس کس لئے آئے ہو ؟

حضرت ذو النون: آپ سے ایسے علم کی خواہش میں حاضر ہوا ہوں جو مجھے اللہ کا راستہ دکھا دے۔

عرب بزرگ: اللہ سے ڈرو اس سے مدد مانگو ــــــ اسی پر توکل کرو وہی حمد کا سزاوار حقیقی سرپرست ہے۔

اتنا فرمانے کے بعد خاموش بیٹھ رہے ۔ میں نے عرض کیا اللہ آپ پہ رحم فرمائے کچھ اور بیان فرمائیں ــــ میں مسافر، آپ کی خدمت میں دور دراز سے آیا ہوں اور اپنے قلب میں آنے والے شبہات کا آپ کے ذریعہ ازالہ چاہتا ہوں ۔

عرب بزرگ: پہلے یہ بتاؤ تم متعلم ہو، عالم ہو یا مناظر ؟

حضرت ذو النون: میں ایک ضرورت مند متعلم ہوں

عرب بزرگ: متعلم ہو تو متعلم کی طرح رہو ــــــ اور آدابِ سوال ملحوظ رکھو کیونکہ اگر تم آداب میں کمی یا جسارتِ بے جا سے کام لو گے تو فیض معلم تم سے اٹھ جائے گا۔ عقل والے علماء اور عرفان والے صوفیاء صدق و وفا کی راہ پہ چلتے ہیں ــــ اور قرب و صفا کے قدم سے

غم و بلا کی وادیاں سَر کرتے ہیں۔ اور دارین کی بھلائی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ذوالنون: یرحمک اللہ۔ ارشاد فرمائیں کہ بندہ اس مقام پر کب پہونچتا ہے۔

عرب بزرگ: جب وہ اسباب و انساب سے بلند ہو جاتا ہے۔ وہ قلب سے سارے تعلقات کاٹ ڈالتا ہے۔

حضرت ذوالنون: حضور عالی! بندہ کو یہ رتبہ کب ملتا ہے۔؟

عرب بزرگ: جب وہ طاقت و قوّت سے نکل جائے۔ اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہے۔ جس کا وہ مالک ہو نہ اس کی کوئی ایسی حالت ہو جس سے وہ واقف ہو

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۰۹)

معرفت کی باتیں

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں ایک بزرگ سے ملے، جن کے چہرے پر معرفت کی روشنی تھی۔ خود فرماتے ہیں میں نے پوچھا۔

: اللہ کے قرب کا راستہ کیسے ملتا ہے۔؟

فرمایا: اللہ کو پہچان لو تو تمہیں اس کی طرف جانے کا راستہ بھی مل جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے شخص، خلاف و اختلاف کو چھوڑ دو۔

حضرت ذوالنون: حضرت والا! کیا علماء کا اختلاف رحمت نہیں ہے۔؟

فرمایا: بیشک ہے۔ مگر تجرید اور توحید میں اختلاف رحمت ہرگز نہیں

حضرت ذوالنون: تجرید اور توحید کیا ہے۔؟
فرمایا: خدا کو پانے کے لئے مخلوق کا دیدار چھوڑ دینا۔
حضرت ذوالنون: کیا عارف کبھی مسرور بھی ہوتا ہے۔؟
فرمایا: عارف کو کبھی غم بھی ہوتا ہے کیا۔؟
حضرت ذوالنون: کیا اللہ کے عارف کا غم دراز نہیں ہوتا۔؟
فرمایا: : جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اس کا غم مٹ جاتا ہے۔
حضرت ذوالنون: کیا دنیا عارفوں کے دل کو تغیر میں ڈالتی ہے۔
فرمایا: عارفین کے قلوب کو آخرت متغیر نہیں کر سکی، تو دنیا کیا کریگی؟
حضرت ذوالنون: کیا اللہ کی پہچان حاصل کر لینے والا لوگوں سے وحشت زدہ نہیں ہوتا۔؟
فرمایا: ایسا نہیں بلکہ وہ اللہ کی جانب مائل رہتا ہے۔ اور لوگوں سے مجرّد۔
حضرت ذوالنون: کیا عارف کو اللہ کے سوا کسی اور شیٔ سے افسوس بھی ہوتا ہے۔؟
فرمایا: کیا عارف اللہ کے ماسوا کو جانتا بھی ہے جس پر افسوس کرے؟
حضرت ذوالنون: کیا عارف اللہ کی جانب مشتاق ہوتا ہے۔؟
فرمایا: کیا عارف اللہ سے لمحہ بھر غائب بھی ہوتا ہے کہ مشتاق ہونے کا سوال اٹھے۔؟
حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے۔؟
فرمایا: اسم اعظم اللہ کی عظمت و ہیبت اور جلال کے ساتھ "اللہ" کہنا ہے۔
حضرت ذوالنون: میں اکثر (اسم ذات) کہتا ہوں مگر ہیبت طاری نہیں ہوتی؟
فرمایا: اس لئے کہ تم اپنے لحاظ سے کہتے ہو، اس کی ذات کے لحاظ

سے نہیں کہتے۔

حضرت ذوالنون: مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔

فرمایا: اتنا جان لینا کافی ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں پھر میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مزید عرض کیا، اب میرے متعلق کیا حکم ہے۔

فرمایا: وہ تجھے ہر حال میں جانتا ہے تو بھی اسے فراموش نہ کر۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین)

(ص ۴۱۰)

عارفوں نے یہ راز فاش کیا بدر لے لو بن کے عبد اللہ
ذکر کامل جلال وہیبت سے اسم اعظم ہے اسم ذات "اللہ"

مرشد کامل اور تعمیر انسانیت

حضرت شیخ ابو العباس جرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت شیخ ابو احمد اندلسی رضی اللہ عنہ کی زیارت کو گیا —— ان کے پاس ہم نے لوگوں کا اژدحام دیکھا۔ اور نقیب دیکھے اور ہر نقیب کے ماتحت بڑی بڑی جماعت ہوتی تھی — ہمیں دیکھ کر شیخ نے فرمایا:

"بچہ معلم کے پاس جب سادی تختی لے کر آتا ہے تو معلم اس پہ لکھتا ہے، تختی اگر پہلے ہی سے پُر ہو تو معلم اپنی تحریر کہاں ثبت کرے، اس وقت وہ کہتا ہے کہ لوٹ جاؤ"

دوسری بار ہماری جانب نگاہ التفات اٹھائی اور فرمایا:

"جو انسان کئی گھاٹ کا پانی پیتا ہے، اس کے مزاج

میں تغیر آجاتا ہے، اور جو ایک ہی پانی پر اکتفا کرتا ہے، اس کا مزاج یکساں رہتا ہے۔

میں نے شیخ اندلسی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید کے گھر میں تقریباً پندرہ سال کی عمر کے چار سو نوجوانوں کو دیکھا جو تمام کے تمام اہل کشف تھے۔ ایک روز حضرت شیخ اندلسی کا خادم میرے پاس آیا۔ اور میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؒ کے پاس ایک بڑی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور آپ کچھ فرما رہے تھے — میں جا کر بیٹھ گیا تو بے ہوش ہو گیا۔

"اس وقت مجھ پر عالم ملکوت کا انکشاف ہوا۔ اور شیخ کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں ایک بڑا تیشہ لئے ہوئے میرے سر پر کھڑے ہیں، اور میرے جسم کی عمارت منہدم کر رہے ہیں، اور میں دیکھتا رہا کہ میرا ایک ایک عضو بدن کٹ کٹ کر زمین پر گر رہا ہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے میرے پاؤں کے ٹخنوں تک کو جدا کر دیا — اور میرے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹنے سے بچ نہ سکا۔
اس کے بعد آپؒ نے جسم کی نئی عمارت بنانی شروع کی اور ٹخنوں سے شروع کر کے دماغ تک مکمل کیا پھر فرمایا — اب تم بے نیاز ہو چکے — اپنے شہر واپس جاؤ۔

جب میں ان کی مجلس پاک سے باہر آیا تو مجھ پہ سارا عالم علوی روشن تھا اور اس کی کوئی شئے مجھ سے مخفی نہیں تھی (ص ۴۱۰-۴۱۱)

فقیر بدر القادری نے عرض کیا ہے:

شیخ کامل کی نگاہوں میں ہے روشن ملکوت
رکھ یقیں باطنی اخلاق کا معمار ہے وہ

جو تحمل سے کرے اس کی جراحت کو قبول ،
اپنی دنیا کے لئے قافلہ سالار ہے وہ

کشفی قوت

حضرت ابو العباس حرار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ــــ حضرت شیخ ابو یوسف دہمانی رضی اللہ عنہ شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے ــــ انھوں نے ایک روز مجھے شیخ قرشی کے پاس مجلس کی بابت دریافت کے لئے بھیجا کہ آج مجلس ہو گی یا نہیں۔ ؟ میں جب ان کے دروازے کے نزدیک صحن میں پہونچا تو خوف کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا ــــ اتنے میں ایک دریچہ کھلا اور ایک کنیز نے سر باہر نکال کر کہا اے احمد ! شیخ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جا کر شیخ ابو یوسف کو بتا دو کہ آج ہماری مجلس نہیں ہو گی بغیر میرے پوچھے ہوئے، شیخ کا جواب پا کر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا ــــ واپس شیخ ابو یوسف کے پاس پہونچا تو وہ لیٹے ہوئے تھے ــــ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ــــ تم صحن میں پہونچ کر کھڑے کیوں ہو گئے تھے کہ کنیز نے تمہیں جواب دیا ــــ شیخ کے پاس کیوں نہیں گئے ــــ میں نے عرض کیا میں ان سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا : تم جب تنہا ہو تو ان سے ہیبت زدہ رہو مگر جب میرے ساتھ جاتے ہو تو ڈرنے کی بات نہیں بے خوف جایا کرو۔

ارباب فکر نے شیخ ابو العباس سے دریافت کیا اس واقعہ میں دونوں بزرگوں میں سے کس کا کشف زیادہ ملتا ہے ؟

فرمایا : شیخ ابو عبد اللہ قرشی کا ،، رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین

(ص ۱۱۴)

علمِ لدنی سے جواب

حضرت ابو العباس حرار ہی کا فرمان ہے کہ میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت ابو العباس مرسی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ عظیم شخص تھے۔ اسی وقت ایک آدمی نے حضرت سے پوچھا: عقل افضل ہے یا روح۔؟
اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت اپنی روح کو عالمِ بالا کی سیر میں لے گئے۔ اور ہمراہ میری روح کو بھی لے چلے۔ ہم آسمان دنیا پر پہونچے میں وہاں ملائکہ اور انوار و تجلیات میں منہمک ہو گیا ـــــ اور حضرت مجھ سے غائب ہو گئے میں نے اپنے لئے کوئی مستقر تلاش کیا تو نہ پا سکا ـــــ بالآخر میں اتر آیا ـــــ میں نے دیکھا کہ شیخ اپنی غیبت میں کھوئے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائے اور سوال کرنے والے سے فرمایا:

"جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس کے ساتھ تھے اور پھر وہ اپنی حد پہ پہونچ کر رک گئے ـــــ اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کی ایک جگہ متعین ہے میں جب سے پیدا ہوا ہوں اس سے آگے نہیں بڑھا ـــــ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں تشریف لے جانا تھا حضرت جبرئیل کے بغیر گئے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام روح تھے، اور اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقل تھے،

گویا شیخ ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کو اس کے اصل مقام سے لیا اور تقلید اور معقول سے نہیں حاصل کیا، ارباب معارف اور اصحاب علم لدنی شیوخ کا یہی طریقہ ہے۔ (رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین) ص ۱۱۴ - ۱۱۲ -

السابقون الاولون

وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اپنی تجرید کے دور میں مصر کی ایک مسجد میں آمد و رفت رکھتا تھا ــــ وہ مسجد قرافہ کے راستے میں کمہاروں کے آدے کے مقابل تھی ۔ میں اسی میں سوتا تھا اور شب میں اٹھ کر قبرستان، جنگل ویرانے میں جایا کرتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قبرستان والوں کا حال منکشف فرمایا ــــ مجھے نعمتوں برکتوں سے نوازے ہوئے لوگ بھی نظر آئے اور وہ لوگ بھی جن پر عذاب ہو رہا تھا ۔ سب کے حالات مختلف تھے ۔ میں نے سب سے بہتر ان لوگوں کو پایا جو فتح سے قریبی جانب میں مدفون ہیں ۔

حضرت علامہ یافعی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالعباس کو ان کی وصیت کے مطابق قبرستان کے مقام مذکورہ میں ہی دفن کیا گیا وہیں میں نے ان کے مرقد کی زیارت کی ہے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص ۲۱۲)

موت کے تحائف

وہی شیخ ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں ایک بار بیمار ہوا ۔ چت لیٹا پڑا تھا ۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے پرندوں کا جھنڈ ہے جس میں سفید سبز سرخ رنگ برنگ کے پرندے ہیں جو ایک ہی ساتھ اپنے بازوؤں کو سمیٹتے ہیں اور پھر ایک ہی ساتھ کھولتے ہیں ۔ اور بہت

سے آدمی ہیں جن کے ہاتھوں میں ڈھکے ہوئے خوان ہیں جن میں تحائف ہیں جو لائے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات آئی کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں آگے چلا اور کلمۂ شہادت کا ورد کرنے لگا ـــــ ان میں سے ایک مجھ سے مخاطب ہوا۔ اور کہا۔ ابھی تیرا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ تحائف ایک دوسرے مومن کے لئے ہیں جس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ میں ان کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ میری نگاہ سے غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (ص ۴۱۲)

شاخ ریحان

حضرت داؤد عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں دفن کرنے کیلئے جب قبر میں اتارا گیا تو زمین قبر پر ریحان کا فرش بچھا ہوا تھا۔ دفن کرنے والے نے ان میں سے سات شاخیں نکال لیں۔ وہ اس کے پاس ستر روز تک رہیں اور ان کی تر و تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لوگ آکر انھیں دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ اس کے بعد ان شاخوں کو امیر نے اس سے لے لیا مگر امیر کے پاس سے شاخیں غائب ہو گئیں۔ (ص ۴۱۲)

مجلس ذکر کی برکت

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے مسکینہ طفاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا ـــــ میں نے کہا مرحبا اے مسکینہ!

فرمایا: خبردار خبردار اب مسکنت چلی گئی اور امارت آگئی ہے

بزرگ: مبارکباد

مسکینہ: اس کی حالت کیا پوچھتے ہو جس کے لئے ساری بہشت مباح کردی گئی ہو۔

بزرگ: یہ کس طرح ہوا ؟

مسکینہ: مجلس ذکر کی وجہ سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا آمین)

(ص ۴۱۲)

پتھر کی بات چیت

حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سیر و سیاحت کے بعض مراحل میں مجھے پتھروں سے استنجا کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز ایک پتھر اٹھایا۔ تو اس سے آواز آئی، خدا کے لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے استنجا نہ کریں۔ میں نے دوسرا پتھر اٹھایا تو اس سے بھی ایسی ہی آواز آئی ـــــ اس وقت مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم یاد آیا۔ پھر میں نے ایک پتھر کو اٹھا کر کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تجھی سے پاکی حاصل کروں اور یہ تیرے لئے بھی بہتر ہے۔ (ص ۴۱۲۔ ۴۱۳)

غیبی سکّہ

حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو مکہ معظمہ میں چھوڑ کر مصر آیا ـــــ پھر اس کے بعد انھوں نے میرے پاس آکر سلام کیا ـــــ میں انھیں دیکھ کر مسرور ہوا ـــــ انھوں نے کہا بھائی! مجھے

بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے کہا میرے پاس تو کچھ ہے نہیں ــــ اور حال یہ ہے کہ نہ میں کوئی محنت مزدوری کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ ابھی میں یہ بات پوری نہ کر پایا تھا کہ مکان کے دریچے سے ایک پرندہ اندر داخل ہوا اور ایک سونے کا سکہ میری گود میں گرا کر چلا گیا۔ میں نے اس سے ان کے لئے کھانا خرید کر کھلایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ص ۱۳۴)

امتحانِ ارادت

شیخ ابوالعباسؒ کے تلمیذ رشید شیخ صفی الدین ابو منصور فرماتے ہیں میرے استاذ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ حضرت کے اہل تعلق میں سے کئی لوگ ان سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے فرمایا۔ "میری اس بیٹی سے نکاح کرنے کا کوئی ارادہ نہ کرے۔ حق تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے وقت ہی مجھے اس کے شوہر کی اطلاع فرمادی تھی میں اس کا منتظر ہوں۔"

شیخ صفی الدینؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے والد کے ہمراہ رہتا تھا۔ میرے والد ملک اشرف کی وزارت پر فائز تھے۔ اور ہم لوگ فرات کے اس پار رہتے تھے ــــ ہم لوگ جب مصر میں داخل ہوئے تو ملک عادل نے میرے والد محترم کو قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ ابو عزیز کے پاس بھیجا تاکہ وہ یمن جاکر ملک مسعود بن ملک کامل کی مدد کریں۔ اس وقت مجھے شیخ ابو العباس حرار کی خدمت میں حضوری اور ان کی مصاحبت کی سعادت ملی۔ میرا حال یہ تھا کہ بچپن ہی سے جب کبھی حضرت کا تذکرہ ہوتا تو ان کی صورت میرے

سامنے ہوتی تھی ـــــ میں جب ان کے روبرو بیٹھا تو میری حالت بدل گئی ـــــ میں پہلے اچھی ہیئت میں تھا میرے پاس چمکدار زریں لباس اور سواری کا عمدہ خچر تھا۔ حال یہ ہوا کہ میں گھر اور سب کچھ خیر باد کہہ کر شیخ ہی کا ہو رہا ـــــ میرے والد گرامی بڑے کرّ و فر کے ساتھ مکہ معظمہ کی سفارت سے واپس آئے ان کے استقبال اور ملاقات کے لئے مصر کے بہت لوگ خیمہ و خرگاہ کے ساتھ شہر کے باہر تک گئے ـــــ شیخ نے مجھ سے بھی فرمایا کہ اپنے والد کی ملاقات کرنے کے لئے جاؤ ـــــ میں نے عرض کیا آپ کے سوا میرا کوئی باپ نہیں۔ میں آئندہ نہ ان کی سواریوں پر سوار ہوں گا اور نہ ہی ان کے ساتھ کھانا کھاؤں گا ـــــ شیخ نے فرمایا (وزیر زادگی کی شان و شوکت سے نہ سہی فقیرانہ) خستہ حالی ہی کے ساتھ چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نہایت معمولی سواری پر بیٹھ کر پھٹے پرانے فقیرانہ کپڑوں کے ساتھ روانہ ہوا ـــــ میرے اعزہ میری بری حالت دیکھ کر آنسو بہاتے تھے۔ اور والد صاحب سے جب میں نے حاجیوں کے مستقر پر ملاقات کی تو میں اکیلا تھا، میں نے انھیں سلام کیا مگر انھوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ ان کے ساتھ سرداران فوج، احباب، غلام، خدام سبھی تھے ان میں سے کسی نے بھی مجھے نہیں پہچانا ـــــ پھر انھیں جب معلوم ہوا تو حیران رہ گئے ان کا چہرہ فق ہو گیا......۔ اللہ انھیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

اس کے بعد میرے خویش و اقارب رشتہ دار اور بھائی جو استقبال کے لئے آئے تھے ان سے ملے اور سب اکٹھے ہو گئے۔ میں اکیلا ایک گوشہ میں کھڑا رہا۔ وہ لوگ جب ان کی قیام گاہ پر پہونچے تو شہر سے ان کے لئے جو تحائف کھانے وغیرہ لائے تھے پیش کئے گئے۔ ان کے ہمراہ جتنے لوگ تھے، اور

جو حضرات ملنے کی غرض سے آئے تھے سب دسترخوان پر یکجا ہوئے۔ صرف میں تنہا الگ رہا اور میں سخت گریہ زاری میں مبتلا تھا۔ اس قیدی کے مانند جو اپنے اہل و عیال سے الگ کئے جانے کے وقت آہ و زاری کرتا ہے۔

بالآخر میرے والد نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں اپنی حالت کو نہیں بدلوں گا تو وہ مجھے قید کر دیں گے ــــ میں نے یہ بات شیخ کو بتائی ــــ شیخ نے مجھے اپنی خانقاہ سے نکال دیا۔ اور کہا اپنے باپ کے پاس جاؤ، اور یہاں نہ آنا ــــ اس حالت میں میں ایک عرصہ تک گریہ و زاری کرتا رہا۔ اور لیلیٰ کے مجنوں کا یہ شعر پڑھتا رہا

جُنِنَّا بِلَيْلَىٰ ثُمَّ جُنَّتْ بِغَيْرِنَا وَأُخْرىٰ بِنَا مَجْنُونَةٌ لَا نُرِيْدُهَا

میں لیلیٰ پر دیوانہ ہوا تو وہ کسی اور پہ پاگل ہو گئی۔ اور ایک مجھ پر بھی فریفتہ ہو گئی ہے جسے میں نہیں چاہتا۔ اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیخ کے مقصد کا انکشاف ہوا کہ وہ میری سچائی اور خلوص کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ میرے معاملہ میں وہ اپنی خواہش اور ارادے سے بری الذمہ ہو جائیں ــــ اس وقت شیخ کی جانب سے میرا دل صاف ہو گیا۔ اور والد صاحب کے مکان میں، میں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ رہا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو، کھانے، پینے اور سونے کے قریب نہیں جاؤں گا۔ اور نہ یہاں سے باہر نکلوں گا۔ والد صاحب تک میری بات پہونچ گئی کہ شیخ نے مجھے اپنے پاس سے بھگا دیا ہے اور میں نے ایسی ایسی قسم کھا رکھی ہے۔ انھوں نے کہا، اسے چھوڑ دو بھوک پیاس لگے گی تو خود کھائے گا پئے گا میں تیسرے روز بھی جب اپنی قسم پر قائم رہا ــــ وہ سو کر بیدار ہوئے تو کہا۔ اس سے کہدو کہ شیخ کے پاس ہی چلا جائے اور جو چاہے وہ کرے۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا، اگر والد صاحب واقعی یہ چاہتے ہیں تو مجھے اپنے

ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں چلیں ۔ اس سے میرا مقصد شیخ کی عزت افزائی تھی ـــــ والد صاحب راضی ہو گئے اور مجھے لے کر پیدل مسجدِ شیخ میں پہونچے ۔ انھوں نے شیخ کی دست بوسی کی اور کہا :

"حضرت یہ آپ کا لڑکا ہے ، اسے جو چاہیں کریں ، میری آرزو تو یہ تھی کہ اس کی جگہ میں خود آپ کی خدمت گزاری کرتا "

شیخ نے فرمایا : مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرزند کے ذریعہ آپ کو نفع دے گا ۔"

اس کے بعد مجھے شیخ کے حوالے کر کے واپس چلے گئے اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَہٗ وَجَزَاہُ عَنِّیْ خَیْرًا اس کے بعد میں نے انھیں ایک ماہ تک نہیں دیکھا ـــــ میری یہ خدمت تھی کہ روزانہ دو گھڑے پانی سے بھرے ہوئے ، ننگے پاؤں ، شیخ کے گھر لے جایا کرتا تھا ، لوگ مجھے یہ کرتے دیکھتے تو میرے والد سے جا کر کہتے تھے ـــــ والد صاحب انھیں جواب دیتے ۔

"میں نے اسے اللہ کے واسطے چھوڑا ہے اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اس کا یہ ثواب برباد نہیں ہو گا اور دعا کرتا ہوں کہ اسے اپنی شان کے لائق اجر سے نوازے ۔"

اس کے بعد والد صاحب کا انتقال ہوا ـــــ میں نے اس کے بعد خواب دیکھا کہ شیخ فرماتے ہیں ۔

"اے صفی الدین میں نے اپنی بیٹی کا تم سے نکاح کر دیا "

میں جب بیدار ہوا تو حیرت زدہ تھا ۔ اور شرم و حیا کے باعث اس بات کی خبر شیخ کو نہیں دے سکتا تھا ، دوسری طرف خیال تھا کہ نہ بتاؤں تو خیانت

نہ ہو کہ میں نے ان کی کوئی بات دیکھی اور انھیں نہیں بتائی ۔ اسی کشمکش میں تھا کہ شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: تو نے کیا خواب دیکھا ۔ ؟ میں ان سے مبہوت ہو گیا ۔ اور کچھ نہ کہہ سکا ــــ فرمایا: بیان کرو، تمہیں زبان کھولنی ہی ہو گی میں نے جو دیکھا تھا بتا دیا ـــ فرمایا: اے بیٹے یہ تو ازل ہی سے ہو چکا تھا دیا اسی مفہوم کا کوئی اور جملہ فرمایا) اور اپنی بیٹی کا مجھ سے عقد کر دیا ۔ وہ صاحبزادی اولیاء اللہ میں سے تھیں ۔ ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ کسی دیکھنے والے کو ان کی ولایت ـــ اور ان کے جنتی ہونے میں شبہہ نہ رہتا۔

ان سے کئی اولادیں ہوئیں، اور سب فقراء وفقہاء ہوئے ۔ اور ہم ان کی برکت کے سائے میں، ان کے والد کے انتقال کر جانے کے کئی سال بعد تک رہے ـــ نہایت کشف والی تھیں، موت سے ایک سال پہلے ہی اپنے مرنے کی خبر دے دی تھی ۔ اور قریب الموت، اور بعد مرگ ہونے والے کئی واقعات کو بھی پہلے ہی بیان کر چکی تھیں ـــ جو اسی طرح رونما ہوئے جاں کنی کے وقت کہتی تھیں

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ (الفجر ۸۹/۲۷-۳۰)

اے نفس مطمئنہ! لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو ۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اس کا ورد کرتی ہوئی ان کی روح جسم سے پرواز کر گئی ۔ رضی اللہ عنہا واجمعین

(ص ۴۱۳-۴۱۵)

شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ

شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ میں

نے جن بزرگوں کو دیکھا ان میں ایک شیخ علی کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان پر عشق کا غلبہ تھا، اہل دمشق پر مالکانہ تحکم فرماتے تھے ـــــ میں جب تیرہ سال کی عمر میں دمشق پہونچا تو جاہ وحشم کے ساتھ تھا، ہمراہ غلاموں کا دستہ تھا۔ عمدہ لباس بدن پر آراستہ، اور عزیز واقارب ساتھ تھے۔ دمشق پہونچ کر میں جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک صاحب آئے ان کا سر بڑا تھا اور جسم پر ایک پھٹا کمبل تھا۔ جامع مسجد کا صحن پار کر کے باب جیرون سے ہو کر مقصورۂ امام غزالی کے پاس، جس جگہ میں تھا وہاں آئے۔ اور اپنے ہاتھوں کو میری طرف بڑھایا جن میں سیب تھے۔ اور فرمایا لو۔ میں ڈر کر پیچھے ہٹا، تو انھوں نے ایک ایک کر کے تمام سیب میری طرف پھینکے اور اس کے بعد چلے گئے ـــــ اتنی دیر میں شیخ ابو القاسم صقلی تشریف لائے، وہ نہایت معتبر شخص تھے ان کے ہمراہ میری والدہ کے ماموں شیخ نجم الدین تھے جو دمشق میں معلم تھے میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا ـــــ انھوں نے سن کر بہت تعجب کیا۔ اور کہا صاحبزادے۔ مبارک ہو (روحانیت میں) تمہاری کوئی بڑی شان ہونے والی ہے۔ یہ بزرگ ملک شام کے قطب ہیں۔ ان کا اسم گرامی علی کردی ہے۔ تمہاری مہمان نوازی کے لئے یہ سیب لائے تھے۔ ورنہ یہ کس کی قسمت ہے کہ وہ اس کی ضیافت کریں۔

اس کے بعد میں وہاں سے اٹھا اور باب جیرون میں جا کر انھیں سلام کیا اور ان کی دست بوسی کی ـــ وہ خوش ہوئے۔ مسکرائے ـــــ پھر میں نے ان کے بارے میں اپنے شیخ سیدی علیوۃ سے پوچھا ـــــ فرمایا، وہ اپنے وقت کے امام فن ہیں۔ (ص ۴۱۵)

حرام فرش

حضرت شیخ کردی نے ایک مرتبہ بدرالدین نامی ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے گھر میں سماع اور درویشوں کی دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ اس نے جامع دمشق میں اور دوسری جگہوں پر جو فقرار رہتے تھے انھیں دعوت دی اور ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب سب لوگ آگئے اور شیخ کردی بھی تشریف لائے بدرالدین کے دالان میں شکر کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ شیخ نے حکم دیا کہ ان سب پیالوں کو حوض میں ڈال دو ——— اس نے ڈال دیا چنانچہ شام تک فقرار اس حوض سے شربت پیتے رہے اور سماع سنتے رہے۔ پھر کھانا کھا کر واپس ہوئے۔ حضرت شیخ علی کردی نے گھر کے لوگوں سے کہا حوض سے شکر کے پیالے نکال لو۔ انھوں نے نکالے تو سب پیالے جیسے کے تیسے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مالک مکان سے کہا کہ تین روز کے لئے مجھے اسی مکان میں تنہا بند کر کے تم لوگ چلے جاؤ۔ اس سے پہلے واپس نہ آنا ——— وہ سب کو لے کر چلا گیا ——— حضرت شیخ کو مکان میں مقفل کر دیا۔ مگر دوسرے روز انہی لوگوں نے شیخ کو باہر ٹہلتے ہوئے پایا۔ انھیں سلام کیا۔ پھر اپنے گھر جا کر دیکھا تو اس پہ بدستور تالا لگا ہوا تھا۔ بدرالدین نے اپنے مکان کو کھولا تو دیکھا کہ اندر کا فرش اکھڑا ہوا ہے۔ اس نے حضرت شیخ سے کہا۔ حضرت یہ آپ نے مکان کے فرش کیوں اکھیڑ ڈالے۔

فرمایا: اے بدرالدین کیا اچھا آدمی حرام کے فرش پر فقرار کی میزبانی کرتا ہے۔؟

بدرالدین: حضور! یہ مکان مجھے اپنے باپ دادا سے میراث میں ملا ہے (اس میں حرام کا شائبہ کہاں۔؟)

مگر حضرت کی خفگی میں اضافہ ہوتا گیا ——— بدرالدین نے حضرت کے علم کشفی

پر اعتماد کر کے غور کیا تو اسے یاد آیا کہ ایک بار اس نے فرش کا سنگِ مرمر اکھڑوا کر درست کرایا تھا ——— اس نے ان معماروں کو بلوایا ——— اور پوچھا سب لوگ سچ سچ بتاؤ اس فرش کی مرمت کے وقت تم لوگوں نے کیا کیا حرکت کی تھی؟۔ انھوں نے کہا اس سلسلے میں ہم سے بے اعتدالی ہوئی ہے وہ یہ کہ ہم نے آپ کا سنگ مرمر فروخت کر ڈالا اور جامع مسجد کا سنگ مرمر لاکر اس کی جگہ لگا دیا تھا۔ (ص ۴۱۵ - ۴۱۶)

ولی را ولی می شناسد

حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ کے قاصد کی حیثیت سے ملک العادل کے پاس خلعت وغیرہ لے کر آئے۔ تو انھوں نے اہل ارادت سے فرمایا کہ میں شیخ علی کردی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں ——— لوگوں نے عرض کیا، حضرت آپ ایسا نہ کریں۔ آپ امام وقت ہیں۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ نماز پڑھتے نہیں۔ بسا اوقات ستر کھولے پھرتے ہیں۔ مگر شیخ شہاب الدین نہیں مانے اور فرمایا، میرا ان سے ملنا ضروری ہے۔

حضرت شیخ کردی ایک زمانہ تک اکثر جامع مسجد میں رہتے تھے۔ مگر جب سے یاقوت نامی مجذوب مسجد میں آئے وہ دمشق کے باہر چھوٹے دروازے کے پاس جا بیٹھے ——— اور وفات تک دمشق میں نہیں آئے بلکہ ان کی جگہ یاقوت دمشق پر حکم چلاتے تھے ——— لوگوں نے شیخ شہاب الدین کو بتایا کہ شیخ کردی اس وقت شہر کے باہر رہتے ہیں۔ آپ نے ایک رہبر ساتھ لیا اور خچر پر سوار ہو کر وہاں گئے۔ نزدیک پہونچے تو پیدل چلنے لگے۔ شیخ کردی نے انھیں دیکھا تو ستر کھول لیا۔ شیخ شہاب الدین نے فرمایا: یہ نشۂ مجھے روک نہیں سکتی۔ ہم آپ کے مہمان ہیں۔ اور قریب پہونچ کر سلام کیا۔ اور ان

کے پاس بیٹھے ۔ اتنے میں کچھ لوگ حاضر ہوئے جو عمدہ قسم کا کھانا اٹھائے لا رہے تھے ـــــ ان سے پوچھا گیا یہ کھانا کس کے لئے لائے ہو ـــــ ؟ کہا : شیخ علی کردی کے لئے ۔
شیخ نے فرمایا : میرے مہمانوں کے سامنے رکھو ۔ اور شیخ شہاب الدین سے فرمایا بسم اللہ فرمائیے یہ آپ کی ضیافت ہے ۔ شیخ نے کھانا تناول فرمایا آپ شیخ کردی کی نہایت عزت کرتے تھے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
علامہ شیخ یافعی فرماتے ہیں حضرت شیخ کردی جیسا جذب بہت سے مشہور اولیاء اللہ میں ہے ۔ اور بعض کا جذب اس قدر ترقی کر گیا کہ لوگ انھیں پاگل و مجنون کہنے لگے اور کتابوں کے اندر ایسے حضرات کو عاقل مجنون لکھتے ہیں ۔ (ص ۴۱۶)

ہریسہ اور گھی

عدن کے مشہور مجذوب شیخ ریحان کے بارے میں ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک شخص بحر عدن کے ساحل پر تھا ، کہ شہر کا پھاٹک بند ہو گیا کچھ کھانا بھی ساتھ نہیں تھا ۔ شیخ ریحان نظر آئے ۔ ان سے جا کر عرض کیا ۔ حضرت شہر کا دروازہ بند ہو چکا ہے ۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہریسہ کھلائیں ـــــ انھوں نے سنا تو کہنے لگے ۔
" ذرا اسے تو دیکھو مجھ سے کھانا مانگ رہا ہے ۔ اور وہ بھی ہریسہ کھانے کو کہتا ہے لگتا ہے میں ہریسہ بناتا ہوں "

اس شخص نے کہا کہ مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ کب ہریسہ آموجود ہوا ــــ میں نے پھر فرمائش کی حضرت گھی تو ہے نہیں ؟ حضرت نے فرمایا۔ اب بتاؤ صرف ہریسہ نہیں اسے گھی بھی چاہیئے۔ گویا میں گھی والا ہوں۔ اس نے کہا میں تو ہریسہ کو گھی کے ساتھ ہی کھاؤں گا ـــــ فرمایا لوٹا اٹھا اور سمندر سے وضو کے لئے پانی بھر لا ـــــ وہ شخص بھر لایا ـــ حضرت نے اس کے ہاتھ سے لوٹا لے لیا اور اس میں سے نکال کر ہریسہ میں ڈالا تو وہ خالص گھی تھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے کھایا تو ایسا لذیذ تھا کہ کبھی میسّر نہیں ہوا تھا۔

رضی اللہ عنہ نفعنا بہ اجمعین۔،

(ص ۴۱۸)

کھجور وہاں ہے

بابرکت بزرگوں میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیخ نے عدن میں ہمیں کھجور خریدنے کے لئے بھیجا، عدن کے پورے بازار میں کہیں کھجور کا نام ونشان نہیں ملا، ہم لوگ خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے۔ راستے میں شیخ ریحان ملے۔ فرمایا۔

"ان لوگوں کو دیکھو، ان کے شیخ نے انھیں اپنی خواہش کی شئے خریدنے کے لئے بھیجا، اور یہ خالی ہاتھ واپس جارہے ہیں ... فلاں مقام پر فلاں کے گھر جاؤ وہاں شیخ کی مطلوبہ چیز مل جائے گی،،

ہم لوگ وہاں پہونچے تو کھجور ملی اور ہم خرید کر خدمت شیخ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا ذکر کیا ـــــ ہمارے شیخ سن کر ہنسے اور فرمایا میں بھی ان کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں ـــــ اچانک شیخ ریحان اسی مسجد میں جہاں ہمارے شیخ تشریف فرما تھے آ گئے ـــــ ان سے خلوت میں ہمکلام ہوئے ۔ شیخ ریحان کے چلے جانے کے بعد ہمارے شیخ نے ان میں جو کمالات دیکھے تھے ان پر بہت حیرت کا اظہار کیا ۔ اور ان کی تعریف و توصیف بیان کی ۔

حضرت امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

"یہ شیخ، ہمارے شیخ المشائخ، عارف باللہ، فقیہ و امام، ذوالمناقب العدیدة والسیر الحمیدة والکرامات الکبیرة والمحاسن الشہیر ابو محمد عبداللہ بن ابو بکر ہیں ۔ جو عدن میں تھے ۔ آپ کا مدفن مورع میں ہے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ جمیع المسلمین ۔ آپ نے شیخ جلیل امام صفیل عارف باللہ ۔ ابو ذبیح اسماعیل بن محمد حضرمی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا، اور انھیں کے تلمیذ تھے ۔ آپ کی صحبت سے انھیں حصۂ وافر ملا، اور مقصد کامل حاصل ہوا اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اسلاف کی برکتیں مسلمانوں کو پہونچائے اور ان کی خیر و برکت میں اضافہ فرمائے ۔ آمین (ص ۴۱۸-۴۱۹)

طیر و سیر

ایک آدمی ماہ رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان کچھ خریدنے

بازار گیا ۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے شیخ ریحان ملے ۔ مجھے انھوں نے اپنے ساتھ لیا اور ہوا میں پرواز کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے ___ میں رونے لگا ۔ اور عرض کیا مجھے زمین پر پہونچا دیجئے ۔ انھوں نے مجھے زمین پر پہونچا دیا ۔ اور فرمایا " میں تجھے سیر کرانا چاہتا تھا اور تو نے انکار کیا "

(ص ۴۱۹)

جبتک یہ سر سلامت ہے

کسی صالح شخص نے شیخ ریحان کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھ پر توجہ فرمائیں ۔ انھوں نے اپنے سر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا " جب تک سر سلامت ہے کوئی خوف نہ کر " ___ انھوں نے سمجھا کہ شیخ ریحان یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی خوف نہ کرو ___ مگر شیخ کی اصل مراد کیا تھی اس کا انکشاف اس وقت ہوا جب اس مرد صالح کا ایک بلند پہاڑ سے کھائی میں گرنے سے انتقال ہوا ۔ ان کا سر پاش پاش ہو گیا تھا رضی اللہ عنہ (ص ۴۱۹)

مجذوبہ

شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : جیزۂ مصر میں میں نے ایک مجذوبہ خاتون کو دیکھا ۔ جو تیس سال تک شب و روز ، ایسی زمین پر متواتر کھڑی رہی جہاں پانی جمع رہتا تھا ۔ اور پانی پر گھاس اگی ہوئی تھی ___

گرمی ، سردی ، برسات کسی موسم میں ان کے سر پر کوئی چھت نہیں تھی ——
سانپ اور اژدہے ان کے ارد گرد پناہ لیتے تھے ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا آمین۔
(ص ۴۱۹)

قاب سمٹ گیا

ایک بزرگ فرماتے ہیں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ میں ایک ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ویرانے میں تھے۔ انھیں سلام کیا۔ وہ ہمارے لئے کھانا لائے۔ وہاں ہم جس مکان میں تھے اس کے دو دروازے تھے۔ ایک بڑا ایک چھوٹا۔ کھانا جس بڑے چوبی قاب میں رکھا ہوا تھا ، بزرگ اسے اٹھائے ہوئے چھوٹے دروازے سے داخل ہونے لگے تو وہ نہ نکل سکا۔ اس وقت ان کے منہ سے ایک چیخ ابھری ہم نے دیکھا کہ لمبا چوڑا طشت سمٹنے لگا۔ جیسے کپڑا تہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر جب بزرگ نے اسے ہمارے سامنے لاکر رکھا تو وہ پھیلنے لگا اور اپنی اصلی حالت پہ آ گیا۔

میرا ہمسفر ان بزرگ کی کرامت کا منکر تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ بات انھوں نے جان لی اور اپنی عظمت شان کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ دیکھ کر میرے ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ رضی اللہ عنہ

اسی طرح یمن میں صالحین کی جماعت میں سے ایک نے ہوا سے چلّو کو بھرا اور منہ میں رکھا تو پورا منہ شہد سے بھر گیا رضی اللہ عنہ۔

(ص ۴۱۹)

شیخ سفیان یمنی رضی اللہ عنہ

عارف باللہ حضرت شیخ سفیان یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار مدن تشریف لے گئے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ یہاں سلطان نے ایک یہودی کو صوبہ کا حاکم متعین کیا ہے۔ اسے بہت مرتبہ اور منصب حاصل ہے مسلمان اس کی ہمرکابی میں چلتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو غادمانہ کھڑے رہتے ہیں۔

حضرت کا یہ دوران کی ریاضت، تجرد اور فقیرانہ ہیئت کا دور تھا۔ وہ یہودی کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور مسلمان زمین پر اس کے روبرو کھڑے ہیں اور خدمت سرانجام دے رہے ہیں آپ نے فرمایا: کہہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہودی یہ سن کر شور مچانے لگا اور اپنی فوج کو مدد کے لئے پکارنے لگا۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ آپ نے اس پر دوبارہ ——— اور پھر سہ بارہ کلمۂ شہادت پیش کیا۔ مگر وہ ہر مرتبہ فوج کو اپنی مدد کے لئے پکارتا رہا۔ مگر فوج اس کی مدد کرنے سے معذور تھی ——— اس نے جب تیسری بار بھی شہادتین کا اقرار نہیں کیا ——— تو آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور داہنے ہاتھ کے ایک چھوٹے چاقو کے ذریعہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح کر دیا۔ اور پھر وہاں سے لوٹ کر جامع مسجد کے پاس جا کر بیٹھے رہے ——— یہ خبر جب امیر کو ملی اور اسے توثیق ہوگئی کہ ایک درویش نے ایسا کیا ہے۔ تو امیر نے غلاموں سے کہا کہ فقیر کو پکڑ لاؤ ——— غلام جامع مسجد تک پہونچنے میں ناکامیاب نہیں ہوسکے اور خالی ہاتھ لوٹ گئے۔ ——— امیر اس کے بعد اپنی

فوج لے کر خود نکلا، اور جامع مسجد گیا۔ مگر اسے یا اس کے کسی آدمی کو حضرت تک جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی حفاظت کی جارہی ہے ـــــ وہاں سے لوٹ آیا۔ مگر اسے سلطان کے روبرو جوابدہی کا اندیشہ ہوا۔ چنانچہ امیر نے اہل علم و فضل سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے امیر کو رائے دی کہ اولیاء اللہ باہم تعلق رکھتے ہیں انھیں ان جیسے کسی ولی کے ذریعہ بلواؤ چنانچہ لحج میں تشریف فرما شیخ عایذی کو تیار کیا گیا کہ سلطان کا جواب آنے تک شیخ سفیان کو شہر کے باہر نہ جانے دیں شیخ عایدی اور شیخ سفیان میں باہم محبت بھی تھی۔ وہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے راستہ کا یہ بھاری پتھر اکھاڑ پھینکا ـــــ اور انھیں لے کر ٹہلتے ہوئے قید خانے کے دروازے تک لائے اور پھر داروغہ زنداں سے کہا کہ انھیں قید کردو ـــــ حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں پیش کردیئے ـــــ اور کہا ہم اطاعت شعار ہیں۔ اور قید قبول کرلی۔ مگر قید میں رہنے کی یہ شان تھی کہ جب چاہتے بیڑیوں کے اندر رہتے اور جب چاہتے از خود آزاد ہوجاتے۔ جمعہ کا دن آیا تو سب کچھ اتار پھینک کر جامع مسجد پہونچے ـــــ اور فرمایا "میں ان مردوں پر جنازہ کی چار تکبیریں کہتا ہوں،، اللہ اکبر: اس کے بعد مسجد سے واپس آکر قید خانے میں بند ہوگئے ـــــ اور ایک مدّت تک وہاں رہے تاوقتیکہ سلطان کا حکم نہ آگیا ـــــ سلطان نے لکھا تھا کہ انھیں رہا کردو، ہم خود ان سے سلامتی کے خواستگار ہیں: اس سے پہلے انھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ سارا ملک ان کا ہے، تمہارا نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ قید سے باہر نکلے اور کسی سلطان یا شیطان کا قابو ان پر نہیں چلا ـــــ عدن سے دو منزل قبل مقام ابین میں آپ ایک مرتبہ سلطان کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ تم میرے ملک سے نکل جاؤ سلطان خوف زدہ ہوگیا ـــــ اور وہاں سے کوچ کر گیا ـــــ دراصل حقیقی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہی بخشی ہے۔ (ص ۴۲۰ - ۴۲۱)

ہر زمانے کے وہی ہیں کجکلاہ ‌ ‌ ‌ ‌ الحذر! بننا نہ ان کا سنگ راہ
بخش دیتے ہیں گدا کو تخت و تاج ‌ ‌ ‌ ‌ عارفانِ حق ہیں سچے بادشاہ

بدر

اپنی حفاظت اٹھالی

امام یافعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ کے خادم کا سلطان وقت کے غلام سے جھگڑا ہوگیا۔ خادم نے غلام کو مارا سلطان کو اطلاع ہوئی تو اس نے خادم کو پکڑوا کر قتل کرا دیا ـــــ حضرت تک خبر پہونچی، تو آپ تھوڑی دیر سر جھکائے رہے ـــــ پھر سر اٹھا کر فرمایا: مجھے حفاظت کی کیا ضرورت ـــــ؟ میں نگرانی چھوڑتا ہوں ـــــ نگہبانی ترک کرتا ہوں۔ اسی وقت سلطان کے مارے جانے کا واقعہ ہوا ـــــ اور اس کا شہزادہ ملک ظفر حضرت کی جوتیاں اپنے سر پر اٹھائے معافی طلب کرنے حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا، کیا چاہتے ہو ـــ؟ اس نے عرض کیا: بادشاہی ـــــ فرمایا: جا میں نے تجھے والی بنا دیا۔

(ص ۴۲۱)

انکار کا وبال

سادات یمن میں سے ایک امام چند پہاڑوں پر قابض تھے ___ انھوں نے وہاں سے ترکِ وطن کر کے تہامہ کی جانب کا ارادہ کیا۔ اس سلسلہ میں شیخ ابو الغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ محمد بن اسماعیل حضرمی کو خط روانہ کیا کہ میں فتنہ کے باعث ملک یمن چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں۔ کیا اس معاملہ میں آپ بھی میرا ساتھ دیں گے ___؟ انھوں نے جواب دیا: یہاں میرے عزیز و اقارب بہت ہیں انھیں ساتھ لے کر ترکِ مکانی مشکل ہے۔ اور میں انھیں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا۔ اس لئے آپ اپنی جانب سنبھالیں، میں اس طرف سنبھالوں جواب پا کر شیخ ابو الغیث نے فرمایا اچھی بات ہے: اسی روز امام مذکور مقتول ہو گئے یا انتقال کر گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ص ۴۲۱-۴۲۲)

سلطان گر

ایک شیخ اور ایک فقیہ حضرت شیخ علی اہدل کے پاس آئے اور ان سے کسی خاص جگہ جانے کی درخواست کی، وہ تشریف لے گئے (شیخ علی اہدل شیخ ابو الغیث کے مرشد تھے) شیخ ابو الغیث بھی ہمراہ گئے ___ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ دونوں حضرات (حضرت شیخ اور فقیہ) ننگی تلواریں لئے ہوا میں کھڑے ہیں۔ اور میں اپنے شیخ کے ساتھ زمین پر چل رہا تھا۔ میں نے اپنے شیخ سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

"یہ لوگ تولیت اور عزل کے مقام پر فائز ہیں اللہ کے حکم سے جسے چاہتے ہیں سلطان و بادشاہ بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں معزول فرماتے ہیں۔ عنقریب میں ان کا وارث بننے والا ہوں۔ اور تم میرے وارث بنو گے،،

(رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۴۲۲)

عجائب

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صالح بزرگ نے فرمایا،، کہ دنیا میرے روبرو بدصورت بڑھیا کی شکل میں بیس برس سے، میرا کھانا پینا اٹھا کر لاتی رہی۔ اس قسم کا لذیذ کھانا مجھے کبھی نہیں ملا۔ میں اس کی تعریف سے قاصر ہوں، رنگ مزا، خوشبو کے لحاظ سے بھی اور برتنوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے بھی ——— اس کھانے پینے میں مجھے شہد، حلوا، گوشت، دودھ وغیرہ ہر چیز کا مزا مل جاتا اگرچہ حقیقۃً وہ یہ نہ ہوتا کچھ اور ہی ہوتا۔

جنگل میں شیر چیتے اور درندے میرے پہلو میں بیٹھتے، اور جو وہاں آتا وہ میری موافقت کرتا، یعنی میں بیٹھتا تو وہ بیٹھتے ——— اور جب میں لیٹتا تو وہ لیٹتے ——— ہرن کا شکار کر کے لاتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کھاتے ——— رات کے وقت کوئی میرے پاس آتا تو زمین پر دستک دے کر مجھے بیدار کرتے ——— بسا اوقات جن و انس میں سے اولیاء اللہ کی بڑی تعداد میرے پاس جمع ہوتی تھی اس وقت ہر شب عشاء کی نماز

کے بعد ہمارے لئے ایک بڑا دستر خوان نازل ہوتا اس میں ایسا کھانا ہوتا جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی ___ کبھی کبھی جمع ہونے والوں کی تعداد چار سو تک پہونچ جاتی اور سب لوگ اس دستر خوان سے کھاتے تھے اور ہمارے کھانے سے دستر خوان میں کوئی کمی نہیں آتی تھی ___ اور فاقہ کے دور میں بھی میرے لئے ہوا سے خوان اترتا۔ اگر میں التفات کرتا کہ واپس چلا جائے تو واپس ہوجاتا اور اگر میں عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتا تو اتر کر سامنے آجاتا اور میں اس میں سے ضرورت کے مطابق کھالیتا ___

اللہ کے لئے دنیا سے انقطاع کی ابتدا میں، ساتویں دن مجھے شدت کی بھوک لگی، اور بھوک کی سب سے زیادہ سختی پانچویں دن جمعرات میں ہوئی اس کے بعد آسانی ہوتی گئی۔ اس وقت ایک عظیم نور اترا جس نے میرے پیکر کو اپنے احاطے میں لے لیا ___ (اس دور میں) شیاطین ہیبتناک شکلوں میں آآکر مجھے ڈراتے تھے۔ شیطانوں کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس، اچھی اچھی وردیوں میں نقارے بجاتا میرے سامنے سے گزرتا ___ یونہی کبھی میرے سامنے سے ایک خوف ناک چیز گزر کر جاتی جس کے نشتر سر ہوتے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۴۲۲۔۴۲۳)

چکی خود چلتی رہی

ایک شیخ نے ایک عورت سے نکاح کے لئے پیغام بھیجا ___ لڑکی والوں نے نکاح کی یہ شرط رکھی کہ خدمت کے لئے ایک باندی رکھو

شیخ کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی۔ شیخ کے ایک مرید نے عرض کیا حضور باندی
کی ساری خدمات میں سرانجام دیا کروں گا آپ نکاح کر لیں۔ اور ان سے
کہیں کہ باندی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں اپنی جگہ خدمت کروں گی نہ میں تمہیں
دیکھوں اور نہ تم مجھے دیکھو —— لڑکی والے راضی ہو گئے اور انھوں نے کہا
کہ ہماری لڑکی کو دیکھنے دکھانے سے کیا غرض بس وہ خدمت کرتی رہے۔
اس طرح نکاح ہو گیا —— شیخ کے وہ مرید حلبشی بے ریش تھے۔ وہ شیخ کے
لئے چکی پیستے تھے، چہرہ پر نقاب ہوتا شیخ نے انھیں ایک الگ کمرہ دے رکھا
تھا۔ بیوی سمجھتی کہ یہ لونڈی ہے۔

شیخ کا معمول تھا کہ رات کے وقت عبادت کے لئے گھر سے باہر جاتے
بیوی نے یہ بات ملنے والی عورتوں سے کہی، ان عورتوں نے کہا۔ کہیں ایسا
تو نہیں کہ وہ رات میں تیرے پاس سے نکل کر باندی کے پاس جاتے ہوں۔ بیوی
نے اس کے بعد کی شب شیخ کی نگرانی کی اور جب وہ گھر سے نکلے تو بیوی بھی
نکلی۔ مگر اس نے شیخ کو لونڈی کے کمرے میں نہیں پایا۔ بلکہ دیکھا کہ لونڈی نماز
پڑھنے میں مشغول ہے —— اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔

شیخ جب واپس آئے تو ان کی بیوی نے سارا ماجرا سنایا۔ کہ وہ لونڈی
نماز میں تھی اور چکی چل رہی تھی۔ شیخ نے فرمایا وہ لونڈی نہیں بلکہ میرا فلاں
بھائی ہے —— بیوی صاحبہ نے حقیقت حال جانی تو استغفار کیا اور کہا
اب سے میں آپ دونوں کی باندی ہوں۔

(ص ۴۲۳ - ۴۲۴)

مصر کی مصیبت ٹلی

قدوۃ شیوخ العارفین ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مصر میں شدید گرانی ہوئی تو میں دعا کے لئے متوجہ ہوا۔ مجھ سے اس وقت کہا گیا کہ دعا نہ کرو ـــ تم لوگوں میں سے کسی کی دعا مستجاب نہیں ہوگی ـــ میں وہاں سے شام مزار ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر حاضر ہوا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام نے میرا استقبال کیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے خلیل آپ کی بارگاہ سے میری ضیافت یہ ہے کہ مصر والوں کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی ـــ اور اہل مصر کی مصیبت دور ہوئی۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت کا تلقانی الخلیل (سیّدنا ابراہیم خلیل نے میرا استقبال کیا، فرمانا سچی بات ہے اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو ان کے احوال و واردات سے جاہل ہے، کہ وہ کس حال میں ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر فرماتے ہیں ـــ انبیاء علیہم السّلام کو زندہ دیکھتے ہیں جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر نماز پڑھتے دیکھا ـــ اور ایک جماعت انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا ـــ اور ان سے گفتگو فرمائی ـــ اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جو امور انبیاء علیہم السّلام سے بطور معجزہ ہو سکتے ہیں وہ اولیاء سے بطور کرامت ہو سکتے ہیں، فرق یہ ہے کہ خوارقِ اولیاء کے ساتھ دعویٰ نبوت نہیں ہوتا۔

امام یافعی رضی اللہ عنہ کی عبارت یہ ہے:

قلت و قولہ: تلقانی الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام قول حق لا ینکرہ الا جاھل بمعرفۃ ما یرد علیھم

من الاحوال الّتی یشاھدون فیھا ملکوت السمٰوٰت وَالارض، وینظرون الانبیاء اَحیَاء غیر اموات، کما نظر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وَسَلم موسیٰ عَلیہ السَّلام یصلی فی الارض، ونظر ایضاً جمَاعۃً منَ الانبیَاء عَلیھم الصلوٰۃ والسلام فی السمٰوٰت وسمع منھم مخاطبات۔ وقد تقدم انہ تجوز للاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھم مِن الکرامَات مَایجوز للانبیَاء علیھم الصلوٰۃ والسَّلام مِن المعجزات بشرط عدم التحدی

(ص ۴۲۴)

تصرّفِ شیخ

برکتِ اہل زمیں حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے تو ان کے ہمرکاب فقیہ ابو طاہر محلی بھی تھے۔ فقیر ابو طاہر نے وہاں کے مدارس اور فقہار کو ملاحظہ کیا، ان کے حالات ولباس اچھے تھے، ان میں اکثر اہل عجم تھے۔ انھوں نے فقہار سے ملاقات کرنے میں حیا محسوس کی، اور خود کو حقیر سمجھا۔ کیونکہ وہ سیاہ فام، فقیرانہ وضع میں پراگندہ حال تھے۔ فرماتے ہیں میں یہ سب دیکھ کر لوٹا اور شیخ کے پاس صبح تک رہا حضرتِ شیخ نے فرمایا۔

"تم جس مدرسہ کو دیکھ کر آئے ہو وہاں جاؤ اور اس کا کام سر انجام دو"

فرماتے ہیں مجھے یہ سُن کر حیرت ہوئی ___ اور یہ کام مجھے بھاری لگا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ مگر تعمیل حکم سے مفر نہ تھی ___ چنانچہ میں مدرسہ کی طرف ڈرتے ڈرتے گیا کہ مدرسہ کا پاسبان کہیں مجھے روک نہ دے۔ مگر خیر اس نے نہیں روکا۔ مدرسہ میں داخل ہو کر درسگاہ میں پہونچا جہاں مدرس اور طلبہ کا بہت بڑا حلقہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بھی حلقہ میں بیٹھنا چاہا مگر کسی نے مجھے جگہ نہیں دی۔ اپنی حقارت کا احساس کرتے ہوئے میں سب سے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص درسگاہ کے دروازہ پر آیا۔ مدرس نے جوں ہی اسے دیکھا پیشانی پر شکن پڑ گئی چہرہ بدل گیا ___ مگر وہ اس کے استقبال میں کھڑے بھی ہو گئے اور ساری جماعت بدمزہ ہو گئی۔ میں نے اپنے پاس والے طالب علم سے پوچھا آخر یہ کیا ماجرا ہے ___ ؟ اس نے کہا یہ شخص جو ابھی آیا ہے جدلی ہے بحث و مباحثہ میں اس سے کوئی جیت نہیں سکتا۔ یہ آجائے تو شیخ اس کی دلجوئی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ شیخ نے اسے اپنی جگہ بٹھایا۔ اس نے بیٹھتے ہی بسم اللہ کہہ کر ایک اختلافی مسئلہ اٹھایا۔ جب وہ اپنا اعتراض کر چکا تو مجھ پر اس کے سوال وجواب کی پوری تفصیل منکشف ہو گئی۔ میں نے کوشش کر کے دو متعلمین کے درمیان اپنی جگہ بنائی ___ میری زبان تیزی سے چلنے لگی۔ میں نے اہلِ مناظرہ کی طرح پہلے پورے سوال کی بلا تغیر تقریر کی پھر اس کا جواب دیا، جس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ پر انکشاف ہوا تھا حالانکہ میں نے نہ کبھی علمِ مناظرہ سیکھا اور نہ مناظرہ کیا۔ میری تقریر سن کر مدرس اور ساری جماعت حیرت میں پڑ گئی۔ اور ان لوگوں نے اسے بہت بڑا کمال سمجھا ___ مدرس صاحب سے مناظر نے کہا یہ فقیہ آپ کے یہاں

کہاں سے آیا۔

مدرس: میں نے انھیں ابھی دیکھا ہے۔

مناظر: ایسے ہی لوگوں کے لئے مدارس بنائے جاتے ہیں

مدرس بھی مجھ سے بہت خوش ہوئے کہ ان کے حلقۂ درس میں ایسا شخص بھی تھا جس نے مناظر کو خاموش کر دیا۔ اس کے بعد مدرس صاحب نے میرا نام دریافت کیا میں نے بتایا۔ تو انھوں نے فرمایا: میں آپ کو یہاں اعادۂ درس کرانے والے کی حیثیت سے مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ ہی میں اور پوری جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہا:

"اے فقیر! ہم لوگوں کا طریقہ ہے کہ جب یہاں کوئی اعادہ کرانے والا مقرر کیا جاتا ہے تو ہم لوگ ان کی مشایعت کرتے ہیں۔ اور تقرری کے روز ان کے ہمراہ ان کے گھر تک پہونچاتے ہیں۔"

ہم لوگ جب وہاں سے نکلے تو سب لوگ میرے ہمراہ چلنے لگے ــــــ میں نے ان لوگوں سے معذرت کی تو لوگ لوٹ گئے۔ میں خدمت شیخ میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا۔

"اے فضولی تم نے ان لوگوں کو اپنے طریقہ اور عادت پر عمل کرنے سے کیوں منع کیا وہ مشایعت کرتے۔"

میں نے عرض کیا: حضور میں نے یہ اس لئے کیا کہ کہیں آپ کو ناگوار نہ ہو ــــ اس کے بعد شیخ کے وصال فرمانے تک میں بیت المقدس ہی میں رہا ــــ اور حضرت شیخ بیت المقدس کے آگے مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۴۲۴ - ۴۲۵)

سادہ ورق

شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں مجلس کرتے تھے۔ جس میں خود تشریف فرما ہوتے اور شیخ ابو العباس قسطلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا تذکرہ سناتے ـــــ ایک روز شیخ کی مجلس میں ابو العباس طنجی آئے اب قاری مذکور (قسطلانی) نے کتاب کھولی اور کچھ نہ پڑھ سکے خاموش رہے شیخ قرشی نے فرمایا خاموش کیوں ہو، پڑھتے کیوں نہیں؟ جواب دیا کتاب بالکل سادہ ہی ہے شیخ قرشی نے فرمایا: یہاں سے میگئے قاری کو ورق سادہ نظر آیا۔ لوگوں نے کہا یہ ابو العباس طنجی کی حرکت ہے۔ شیخ نے فرمایا: اے ابو العباس میرے ساتھ یہ کرتے ہو۔؟ اس کے بعد پھر آپ نے قاری سے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اب انھوں نے دیکھا تو کتاب لکھی ہوئی تھی۔ شیخ ابو العباس قسطلانی نے دنیا چھوڑ کر شیخ قرشی کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ اور اپنے زمانے میں مصر کے مشہور زاہد ہوئے ریاضت و مجاہدہ بہت کرتے تھے ـــــ اخیر عمر میں مکہ معظمہ ہجرت کر لی تھی۔ وہیں انتقال ہوا۔ وہاں ان کی قبر مشہور ہے[1]

قیام مدینہ منورہ کے زمانے میں ایک بار وہاں قحط پڑا ـــــ لوگوں نے استسقا کے سلسلے میں یہ رائے کی کہ ایک روز اہل مدینہ نماز استسقا پڑھیں، ایک دن

---

[1] یہ امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک کی بات ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور تک محفوظ و مشہور تھیں۔ نجدی درندوں کے دور میں تو اہل بیت امہات المومنین اور صحابہ و صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک کی آرامگاہیں تہس نہس کر دی گئیں۔ العیاذ باللہ

مجاورین، اور ایک دن مسافرین۔ چنانچہ اہل مدینہ نے طلب بارش کی نماز پڑھی مگر بارش نہیں ہوئی دوسرے روز شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے ڈھیر سا کھانا تیار کرایا اور فقراء واہل حاجت کو کھلا کر طلب بارش کی ـــــ تو بارش ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین، (ص ۴۲۵۔ ۴۲۶)

خزینۂ سلیمان علیہ السلام کی سیر

حضرت شیخ صفی الدین لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ محمد ازہری عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے صاحب سیاحت تھے ان کی کرامتوں اور واقعات سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان کے شاگرد شیخ ابوالحسن ابن الدقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے میرے شیخ نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں پہونچایا جو عالم ارض وسماوات کے علاوہ تھے ـــــ ایک بار مجھے کوہ قاف پر پہونچایا۔ اور ایک سبز سانپ دکھایا جو پہاڑ کے گرد اگرد گھیرے ہوئے تھا، اس کا سر اس کی دم پر رکھا ہوا تھا۔ شیخ جب مجھے کسی خرق عادت کام کی جانب لے جاتے ـــــ یا زمین سمیٹی جاتی تو میں ان کے ساتھ اس موجودہ احساس سے غائب رہتا تھا۔ ایک روز دمشق سے نکلے اور میں ساتھ تھا۔ طبریہ پہونچے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر رکے میں نے پوچھا حضرت کیا یہ قبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے؟ فرمایا یونہی بتایا جاتا ہے اس کے بعد آگے بڑھے اور میں پیچھے پیچھے ہوا پر اڑتا چلا جارہا تھا ـــــ ہمیں ایک ڈراونا مکان دکھائی پڑا وہاں سے کچھ لوگ آئے ـــــ اور

انھوں نے شیخ کو سلام کیا۔ اور آپ کے قدوم کی برکت لی۔

مجھے ان لوگوں سے وحشت ہوئی ــــ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے علی! خود کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو۔ اور جنہیں تم دیکھ رہے ہو ان کے ساتھ نہ الجھو۔ یہ جن ہیں۔ اور ہم لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر شریف پر جا رہے ہیں ــــــــ آپ جب شہر میں پہونچے تو وہاں دوسری قوم سے ملاقات ہوئی۔ وہ ایک مکان کے اندر لے گئے۔ جو نہایت عالی شان محل تھا۔ شیخ آگے آگے تھے اور میں پیچھے پیچھے ــــ میں نے دیکھا کہ مکان کے اندر ایک صاحب کھڑے ہیں۔ ان کے چہرے پر بہت عظمت اور نورانیت ہے ــــ اور ہاتھ میں عصا ہے۔ شیخ نے فرمایا: یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ہیں۔ اور آگے بڑھ کر ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ ان کے ایک دست مبارک میں انگشتری تھی۔ پیچھے ہوئے تو جن خادموں نے شیخ کو عزت سے ایک مکان میں داخل کیا جہاں ضیافت کا ساز و سامان تھا۔ کھانا لایا گیا۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد شیخ کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ذخائر اور خزانوں کی زیارت کرانے کے لئے لے گئے۔ اس کے لئے آپ کو ایک فرش پر کھڑا کرایا۔ ہوا آئی اور اس نے فرش کو بچھا دیا، یہ دیکھنے کے بعد تخت بلقیس کے پاس لے گئے۔ شیخ نے وہ بھی ملاحظہ کیا۔ سارا ذخیرہ دیکھنے کے بعد ایک غار میں گئے، جہاں سے کچھ غیر واضح آوازیں آرہی تھیں اور بدبو بھی ــــ بتایا گیا کہ یہ ابلیس کا قید خانہ ہے۔

شیخ نے جب وہاں سے لوٹنا چاہا تو آپ کے لئے تخت حاضر کیا گیا

آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا، تو میرے لئے بھی تخت لایا گیا۔ ہم سوار ہوئے تو وہ ہمیں لے کر اڑے۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ کون لوگ ہمیں لے کر پرواز کر رہے ہیں۔؟ اور دو شب ہوا پر سمندر پار پہونچکر۔ تخت ایک جگہ زمین پر لائے گئے، جہاں ہم لوگ اتر گئے۔ اور تخت اسی طرح ہوا پر اونچا ... پلا گیا وہاں سے شیخ آگے بڑھے۔ اور میں بھی ہمراہ تھا۔ اچانک سامنے شہر دمشق نظر آیا۔

وہی راوی بزرگ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دن ہم لوگ دمشق میں تھے۔ شیخ کے مریدوں اور ساتھیوں میں عراق و حجاز کے بھی کچھ حضرات تھے رُطَب (پکی تازہ کھجور) کا ذکر نکلا۔ اہل حجاز نے کہا ہمارے یہاں کی کھجور عمدہ ہوتی ہے۔ اہل عراق نے اپنے ملک کے رطب کی تعریف کی۔ شیخ کی خدمت میں یوسف نامی ایک خادم رہتا تھا، آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت دروازہ سے باہر گیا، اور تھوڑی دیر غائب رہ کر آیا تو اس کے ہاتھ میں رطب سے بھرا ہوا ایک طبق تھا۔ لگتا تھا ابھی ابھی درخت سے توڑے گئے ہیں۔ لاکر حضرت کے سامنے رکھا۔ حضرت نے فرمایا: اے اہل حجاز! یہ ہمارے ملک کا رطب ہے، تم اپنے ملک کا رطب لاؤ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۲۶ - ۴۲۷)

شیخ یعقوب مغربی

ملکِ مغرب کے امیر یعقوب کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے

حکومت وسلطنت کے لئے اپنے بھائی کے قتل کا جرم عظیم کیا۔ مگر اس کے بعد انھیں اپنے اس فعل پر اس قدر ندامت اور شرمندگی ہوئی کہ انھوں نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اپنے باطن کو سنوارنے سدھارنے میں لگ گئے ــــ سلوک اختیار کیا۔ اور پھر کوئی گناہ اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے ــــ ان پر کچھ حالات ومقامات کا انکشاف ہوا، انھوں نے ایک خدا شناس خاتون سے جن سے ان کا گھریلو تعلق تھا اپنا حال ذکر کیا۔ خاتون نے کہا یہ اہل ارادت کے حالات ہیں ــــ امیر نے کہا میں کیا کروں؟ مجھے سلوک کی تعلیم کون دے اور میرا علاج کس معالج کے ذریعہ ہو ــــ؟ خاتون نے اس زمانے کے امام السالکین شیخ ابو مدین کی طرف اشارہ کیا۔ امیر نے شیخ کے پاس قاصد بھیجے۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ:

"اللہ کی اطاعت کرو میں تمہارے پاس نہیں پہونچ سکتا میرا آخری وقت تلمسان ہی میں آجائے گا۔"

اس وقت شیخ بجایہ کے مقام پر تھے۔ قاصدوں کے ساتھ تلمسان آئے اور آخری وقت قاصدوں سے کہا:

"اپنے آقا کو میرا سلام پہنچاؤ ــ اور کہو کہ تمہاری شفار اور تمہارا نفع شیخ ابو العباس مرینی کے پاس ہے۔"

قاصد مغرب پہونچے اور امیر کو شیخ کی وصیت سنائی۔ امیر نے شیخ مرینی کو بڑے اہتمام سے بلوایا ــــ شیخ کو اللہ کی جانب سے امیر سے ملنے کا اذن ملا تو وہ تشریف لائے ــــ امیر یعقوب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک مرغی ذبح کر کے اور دوسری کا گلا گھونٹ کر دونوں کا الگ الگ گوشت پکائیں۔

شیخ دستر خوان پر بیٹھے تو انھوں نے ایک سالن کے بارے میں فرمایا یہ مردار ہے اسے میرے سامنے سے لے جاؤ اور ذبح کر کے پکائی ہوئی مرغی کا گوشت تناول فرمایا ـــــ امیر یعقوب اس کے بعد حضرت شیخ کے خادم بن گئے اور خود کو ان کے سپرد کر دیا ـــ اس کے بعد شیخ سے بہت سی باطنی نعمتیں حاصل کیں۔ ملک و سلطنت اپنے فرزند کو سونپ کر شیخ کی ملازمت میں رہے۔ اور حضرت شیخ ابوالعباس مرینی کی برکت و فیض سے ولایت میں امیر کا درجہ بلند ہوا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم، آمین)

امیر یعقوب کا ایک واقعہ یہ ہے کہ لوگ بارش کے لئے پریشان تھے۔ اس وقت شیخ ابوالعباس مرینی امیر یعقوب کو لے کر شہر سے باہر آئے ـــ اور ان سے کہا کہ بارش کی دعا کرو۔ انھوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔ حضور کا دعا فرمانا اور مناسب ہے ـــ حضرت شیخ نے فرمایا یہی حکم ہوا ہے۔ لہٰذا شیخ کا حکم پاکر امیر یعقوب نے صلوٰۃ استسقاء پڑھ کر دعا مانگی اور فوراً بارش ہوئی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما آمین) (ص ۴۲۸ - ۴۲۹)

نور کی رسّی

ملک مغرب کی ایک بلند مرتبہ ولیہ خاتون تھیں ـــــ علماء اور اولیاء سب ان کا احترام کرتے تھے، انھیں "ست الملوک" کہتے تھے۔ جس زمانے میں شیخ علی بن عَلَیس یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس میں تھے یہ ولیہ بیت المقدس کی زیارت کو گئیں۔ اس وقت کا واقعہ شیخ علی بن علیس یوں

بیان کرتے ہیں :

"میں بیت المقدس میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ نور کی ایک رسّی آسمان سے مسجد اقصیٰ شریف کے قبہ تک لٹک رہی ہے میں قبہ کے اندر داخل ہوا تو وہاں میں نے "ست الملوک" کو دیکھا۔ وہ نور کی رسّی ان کے پاس تک تھی۔ میں نے (ست الملوک کی یہ شان دیکھ کر) ان کی اخوت چاہی"، انھوں نے اسے قبول کرلیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا

(ص ۴۲۹ - ۴۳۰)

قلم پر قط

حضرت شیخ سفیان (جن کا واقعہ پہلے آچکا ہے) ان کے بارے میں یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ ایک یہودی سے فرمایا۔ فلاں کام کر ورنہ میں قلم کو قط لگاتا ہوں۔ شیخ کے ہاتھ میں اس وقت چاقو اور ایک قلم تھا۔ یہودی نے کہا تم قط لگاؤ اس سے میرا کیا بگڑتا ہے۔ آپ نے اسی وقت قلم پر قط لگایا تو لوگوں نے دیکھا کہ یہودی کا سر بدن سے جدا ہو کر زمین پر لڑھک گیا۔

(ص ۴۳۰)

فتح دمیاط

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں :

"آپ کی بڑی بڑی کرامتیں ہیں، آپ فقیر تھے، پہلے علم اصل

کرنے میں مشغول ہوئے، اور حاصل کیا۔ آپ سے کہا گیا
کہ میرا عرفان چاہتا ہے تو دو طرفہ کام چھوڑ ۔ چنانچہ علمی کام
چھوڑ کر آپ رب تعالیٰ کی جانب لگ گئے ۔ آپ کے مصر،
تشریف لے جانے کا واقعہ مجھے اس طرح بتایا گیا کہ آپ
دمیاط کے جہاد میں شرکت کی غرض سے مصر گئے تھے آپ
کے قدوم کی برکت سے اس جہاد میں مسلمانوں کو فتح نصیب
ہوئی ـــــ اور بعض اہل کشف بزرگوں نے برملا کہہ
دیا تھا کہ جہاد دمیاط کی فتح ایک یمنی کے ذریعہ حاصل ہوگی
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و نفعنا بہم)

(ص ۴۳۰)

شہید ناطق

دمیاط کے جہاد میں شریک ہونے والے بزرگوں میں ایک عظیم عالم و فقیہ
ولی و عارف حضرت عبدالرحمٰن نویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے آپ ایک فرنگی
کے ہاتھ سے شہید ہوئے ـــــ خود فرنگی کا بیان ہے کہ میں نے انھیں قتل کیا۔
پھر ان سے کہا کہ اے مسلمانوں کے مذہبی رہنما تم لوگ اپنی کتاب میں پڑھتے ہو۔
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ (آل عمران ۳ / ۱۶۹)

اور جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے انھیں
تم ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور
اللہ کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔

فرنگی کہتا ہے کہ میری یہ بات سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں۔ اور سر اٹھا کر

فرمایا، ہاں ”زندہ ہیں اور اس کے پاس رزق پاتے ہیں“، اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے ــــــــ میں نے جب سے یہ واقعہ دیکھا اور ان کی بات سنی اس وقت سے اللہ نے میرے دل سے کفر باہر کر دیا، اور میں ان کے ذریعہ مسلمان ہو گیا۔ مجھے امید ہے کہ ان کی برکت اور ان کے دست مبارک پر ایمان قبول کرنے کے باعث رب تعالیٰ میری بخشش فرمائے گا۔ اسی وجہ سے آپ کو ”شہید ناطق“، کہا جاتا ہے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۴۳۰)

جانور مانوس

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں سفر میں تھا تو ــــــــ وحشی جانور مجھ سے مانوس ہو گئے اور آکر میرے پاس بیٹھتے۔ اور میں بلا تکلف ان میں چلتا پھرتا لگتا میں انہی میں سے ایک ہوں ــــــــ ایک بار میں نے آبادی کے اندر جانے کا قصد کیا جہاں کا ایک بچہ مجھے یاد آیا، وہ بچہ کبھی میرے پاس رہتا تھا جنگلی جانوروں میں سے ایک ہرن کے بچے کو دیکھ کر میں نے سوچا اگر یہ میرے پاس رہ گیا تو اسے میں آبادی والے انسانی بچہ کے واسطے لے لوں گا۔ اسی کے بعد تمام جانور مجھ سے دور ہو گئے ــــــــ اور پہلے حالات کے بالکل خلاف مجھ سے ڈرنے لگے۔

میں نے اس خیال کو دل سے نکالا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو پھر تمام اسی طرح مجھ سے مانوس ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص ۴۳۱)

رجعت اور کمال

ایک بزرگ فرماتے ہیں ــــ ہماری ایک جماعت تھی ــــــ ہم لوگ جہاں چاہتے فوراً پہنچ جاتے ــــ ہمارے لئے زمین لپیٹی جاتی۔ میں نے ایک روز اپنی اولاد کے لئے مکان خریدا، اور اس کا کاغذ حاصل کیا۔ میرے ہم جماعت احباب نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم لوگوں سے فلاں مقام پر آکر ملو۔ میں اس عمل کی طرف متوجہ ہوا جس کے ذریعہ دور دراز کی مسافت طے ہوتی تھی مگر کامیابی نہ ہوئی ــــ میں نے دوستوں کو کہلا بھیجا کہ میری وہ قوت جس سے پرواز کرتا تھا سلب کرلی گئی۔

احباب نے جواب دیا: غور کرو کہ نقصان کہاں سے آیا، اس شئے کو کاٹ ڈالو جس نے تمہیں کاٹا ہے۔ میں نے مکان کا بیعنامہ پھاڑ ڈالا فوراً وہ حالت عود کر آئی اور میں نے احباب سے اسی مقام پہ جا کر ملاقات کی۔ رضی اللہ عنہ

(ص ۴۳۱)

ظہور کرامات

شیخ صفی الدین بیان کرتے ہیں کہ، حضرت شیخ مفرج عظیم الشان ولی اللہ تھے۔ آپ حبشی نسل سے تھے، اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو بلا سبب، اور بغیر طریقہ معہودہ کے اپنی شیفتگی سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی وہبی قوت سے کمال حاصل کیا تھا۔ چھ ماہ تک کھائے پیئے بغیر رہے ــــ ان کے مالک نے انھیں زدو کوب کیا۔ مگر مار کا کوئی اثر نہیں ہوا تو اس نے سمجھا کہ آپ پر جنون کا اثر ہے

لہٰذا ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ مار مار کر آپ کا جنون زائل کرے۔ وہ آپ کے جسم پر ضربیں لگاتا تھا اور بزعم خویش جن کو مخاطب کرکے کہتا تھا "نکل جا، دور ہو جا"
جواب میں شیخ مفرج فرماتے "نکل گیا"، اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ نفس نکل گیا۔ اس کے بعد مالک آپ کو بیڑیاں پہنا کر چلا گیا — واپس آکر دیکھا تو بیڑیاں ایک جانب پڑی ہیں اور آپ دوسری طرف، اس کے بعد آپ کو ایک مکان میں مقید کردیا — واپس آیا تو آپ کو اس مکان کے باہر دیکھا۔۔۔ اس وقت تمام لوگوں کو ان کی بزرگی اور کرامت کا علم ہوا —
ایک روز آپ کے لئے لوگ پرندے بھون کر لائے۔ آپ نے فرمایا اڑ جاؤ وہ سب اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر اڑ گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۴۳۱)

بے ادبی کی سزا

شہر رقہ میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ شہر کے امیر سے کسی بات پر ناراض ہوئے — وہ گزر رہا تھا۔ آپ نے چیخ مار کر فرمایا مرجا، - امیر فوراً گرا اور مرگیا
ایک روز آپ اپنی مجلس میں کرامات کے سلسلہ میں کلام فرما رہے تھے۔ ایک بوڑھی خاتون جو آپ سے بے تکلف بھی کہنے لگی یہ دعوے ہی دعوے کب تک رہیں گے لوگوں کا یہ حال ہے کہ قحط سے مرے جا رہے ہیں۔ —— وہ عورت بادشاہ کے بچوں کی تربیت پر مامور تھی۔ شیخ سے باتیں کرکے اپنے خچر پر سوار ہوئی اور جانے لگی۔ اچانک زور کی ہوا چلنے لگی بادل اٹھے اور موسلا دھار

بارش ہوئی۔ بڑھیا کا خچر تیز ہوا میں بدکا اور بڑھیا کیچڑ میں گر کر لت پت ہو گئی کیچڑ سے اٹھ کر وہ سیدھے بزرگ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی مجھے معلوم ہے کہ یہ بارش آپ کی کرامت سے ہوئی ہے مگر مجھے خچر سے کیچڑ میں کیوں گروایا۔۔۔ ؟ فرمایا: وہ تیری بے ادبی کی وجہ سے ہوا۔

آپ نے فرمایا شام کے ملک نورالدین ہمارے نزدیک چالیس اولیاء میں کے ایک ہیں۔ اور صلاح الدین کا شمار تین سو اولیاء میں ہوتا ہے۔ سلطان نورالدین کو جب ابدال دیکھتے تو نورالدین پوچھتے میں آپ لوگوں کی نظر میں کیسا ہوں ـــــــ ابدال فرماتے "تم ظالموں میں سب سے اچھے ہو، باوجودیکہ نورالدین کو ولایت کا درجہ حاصل تھا"۔ (ص ۴۳۱-۴۳۲)

بے توفیقی

شیخ ابومحمد بن کبش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ ان کے ملنے والوں میں ایک رئیس آدمی تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ کی حضرت خضر علیہ السلام کی دوستی کا ہمیں بھی تو کچھ فیض پہونچے، کبھی ہم بھی تو شرفِ ملاقات پائیں۔ حضرت شیخ نے یہ بات حضرت خضر علیہ السلام سے کہی۔ انھوں نے فرمایا۔ وہ مجھ سے نہیں ملنا چاہتا ـــــ شیخ نے عرض کیا حضور وہ واقعی آپ کی زیارت کا متمنی ہے ـــ فرمایا: کہہ دیجئے میں جمعہ کو اس سے ملوں گا۔

جمعہ کے دن اس رئیس آدمی نے خوشی میں گیہوں کی بوری کھولی اور جمعہ کے وقت تک شکرانے میں تقسیم کراتا رہا۔ اس کے بعد باوضو مصلے پر ذکر کرنے

میں مشغول ہوا ـــــ اسی دوران دروازے پر کسی نے دستک دی۔ اس نے کنیز سے کہا جاکر دیکھو کون ہے؟ ـــ اس نے دیکھا ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے اپنے آقا سے کہہ ایک آدمی تم سے ملنے آیا ہے۔ لونڈی کی بات سن کر رئیس آدمی نے حلیہ پوچھا۔ لونڈی نے کہا بوسیدہ چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص ہے۔ رئیس بولا: بھکاری ہوگا گیہوں تقسیم ہونے کی اطلاع پاکر آیا ہوگا۔ جاکر کہدو کہ نماز پڑھکر ملیں گے۔ ـــ وہ چلے گئے۔
نماز جمعہ کے بعد رئیس آدمی شیخ ابن کبش سے ملا۔ اور کہا میں انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ مگر وہ تشریف نہیں لائے۔
شیخ نے فرمایا: بے توفیق وہی تو حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ جنہیں تو نے کنیز سے کہلایا کہ جاؤ نماز بعد ملیں گے۔

دروازہ پر پہرہ بٹھا کر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ رئیس نے یہ سن کر تمام باندیوں کو آزاد کردیا۔ اور پھر جب کوئی دستک دیتا تو خود نکل کر حال دریافت کرتا۔ (ص ۴۳۲-۴۳۳)

بحر و بر پر ولی کا تصرف

ایک تاجر سواری پر مال تجارت لادے ہوئے، دور دراز سے مصر میں داخل ہوا، سواری کہیں روک کر کسی سے ملنے گیا واپس ہوا تو مال بردار جانور غائب تھا۔ بہت تلاش کیا نہیں پایا ـــ لوگوں نے اس سے کہا شیخ ابو العباس دمنہوری کے پاس چلے جاؤ شاید وہ تمہارے لئے دعا فرمائیں۔ تاجر کہتا ہے کہ میں شیخ کو پہلے سے جانتا تھا ـــ جاکر دکھڑا بیان کیا ـــ انھوں

نے میری کسی بات پر دھیان نہیں دیا۔ اور نہ میری خوشی کے لئے کچھ کہا ــــ بلکہ فرمایا میرے یہاں اس وقت مہمان ہیں ان کے لئے اس قدر آٹا، اتنا گوشت اور فلاں فلاں چیزیں لے آؤ ــــ میں ان کے پاس سے بددل ہو کر نکلا اور سوچا کہ اب ان کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ یہ فقیر فقرا بس اپنی ضرورت سمجھتے ہیں، میری پریشانی کا کوئی خیال نہیں کیا اور نہ دعا کی ــــ الٹا مجھی سے لینے کی فکر میں پڑ گئے ــــ میں انہی خیالات میں گم چلا جا رہا تھا کہ مجھے اپنا ایک قرضدار ملا، میں نے اس سے کہا جب تک میرا قرض نہیں دو گے۔ چھوڑوں گا نہیں۔ چنانچہ اس نے ساٹھ درہم مجھے دیئے ــــ یہ رقم جب میرے ہاتھ لگ گئی تو میں نے سوچا کہ شیخ صاحب کی فرمائش پوری کرنا ضروری ہے۔ ملے گا تو مل ہی جائے گا۔ ورنہ یہ بھی جائے گا۔

بازار جا کر میں نے ان کی بتائی ہوئی سب چیزیں خریدیں۔ کچھ رقم بچ رہی تو اس سے شیرینی بھی لے لی، اور مزدور کے سر پر رکھوا کر شیخ کے گھر گیا تو دیکھا کہ میرا جانور کھڑا ہے۔ اول نظر میں مجھے آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ مگر تھا وہی ــــ اور سارا مال تجارت بھی ویسا ہی لدا ہوا تھا۔ مجھے تعجب ہوا ــــ میں نے سوچا اس کو کسی حفاظت کرنے والے کے پاس رکھ لوں پھر شیخ کے پاس جاؤں۔ مگر پھر خیال آیا جس نے واپس لوٹایا ہے وہی حفاظت بھی فرمائے گا شیخ کے سامنے حاضر ہو کر ان کی طلب کی ہوئی تمام اشیاء ایک ایک کر کے رکھیں۔ انھوں نے سب چیزوں کو دیکھا۔ اور شیرینی کو دیکھا تو فرمایا: اس کی بات تو نہیں ہوئی تھی ــــ؟

میں نے عرض کیا: کچھ رقم بچ رہی تھی تو میں نے سوچا شیرینی بھی لیتا چلوں۔

فرمایا: خیر تم نے اضافہ کیا ہے تو میں بھی تمہارے لئے اضافہ کروں گا۔

سنو تم اپنا مالِ تجارت لے کر قیساریہ چلے جاؤ۔ جلد بازی نہ کرنا ــــ جتنا مال فروخت ہو اس کی قیمت وصول کر لینا ــــ اور یہ نہ ڈرنا کہ کوئی تاجر تمہارا مال واپس کر دے گا۔ زمین میرے دائیں ہاتھ میں اور سمندر میرے بائیں ہاتھ میں ہے ،،

میں قیساریہ پہونچا تو میرے تمام سامانوں کی وہاں سخت ضرورت تھی چنانچہ بہت زیادہ منافع کے ساتھ میں نے مال فروخت کیا ــــ اور جس قدر بک گیا اس کی قیمت وصول کی، یہاں تک کہ میرا سارا مال فروخت ہو گیا۔ میرا مالِ تجارت ختم ہوتے ہی، بحری اور برّی دونوں راستوں سے تاجروں کا ریلا آ گیا۔ لگتا تھا وہ کسی قید سے آزاد ہو کر آ رہے ہوں ــــ شیخ کی اور بھی بہت سی کرامات لوگوں میں مشہور ہیں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۴۳۳-۴۳۴)

اضطرابِ قلبی کا علاج

حضرت ابو العباس بن عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں ایک صبح ضیق صدر کا شکار تھا، میرے ایک ملنے والے ابو محمد طرابلسی تھے میں نے ان سے کہا اے ابو محمد! آج میرا دل منقلب ہو گیا ہے ــــ صالحین کا کوئی ایسا واقعہ سناؤ جس سے دل کی اصلاح ہو سکے۔ انھوں نے کہا: سنیئے!

"میں افریقہ کے اندر تھا، ذوالحجہ کا پہلا عشرہ چل رہا تھا، اچانک تین شخص میرے سر پہ آ گئے۔ اور کہنے لگے ابو محمد! حج پہ جاؤ گے۔ میں نے ان سے کہا جیسا آپ لوگ چاہیں۔

انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی برکت پر اعتماد رکھو۔ چنانچہ ان میں
سے ایک صاحب میرے آگے اور دو پیچھے ہو گئے اور روانہ
ہوئے۔ رات ہوئی تو ان میں سے ایک راستہ سے الگ
ہٹ کر جاتے، اور کیلے لے کر آتے ____ اور کہتے اس جگہ یہ ایک
بڑھیا نے دیئے ہیں۔ تین روز بعد اچانک ایک صاحب نے کہا۔
ابو محمد! خوشخبری ہو کہ یہ تہامہ کی پہاڑیاں ہیں۔ میں نے ان لوگوں
کے ہمراہ حج کیا۔ ساتھ ساتھ رہا۔ لوٹنے کے وقت انھوں نے مجھ
سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو، میں نے عرض کیا "مجھے
غم فراق دینا چاہتے ہیں"، فرمایا، "یہ تو ایک روز ہونا ہی تھا"، اور
چلے گئے۔ میں بھی وہاں سے روانہ ہو کر عیذاب اور پھر وہاں سے
اسوان پہونچا ____ نفس نے مجھ سے کہا اسکندریہ چلو
وہاں شاید کوئی شناسا مل جائے جو سمندری راہ سے تمہیں مغرب
پہونچنے کا انتظام کر دے۔ میں نے اپنے نفس کو ڈانٹا: اب تک
میری پیشوائی نہ کی، اب شروع کی ہے۔ بخدا میں تو یہیں (اسوان)
سے جنگل کا راستہ اختیار کروں گا

اس سفر میں مجھے جنگل کے اندر وضو کرنے یا پینے کے لئے جب
پانی کی ضرورت ہوتی تو میں کہتا وَعِزَّۃِ الْمَعْبُودِ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی
اَتَوَضَّأَ وَاَشْرَبَ (عزت معبود کی قسم میں جب تک وضو نہیں کر
لوں گا اور پانی نہیں پی لوں گا آگے نہیں جاؤں گا) اسی وقت
ایک بادل کا ٹکڑا آتا اور اتنا پانی برستا کہ ایک تالاب بن جاتا
اور میں اس سے وضو بھی کرتا اور پانی پی بھی لیتا۔ دوبارہ پھر ضرورت
ہوتی تو میں اسی طرح کہتا۔ اسی حال میں میں جس جگہ سے

اس سفر میں چلا تھا وہاں واپس آپہونچا۔

اب میں بھی خبطی ہو گیا ہوں۔ اور تم اے احمد امرار کا لباس پہنتے ہو اور نوجوانوں کو دیکھتے ہو، پھر کہتے ہو میرا دل منقلب ہو گیا۔ مجھ جیسا بیکار بوڑھا البتہ کہہ سکتا ہے کہ میرا دل منقلب ہو گیا ہے، تمہارا دل تو پہلے ہی منقلب ہو گیا تھا اور رہے گا۔

حضرت ابوالعباس کہتے ہیں ان کے قول فمنکوس کنت و منکوس بقیت کی برودت میں ابھی تک فراموش نہیں کر سکا اور نہ ہی مرتے وقت تک اسے بھول پاؤں گا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۴۳۴)

ارادت میں پہلا قدم

شیخ ابن عریف راوی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں سو کر بیدار ہوا تو غمگین تھا، میں نے اپنی یہ کیفیت شیخ ابوالقاسم بن ربیل سے بیان کی اور عرض کی کوئی حکایت سنائیں جس سے شاید اللہ تعالیٰ میرا غم دور فرمائے انھوں نے یہ واقعہ سنایا:

مجھ سے لوگوں نے ساحل پر اقامت گزیں ابوالحبّاز نامی بزرگ کی تعریف بیان کی۔ میں ان سے ملنے گیا۔ سلام کر کے بیٹھا نہ انھوں نے مجھ سے کچھ کہا نہ میں نے ان سے کچھ عرض کیا۔ نماز کا وقت ہوا تو چاروں جانب سے لوگ جمع ہوئے ایک شخص نے نماز پڑھائی، پھر سب چلے گئے، شیخ ابوالحباز

اپنی جگہ آگئے۔ ان کے ساتھ میں بھی آبیٹھا۔ اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز ہوئی، عصر بعد بیٹھ کر صالحین کے تذکرے بیان کئے گئے۔ سورج زرد ہونے کے وقت پھر سب منتشر ہو گئے اور پھر نماز مغرب میں جمع ہوئے اسی طرح تین روز میں نے انھیں دیکھا۔۔۔ میرے دل میں بات آئی کہ شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت سے کچھ پوچھوں، اجازت لے کر میں نے پوچھا: مرید کو اپنا مرید ہونا کس وقت معلوم ہوتا ہے۔؟ جتنے لوگ موجود تھے انھوں نے مجھے خفگی کی نظر سے دیکھا۔ شیخ نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور منہ پھیر لیا میں نے سوچا شاید شیخ ناراض ہو گئے۔ دوسرے دن پھر میں نے اپنا سوال دہرایا اس روز بھی وہی ہوا۔ تیسرے روز میں پھر سوال لے کر بیٹھ گیا ـــــــــــــ

شیخ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ میرے خیال میں تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔؟ میں نے کہا: جی ہاں، فرمایا: جب اس میں چار خصائل پیدا ہو جائیں، ـــــــــــــ

(۱) زمین اس کے لئے لپیٹی جائے اس طرح کہ کل زمین ایک قدم کی مسافت بن جائے (۲) پانی پہ چلنے لگے (۳) دنیا میں جس وقت جو کھانا چاہے کھالے (۴) اس کی کوئی دعا رد نہ کی جائے۔ اس وقت مرید ارادت میں پہلا قدم رکھتا ہے اور جب خود کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک ارادت

سے گر جاتا ہے۔

میں نے یہ سن کر ایک چیخ ماری۔ قریب تھا کہ دم نکل جائے۔ اور عرض کیا ابو القاسم! آپ نے ہمیں ارادت سے مایوس کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی عالی ہمتی نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم آمین) (ص ۴۳۴-۴۳۵)

شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ

شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پیر و مرشد شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی ابتدا کا حال دریافت کیا تاکہ اس سے مستفیض ہوں۔ شیخ نے فرمایا:

"اے بیٹے! یہ ایک عجیب کہانی ہے۔ مجھے اس راہ میں ایک حادثہ نے داخل کیا۔ میں عطر کا تاجر تھا، عطاروں کے بازار میں وہ عطر بیچا کرتا تھا جو سب سے قیمتی اور نایاب ہوتا۔ میرا لباس بھی قیمتی ہوتا تھا۔ ایک روز صبح کو میں نماز پڑھنے جامع مسجد گیا —— نماز پڑھ لینے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا حلقہ لگا ہوا ہے میں ادھر گیا۔ اس زمانے میں مجھے صالحین کے متعلق کچھ پتہ نہیں تھا۔ لوگوں کے بتانے کے مطابق بس اتنا جانتا تھا کہ وہ لوگ جنگل ویرانے میں رہتے ہیں۔

میں وہاں جا کے کھڑا ہوا۔ ایک قاری بزرگوں کے

واقعات اور مجاہدات پڑھ کر لوگوں کو سنا رہے تھے۔ جیسے حضرت بایزید بسطامی کے واقعات۔ میں نے سن کر منہ ہی منہ میں، کہا کہ ایسی باتیں کتابوں میں لکھی جاتی ہیں۔؟ میرے قریب والے شخص نے سن لیا اور مجھ سے کہا: ایسی باتیں نہیں تو کیسی باتیں کتابوں میں لکھی جاتی ہیں؟ میں نے کہا یہ باتیں تو مجھے جھوٹ لگ رہی ہیں کہ کوئی سال بھر پانی کے بغیر زندہ رہے۔ اس نے کہا: ان باتوں سے انکار نہ کرو ـــــ میں اس آدمی سے سوال وجواب ہی میں مشغول تھا کہ دوسرے ایک نہایت کمزور آدمی نے سر اٹھایا اور کہا تم کو صالحین کے بارے میں ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی ـــــ؟ میں نے جواب دیا: صالحین ہیں کہاں؟ یہ کہہ کر دوکان چلا آیا ظہر کے وقت میں اپنے معمول کے مطابق خرید وفروخت میں لگا تھا کہ اسی کمزور شخص کو دیکھا کہ سامنے سے گزرا۔ کچھ آگے جانے کے بعد واپس آیا ـــ لگتا تھا مجھے ہی ڈھونڈ رہا تھا ـــ سلام کیا میں نے جواب دیا، پوچھا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: میرا نام عبدالرحمٰن ہے۔

: مجھے پہچانتے ہو

: آپ وہی تو ہیں جنہوں نے جامع مسجد میں مجھ سے بات کی تھی۔

: کیا تم ابھی تک اسی عقیدہ پر ہو ـــ؟ اپنے فاسد خیال سے توبہ نہیں کی ـــ؟

: میرا کوئی ایسا خیال تو ہے نہیں جس سے توبہ کرنا ضروری ہو

: اے ابویزید! صلحار کے عمل کی نسبت تم کیا کہتے ہو؟ اس وقت ان کا سینہ میری دوکان کے پتھر سے لگا ہوا تھا.

: جناب عالی! صلحار ہیں کہاں؟

: صلحار یہیں ہیں، بازار میں پھرا کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ حال ہے کہ اگر اس پتھر کو اشارہ کریں تو میہ ان کے ساتھ ہو جائے

یہ کہتے ہوئے انھوں نے دوکان کے اندر ایک پتھر کی جانب اشارہ کیا۔ ان کی بات کے ساتھ ہی وہ پتھر حرکت میں آگیا جس سے دو دراز میں نکل آئیں ان میں لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں میں نے تیزی سے ان درازوں کو سنبھالا اور دوکان میں لاکر رکھا۔ اور کہا کیا آدمی کو ایسی طاقت حاصل ہو جاتی ہے

: انھوں نے فرمایا: انسان کی قدرت کے آگے یہ کیا شے ہے؟

میں نے پوچھا: اس سے زیادہ بھی انسان تصرف کر سکتا ہے۔؟

فرمایا: اگر دوکان سے کہدے کہ اپنے مقام سے اکھڑ جا تو اس دم اکھڑ جائے ایک طرف ان کا کہنا تھا کہ میں نے دوکان کو حرکت میں دیکھا اس کے اندر کا ہر سامان، شیشہ برتن سب لرز گیا۔ میں ڈرا کہ یہ کہیں مجھ پر نہ آگرے ــــ میں بھونچکا رہ گیا ــــ اور وہ مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔ مجھ میں عقل کی سرعت موجود تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں تمام زندگی دوکان میں صرف کردوں تو ایسے لوگوں کی ملاقات کیسے نصیب ہوگی؟ دوسرے روز میں پھر حلقہ میں حاضر ہوا تاکہ صلحار کی باتیں سماعت کروں۔ بخدا اس سماع کے بعد مجھ میں دوکان تک جانے کی سکت باقی نہیں تھی ــــ وہاں سے میں اپنے ماموں کے پاس گیا وہ دوکان انہی کی تھی، کنجیاں ان کے حوالے کیں ــــ انھوں نے

پوچھا کہاں چلے ۔ میں نے کہا انشاء اللہ پھر آؤں گا ۔ انھیں میرے ارادے کا علم نہیں ہوا اس کے بعد سے آج تک پھر لوٹ کر میں دوکان نہیں گیا ۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین) (ص ۴۳۵-۴۳۶)

شیخ رفاعی رضی اللہ عنہ کا کشف

عارف باللہ شیخ احمد کبیر بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانی کی عمر میں شیخ عارف علی بن قاری واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرآن شریف پڑھا کرتے تھے ۔ ایک شخص نے حضرت شیخ کی دعوت کی حضرت کے مریدین اور شہر کے دوسرے مشائخ بھی مدعو تھے ـــــ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان دوسرے شیوخ کے ساتھ ایک قوال تھا اس نے دف لے کر گانا شروع کیا سیداحمد رفاعی شیخ ابن القاری کی جوتیاں سنبھالے ہوئے ـ لوگوں کی جوتیوں کے پاس بیٹھے تھے ـــــ جب لوگوں پر وجد طاری ہوا تو سید احمد رفاعی اٹھے اور قوال کا دف توڑ دیا ـــــ سارے مشائخ شیخ علی بن القاری کی طرف دیکھنے لگے ، ان کی آنکھوں میں تنفر تھا ۔ کیونکہ سید احمد رفاعی تو ابھی کم عمر تھے انھوں نے شیخ علی قاری سے وجہ پوچھی ۔؟
انھوں نے فرمایا ۔ وجہ خود سید احمد سے پوچھو ، اگر یہ بتائیں تو خیر ورنہ میں جواب دیتا ہوں ، سب لوگ سید احمد رفاعی سے پوچھنے لگے ، دف کیوں توڑا؟
انھوں نے کہا : اے لوگو ! فیصلہ صرف قوال کی دیانت پر ہے ، اسے چاہیے کہ جو کچھ اس نے سوچا وہ بیان کرے ۔ پھر ہم سے پوچھو ـــ اب لوگوں نے قوال سے کہا کہ اپنے وسوسہ کو بیان کر ۔ اس نے کہا :

"کل شب میں ایک شرابی قوم کے پاس تھا، وہ سب میرا گانا
سن کر جھوم رہے تھے۔ آپ لوگوں کا وجد و سرور دیکھ کر میں نے
خیال کیا کہ ان مشائخ کا حال بھی ان شرابیوں کی طرح ہے
یہ خیال ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اس لڑکے نے میرا دف توڑ
دیا۔"

یہ سن کر سارے مشائخ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سید احمد رفاعی کا ہاتھ
چومنے اور معذرت کرنے لگے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۴۳۷)

عارفِ حق ابوالحسن شاذلی نے فرمایا

امام یافعی بیان کرتے ہیں کہ عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے "شراب محبت"، "ساقی"، "ذوق وشوق"، "سیرابی"، "سکر (نشہ) صحو
(ہوشیاری) وغیرہ کی عارفانہ تشریح چاہی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

شرابِ محبت: ھو النور الساطع عن جمال المحبوب، جمالِ محبوب کا
چمکتا دمکتا نور

جام ھو اللطف الموصل ذٰلک الی افواہ القلوب وہ لطف
جو دلوں کے دہن تک محبت پہنچاتا ہے۔

ساقی: ھو المتولی لخصوص الاکبر والصالحین وہ نگہبانِ حقیقی جو اپنے خاص
من عبادہ وھو اللہ العالم بالمقادیر بندوں اور صلحاء کیلئے سیرابی
ومصالح احبابہ کا انتظام فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو بندوں کی تقدیر اور اپنے

اجباب کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

مشتاق : فمن کشف له عن ذالك الجمال وحظی بشیٔ منه نفسًا او نفسین ثم ارخی علیه الحجاب فهو لذائق المشتاق — جس پر اس کا جمال ظاہر ہوا پھر ایک دو لحظہ بعد پردہ ڈال دیا گیا۔ وہ باذوق مشتاق ہے

شارب حقیقی : وَمَن دَامَ له ذالك سَاعة اَوسَاعتین فهو شارب حقًا — اور جس پر انکشاف جمال ایک یا دو گھنٹے تک رہا وہ شارب حقیقی ہے

(ص : ۴۳۷)

سیراب : ومَن توالی علیه الامر وَدَام له الشراب حتی امتلأت عروقهٗ ومفاصلهٗ من انوار اللّٰه تعالیٰ المخزونة فهو الریّ — اور جس پر یہ حالت پے بہ پے طاری ہوئی، اور متواتر شراب محبت کی مداومت ہوئی حتی کہ اس کے رگ پے اور جوڑ جوڑ ان انوار سے پُر ہو گئے جو مخزون تھے، تو اس حال کو سیرابی کہتے ہیں۔ (ص ۴۳۷)

سکر : وربما غاب عن المحسوس والمعقول فلا یدری مایقال له ولا مایقول فذالك هو السکر (ص ۴۳۷-۴۳۸) — اور گاہے محسوس اور معقول سے غائب ہوجاتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس سے کیا کہا گیا اور اس نے کیا کہا یہ حالت سُکر کہلاتی ہے۔

صحو : وقد تدور علیهم الکئوسات وتختلف لدیهم الحالات ویردون الی الذکر والطاعات ولا یحجبون عن الصفات مع تزاحم المقدورات فذالک وقت صحوهم (ص ۴۳۸) — کبھی ان پیالوں کی گردش پے در پے ہوتی ہے، اور حالات بدلتے رہتے ہیں، ذکر و طاعت کی جانب متوجہ

ہوتے ہیں اور تقدرات بدلنے کے باوجود صفات سے محجوب نہیں ہوتے۔ یہ حالت صحو (ہوشیاری) کہلاتی ہے۔

صحو کو وسعت نظر کا زمانہ، اور علم کے بڑھنے کا زمانہ بھی کہتے ہیں۔ وہ حضرات علم کے نجوم سے، اور توحید کے ماہِ کامل سے شب میں ہدایت پاتے ہیں۔ اور دن میں خورشید عرفان سے روشنی لیتے ہیں۔ اولئک حزب اللہ الا إنّ حزب اللہ ھم المفلحون

مشائخ عارفین فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اس شخص کے دل کو ملتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے جمالِ معرفت کے لئے پسند فرماتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے کہ اپنا نورِ جمال اس پر منکشف فرمائے، اور کمالِ جلال کی تقدیس سے اسے نوازے ـــــ شرابِ محبت کبھی کوشش و ہمت اور تہذیب نفس کے بعد عطا ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے لحاظ سے ملتا ہے۔ کسی کو بلاواسطہ مل جاتی ہے۔ اس شرابِ محبت کا والی خود رب تعالیٰ ہی ہے۔ اور کبھی وسیلہ سے عطا ہوتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین (ص ۴۳۴-۴۳۸)

لیلۃ القدر سے فرار

ایک بزرگ فرماتے ہیں مجھے رمضان المبارک کا چاند نظر آیا۔ اسی وقت رب تعالیٰ نے اس رمضان کی لیلۃ القدر کے بارے میں مجھے مطلع فرمایا کہ فلاں شب ہے۔ وہ رات جب آئی تو اس سے میں اس طرح بھاگتا تھا۔ جیسے قرضدار قرض لینے والے سے منہ چھپاتا ہے ـــــ اس شب کے انوار میری آنکھوں میں چمک رہے تھے اور میں کہہ رہا تھا:

وعزتك يا ربِّ وجلالك ما احتاج معك الى ليلة القدر تیری عزت وجلال کی قسم اے رب تیرے ہوتے ہوئے مجھے شب قدر کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ص ۴۳۸)

اٹھائیسویں شب کی خفگی

ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک سال رمضان کی ۲۶ ویں شب میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں، جس طرح شادی کے گھر والے ایک روز قبل سے تیاری کرتے ہیں ـــــ جب ستائیسویں رات آئی (اور وہ شب جمعہ تھی) تو میں نے فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھا ان کے ہاتھوں میں نور کے طبق تھے ـــــ اور جب اٹھائیسویں رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ناراض جیسی تھی، اور کہتی تھی کہ میں نے مانا کہ شب قدر کا ایک حق تھا جسے لوگوں نے ادا کیا تو کیا میرا کوئی حق نہیں تھا جس کا خیال کیا جاتا۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب کا غصہ شاید لوگوں پر اس وجہ سے تھا کہ لوگوں نے شب بیداری نہیں کی۔ حالانکہ وہ شب قدر کی ہمسایہ شب تھی۔ اور ہمسایہ کا بھی کچھ تو حق ہوتا ہے۔ الخ

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نے شب قدر میں ہر شئے حتیٰ کہ شجر و حجر کو سجدہ ریز دیکھا اور تمام عالم کو نور عرش تا فرش انوار سے لبریز ہے ـــــ امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے کسی درویش نے کہا:

میں نے شب قدر میں دیکھا کہ نور کے حروف سے لکھا ہوا ہے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من

لَّدُنْکَ رَحْمَۃً انک انت الوھّاب ،،
امام فرماتے ہیں اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اس شب یہ دعا پڑھی جائے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے کسی کو بے خوف نہیں رہنا چاہیئے۔

(ص ۴۳۸-۴۳۹)

حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہٗ

علمائے حق میں سے ایک صاحب نے امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگل میں دلق پوش دیکھا ان کے ہاتھ میں عصا اور صرف ایک لوٹا تھا ـــــ اس سے قبل میں نے انھیں بغداد میں دیکھا تھا ، ان کی مجلس درس میں سو شریف زادے حاضر ہوتے تھے۔

(بعض لوگوں نے بیان کیا کہ آپ تین سو آدمیوں کو درس دیتے تھے۔ اور آپ کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے افاضل علماء اور امیروں کے لڑکے حاضری دیتے تھے) میں نے امام کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا اے امام! کیا علم کی تدریس اس سے بہتر نہیں تھی ـــ؟

میری بات سن کر انھوں نے مجھے ترچھی نظر سے گھور کر دیکھا۔ اور فرمایا:

"جب ارادت کے فلک پہ سعادت کا ماہتاب
ضو فگن ہوا ـــــ اور خورشید اصول و
قواعد مغرب وصال میں ڈوب گیا۔ تو ـــ

تَرَکْتُ ھَوٰی لیلیٰ وسُعْدٰی بِمَعْزِلٍ وَعُدْتُ اِلیٰ محبوبِ اولِ مَنْزِلٖ

میں نے لیلیٰ اور سعدیٰ کی محبت چھوڑ دی اور منزلِ اوّل کے محبوب کی جانب رجوع کیا

وَنَادَتْ بِیَ الاَشْوَاقُ مَھْلاً فھٰذہٖ منازلُ مَنْ تَھْوٰی رُوَیْدَکَ فَانْزِلٖ

اور شوق نے پکارا ٹھہر جا۔ یہ محبوب کی منزلیں ہیں تیز گامی سے باز آ اور سواری سے نیچے اتر،

امام یافعی فرماتے ہیں:

"اس کا مقصود یہ ہے کہ لسانِ شوق نے مجھ سے کہا کہ تو منزل محبوب پر پہونچ گیا۔ اور سیر کی تکلیف و مشقت ترک کر دے۔ میں نے امام غزالی کے کچھ مناقب کتاب الارشاد میں بیان کئے ہیں۔ ان کے حق میں اکابر اولیاء نے عظیم مقامات ولایت کی شہادت دی ہے اور ان کے لئے درجہ صدیقیت، اور شرافتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے بدبخت حاسدین سے تعرض کرنا فضول ہے۔ کیونکہ وہ محروم دشمن ہیں اور ان کی خوبیوں کے معاملہ میں اندھے اور بے توفیق ہیں۔ عنقریب جب پردہ آنکھوں سے ہٹے گا تو خود دیکھ لیں گے اور واضح ہو جائے گا۔

سَیَدْرُوْنَ فیما بَعْدُ یا امَّ حَامِدٍ لِمَنْ شَرَفُ الْعَلْیَا وَفَخْرُ الْمَحَامِدِ

عنقریب اے ام حامد! وہ لوگ جان لیں گے کہ کس کے لئے شرف عالی اور حمد کا فخر ہے

اِذا لِحجۃُ الاسلام بَانَ مَقَامُہٗ لِکُلِّ الوَرٰی مابَیْنَ خِلٍّ وحَاسِدٖ

جس وقت حجۃ الاسلام کا مقام معلوم ہوگا ساری خلقت دوست اور دشمن کو

بیوم بہ عالٍ مقامُ محمّدَ عَلیہِ صلوٰۃُ اللہ زَیَّنَ مَشاھِد

جس روز کہ ان کے سبب محمد کا مقام بلند ہوگا ان پر خدا کی رحمت ہو وہ مقامات کی رونق ہونگے

شَفیعَ الورٰی مَولیٰ البرایا مُقَدَّمًا لہٗ مَشْھَدٌ یجلو لکل مُشَاھِد

حضور ہی مخلوق کے شفیع، خلق کے آقا اور پیشوا ہیں۔ آپ کو ایسا رتبۂ بلند حاصل ہے جو ہر ناظر پر روشن ہے۔ (۴۳۹ - ۴۴۰)

فقیر بدرالقادری عرض کرتا ہے:

دیں کی شوکت ہیں حجۃ الاسلام فضل و رافت ہیں حجۃ الاسلام

اپنی خدمات بے بہا کے طفیل زندہ دولت ہیں حجۃ الاسلام

ان سے احیاء علوم باطن کا! رب کی نعمت ہیں حجۃ الاسلام

کیمیا کی سطر سطر میں چھپے، یمن و برکت ہیں حجۃ الاسلام

اے خیابانِ معرفت کی بہار!
تجھ پہ ہر روز رحمتیں ہوں ہزار

نورانی نوشتہ

حضرت سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ تھا کہ آپ کی خدمت میں اگر کوئی تعویذ لکھوانے آتا اور روشنائی نہ ہوتی تو آپ اسے سادے قلم سے کاغذ پہ تعویذ لکھ کر عنایت فرما دیتے ——— ایک شخص نے اسی طرح آپ سے تعویذ لکھوایا اور کچھ دیر بعد وہی کاغذ لے کر پھر آیا کہ اس پر تعویذ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا، "بیٹے! اس پہ تو تعویذ لکھا ہوا ہے۔

اور اسے بغیر کسی زجر و رنجش کے واپس کیا ـــــ آپ کے دورِ گرامی میں آپ کے دو مریدین تھے جنہوں نے باہم اللہ کے لئے محبت کی تھی جو زمانہ دراز تک قائم رہی ـــ ایک مرتبہ وہ دونوں حضرات جنگل میں گئے۔ ان میں سے ایک کا نام شیخ معالی بن یوسف اور دوسرے کا نام شیخ عبدالمنعم تھا۔ وہاں بیٹھے دونوں باہم باتیں کرتے رہے۔

شیخ عبدالمنعم : کچھ وہ باتیں بتایئے جو آپ کو شیخ احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاصل ہوئیں۔

شیخ معالی : آپ کسی چیز کی خواہش اور تمنا رکھتے ہوں تو بتایئے ؟

شیخ عبدالمنعم : میری تو ایک ہی آرزو ہے کہ میرے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ آسمان سے نازل ہو۔

شیخ معالی : اللہ تعالیٰ کا کرم نہایت وسیع اور اس کا فضل لامتناہی ہے

دونوں حضرات باتوں میں مشغول تھے اتنے میں آسمان سے ایک سفید ورق ان کے سامنے گرا۔ شیخ معالی نے کہا لو پروانہ آگیا ـــ کاغذ اٹھا کر دیکھا تو اس میں کوئی تحریر نظر نہیں آرہی تھی ـــ دونوں حضرات وہ کاغذ لے کر حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمت میں پیش کیا۔ اور خاموش بیٹھ رہے ـــــ حضرت کاغذ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ اور سر سجدے سے اٹھایا تو فرمایا

الحمد للہ الذی اَرَانی عتق اصحابی من النار فی الدنیا قبل الاٰخرۃ	اللہ کا شکر ہے جس نے میرے مریدوں کے لئے دوزخ سے رہائی کا پروانہ دنیا ہی کے اندر، آخرت سے قبل دکھایا۔

عرض کیا گیا حضور! اس رقعہ پر کچھ لکھا تو ہے نہیں اور یہ تو سادہ سفید ہے ۔۔۔؟ فرمایا :

"میرے فرزند! قدرت کا ہاتھ سیاہی سے نہیں بلکہ نور سے لکھتا ہے۔ اور یہ تحریر نورانی ہے"

اس کے بعد آپ نے وہ رقعہ انھیں عنایت کر دیا ۔۔۔ اور جب شیخ عبد المنعم کا انتقال ہوا تو رقعہ ان کے کفن میں رکھا گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم (ص ۴۴۰)

عطا کی جاتی ہے جس کو نگاہِ نورِ عرفانی !!
ہے اس کی عظمتوں کی داستاں لاریب طولانی
خدا کے پیارے بندے نور کی تحریر پڑھتے ہیں
ہے سجدہ ریز ان کے در پہ فغفوری و سلطانی

بدرؔ

بہشت کا بیعنامہ

حضرت سید احمد رفاعی قدس اللہ روحہ کے ایک خاص مرید تھے جن کا نام شیخ جمال الدین خطیب تھا۔ مقام اُم عبیدہ میں ایک باغ تھا جسے وہ خریدنا چاہتے تھے ۔۔۔ اس کے لئے انھوں نے حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ باغ کے مالک شیخ اسماعیل بن عبد المنعم کو بلوا کر بات کریں ۔۔۔ حضرت نے فرمایا میں خود

تمہارے ساتھ ان کے پاس جاؤں گا ـــــ چنانچہ پیدل اُٹھ کر جا کر اس بارے میں سفارش کی مگر شیخ اسماعیل نے بیچنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا جو قیمت میں طلب کروں وہ آپ دینے کو تیار ہوں تو میں باغ انہیں دے دیتا ہوں

حضرت شیخ احمد نے فرمایا: تم خود ہی بتاؤ کتنی قیمت لینا چاہتے ہو۔؟

شیخ اسماعیل: حضور! میں اس باغ کو جنت کے ایک محل کے عوض بیچوں گا۔

فرمایا: بیٹے! جنّت کے محل کو بیچنے والا میں کون ہوں۔ مجھ سے دنیا کی شئے مانگو۔

شیخ اسماعیل: حضور دنیا کی کسی شئے پر تو میں سودا نہیں کروں گا۔ لونگا تو وہی قیمت لوں گا۔

یہ سن کر حضرت شیخ قدس اللہ روحہ نے تھوڑی دیر اپنے سَر کو جھکایا ـــ اس وقت آپ کا رنگ متغیر ہو کر زرد ہو گیا ـــ اس کے بعد سر اٹھایا تو چہرۂ مبارک سرخ تھا ـــــ اور فرمایا

"اے اسماعیل تم نے جو مانگا اس کے بدلے میں نے باغ خریدا"

اسماعیل: حضور ایک تحریر اپنے خط سے عنایت فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اشتری اسماعیل بن عبد المنعم من العبد الفقیر الحقیر احمد بن ابی الحسن الرفاعی ضامنا لہ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ دستاویز اس جنتی محل کی ہے جو اسماعیل بن عبد المنعم نے بندۂ حقیر فقیر احمد بن ابوالحسن رفاعی سے خریدا ہے، اور اس نے اللہ کے

قصرًا فی الجنۃ تحفّہ اربعۃ حدود: الاول الیٰ جنۃ عدن الثانی: الیٰ جنۃ الماویٰ الثالث الیٰ جنۃ الخلد الرابع الیٰ جنۃ الفردوس بجمیع حورہٖ وولدانہٖ وفرشہٖ واَسِرتہٖ واَنہارہٖ واشجارہٖ عوض بستانہٖ فی الدنیا واللّٰہ لہ شاھد وکفیل

فضل و کرم پر بھروسہ کر کے ذمہ داری لی ہے جس محل کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ ایک طرف جنت عدن تک دوسری حد جنت ماویٰ تک تیسری جنت خلد تک۔ اور چوتھی حد جنت فردوس تک۔ تمام حور و غلمان کے ساتھ، فروش، تخت، نہریں اور درختوں کے ساتھ۔ اس باغ کے بدلہ جو میں نے دنیا میں خریدا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے

یہ کاغذ تہ کر کے آپ نے شیخ اسماعیل کے سپرد کیا۔ وہ دستاویز لے کر اپنے بیٹوں کے پاس گئے جو باغ کے کھیتوں میں آبپاشی کر رہے تھے — اور کہا آؤ دیکھو میں نے باغ کو فروخت کر دیا ہے۔ اور حضرت سید احمد کو دے دیا ہے۔ انھوں نے کہا: آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کی تو ہمیں ضرورت خود ہے — انھوں نے اپنے بیٹوں سے ساری بات بتائی اور حضرت کا نوشتہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ لڑکوں نے کہا ہم لوگوں کو بھی جب تک اس میں شامل نہ کیا جائے ہم رضامند نہیں ہوں گے۔ شیخ اسماعیل نے کہا اگر تو آؤ — وہ محل ہمارا بھی ہے اور تم لوگوں کا بھی۔ اللہ تعالیٰ اس کا وکیل ہے — اس طرح ان کے فرزند بھی رضامند ہو گئے۔

کچھ زمانہ بعد شیخ اسماعیل کا انتقال ہوا۔ اور حسب وصیت وہ حضرت شیخ قدس اللہ روحہ کی مبارک تحریر ان کے کفن میں رکھی گئی۔ دوسری صبح لوگوں نے دیکھا کہ شیخ اسماعیل کی قبر پر ایک تحریر نمایاں ہے اور وہ یہ تھی:

قد وجدنا ما وعدنا حقا   اللہ کا وعدہ ہم نے سچا پایا
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)   (ص ۴۴۴ - ۱۴۴)

فقیر بدّر عرض کرتا ہے:

کیسی عظیم شان ہے کیسا ہے مرتبہ   جس پر نظر کرم کی اٹھی وہ غنی ہوا
اللہ کا خزانہ ہے اور بانٹتے ہیں یہ   تقسیم خلد کرتا ہے درویش باخدا

اِک نگاہِ اہلِ دل

حضرت شیخ احمد رفاعی قدس اللہ روحہ، ایک شب وضو کرنے کے لئے کھجور کے باغ میں تشریف لے گئے۔ پاس ہی دریا رواں تھا جس میں ایک کشتی کے اندر واسط کے کوتوال دیوان اور ملازمین سوار تھے ــــ اور سپاہی چلتے پھرتے کام کرتے لوگوں کو زبردستی پکڑ کر بیگار کرانے کے لئے ایک پوری جماعت کو لئے جا رہے تھے۔ ایک سپاہی نے باغ میں آپ کو دیکھا تو کہا ہمارے ساتھ چلو۔ آپ بھی ان میں شامل ہو گئے ــــ حضرت ان لوگوں کے ساتھ بذریعہ گاؤں میں پہونچے۔ وہاں حضرت کو ایک فقیر نے دیکھ لیا ــــ وہ چلّا کر فریاد کرنے لگا۔ فوراً بہت سے فقرا درویش جمع ہو گئے اور شور مچانے لگے۔ کشتی کے لوگوں کو اس وقت پتہ چلا کہ آپ حضرت شیخ رفاعی ہیں ــــ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور گھبرا کر آپ کے پاس آئے اور معافی مانگنے لگے۔

آپ نے فرمایا:

جو ہوا! بہتر ہی ہوا ــــ تم لوگوں کی ضرورت پوری ہوئی ہمیں ثواب ملا۔ اور ہمارا کچھ نقصان بھی نہیں ہوا۔ میں تو اپنے گھر

کے اندر خالی بیٹھا رہتا ہوں ـــــ مگر تم دوسرے کمزور
ضعیف لوگوں کو اور کاروباری لوگوں کو جبراً پکڑ کر لاتے
ہو اور ان کے کاموں کا نقصان کراتے ہو اور گناہ مول
لیتے ہو ـــ اس کے بعد تمہیں اگر کبھی ضرورت ہوا کرے
تو مجھے بتا دینا میں جب تک تھک نہیں جاؤں گا تمہارا
کام سرانجام دوں گا

انھوں نے کہا :ـــ ہم اپنے اس فعل سے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں توبہ کرا دیں اور ہم سے ناراضگی دور کرلیں ،

آپ نے ان کو توبہ کرائی ، اور فرمایا : اللہ تم سے اور ہم سے راضی ہو ،، پھر ان کے حق میں دعا کی اور واپس کیا۔ اس کے بعد جس سپاہی نے آپ کو گرفتار کیا تھا ، اس نے آکر معافی مانگی اور کہا آپ کا سب سے بڑا مجرم تو میں ہوں حضرت نے اسے بھی توبہ کرائی نیکی کا عہد لیا اور فرمایا :

" اے اللہ تو گواہ رہ کہ ہم دنیا و آخرت کے بھائی ہیں
اس کے بعد سب واسط چلے گئے ۔ اس سپاہی نے
شاہی ملازمت ترک کردی اور حضرت کی خانقاہ
میں رہنے لگا ، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر
کے پرہیزگار بن گیا۔ (ص ۴۴۱-۴۴۲)

شک مکن در عزو شانِ اولیاء

ایک بزرگ کو شیخ ابوالفضل بن جوہری مصری کے فضل و کمال کی خبر ملی

وہ اپنے شہر سے جمعہ کے دن مصر میں آئے اور شیخ جوہری کے وعظ میں شریک ہوئے۔ فرماتے ہیں :

"شیخ جوہری نہایت خوبصورت، بلیغ، خوش لباس تھے بڑے ہی قیمتی کپڑے اور عمامہ سے آراستہ تھے، ان کی ہمت بلند اور قبا کشادہ تھی (یا یہ کہا کہ ان پر دنیا کشادہ تھی)، میں نے اپنے جی میں کہا، ان کی صالحیت دینداری اور پرہیزگاری کے تو بہت چرچے ہیں۔ اور ان کی صفاتِ حمیدہ، قوتِ ایمانی اور کمالِ یقین کی بڑی شہرت ہے مگر ان کے لباس، ہیئت اور زیبائش و آرائش کا یہ حال ۔۔؟ ۔۔ اسی خیال میں میں مسجد سے شہر مصر کی گلیوں میں نکلا ۔۔ ایک جگہ ایک عورت کو چیخ پکار کرتے سنا۔

انھوں نے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بڑھیا کے پاس ایک ہی بیٹی ہے جس پر جن کا اثر ہو گیا ہے۔ انھوں نے بڑھیا کو تسلی دی اور کہا کہ میں اس کا علاج کروں گا ۔۔ اور بڑھیا کے ساتھ اس کے عظیم الشان محل نما مکان میں گئے جو اس کی بیٹی کی شادی کے سامان سے بھرا تھا۔ اس کی حسین و جمیل لڑکی دائیں بائیں دیکھتی ان کے پاس آئی۔ انھوں نے اس پر قرآن مجید کی دس آیتیں ساتوں قرأتوں سے پڑھ کر دم کیں ۔۔ اسی کے ساتھ جن فصیح زبان میں بلند آواز سے بولا :

"شیخ ابو بکر! سات قرأتوں سے قرآن مجید پڑھ کر تم ہم پر فخر نہ کرو ۔۔ ہم جنوں کی نسترہ صنفیں ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیرِ ذات العلم کے دن مسلمان

ہوئے تھے۔ ہم لوگ آج شیخ صالح بوالفضل جوہری کی اقتدار میں جمعہ ادا کرنے آئے تھے۔ تم نے جنہیں حقیر سمجھا۔ اور جن کے بارے میں بدظنی کا شکار ہوئے۔ اللہ سے توبہ کرو اور اپنی غفلت کا تدارک کر ڈالو ہم لوگ اس راستے سے جا رہے تھے کہ اس لڑکی نے ہم پر نجاست پھینکی ـــ تمام ساتھی تو بچ گئے البتہ میرے کپڑے نجس ہو گئے اور میں شیخ جوہری کے پیچھے جمعہ پڑھنے سے محروم ہو گیا۔ اس غصہ میں میں نے یہ کیا جو تم نے دیکھا۔

میں نے کہا جس شیخ معظم کی اقتدار میں آپ جمعہ پڑھنے آئے تھے ان کے واسطہ سے میں گزارش کرتا ہوں اسے چھوڑ دیں ـــ جن نے میری بات مان لی۔ اور لڑکی اچھی ہو گئی اور شرما کر فوراً امنہ پر نقاب ڈال لیا میں شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے مسکرا کر اھلاً و سھلاً کہا اور فرمایا: شیخ ابوبکر! جب تک جن نے تمہیں نہیں بتایا تمہیں ہمارے حال کا یقین نہیں ہوا یہ سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر ایک زمانہ تک ان کی صحبت میں رہا۔ وعظ سنتا رہا۔ اور خانقاہ کے حجرے میں قیام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ کرامات اولیاء سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین، (ص ۴۴۲ - ۴۴۳)

شیخ احمد بن جعد یمنی کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے آپ اپنے ابتدائی دور میں حضرت شیخ عیسیٰ ہتار یمنی کی ملاقات کو گئے انھیں دیکھا کہ وہ عمدہ لباس میں ملبوس ہیں۔ تو ان سے بدظن ہو گئے ــــ اور پیچھے ہٹ کر جانا چاہا ــــ حضرت شیخ نے انھیں پکارا: اے لڑکے! اِدھر آ "یہ لباس میں نے اس وقت پہنا ہے جب ایسی بہت سی جلدیں راہِ مولیٰ میں پرانی کر چکا ہوں"، یہ سُن کر شیخ احمد کا شبہ زائل ہوا ــــ اور قریب پہونچ کر حضرت کو سلام کیا اور دعا کی درخواست کی۔ (ص ۴۴۴)

خدا کے لئے ریاضت

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفقار نے ان کی کثرت ریاضت دیکھ کر کہا کہ اگر آپ اس میں کچھ تخفیف فرمادیں پھر بھی انشاءاللہ اپنی مراد کو پہونچیں گے۔

فرمایا: میں پوری کوشش کیوں نہ کروں؟ ــــ جب کہ میں نے سنا ہے کہ جب اہلِ جنت اپنی منزل میں ہوں گے اس وقت ان پر ایک بڑا نور ظاہر ہوگا۔ جس سے آٹھوں جنتیں روشن و منور ہو جائیں گی ــــ اہلِ جنت سمجھیں گے کہ یہ نور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اس وقت ایک منادی کی آواز آئے گی۔ سر اٹھاؤ یہ نور وہ نہیں جس کا تمہیں گمان ہوا یہ ایک حور کے چہرے کا نور ہے جو اپنے شوہر کے سامنے اس کے مسکرانے پر ظاہر ہوا ہے۔

تو بھائیو! تمہی بتاؤ جو شخص حسین و جمیل حور کے لئے مجاہدہ کرے اسے

تو ملامت نہیں کی جاتی ۔ اور جو انسان اللہ کا طالب ہو اس کے مجاہدہ پر ملامت کیوں ــــ ؟

مَا ضَرَّ مَنْ کَانَتِ الْفِرْدَوْسُ مَنْزِلَہٗ
جس کی منزل فردوس ہو اسے کوئی ضرر نہیں

مَاذَا تَحَمَّلَ مِنْ بُؤْسٍ وَّاقْتَارٍ
کہ اس نے کس قدر سختی و تنگی جھیلی

تَرَاہُ یَمْشِیْ نَحِیْلًا خَائِفًا وَّجِلًا
تو اسے دیکھے نحیف و نزار خوفزدہ گھبرایا ہوا

اِلَی الْمَسَاجِدِ یَسْعٰی بَیْنَ اَطْمَارٍ
مسجدوں کی طرف بوسیدہ چادروں میں دوڑتا ہوا

یَا نَفْسُ مَا لَکِ مِنْ صَبْرٍ عَلَی النَّارِ
اے نفس تجھے آگ پر تو صبر نہیں ،

قَدْ حَانَ اَنْ تُقْبِلِیْ مِنْ بَعْدِ اِدْبَارٍ
اب وقت آگیا ہے کہ روگردانی کے بعد تو متوجہ ہو ،

(ص ۴۴۴)

حور سے منگنی کے عوض

حضرت سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال بے سروسامانی کی حالت میں محض خدا کے بھروسے پر حج و زیارت کا ارادہ کیا ــــ راستے میں میں نے ایک خوش شکل عراقی نوجوان کو بھی دیکھا اور وہ بھی اسی مقصد سے سفر کر رہا تھا ــــ جب قافلہ حجاج چلتا تو وہ عراقی نوجوان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ــــ اور لوگ منزل پر ٹھہرتے تو وہ نماز پڑھتا ، اس کے علاوہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو تہجد ادا کرتا ــــ اسی معمول پر وہ مکہ معظمہ تک گیا وہاں پہونچ کر وہ مجھ سے جدا ہونے لگا ، تو میں نے اس سے پوچھا ،

" اے فرزند تجھے کس شے نے اتنی سخت عبادت و ریاضت

پر آمادہ کیا،، اس نے جواب دیا: "اے ابو سلیمان! مجھے ملامت نہ کرو، میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا، وہ ایک چاندی کی اور ایک سونے کی اینٹ سے بنایا گیا ہے اس میں اسی طرح کے بالاخانے ہیں۔ اور ان بالاخانوں کے درمیان ایک ایک ایسی ایسی حور دیکھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن وجمال والی نہیں دیکھی ہوگی وہ اپنی زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں ___ ان حوروں میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانتوں کی چمک سے پوری جنت جگمگا اٹھی۔ اور اس نے کہا:

"اے نوجوان! اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش اور مجاہدہ ریاضت کر تاکہ میں تیری اور تو میرا ہو جائے۔"

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا ___ اے ابو سلیمان! یہ ہے میرا قصہ۔ پھر مجھے تو کوشش کرنی ہی چاہیئے۔ کیونکہ جو کوشش کرتا ہے وہی پاتا ہے۔ یہ جو کچھ ریاضتیں آپ نے دیکھیں یہ تو ایک حور کی منگنی کے لئے تھیں۔

حضرت شیخ دارانی نے اس نوجوان سے دعا کے لئے فرمایا۔ اس نے دعا کی۔ اور دوستی کا عہد کر کے چلا گیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ___ میں نے اپنے نفس پر سختی کی! اور کہا اٹھ اور یہ اشارہ سن جو ایک خوشخبری ہے۔ ایک عورت کی طلب کے لئے جب اس قدر محنت ومشقت اور ریاضت ہے تو جسے اس حور کا رب اور پروردگار مطلوب ہو اسے کتنی ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کرنا چاہیئے۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"یہ خواب جو صلحاء دیکھتے ہیں یہ اسرار ہیں، جنہیں رب تعالیٰ ان کے آئینہ قلب پر بشکل خواب ظاہر فرماتا ہے۔ یہ اجزائے نبوت کا ایک جزء ہے۔ اس سے انھیں بشارت دی جاتی ہے اور ان کی تکریم ہوتی ہے تاکہ وہ مجاہدہ وغیرہ میں مزید کوشش کریں۔ اور صالحیت میں ترقی کریں۔ وہ ہماری طرح نہیں ہیں کہ نصیحت کی جاتی ہے اور نصیحت پذیر نہیں ہوتے۔

اس کتاب کو سنانے کے دور میں ایک عجیب نصیحت حسن اتفاق سے ظاہر ہوئی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کے نفس نے کہا کاش کوئی ایسا آدمی ہوتا جو ایک کنیز زفاف کے لئے مجھے بیچتا اور اس کی قیمت حج کے زمانہ میں لیتا۔ تو میں اسے بیچ کر قیمت چکا دیتا ـــــ وہ یہ آرزو کر ہی رہا تھا کہ ایک درویش رونما ہوئے (اس کی یہ خواہش صرف اس کے خیال میں تھی اس نے کسی پر ظاہر نہیں کی تھی) درویش نے اس شخص سے کہا :

"میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ ایک قصبہ میں ہیں، اور اس کے اوپر نور چھایا ہوا ہے اور آپ کے پاس ایک کنیز ہے اور قصبہ کے باہر سات نہایت حسین وجمیل حوریں آپ کے اشتیاق میں تھیں ان میں سے ایک آپ کی جانب اشارہ کر کے کہتی ہے ـــ یہ صاحب بھی عجیب ہیں۔ میں ان پر عاشق ہوں اور یہ ایک کنیز پہ فریفتہ ہیں۔ (ص ۴۴۴ - ۴۴۵)

خدمتِ شاہی کے لائق

سیّدہ شعوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ربّ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا کیا۔ انھوں نے اس کی اچھی طرح تربیت کی۔ جب وہ ہوشیار اور جوان ہوا۔ تو اس نے ایک روز کہا۔ امی جان! میں آپ سے خدا کے لئے عرض گزار ہوں کہ مجھے اللہ کی راہ میں ہبہ کر دیں۔ اور چھوڑ دیں ــــ ماں نے پوچھا:

"اے فرزند! طریقہ یہ ہے کہ ملوک و رؤسا کو ایسا ہدیہ دیتے ہیں جو ادب شناس اور صاحب تقویٰ ہو۔ اور تو سیدھا سادا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تجھ سے کیا مطلوب ہے۔ اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا ہے۔

صاحبزادے اپنی والدہ کا جواب سن کر خاموش رہ گئے ــــ اور کچھ نہیں کہا۔ ایک روز کی بات ہے لکڑیاں لانے جنگل میں گئے اور ان کے ہمراہ لکڑیاں لاد کر لانے کے لئے ایک جانور بھی تھا۔ جنگلی پہاڑ پر سے اترتے اور لکڑیاں اٹھاتے۔ جمع کرتے ہوئے گٹھر تیار کر لیا۔ اب جانور کو ڈھونڈا تو دیکھا سامنے شیر کھڑا ہے۔ اور اس نے ان کے جانور کو پھاڑ کھایا ہے۔ آپ نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور کہا "اے خدا کے کتے! مالک بے نیاز کی قسم میں تیری ہی پشت پر لکڑیاں لاد کر لے جاؤں گا۔ کیونکہ تو نے میرے جانور پر زیادتی کی ہے۔ یہ کہہ کر شیر پر لکڑی لادی اور کھینچتے ہوئے گھر لے گئے ــــ دروازہ پر دستک دی۔ ماں نے پوچھا کون؟ جواب دیا آپ کا فرزند، ماں نے دروازہ کھول کر شیر کی پشت پر لکڑی لدی ہوئی دیکھی تو کہا، بیٹے! یہ کیا؟ انھوں نے سارا ماجرا سنایا: اب وہ سمجھ گئیں

کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی ہے اور اسے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔ پھر فرمایا :

"اے بیٹے! تو بادشاہوں کی خدمت گزاری کے لائق ہو چکا ہے، جا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہبہ کیا تو اس کے پاس میری امانت ہے، ـــــ ان کے لئے دعا فرمائی اور چند اشعار پڑھے :

جَعَلَ الرِّضَا لسباقهٖ مَیْدَانًا ـــ فَجَرٰی وَاَطْلَقَ مِنْ یَدَیْهِ عِنَانًا

اس نے اپنی دوڑ کیلئے میدان رضا کو چنا پس وہ ہاتھوں سے باگ چھوڑ کر چلا

فَتَقَدَّمَ السَّبَّاقُ فِی غَسَقِ الدجیٰ ـــ یَطْوِی الْقِفَارَ وَیَطْلُبُ لَاوُطَانَا

اندھیری شب میں وہ جنگل طے کر کے شہر محبوب کو ڈھونڈتا ہے۔

هَجَرَ الْخَلَائِقَ وَالعلائقَ فی رِضَا ـــ مَحْبُوبِهٖ وتَجَنَّبَ الاِخْوَانَا

سارے علاقے اور سارے وطن اس نے رضا محبوب کیلئے چھوڑ دیئے اور بھائیوں سے اجتناب کرنے لگا

شَرِبَ لظَّمَا حتیٰ تَعَطَّشَ قَلْبُهٗ ـــ فَغَدَا وَرَاحَ مِنَ الظَّمَا رَیَّانَا

تشنگی کی شراب پی یہاں تک کہ قلب پیاسا ہو گیا اب صبح و شام تشنگی ہی سے آسودہ ہو کر پھرتا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(ص ۴۴۵-۴۴۶)

چار قسم کے پینے والے

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مکہ معظمہ کے ارادے سے ہیں جنگل میں چل رہا تھا۔ شدت کی پیاس لگی۔ قبیلہ بنی مخزوم میں پہونچا ـــ میں نے وہاں ایک کمسن خوبصورت لڑکی دیکھی وہ گنگنا کر

(عشقیہ) اشعار پڑھ رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا ــــ حالانکہ بالکل کم عمر تھی ــــ
میں نے کہا اے لڑکی تجھے حیا نہیں ــــ؟
اس نے کہا: ذوالنون خاموش رہو! ــــ میں نے رات میں خوشی خوشی محبت کی مے پی ہے اور صبح صبح اس مالک و مولیٰ کی محبت میں مخمور بیدار ہوئی ہوں۔

حضرت ذوالنون: میں تجھے نہایت ذی فہم دیکھ رہا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت کر!

لڑکی: اے ذوالنون سکوت اختیار کر۔ اور دنیا سے تھوڑی روزی پر قانع رہ تو تو بہشت میں کبھی نہ فنا ہونے والے حی و قیوم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

حضرت ذوالنون: تیرے پاس پینے کے لئے کچھ پانی ہے؟

لڑکی: میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔

حضرت ذوالنون: میں نے خیال کیا کہ لڑکی اب مجھے شاید کسی کنوئیں یا چشمہ کے بارے میں بتائے گی مگر......

لڑکی: قیامت کے دن لوگ چار گروہ ہو کر پئیں گے۔
(۱) کو ملائکہ پلائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیضاء لذۃ للشربین
(الصٰفّٰت ۳۷/۴۶)
(۲) کو رضوانِ جنت پلائیں گے ارشاد ربی ہے وہ زاجلہ من تسنیم (المطففین ۸۳/۲۷)
(۳) کو اللہ تعالیٰ خود پلائے گا وہ بندگان خاص ہوں گے۔ رب کائنات فرماتا ہے۔ وسقٰھم ربّھم شرابًا طھورا (الدہر ۷۶/۲۱)
پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو تاکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پلائے

امام یافعی فرماتے ہیں کہ چار فرقوں کی نشاندہی کی مگر تین ہی کا ذکر فرمایا (واللہ اعلم)، ممکن ہے چوتھا فرقہ جو اس ترتیب بالا کے لحاظ سے کم درجہ ہے جسے بچے پلائیں گے جیسا کہ ارشادِ ربی ہے ویطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین اور سب سے برتر فرقہ آخری فرقہ ہے۔ (واللہ سبحانہ اعلم) (ص ۴۴۶-۴۴۷)

اللہ کی پیاری

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں طواف میں تھا ناگہاں اس وقت ایک ایسا نور چمکا جو آسمان تک جا پہونچا۔ میں تعجب میں خانہ کعبہ سے لگ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نور کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اسی دوران میں نے ایک غمناک آواز سنی۔ میں نے جا کر دیکھا تو ایک لڑکی غلافِ کعبہ سے لپٹی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

اَنْتَ تَدْرِیْ یَا حَبِیْبِیْ مَنْ حَبِیْبِیْ؟ اَنْتَ تَدْرِیْ

تو خوب جانتا ہے اے میرے دوست: میرا دوست کون ہے، تو جانتا ہے

وَنُحُوْلُ الْجِسْمِ وَالدَّمْعِ یَبُوْحَانِ بِسِرِّیْ

جسم کی لاغری اور آنسو دونوں میرے راز کو ظاہر کرتے ہیں

قَدْ کَتَمْتُ الْحُبَّ حَتّٰی ضَاقَ بِالْکِتْمَانِ صَدْرِیْ

میں نے محبت کو چھپایا یہاں تک کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا

اس کی یہ باتیں سن کر میں بھی رو پڑا ___ اس کے بعد اس نے کہا: اے میرے مالک و مولیٰ! تیری اس محبت کے طفیل جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ میری مغفرت فرما ___ میں نے کہا اے لڑکی کیا یہ کہنا کافی نہیں تھا کہ "اس محبت کے طفیل جو مجھے تجھ سے ہے"

لڑکی نے کہا: اے ذوالنون میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت فرماتا ہے، اور ان کے ساتھ اللہ کی محبت، ان کی محبت سے قبل ہوتی ہے کیا تم کو رب سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد معلوم نہیں۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ	اور عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے اللہ محبت فرمائیگا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ (المائدہ ۵/۵۷)

دیکھو یہاں اللہ کی محبت مقدم ہے، اس محبت سے جو انھوں نے اللہ سے کی۔

حضرت ذوالنون: تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں ذوالنون ہوں۔

لڑکی: اے غلط اندیش! جب دل نے میدان اسرار میں جست لگائی تو میں نے تمہیں اللہ کی معرفت سے پہچان لیا۔

حضرت ذوالنون: میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بہت نحیف اور لاغر و کمزور ہے تمہیں کوئی بیماری تو نہیں ___؟

لڑکی:

مُحِبُّ اللّٰہِ فِی الدنیا علیلٌ　　تطاول سُقمُہٗ فدواہ داہ

اللہ کا دوست دنیا میں بیمار ہی رہتا ہے اس کا مرض بڑھتا جاتا ہے تو اس کی دوا اسکا مرض ہی ہے

کذا مَن کانَ للباری مُحِبّاً　　یَھِیمُ بِذِکرِہٖ حتّٰی یراہٗ

یونہی جو اللہ کا محب ہوتا ہے اس کے ذکر سے سرگرداں رہتا ہے تا آنکہ اس کا دیدار کرلے۔

۱۔۔۔ ذوالنون اپنے پیچھے دیکھو!

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے پیچھے نظر اٹھائی وہاں تو کوئی تھا نہیں اور پھر اس کی جانب دیکھا تو وہ بھی نظر نہیں آئی معلوم نہیں کہاں چلی گئی

وانا فی کلِّ وقتٍ اتوسّل الی اللّٰہ عزّوجل بھا فاریٰ ببرکتھا القبول والاجابۃ

اور میں ہر وقت اس کے وسیلہ سے بارگاہِ حق میں دعا کرتا ہوں تو اس (صالحہ) کی برکت سے قبولیت و اجابت نظر آتی ہے (رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین)

(ص ۴۴۷-۴۴۸)

کمسن ناصحہ

ایک صالح بیان کرتے ہیں کہ میں منیٰ سے عرفات جا رہا تھا۔ ایک لڑکی بالوں کا معمولی کپڑا پہنے اور ویسی ہی چادر اوڑھے ہوئے مجھے ملی، اس کے ہاتھ میں ایک مصلیٰ اور عصا تھا ــــ اور چہرے پر عبادت

اطاعت کی روشنی تھی۔ وہ بہت جلدی جلدی چل رہی تھی اور زبان سے اللہ اللہ کہتی جارہی تھی ـــــ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ لڑکی خود کو اللہ والی ظاہر کررہی ہے (میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ جواباً اس نے کہا)

لڑکی : ویعلمُ مَا تبدُ ون ومَا تکتمون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

صالح : (اس کا یہ جواب سن کر میں چونکا کہ یہ تو واقعی اللہ کی ولیہ ہے) اور کہا) اے لڑکی میں بالکل تجھ سے مشغول ہوں۔

لڑکی : اور میں بھی تیرے لئے حاضر ہوں لیکن جو میرے پیچھے ہے مجھ سے بھی بہتر ہے۔

صالح کہتے ہیں اس کی بات سن کر میں نے مڑکر پیچھے دیکھا مگر وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ میری اس حرکت پر وہ چلائی۔

لڑکی : اے مدعی اے جھوٹے! دوستوں کا دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک تو نہیں ہوتا۔ پہلے تو نے رب الارباب کی خادمہ سے بدظنی کی۔ اگر تو اس کے حضور واقعی آتا اور اسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے در پر کھڑا کرتا ـــــ میں دور سے دیکھ کر سمجھی کہ تم عابد ہو۔ قریب آئے تو سمجھی کہ عارف ہو۔ تم نے بات کی تو خیال ہوا کہ عاشق ہو ـــــ لیکن اگر تم اس کی عبادت کرنے والے ہوتے تو اسے چھوڑ کر غیر سے مشغول نہ ہوتے ـــــ عارف ہوتے تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف نہ لوٹتے۔ اور اگر ہم پہ عاشق ہوتے تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف رخ نہ کرتے۔

صالحہ فرماتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے تیزی سے میرے پاس سے بھاگ کھڑی ہوئی
اور میری نگاہ سے یہ کہتے ہوئے اوجھل ہوگئی
مَا مَعَ اللّٰہ سِوَا اللّٰہ — اللہ کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا آمین)

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مارستان میں ایک جماعت آئی، اور ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ان پر پتھر پھینکے تو وہ سب بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

"اے جھوٹے لوگو! وہ دوستی کہاں رخصت ہوگئی
اگر تم لوگ محبت میں سچے ہوتے تو نہ بھاگتے،،

(رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۴۴۸)

شہزادی کا فقر

بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ کی بیٹی بہت عبادت گزار اور صالحہ تھی ایک شہزادے نے اس کا رشتہ مانگا۔ اس نے انکار کردیا — اور اپنی ہمراز کنیز سے کہا کہ میرے لئے ایک فقیر عابد زاہد نیک آدمی تلاش کرو — کنیز ایک فقیر نیک انسان کو ڈھونڈ لائی — شہزادی نے اس سے پوچھا اگر تم مجھ سے نکاح کرنا پسند کرو تو قاضی کے پاس چلیں۔ فقیر نے منظور کیا اور نکاح ہوگیا — شہزادی نے کہا اب مجھے اپنے گھر لے چلو۔

فقیر نے جواب دیا، بخدا اس جسم کے کمبل کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے
اسی کو شب میں اوڑھ لیتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔ شہزادی نے کہا کوئی بات
نہیں میں تیری اسی حالت پر راضی ہوں۔

فقیر اسے اپنے مسکن پر لے گیا۔ اور یہ معمول بنالیا کہ دن بھر محنت کر کے شام
کو افطار کا انتظام کر لیا کرتا۔ شہزادی بھی دن بھر روزہ رکھا کرتی تھی اور جو کچھ
فقیر لاتا دونوں افطار کرتے اور شکر رب ادا کرتے۔ شہزادی کہتی،

"اب میں عبادت کے لئے فارغ ہوئی"،

ایک روز پورے دن کی تگ و دو کے باوجود فقیر کچھ حاصل نہ کر سکا ___ اور
اسی سوچ فکر میں وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا کی

یا رب انك تعلم انی ما اسئلك لدنیای وانما ذالك لرضا زوجة صالحة اللهم ارزقنی رزقاً من لدنك فانك خیر الرازقین

اے رب تو جانتا ہے کہ میں دنیا کے لئے کچھ نہیں مانگتا صرف اپنی نیک بیوی کی رضا کے لئے طلب کرتا ہوں اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما۔ تو ہی سب سے اچھا رازق ہے

اسی وقت آسمان سے ایک موتی آ گرا ___ فقیر اسے لے کر اپنی بیوی کے
پاس گیا ___ شہزادی نے موتی دیکھا تو گھبرا گئی کہا یہ موتی کہاں سے لائے
ہو ___ ایسا موتی تو میں نے اپنے خاندان میں بھی نہیں دیکھا۔ فقیر نے
سارا قصہ سنا دیا ___ شہزادی نے کہا اے میرے شوہر اسی جگہ پھر جاؤ جہاں
تم نے یہ دعا کی تھی ___ اور گریہ زاری سے پھر اسی طرح دعا کرو!

اللھم سیدی ومولای ان

اے اللہ! اے میرے مالک اگر یہ شے

کان ھٰذا شیئاً رزقتنا فی الدنیا فبارِکْ لنا فیه وان کان ممّا ادّخرتَه لنا فی الاٰخرةِ الباقیة فارفعهُ

تو نے ہمیں دنیاوی رزق بنا کر نازل کی ہے تو ہمیں اسمیں برکت دے اور اگر ہمارے ذخیرۂ آخرت سے عطا فرمائی ہے تو اسے اٹھا لے،

فقیر نے جب یہ دعا کی تو موتی اٹھا لیا گیا ——— شہزادی نے کہا۔ شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا ذخیرۂ آخرت ہمیں دکھا دیا۔ اب میں اس دنیائے فانی کی کسی شئے کی پرواہ نہیں کرتی۔ اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔

رضی اللہ عنہ وعنہا (ص ۴۴۸ - ۴۴۹)

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات

احمد بن عبد اللہ مقدسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصاحب تھا — میں نے ان سے ملک فانی چھوڑ کر ملک باقی کی جانب رحلت کا سبب پوچھا ——— انھوں نے فرمایا:

ایک روز میں اپنے عظیم الشان شاہی محل میں بیٹھا تھا خواص دست بستہ کھڑے تھے، میں نے کھڑکی سے دیکھا کہ صحن میں ایک فقیر تھا جس کے ہاتھ میں سوکھی روٹی تھی جسے اس نے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا، پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کر کے اسی صحن پر سو گیا ——— رب تعالیٰ نے میرے دل میں اس فقیر کی حالت پر غور کرنے کی بات ڈالی۔ میں نے ایک غلام سے کہا،

جب فقیر بیدار ہو تو میرے پاس لانا ۔ جگنے پر غلام نے فقیر سے آنے کو کہا ۔ اس نے کہا : بسم اللہ و باللہ و توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور میرے پاس آیا ۔ میں نے کہا : اے فقیر تو بھوکا تھا روٹی کھانے سے تیرا پیٹ بھر گیا ۔ اس نے کہا ۔ ہاں ۔ اور پانی پی کر آسودہ ہو گیا ۔؟ کہا : ہاں ۔ پھر بے فکر ہو کر سویا اور آرام کیا ۔ ؟ ۔ کہا : ہاں ۔

اس وقت میں اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور سختی سے کہا : بھلا یہ دنیا لے کر میں کیا کروں گا ؟ اس فقیر کی طرح نفس تو روٹی پانی پر بھی قناعت کر لیتا ہے ۔ اسی وقت میں نے توبہ کا ارادہ کیا ۔ جب دن گزار کر رات آئی تو میں نے بال کا موٹا کپڑا اور ٹوپی پہنی ۔ اور برہنہ پا اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرتے ہوئے چل پڑا ۔ مجھے ایک خوش لباس خوبصورت آدمی ملے ۔ ان سے خوشبو کی لپٹ آ رہی تھی ۔ میں نے سلام و مصافحہ کیا ۔ انھوں نے جواب دے کر فرمایا : اے ابراہیم ! کہاں کا ارادہ ہے ؟

میں نے کہا : اس سے بھاگ کر اسی کی طرف جا رہا ہوں ۔

فرمایا : کیا تم بھوکے ہو ۔ ؟

میں نے عرض کیا : جی ہاں
انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا تم بھی میری طرح دو رکعت ادا کرو ـــــ نماز سے سلام پھیر کر میں نے دیکھا تو ان کے پاس کھانا اور ٹھنڈا پانی موجود تھا
فرمایا: اے ابراہیم! اللہ کے فضل میں سے تناول کرو اور اس کا شکر ادا کرو
میں نے ضرورت بھر کھایا۔ مگر کھانا اور پانی جوں کا توں باقی تھا۔ اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔
فرمایا: اے ابراہیم! عقل و خرد کو کام میں لاؤ اور اپنے کام میں جلد بازی نہ کرو، کیونکہ جلدی شیطان کی طرف سے ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اپنے لئے مقرب بناتا ہے اور اس کے دل میں اپنے قدس کا چراغ جلا دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے اور اسی سے اپنے نفس کے عیوب دیکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سکھاؤں، تم جب کبھی بھوکے پیاسے رہو تو اس کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو۔ اللہ تمہیں کھلائے گا۔ اور پلائے گا۔
اے ابراہیم! جب تم اخیار و ابرار کی صحبت میں بیٹھو تو خود کو ان کے لئے زمین بنا دو کہ وہ تمہیں پامال کریں ـــــ اور ان کے غضب کا باعث نہ بنو کیونکہ ان کی خفگی سے اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور ان کی رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔

اس کے بعد مجھے اسم اعظم سکھایا ـــــ اور فرمایا "میں نے تمہیں اللہ حی وقیوم کے حوالہ کیا، اور غائب ہوگئے" اس کے بعد میں نے ایک اور خوبصورت جوان شخص کو دیکھا، جو عمدہ لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا، اور فرمایا:

اے ابن ادہم! تمہاری کیا حاجت ہے۔؟ اور اس سفر میں تم نے کس سے ملاقات کی۔؟ میں نے انھیں بتایا کہ میں نے ایسے ایسے صفات کے حامل بزرگ سے ملاقات کی۔ یہ سن کروہ بہت روئے اور ساتھ ہی ساتھ میں بھی رویا۔ اور میں نے تب عرض کیا۔ آخر وہ کون بزرگ تھے؟ اور آپ کون ہیں؟ فرمایا: وہ بزرگ میرے بھائی الیاس (علیہ السلام) تھے اور میں ابو العباس خضر (علیہ السلام) ہوں۔ یہ سن کر میں بہت خوش ہوا اور ان کے سینے سے چمٹ گیا ـــــ ان کی چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا ـــــ اور مصافحہ کر کے دعا کی درخواست کی۔ انھوں نے ثابت قدمی اور عصمت کی دعا کی ـــــ پھر میری نظر سے غائب ہوگئے.....

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۴۴۹ - ۴۵۱)

علامہ یافعی فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم بن ادہم کی ابتدا ء سے متعلق ایک روایت اور ہے جو ابتدائے کتاب میں گزری۔ واللہ اعلم

شیخ خراسانی اور دو راہب

حضرت یعقوب بن محمد خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ـــــ اپنے شہر سے میں سیاحت و توکل کا ارادہ کر کے نکلا۔ بیت المقدس پہونچا۔ تیہ بنی اسرائیل میں بہت روز تک بے آب و دانہ رہا۔ یہاں تک کہ جاں بلب ہو گیا۔ اسی حالت میں میں نے وہاں گرد آلود پراگندہ بال دو راہبوں کو دیکھا۔ وہ بھی سیر کر رہے تھے۔۔۔۔۔ میں نے ان سے پوچھا کہاں جا رہے ہیں ؟ انھوں نے کہا ہمیں خود معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا

حضرت یعقوب : معلوم ہے اس وقت تم لوگ کہاں ہو ؟

راہب : جی ہاں ! ہم اللہ کے ملک میں اس کے روبرو ہیں

یہ سن کر میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے ملامت کی اور کہا یہ دونوں کافر ہونے کے باوجود توکل پر قائم ہیں اور تو توکل پہ قائم نہیں ہوتا پھر میں نے ان راہبوں سے پوچھا کہ کیا مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دو گے ـــــ ؟ انھوں نے کہا انشاء اللہ بہتر ہو گا ـــــ ہم لوگ ساتھ چلے۔ شام ہوئی تو وہ لوگ اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوا۔ نماز مغرب کے لئے میں نے مٹی سے تیمم کیا تو وہ دیکھ کر مسکرائے۔ وہ جب اپنی عبادت کر چکے تو ان میں سے ایک نے مٹی کھودی ـــــ اس میں سے موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف و شفاف پانی نکلا ـــــ میں دیکھ کر متعجب ہوا اور پھر دیکھا تو اس کے دائیں طرف کھانا بھی رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر میں سراپا حیرت بن گیا۔

راہبوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ حیرت کر رہے ہو۔ آگے بڑھو اور حلال کھانا کھاؤ اور ٹھنڈا پانی پیو۔ اور اللہ کی عبادت کرو۔ میں نے ساتھ مل کر کھایا پیا ——— اور نماز کے لئے وضو کیا اور وہ نماز قضا کی ——— پھر وہ پانی زمین میں غائب ہو گیا۔ پھر وہ اپنی عبادت میں اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوا ——— یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ سفر کے لئے کھڑے ہو گئے میں بھی ان کے ہمراہ رات تک چلتا رہا ——— دوسری شام دوسرے راہب نے عبادت کر کے خاموشی سے دعا کی اور ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا ویسا ہی چشمہ نکلا ——— اور بغل میں کھانا رکھا تھا۔ اور مجھ سے کھانے کے لئے کہا.......
.......تیسری رات آئی تو انھوں نے کہا اے محمدی یہ تیری رات ہے اور آج تیری باری ہے۔ مجھے ان راہبوں کی بات سن کر شرم آئی اور دل کے اندر ایک سخت حالت پیدا ہوئی۔ میں نے ان سے کہا انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر ان سے الگ ہو کر میں ایک جانب گیا دو رکعت نماز پڑھی اور کہا:

اللّٰھُمَّ سَیِّدِی ومولائیُ اِنک تعلمُ	اے اللہ اے میرے مالک تو جانتا ہے
اَنَّ ذُنوبی کثیرۃٌ لم تَدَعْ لی عندکَ	کہ میرے گناہ بہت ہیں جنکی وجہ سے تیرے
جَاھًا ولا وجھًا ولکن اَسئلُکَ	نزدیک میرا کوئی رتبہ اور جاہ نہیں ہے
بالوجِیہِ الکریم ذِی الجَاہِ الجسیم	اور نہ میرا منہ اس قابل ہے، لیکن میں
محمدٍ عَلیہ افضلُ الصلوٰۃ والسلام	اس وجیہ کریم عظیم مرتبہ والے محمد علیہ افضل
ان لا تُخجِلْنی بَینَھُمَا	الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے سوال کرتا

ہوں کہ مجھے ان دونوں کے سامنے شرمندہ نہ کر

جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پاس کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا آگے بڑھو اور اللہ کے فضل سے کھاؤ۔ چنانچہ وہ آئے اور ہم نے کھایا پیا اور اللہ کا شکرادا کیا ـــــ اسی حالت میں دوبارہ میری باری آئی۔ میں نے پھر پہلے ہی کی طرح دعا کی۔ پانی کا چشمہ اور کھانا آگیا ـــــ تیسری باری پر صرف دو آدمیوں کا کھانا اور انہی کے لئے پانی آیا۔ یہ دیکھ کر میں کبیدہ خاطر ہوا۔ راہبوں نے کہا: اے محمدی! یہ تمہارے ساتھ کیوں ہوا؟ میں نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ چیز اللہ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے اور ہم اس کے حکم و قدرت کے ماتحت ہیں اور ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو اور کبھی آرام، کبھی سختی ہو اور کبھی نرمی ـــــ تاکہ صبر کا امتحان بھی ہوتا ہے انھوں نے کہا:

"اے محمدی! تم نے سچ کہا وہ بڑا رب ہے اور اسلام اچھا دین ہے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمۂ شہادت پڑھیں دینِ اسلام حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہیں۔

میں نے ان دونوں نومسلموں سے کہا اے بھائیو! جمعہ مساکین کا حج ہے کیا جمعہ اور جماعت میں شامل ہونے کے لئے کسی شہر میں چلو گے؟ ـــــ انھوں نے کہا یہ بات اچھی معلوم ہو رہی ہے اور یہ کام بھی اچھا ہے ہم لوگ جب اس ارادے سے چلے تو اندھیری شب میں

عمارتوں کے نشانات نظر آئے۔ غور سے دیکھا تو ہم لوگ بیت المقدس میں تھے ـــــ ہم لوگ اندر گئے اور مدت تک وہاں مقیم رہے اللہ کی عبادت کرتے رہے ـــــ اور ہمارا رزق ہمیں ایسی جگہ سے پہونچتا تھا جس کا ہمیں گمان بھی نہیں تھا ـــــ یہاں تک کہ وہ دونوں حضرات وہیں اللہ کی رحمت کو جا پہونچے یعنی وصال پا گئے۔

رضی اللہ عنہما (ص ۴۵۱ - ۴۵۲)

نماز کی اہمیت

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز نماز پڑھ رہے تھے گھوڑا سامنے بندھا ہوا تھا، اسی دوران ایک شخص آیا اور گھوڑا کھول کر اس پر سوار ہوا اور چلتا بنا ـــــ آپ نے دیکھا مگر نماز نہیں توڑی ـــــ گھوڑے کی قیمت بیس ہزار درہم تھی ـــــ آپ کے احباب کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا نماز توڑ کر چور کو پکڑنا چاہیئے تھا، وغیرہ وغیرہ ......

آپ نے فرمایا: میں نہایت اہم کام میں مشغول تھا، اور وہ کام مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا بلکہ اس کام پر لاکھوں گھوڑے نثار ہو سکتے ہیں۔ اور اس گھوڑے کی فکر نہ کرو اسے تو میں نے فی سبیل اللہ معاف کر دیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۴۵۳)

خیر خواہی

ایک چور نے شیخ امام محی الدین نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمامہ اتار لیا اور لیکر بھاگا ۔۔۔ لوگوں نے دیکھا کہ شیخ بھی چور کے پیچھے پیچھے دوڑے جارہے ہیں اور کہتے ہیں "میں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا تو بھی کہدے کہ میں نے اسے قبول کیا" مگر چور نے بھاگنے کی دھن میں کچھ نہیں سنا۔ (ص ۴۵۳)

مقاماتِ علّیین

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی محب کو اس کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے حضور تجھ پر کیا گزری ۔۔۔ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی برکت سے معاف کر دیا، اور آپ کی محبت کے طفیل جنت میں داخل فرما کر اس کے مقامات دکھائے۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں مگر میرے اس محب کا چہرہ اداس تھا میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اور کہا تم تو جنت میں داخل ہو چکے ہو اس کی نعمتیں حاصل کر چکے ہو اس کے باوجود غمگین کیوں ہو یہ سن کر اس نے سرد آہ بھری اور کہا: قیامت تک اسی طرح رہوں گا۔

حضرت ذوالنون: آخر کیوں۔؟

محب مرحوم:

"میں جب جنت میں گیا تو مجھے مقامات علیین دکھائے گئے، جو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے، میں بہت خوش ہوا! ___ اور اس کے اندر جانے لگا۔ اسی وقت اوپر سے ایک ندا دینے والے نے کہا: اس شخص کو واپس لے جاؤ یہ مقام اس کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں (لِمَن اَمضَی السَّبِیل فی سَبِیل اللّٰہ تعالیٰ) یعنی دنیا میں جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہتے ہیں یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ پھر اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اگر تو بھی ایسی سبیل جاری کرتا تو تجھے بھی اس رتبہ پر پہونچا دیتے رحمہ اللہ تعالیٰ

(ص ۴۵۳)

واعظِ مخلص کا اجر

حضرت ابوالحسن دمشقی رحمہ اللہ نے حضرت منصور بن عمار واعظ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔

انھوں نے جواب دیا کہ: میرے رب جل جلالہٗ وتقدست اسمائہٗ نے ارشاد فرمایا:

اے منصور بن عمار! میں نے کہا لبیک اے میرے رب!

ارشاد فرمایا: تو ہی ہے جو لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی سکھاتا تھا۔ اور آخرت کی جانب رغبت دلاتا تھا۔؟

میں نے عرض کیا: ہاں اے میرے رب میں یہ کام کرتا تھا مگر میں جب کسی مجلس

میں بیٹھا تو تیری حمد اور تیرے نبی کی تعریف کی اس کے بعد لوگوں کو نصیحت شروع کی۔

ارشاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔ آسمان پر اس کے لئے کرسی بچھاؤ۔ تاکہ ملائکہ میں میری بزرگی بیان کرے، جس طرح زمین پر میرے بندوں میں میری تمجید بیان کرتا تھا۔

امام یافعی فرماتے ہیں، یہ واقعہ اصل کتاب میں اس طرح ہے (جس سے نقل کیا گیا) کہ تم لوگوں کو دنیا سے بچا کر آخرت کی رغبت دلاتے تھے۔ اور ایک کتاب میں یوں بھی ہے کہ "تم لوگوں کو دنیا سے اجتناب سکھاتے تھے اور خود دنیا میں مشغول تھے۔ اس کلام کا سیاق اس کلام کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں ایک طرح کی ملامت کا پتہ چلتا ہے، جس کا انھوں نے حمد و صلوٰۃ کے ذکر سے تدارک کیا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۵۳ - ۴۵۴)

تین ورنہ کا سجدہ

ایک مرتبہ بغداد میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مرنے لگے —— تمام اہل شہر غسل کر کے آبادی سے باہر استسقاء کے لئے نکلے مگر بارش نہیں ہوئی۔ یہ ہارون رشید کے عہد کا واقعہ ہے —— لوگ روزانہ اسی طرح جا جا کر اللہ سے بارش طلب کرتے ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ جنگل سے ایک شخص برآمد ہوئے جن کا جسم گرد آلود بال بکھرے ہوئے تھے جسم پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں —— ان کے ساتھ ان کی تین کنواری حسین لڑکیاں بھی تھیں —— سلام و جواب کے بعد انھوں نے پوچھا تم لوگوں کو کیا

ہوگیا ہے۔ یہاں کیوں اکٹھا ہو۔ لوگوں نے جواب دیا ہم بارش کی دعا کرنے جمع ہوئے ہیں لیکن اب تک پانی نہیں برسا۔

شیخ: اے لوگو! کیا وہ شہر سے غائب ہے کہ تم جنگل میں آئے ہو، کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے کیا اس نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا ہے کہ وھو معکم این ماکنتم واللہ بما تعملون بصیر (اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں رہو اور جو عمل تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے)

لوگوں نے جا کر یہ بات خلیفہ ہارون رشید کو بتائی: انھوں نے سن کر کہا: یہ کلام ایسے انسان کا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی راز ہے۔۔ ــــ انھیں میرے پاس لاؤ۔ شیخ کو جب ہارون رشید کے پاس لایا گیا تو دونوں نے ایک دوسرے سے سلام و مصافحہ کیا۔ اور خلیفہ نے انھیں اپنے پاس بٹھایا۔ اور عرض کیا ــــ حضرت شیخ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر پانی برسائے، شاید آپ کا درجہ اس کی بارگاہ میں ہو۔ یہ سن کر وہ مسکرائے۔ اور کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لئے اپنے آقا و مولا سے دعا کروں۔؟

ہارون رشید: ــــ جی ہاں

شیخ: اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں تو سب لوگوں کو ہمارے ساتھ مل کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیئے۔ لوگوں میں توبہ کی منادی کی گئی۔ سب لوگوں نے توبہ کی اور اللہ کی جانب رجوع کیا۔ اس کے بعد شیخ نے دو رکعت ہلکی نماز پڑھی ــــ اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا، اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر دعا کی ــــ ابھی ان

کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل آیا، اور گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی ـــــ ہارون رشید اس بات سے بہت خوش ہوئے اور ارکان حکومت مبارکبادی کے لئے حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے کہا۔ شیخ بزرگ کو میرے پاس لاؤ ـــ لوگوں نے انھیں تلاش کیا تو وہ ابھی نماز کے مقام ہی پر کیچڑ میں سجدہ ریز تھے۔

ان کی صاحبزادیوں نے کہا، ان کا یہی طریقہ ہے جب یہ سجدے میں سر رکھتے ہیں تو تین روز تک سجدے سے سر نہیں اٹھاتے۔ ہارون رشید کو جب یہ بات بتائی گئی تو وہ بہت روئے۔ اور دعا کرنے لگے۔

اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، اور تیری بارگاہ میں صلحار کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں کہ تو ان کے طفیل ہمیں بخش دے ـــــ اور ان کے برکات وحسنات کی بارش ہم پر برسا۔ یا ارحم الراحمین،،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۴۵۴ - ۴۵۵)

فانی دنیا کے نظارے

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز احباب کے ساتھ ایک ویرانے میں کھنڈر سے گزرے، بوسیدہ ویران عمارت کو دیکھا جس

کی تاریخ کو زمانے نے اپنے سینے تلے دبالیا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ستون گری پڑی چھتیں سامنے تھیں۔ دروازہ اپنی جگہ پر قائم تھا جس پر تختی لگی ہوئی تھی۔ گرد صاف کی گئی تو اشعار نظر آئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

"یہی راہ ہے، زندگی کا عرصہ ایک دن سے دوسرے دن تک ایسا ہے جس طرح خوابیدہ انسان خواب میں خوشی دیکھتا ہے تم کسی کام میں مشغول رہو مگر موت تمہارے گرد زور و شور سے چکر لگاتی ہے، جلد بازی ہرگز نہ کرو اور ٹھہر دنیا کی یہ دولت و ثروت ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتی رہتی ہے"۔

حضرت شیخ سرّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے احباب محل کے دوسرے حصہ میں گئے تو انھیں وہاں زمرد کا ایک قبہ ملا جسے جواہرات اور یاقوت سے مرصع کیا گیا تھا، کہنگی کی وجہ سے اس پر غبار کی تہیں جم گئیں تھیں۔ وہ قبہ یاقوت کے چار ستونوں پر قائم تھا وہاں بھی ایک کتبہ تھا جس کا مفہوم یہ ہے

"قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے مکینوں کو آواز دو جو صرف بوسیدہ ہڈیاں اور بوسیدہ جسم بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے درمیان تعلقات کی تمام راہیں مرنے کی بعد کاٹ دی گئی ہیں وہ لحد کے نیچے، دبے ہیں۔ بخدا اگر وہ کسی دن زندہ کئے جائیں اور اٹھائے جائیں تو کہیں گے کہ تقویٰ اچھا توشہ ہے"،،

اس محل کے اندر ہم لوگوں نے بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ دیکھی اس پر بھی اشعار لکھے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

پکسی لمحہ اور کسی سانس موت سے بے خوف نہ رہ تو محافظین اور سپاہیوں کے پہرہ میں کیوں نہ رہتا ہو اور اس بات کو جان لے کہ ہر زرہ پہننے والے اور ڈھال والے کے جسم میں بھی موت کے تیر تو گھس کر رہیں گے۔ تو آخر اپنے دین کو میلا کرنے پہ کیوں راضی ہے حالانکہ اپنے کپڑے ہمیشہ صاف کرتا رہتا ہے نجات کی امید تو کرتا ہے مگر اس کا کیا طریقہ ہے اس پر عمل نہیں کرتا۔ جان لے کہ خشکی پر ناؤ نہیں چلتی میں نے بھی بہت سمجھا تھا جس طرح تو سمجھا ہے۔ اور تیری طرح میں نے بھی بہت کچھ پڑھا تھا۔ (ص ۴۵۵)

رہزنوں سے حفاظت

حضرت ابو یزید قرطبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ قریہ کے پرہیزگار لوگوں کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ ہمارا گزر ایک خندق پر ہوا۔ جہاں بہت سے گھنے درخت اگے ہوئے تھے ـــ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو آثار قدیمہ سے واقفیت تھی اس نے کہا یہ خندق ایک قدیم آبادی ہے۔ ہم لوگ خندق میں اتر کر جلدی سے پار ہونے کے لئے چلنے لگے ـــ اسی دوران تین مسلح آدمی ہم پر حملہ کرنے کے لئے نکلے ـــ ہم لوگوں نے باہم باتیں کیں کہ اب کیا کرنا چاہئیے۔ ایک بدوی دوست نے کہا اپنا کام اصل کی جانب لوٹاؤ کیا تم لوگ اللہ کی راہ میں نہیں نکلے ہو؟ ہم سب نے کہا بیشک، اس نے کہا پھر اپنا کام خدا ہی کے حوالے کرو۔ اور میرے پیچھے

چلتے آؤ کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے ____ وہ بدوی دوست ہمارے آگے آگے اور ہم سب اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ ہم لوگ تیزی سے چل کر قریبی راستے سے آگے نکل گئے اور رہزن ہماری برابری میں الگ راستے سے چلنے کے باوجود پیچھے رہ گئے ____ میں پیچھے تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کہ یہ رہزن بس نیزہ پھینکنے کی دوری پر پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ہمارا بدوی رہبر کسی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ میری آواز سن کر پیچھے دیکھا ____ رہزن نظر آئے تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم اے اللہ ان شیطانوں کا شر، ہم لوگوں سے دور فرما دے۔ میں نے کہا اب ہم کیا کریں۔ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ اور نفل نماز کیلئے جماعت کی بھی اجازت ہے میں نماز پڑھاتا ہوں اتنے میں وہ سب انشاء اللہ آگے نکل جائیں گے۔

بدوی رہنما نے کہا اے ابویزید اس وقت ہمیں ضرورت ہے کہ ان سے چھپ جائیں ____ میں نے کہا اب ہمی جانو۔

اس کے بعد اس نے ہاتھ اٹھا کر شہادت کی انگلی اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے رہزنوں سے کہا۔ رک جاؤ

میں نے دیکھا کہ رہزن اپنی جگہ کھڑے ہو گئے ____ اور ان میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔ بلکہ جو جہاں تھا وہ وہیں بے حس کھڑا تھا ____ ہم آگے چلے۔ اور بدوی رہبر نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا جب ہم دوسرے درہ میں محفوظ جگہ پہونچ گئے تو وہ بدوی رہبر رکا ہم سب رک گئے __ اور کہا ان شیطانوں کو دیکھو ابھی تک اسی طرح کھڑے

ہیں۔ بخدا اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں انھیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا۔ مگر اے اللہ تو ہمیں ان کی توبہ کا سبب بنا دے ،،

پھر ان کی طرف اشارہ کیا ــــ اور کہا جاؤ ــــ میں نے دیکھا کہ وہ سب زمین پر بیٹھ گئے اور باہم گفتگو کرنے لگے۔ پھر جس جگہ سے آئے تھے وہیں واپس ہو گئے۔ یہ سب ہمارے بدوی رہبر دوست کی برکت سے ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) ــــــــــــ (ص ۴۵۶ - ۴۵۷)

چوہے کو سزا

شیخ ابو العباس بن عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک ولی اللہ کو مسجد میں دیکھا۔ انھوں نے چراغ جلایا۔ ایک چوہا آیا اس کی بتی لینے لگا۔ اس وقت بزرگ کو اونگھ آ گئی تھی ــــ بیدار ہوئے تو کہنے لگے۔

"اے فاسق تو اللہ کی مملکت میں ایسا کام
کرتا ہے جس کا سبب میں بنوں ،،

میں دیکھتا رہا اتنے میں چراغ کی بتی لینے کے لئے چوہا پھر آیا ــــ انھوں نے اسے ہنکایا مگر وہ نہیں مانا، بزرگ خفا ہوئے اور کہا: اسی میں گر جا ــــ گر جا۔ چنانچہ چوہے نے اپنا منہ چراغ کی بتی پر رکھا اور مر گیا۔ میں نے تعجب کے ساتھ ان سے اس کی وجہ پوچھی ــــ؟

فرمایا...... یہ تو اس پر حکم شرعی کی تنفیذ ہے۔
امام یافعی فرماتے ہیں: حکمِ شرعی کی تنفیذ کا مطلب یہ ہے کہ جن پانچ چیزوں
کو حل و حرم میں قتل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک چوہا
بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فویسقہ رکھا ہے۔
(ص ۴۵۷)

شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ اور دنیا

شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
"دنیا کی آخری صورت جو میں نے دیکھی وہ ایک جوان اور
حسین عورت کی شکل میں میری مسجد کے اندر جھاڑو لئے
ہوئے آئی۔ اور مسجد کی صفائی کرنے لگی ـــ میں نے
اس سے کہا: تو یہاں کیوں آئی ہے۔؟ بولی: آپ کی
خدمت کے لئے۔ میں نے کہا بخدا کوئی ضرورت نہیں۔ اس
نے کہا: میں تو ضرور خدمت کرونگی۔ میں نے اس کو اپنی
لاٹھی دکھائی اور مارنا چاہا۔ تو وہ ضعیفہ بن گئی اور جھاڑو
لگانے لگی ـــ جب میں اس سے بے توجہ ہوا تو پھر وہ
پہلی شکل پر لوٹ آئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا تاکہ اسے مسجد
سے نکال کر باہر کردوں تو وہ دوبارہ ضعیفہ بن گئی۔ میں
بڑھاپے پر رحم کھا کر پھر بے خیال ہوا تو اس نے سہ بارہ

جوان عورت کی شکل اختیار کر لی ـــــ اس بار میں اس پر بہت ناراض اور پریشان ہوا ـــــ اس نے کہا۔ خواہ کتنی بھی زیادتی کریں میں اسی طرح آپ کی خدمت کروں گی ـــــ اور میں نے اسی طرح آپ کے بھائیوں کی بھی خدمت کی ہے۔ اس روز کے بعد سے مجھے کسی دنیاوی معاملہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (ص ۴۵۷ - ۴۵۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا:

"میں منیٰ کے اندر تھا مجھے پیاس لگی۔ پانی میسر نہیں ہوا ـــــ اور میرے پاس پیسے بھی نہیں تھے کہ میں پانی خرید سکوں۔ ایک کنویں پر گیا وہاں عجم کے لوگ تھے۔ میں نے ایک شخص سے کہا مجھے اس لوٹے میں تھوڑا سا پانی دیدو ـــــ اس شخص نے مجھے مارا ـــــ اور یہ لوٹا لے کر دور پھینک دیا ـــــ میں شکستہ دل ہو کر اپنا لوٹا اٹھانے گیا ـــــ میں نے دیکھا کہ میرا لوٹا ایک چشمۂ شیریں کے اندر پڑا ہوا ہے۔ میں نے پانی پیا۔ اور ساتھیوں کے لئے بھی پانی بھر لایا ـــــ اور ان لوگوں کو بتایا تو وہ لوگ بھی چشمہ کی تلاش میں گئے ـــــ مگر وہاں پہونچے تو کچھ بھی نہیں تھا ـــــ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت ہے۔

آپ نے اپنا ایک واقعہ اس طرح ذکر فرمایا:

"میں مقام بدر میں تھا مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ ایک آدمی کھجوریں فروخت کر رہا تھا، اور کہتا تھا۔ قیمت مکہ معظمہ پہونچ کر دینا —— مجھ سے بھی اسی شرط پر اس نے بیچنا چاہا۔ میں نے انکار کیا اس نے اصرار کیا اور کہا قیمت مکہ معظمہ میں چل کر دینا اور اگر اس سے قبل تمہارا انتقال ہو گیا تو معاف ہے۔ وہ مجھ سے اس طرح لپٹ گیا کہ مجھے خریدنا ہی پڑا —— اس کے بعد اتفاقاً اسے ہم سے قبل مکہ معظمہ جانا ہوا۔ اور اس نے قیمت کا مطالبہ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہاں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور تم نے تو وہاں جا کر لینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا قیمت تو دینی ہی پڑے گی۔ بُرا بھلا کہنے اور گالیاں بکنے لگا —— میں مسجد بدر میں گیا اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کر کے دعا کی —— وہاں سے باہر آیا تو ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی، وہ احرام پوش تھے انھوں نے میرے ہاتھ میں کچھ درہم گن کر رکھے —— میں نے میوے والے کو جا کر دیئے۔ قیمت پا کر وہ پہلے سے زیادہ بد کلامی کرنے لگا اور کہنے لگا۔ رقم چھپا کر رکھتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ حالانکہ دام خود ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔ میں اس کی باتیں سن کر خاموش رہا،

(ص ۴۵۸)

مسلمانوں کی خیر خواہی

حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"جس نے شروع ہی میں انتہائی نتیجہ کی خواہش کی وہ راہ سے بھٹک گیا ــــ نیز فرمایا "ادب کو لازم جانو، اور عبادت میں مشغول رہو۔ اور کسی شئے سے تعرض نہ کرو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا برگزیدہ بنانا چاہے گا تو واصل کر دے گا۔ اور فرمایا " تھوڑا سا عمل اگر نگہداشت کے ساتھ ہو تو کامیاب بنا دے گا۔"

آپ ہی کا ارشاد ہے :

ایک بار مشرکین، اندلس کے ایک شہر پر بغیر جنگ کے قابض ہو گئے۔ اور شہر میں داخل ہو کر تمام باشندوں کو قیدی بنا لیا ــــ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ پکڑے گئے ــــ اس واقعہ سے اہل اندلس بہت سراسیمہ ہوئے ۔ اور یہ خبر ملی کہ مسلمان قیدیوں کو گھوڑوں کے ساتھ رکھ کر گھاس کھلاتے ہیں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ۔ اور انھیں مجبوراً منہ سے گھاس کھانی پڑتی ہے ۔

انہی دنوں کی بات ہے ایک شب میں شیخ ابو اسحاق بن ظریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا

آپ نے ہم لوگوں کے سامنے کھانا لاکر رکھا ——— اور بسم اللہ کے ساتھ ایک سرد آہ کھینچی۔ اور مجھ سے فرمایا: اے محمد! مسلمانوں کے ساتھ جو حادثہ ہوا، کیا وہ معلوم نہیں۔؟ ——— میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ واقعہ بیان فرماتے جاتے تھے اور گریہ فرماتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کے رونے کی آواز بلند ہوگئی اور فرمایا:

واللہ لا اکلت طعامًا ولا شربت شرابًا حتی یفرج اللہ تعالیٰ عن المسلمین،

واللہ جب تک مسلمانوں کو نجات نہ مل جائے میں نہ کھاؤنگا اور نہ پیوں گا۔

اور آپ کھانے کے پاس سے اُٹھ گئے ——— اس کے بعد الحمد للہ الحمد للہ فرماتے ہوئے کھانے کے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کھاؤ۔ میں نے کھایا اور انھوں نے بھی تناول فرمایا۔ مجھے تعجب ہوا کہ انھوں نے اس طرح کہہ کر کھانا چھوڑا تھا اور پھر کیسے کھالیا۔ جب کہ قسم بھی کھا چکے تھے ——— ؟؟

بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ جس وقت شیخ نے یہ بات فرمائی تھی اسی وقت نصرانیوں نے ایک زوردار دھماکہ سنا جس سے انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی فوج آگئی ہے ——— اور وہ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے

ہوئے ۔ اور مال غنیمت اور قیدی سب کو چھوڑ کر
گئے ___ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رنج
وغم سے بغیر کسی حرب و جنگ اور سختی و مشقت کے
نجات دے دی ۔ (والحمد للہ رب العالمین)

(ص ۴۵۸ - ۴۵۹)

سمندر سے میٹھا پانی

شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ ہم لوگ جدّہ کے سمندر میں محوِ سفر تھے ۔ میرے ایک ساتھی کو سخت پیاس لگی میں نے لوگوں سے کہا کہ میرا عمامہ خرید لو اور اس کے بدلے پانی دے دو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چیز تھی ہی نہیں ___ مگر کسی نے پانی نہیں بیچا ___ میں نے اپنے ہمراہی سے کہا پانی کا لوٹا لے کر جہاز کے کپتان کے پاس جاؤ ___ کپتان نے غصہ سے ڈانٹا چلایا اور لوٹا لے کر پھینک دیا ___ لوٹا جہاز کے اندر ہی گرا ___ وہ جب میرے پاس لوٹ کر آیا ۔ اور میں نے اس کی سخت پریشانی دیکھی تو دل میں سوچا ۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو بے سہارا نہ چھوڑے گا ___ میں نے لوٹا لے کر سمندر کے پانی سے بھرا ___ اور اسے دیا ۔ اس نے خوب آسودہ ہو کر پیا ___ پھر اس سے لے کر میں نے اور کچھ دوسرے پیاسے لوگوں نے بھی پانی پیا ___ دوبارہ پھر میں نے سمندر سے لوٹا بھرا جس سے آٹا گوندھا اور ضرورت پوری کی ۔ تمام حاجتیں پوری ہونے کے بعد میں نے پھر سمندر سے بھر کر لوٹا نکالا تو پانی حسب معمول

کھارا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب اضطرابی حالت ثابت ہو جاتی ہے تو اشیاء کی فطرت (اللہ کے حکم سے) بدل جاتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص ۴۵۹)

اسی طرح شیخ ابویزید قرطبی فرماتے ہیں ہم لوگ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ دورانِ سفر ہم سمندر کی پایاب جگہ پہنچے تو اتر کر بیچ پانی میں چلے گئے۔ اس وقت میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ سمندر کے پانی سے چلو بھر بھر کر پی رہا ہے۔ میں نے دل میں سوچا کیا یہ پانی شیریں ہوگا؟ اور خود چلو بھر کر پانی چکھا تو کھارا تھا۔ــــ میں نے اس نوجوان سے کہا۔ بیٹے! مجھے بھی پانی پلاؤ۔ اس نے کہا لیجئے چچا جان! ــــ میں نے پینے کے بعد کہا یہاں کا پانی گرم ہے۔ یہ میں نے اس لئے کہا تاکہ لوگوں پر اس کا حال ظاہر نہ ہو ــــ پھر میں نے اسے ایک مٹی کا برتن دیا۔ اور کہا اس کے اندر اپنے قریب کا پانی بھر دو ــــ اس نے بیچ سے سمندر کا پانی بھر دیا۔ جسے میں نے اور سارے ساتھیوں نے پیا۔ نہایت شیریں تھا۔ (ص ۴۵۹ - ۴۶۰)

چشم و نگاہِ دل

حضرت ابوالربیع مالقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ــــ ایک

رات میں نے محسوس کیا کہ میرے احوال باطنی میں سے کچھ کھو گیا ہے۔ میرا قلب اسی میں مشغول رہا، اسی شب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہدہد میرے سامنے آکر بیٹھا۔ اور مجھ سے کچھ کہنے لگا۔ مگر میں اس کی کوئی بات نہیں سمجھتا تھا۔ پھر وہ اڑ کر میرے بائیں کندھے پر بیٹھا اور کچھ کہا، میں نے اسے بھی نہیں سمجھا، اس کے بعد دائیں کندھے پر بیٹھا اور اپنی چونچ میرے منہ میں رکھ کر کچھ دینے لگا۔۔۔ میں نے اب سانس لی تو مجھے قلب کے اندر کچھ کھنکھناہٹ محسوس ہوئی، میں سمجھ گیا کہ میرے حق میں کچھ ہو رہا ہے ۔۔۔ اس کے بعد دو شخص ظاہر ہوئے ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل کو نکال کر ایک طشت میں رکھا۔ اس وقت میں نے ایک کو دوسرے سے بات کرتے سنا "شجر علم کو باحفاظت رکھو"، پھر اسے دھو کر میرے دائیں طرف رکھا اور چاک سی دیا ۔۔۔ اس کے بعد سے میرے نفس میں آئی ہوئی کوئی شئے کبھی مفقود نہیں ہوئی۔ میں نے اس وقت ایک آواز سنی۔ اے سلیمان کچھ طلب کر! میں نے عرض کیا: میں تیری رضا طلب کرتا ہوں۔

فرمایا: میں راضی ہوا میں راضی ہوا۔ اس روز سے فہم قرآن اور قلب کی رویت نصیب ہوئی۔ اور اسی روز سے میں اپنے قلب سے دیکھتا ہوں اور دائیں جانب قرآن پڑھتے ہوئے سنتا ہوں۔ (رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین)

امام یافعی احوال قلبی کے بارے میں ایک اور حکایت بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اسی طرح اولیاء اللہ کو ترقی اور نقصان سے مطلع فرماتا ہے تاکہ نیکی زیادہ کریں اور اس پر اللہ کا شکر کریں اور اسباب نقصان سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کر کے صفات مذمومہ کو مٹا کر اپنے رب کی توفیق اور اس کے فضل سے صفات محمودہ میں اضافہ کریں.....
انھوں نے قلوب کو شفا بخشنے والے، اور دلوں کا زنگ دور کرنے والے پروردگار کا یہ قول سنا ہے۔ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکیٰ منکم من احد ابداً۔
یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہو تو تم میں سے کوئی کبھی پاک نہ ہو۔

(ص ۴۶۰۔ ۴۶۱)

تعلیمِ فقر

حضرت شیخ ابوالعباس عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں ایک شخص آیا ___ اور ان سے نام لے کر پوچھا فلاں آپ ہی ہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں، اس نے کہا: ایک شخص نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ عرش کے گرد اگرد بہت سے خیمے نصب ہیں۔ اور ان کے اوپر ایک بہت بڑا خیمہ ہے جو تمام خیموں کو محتوی ہے۔ اس نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟

توبتایا گیا کہ اوپر والا عظیم الشان خیمہ فقیہ ابو العباس کا ہے اور چھوٹے خیمے ان کے مریدوں کے ہیں ـــــ حضرت شیخ ابو العباس فرماتے ہیں :

میں یہ سن کر اس پر بے حد خفا ہوا ، اور کہا ایک ایسے انسان کا خواب جو مجھ جیسے گنہگار کے بارے میں تھا میرے سامنے کیوں لایا ـــــ ؟ ـــــ اس نے میری خفگی دیکھی تو کہا شیخ محترم ! نرمی اختیار کیجئے ـــــ شاید آپ نے مختصر رزق پر قناعت کیا تو اللہ بھی آپ سے تھوڑے عمل پر راضی ہو گیا (فلعلك قنعت بكيسير الرزق من الله تعالیٰ فقنع منك بيسير من العمل) اس کے بعد میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ شخص نہیں تھا ـــــ میں نے اپنے مریدوں سے کہا یہ شخص تم لوگوں کو تمہارے فقر سے باخبر کرنے آیا تھا ۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین)

(ص ۱۶۴)

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست

حضرت شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے ـــ ان کے سامنے شہروں کا ذکر کیا گیا اور ان شہروں میں موجود اولیاء اللہ کا تذکرہ کیا گیا ۔ اس وقت آپ نے کسی سمت اشارہ کر کے فرمایا اس طرف کوئی مردِ صالح نہیں ہے اسی وقت ان کی خدمت میں اسی

سمت کے دو آدمی مشعل برداروں کی ہیئت میں حاضر ہوئے ___ اور عرض کیا حضرت ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی خدمت میں قبول کرلیں ___ آپ نے انھیں مشعل برداری کی خدمت سونپی۔ جب آپ سفر سے اپنے وطن لوٹنے لگے ___ راستہ میں ایک جگہ فرمایا "میں مشعل کی طرف سے فقر کی بو سونگھ رہا ہوں" ___ راستے میں ایک جگہ آپ سے معرفت اور اسرار الٰہی کا ایک پیچیدہ مسئلہ دریافت کیا گیا جس کے جواب کا تعلق علم لدنی سے تھا۔ حضرت شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غور کیا، اور ذہن و فکر کو لگایا مگر تفکر و تدبر کے باوجود متحیر کھڑے رہے، جواب نہیں دیا۔ اسی وقت دونوں مشعل برداروں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت مرحمت فرمائیں، تو ہم کچھ اس بارے میں کہیں۔ آپ نے اجازت دی ___ انھوں نے واللہ اعلم سے اپنے جواب کا آغاز کیا۔ اور کہا کہ اس کا جواب یہ یہ ہے ___ ان لوگوں کا جواب اتنا بھرپور اور کافی تھا کہ سائل اور سامعین سب مطمئن ہوئے۔

اس وقت امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باادب ننگے سر ہو کر اس سمت کے اولیاء اللہ کی نسبت اپنے قول سے استغفار کیا اور وہ دونوں حضرات آپ کو سلام کر کے اپنے ملک کو چلے گئے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہم آمین)

(ص ۴۶۱ - ۴۶۲)

شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ

حضرت الشیخ الکبیر ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
دورانِ سفر میں ایک ٹیلہ پر سو رہا تھا، درندے رات بھر آکر میرے ارد
گرد ٹہلتے رہے۔ میں نے جس قدر اُنس اس رات پایا کبھی نہیں پایا۔ صبح
ہوئی تو میرے دل میں بات آئی کہ مجھے اللہ کے انس کا کچھ مقام حاصل ہو گیا ہے
پھر میں ایک وادی کے اندر گیا۔ جہاں سفید پاؤں کے پرندے تھے وہ میری
آہٹ پا کر اُڑ گئے۔ اس سے میرے دل میں خوف ابھرا۔ اور میں نے ایک
آواز سنی۔

"کل تک تو درندوں سے انس کرتا تھا آج تجھے کیا ہوا
کہ پرندوں سے خوفزدہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ کل تو ہماری
طرف متوجہ تھا ـــ اور آج اپنے نفس کی جانب مائل ہے"

نیز آپ نے فرمایا:

"ایک بار میں اسّی روز بھوکا رہا۔ میرے دل میں آیا
کہ مجھے کچھ بزرگی کا حصہ مل گیا ہے ـــ اسی وقت کیا
دیکھتا ہوں کہ ایک غار سے آفتاب کی طرح چمکدار چہرے
والی ایک خاتون نکل کر آرہی ہے اور کہتی ہے۔ منحوس
ہے منحوس جو اسّی روز بھوکا رہ کر اللہ پر اپنے عمل سے اترانے
لگا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ چھ ماہ گزر گئے ہیں اور میں نے کچھ

نہیں چکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین)

(ص ۴۶۲)

آپ نے بیان فرمایا:

میں ایک سفر کے دوران بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا تھا۔ خدایا! میں تیرا شکر گزار بندہ کب بنوں گا؟ ایک کہنے والے کی آواز آئی جب تک تو یہ جانے کہ نعمت صرف تجھ پر ہے۔ میں نے عرض کیا: الٰہی حالانکہ منعم علیہ انبیاء علماء اور سلاطین بھی ہیں۔ جواب ملا۔ اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوتے تو تجھے ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ علماء نہ ہوتے تو تو اقتدار نہ کرتا۔ اور سلاطین نہ ہوتے تو تجھے امن نہ ملتا۔ میری یہ تمام نعمتیں تجھی پر تو ہیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں اپنے ایک رفیق کے ساتھ، وصول الی اللہ کے ارادے سے، ایک غار میں جا رہا تھا، ہم دونوں اپنے اپنے دل میں کہتے تھے کہ ہمارا مقصود کل حاصل ہو جائے گا — پرسوں حاصل ہو جائے گا۔ وہاں ایک پُرجلال آدمی آیا، ہم نے پوچھا: آپ کون ہیں، کہا عبدالملک! ہم نے سمجھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ — میں نے ان کا حال پوچھا: انھوں نے جواب دیا: اس کا کیا حال ہوگا جو یہ کہتا ہے کہ کل مقصود حاصل ہوگا اور پرسوں حاصل ہوگا۔ نہ ولایت ہے اور نہ فلاح ہے۔ اے نفس! اللہ کی عبادت صرف اللہ

محض اللہ کے لئے کر — یہ سن کر ہم خبردار ہو گئے
اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ کس لئے تشریف لائے تھے۔
ہم نے توبہ و استغفار کیا تو ہم پر دروازہ کھل گیا۔۔۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و نفعنا بہم آمین)

(ص ۴۶۲)

مشتبہ سے اجتناب

حضرت شیخ ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص مشتبہ کھانا لایا تا کہ آپ کی آزمائش کرے۔ آپ نے اسے ہاتھ نہیں لگایا اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اگر حضرت حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلی میں ایک رگ تھی کہ جب آپ کا ہاتھ کسی مشتبہ کھانے کی جانب اٹھتا تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی تھی — تو میرے ہاتھ میں ایسی ساٹھ رگیں ہیں، جو ایسے موقعہ پر حرکت کرنے لگتی ہیں،،

حضرت سے یہ سن کر اس شخص نے فوراً معافی مانگ لی۔ (رضی اللہ عنہ)

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک درویش کے سامنے امتحاناً حلال اور مردار دونوں گوشت پیش کئے۔ درویش نے کھانے پر نظر ڈالی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے — اور اپنے بقیہ درویش دوستوں سے

فرمایا: آج اس کھانے کے سلسلہ میں میں تمہارا خدمت گزار ہوں۔ چنانچہ ذبیحہ کا حلال گوشت اٹھا اٹھا کر درویشوں کو کھانے کے لئے دیا ـــــ اور مردار گوشت فوجیوں کی طرف بڑھا دیا۔ اور کہا پاک مال پاک لوگوں کے لئے ہے اور ناپاک ناپاکوں کے لئے ـــــ بادشاہ نے یہ دیکھ کر استغفار کیا۔ اور حضرت شیخ سے اس کی عقیدت بہتر ہو گئی۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۶۲ - ۴۶۳)

اولیاء اللہ ملّت کے نگہبان

ایک کافر بادشاہ مسلمانوں کے علاقوں پر قابض ہوا ـــــ ان کی خونریزی اور لوٹ مار کی ـــــ اور کچھ فقراء و درویشوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ـــــ ـــــ ایک بزرگ اس بادشاہ کے پاس گئے۔ اور اسے منع کیا کہ ایسا نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا: اگر سچے ہو تو اپنی صداقت کا کچھ ثبوت پیش کرو۔ بزرگ نے زمین پر پڑی ہوئی اونٹ کی مینگنی کی طرف اشارہ کیا تو وہ مینگنیاں چمکدار جواہرات میں بدل گئیں ـــــ اور زمین پر رکھے ہوئے مٹی کے پیالوں کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہوا پر اڑ گئے اور پانی سے لبریز اوندھے منہ زمین کی طرف ہو گئے ـــــ مگر ان میں سے کسی سے بھی پانی کا کوئی قطرہ نہیں ٹپکا ـــــ بادشاہ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا ـــــ اس کے ایک مشیر نے کہا: اسے کوئی اہم شئے نہ سمجھئے یہ تو بس جادو ہے۔

بادشاہ نے بزرگ سے کہا۔ کچھ اور کمال دکھاؤ۔ بزرگ نے آگ روشن
کرنے کا حکم دیا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی۔ اس وقت اپنے درویش
ساتھیوں سے کہا مجلس سماع گرم کرو۔ سماع سن کر بزرگ پر وجد طاری ہوا
تو بزرگ فقراء کے ساتھ آگ میں داخل ہو گئے ـــ اس وقت بادشاہ
کے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر بزرگ نے اسے بھی آگ کے اندر چاروں طرف گشت
کرایا ـــ اور کچھ دیر اسے لئے ہوئے غائب ہو گئے۔ اور کسی کو خبر نہیں کہ
کہاں گئے۔ بادشاہ اپنے بیٹے کے غائب ہونے پر بہت گھبرایا ـــ تھوڑی
دیر بعد شہزادہ بزرگ کے ساتھ واپس لوٹ آیا تو اس کے ایک ہاتھ میں
انار اور دوسرے میں سیب تھا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا تم کہاں
تھے ؟

اس نے کہا: ایک باغ کے اندر تھا وہاں سے میں نے یہ دو پھل توڑے
ہیں۔ بادشاہ کے مشیروں نے اسے پھر بدظن کیا۔ چنانچہ اس نے زہر قاتل سے
لبالب ایک پیالہ بزرگ کے سامنے پیش کیا جسکا ایک قطرہ بھی جان لینے کے
لئے کافی تھا اور کہا اگر تم سچے ہو تو اس پیالے کو پی جاؤ ـــ بزرگ نے
سماع شروع کرنے کو کہا، سماع میں جب انہیں وجد آیا تو انھوں نے پیالہ
اٹھا کر غٹاغٹ پی لیا۔ بزرگ کے جسم پر جو لباس تھا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
دوسرا لباس پہنایا گیا اس کا بھی وہی حال ہوا۔ اسی طرح کئی لباس
ان کے جسم پر پہنائے گئے اور سب پارہ پارہ ہو جاتے۔ کئی لباسوں کے
بعد آپ کے جسم سے پسینہ خارج ہوا۔ اور لباس سلامت رہ گیا۔ یہ ظاہر

دباہر کرامات دیکھ کر کافر بادشاہ قتل و فساد سے باز آیا۔ اور عجب نہیں کہ مسلمان ہو گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی ہی ایک کرامت حضرت سید احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت رکھنے والے ایک بزرگ کی منقول ہے۔ جو بغداد پر مغلوں کے حملہ کے وقت ظاہر ہوئی تھی (رضی اللہ عنہ) (ص ۴۶۳-۴۶۴)

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

حضور الشیخ الامام، استاذ الاکابر، جامع علوم ظاہر و باطن، الحسیب النسیب والشریف النبوی الفاخر السید الجلیل عبد القادر الجیلانی قدس اللہ وجہہ و نور ضریحہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے، ایک ایسے شخص کی امانت طلب کی جو اس وقت کہیں دور تھا ـــــ امانت دار نے دینے سے انکار کیا۔ اور کہا اگر میں اس بارے میں آپ سے فتویٰ طلب کروں تو کیا آپ اس کو جائز قرار دیں گے ـــ؟ ـــــ کسی دوسرے کی امانت اس کی اجازت کے بغیر بھلا میں آپ کو کس طرح دے دوں ـــ؟

اس بات کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس شخص کے پاس صاحب امانت کا ایک مکتوب پہونچا، جسمیں لکھا تھا کہ میری امانت حضرت الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دو کہ وہ اب فقیروں کی ہو چکی ہے۔

اب وہ شخص امانت لے کر آیا تو حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس

پر عتاب کیا اور فرمایا ایسی معمولی شئی کے لئے تو نے مجھے تہمت دی۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"یمن کے اکثر مشائخ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور بعض حضرت شیخ کبیر ابو مدین قدس سرہٗ کی طرف آپ شیخ مغرب ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ شیخ مشرق

آپ کے کچھ اشعار یہ ہیں:

مافی الصبابة منهل مستعذب الا ولی فیه الالذ الاطیب

عشق و محبت کا کوئی شیریں چشمہ نہیں ہے مگر اس میں سے میرے حصہ میں وہ آیا ہے جو سب سے زیادہ لذیذ و خوشگوار ہے

او فی الزمان مکانة مخصوصة الا ومنزلتی اعز واقرب

یا زمانہ میں کوئی ایسا خاص مرتبہ نہیں ہے مگر میرا مرتبہ اس سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے

وهبت لی الایام رونق صفوها فصفت مناهلها وطاب المشرب

زمانے نے مجھے اپنا عمدہ اور بارونق حصہ ہبہ کر دیا تو اس کے چشمے اور گھاٹ صاف ستھرے ہو گئے

انا من رجال لا یخاف جلیسهم ریب الزمان ولا یری ما یرهب

میں ان لوگوں میں ہوں جن کے ہمنشیں کو گردش دوراں کا خوف و اندیشہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی خوفناک چیز اس کی نظر کے سامنے آتی ہے۔

قَومٌ لَھم فی کل مجدٍ رُتبۃٌ عَلَوِیَّۃٌ وبکل جیشٍ مُوکِبٌ

وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہر بزرگی میں حصّہ ہے، بلندی ہے اور ہر فوج میں ان کا عظیم جلو ہے۔

انا بلبلُ الافراحِ املأ دوحھا طربًا وفی العلیاء بازٌ اشھبٌ

میں وہ خوش الحان بلبل ہوں جس نے دنیا کی شاخوں کو اپنے نغمہ سے پر کر دیا اور میں بلند پروازی میں بازِ اشہب ہوں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۴۶۴)

خدا والے نوازش کرتے ہیں احسان نہیں لیتے

مشائخ کبار میں سے ایک بزرگ سرحد اسکندریہ کے رہنے والے ایک تاجر کے گھر تشریف لے گئے ــــ تاجر نے ان کا بڑی خندہ پیشانی اور خوش دلی سے استقبال کیا ــــ تاجر کے دیوان خانے کے اندر بزرگ نے رومی طرز کے دو بڑے قالین پورے فرش پر بچھے دیکھے۔ بزرگ نے تاجر سے کہا یہ دونوں قالین مجھے دے دو ــــ تاجر کو یہ بات بہت گراں گزری ــــ اس نے کہا۔ میں حضرتؒ کی خدمت میں ان قالینوں کی قیمت حاضر کئے دیتا ہوں قبول فرمالیں ــــ بزرگ نے کہا قیمت نہیں دونوں قالین چاہئے۔ تاجر نے کہا اگر ضروری ہے تو ایک لے لیجئے۔ حضرت ایک لے کر باہر

نکل آئے۔ اس تاجر کے دو فرزند اس وقت دو بحری جہازوں کے ذریعے مالِ تجارت لے کر ہندوستان گئے ہوئے تھے ــــ ایک روز تاجر کو اطلاع ملی کہ اس کا ایک بیٹا اسباب تجارت کے ساتھ سمندر میں غرق ہو گیا۔ اور اس کے تمام ساتھی بھی ڈوب گئے۔ البتہ دوسرا بیٹا صحت و سلامتی کے ساتھ عدن پہونچا ــــ اور اب وہاں سے روانہ ہو کر اسکندریہ کی بندرگاہ پر آرہا ہے۔ تاجر کو معلوم ہوا تو وہ بیٹے کا استقبال کرنے گیا ــــ اس نے دیکھا کہ بیٹے کے ہمراہ بزرگ کو دیا ہوا قالین بھی لدا ہوا آرہا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا: بیٹے! یہ قالین تمہیں کہاں ملا۔ بیٹے نے کہا

"والدِ گرامی! اس قالین کا عجیب واقعہ ہے اور بڑی کرامت ہے ...... ہوا یوں کہ میں اور بھائی دونوں موافق ہوا دیکھ کر ہندوستان سے چلے ــــ ہم دونوں الگ الگ جہازوں پر تھے ــــ درمیان سمندر میں آئے تو مخالف ہوا چلی ــــ اور ہماری حالت خراب ہونے لگی ــــ اس وقت ہم دونوں کے جہاز ٹوٹ پھوٹ گئے اور تختے منتشر ہونے لگے ــــ ہم لوگوں نے اپنا حال اللہ کے حوالے کیا۔ اور بیٹھے رہے۔ اچانک ایک شیخ نمودار ہوئے اور ان کے ہاتھ میں یہ قالین تھا ــــ انھوں نے میرے جہاز کو قالین سے باندھا۔ اور ہم سلامتی سے چلنے لگے ــــ جہاز قالین سے منسلک تھا۔ ہم ایک بندرگاہ میں داخل ہوئے، جہاز کا سامان اتار کر اپنی جگہ رکھا، جہاز کی مرمت کرائی پھر اس میں سامان بھر دیا۔

اور میرے بھائی کا جہاز ان کے تمام ساتھیوں اور سامان کے ساتھ ڈوب گیا، ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا۔

تاجر نے پوچھا: بیٹے! اگر تم ان بزرگ کو دیکھو گے تو کیا پہچان سکو گے؟ —— کہا ہاں — تاجر بیٹے کو لے کر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لڑکا انھیں دیکھتے ہی چیخنے لگا۔ وہ بزرگ یہی ہیں۔ یہی ہیں۔ بزرگ نے لڑکے پر دستِ شفقت پھیرا جس سے اُس کے اوسان بحال ہوئے اور اطمینان پیدا ہوا۔

تاجر نے عرض کیا: حضور! آپ نے بات ظاہر کیوں نہیں فرمائی تاکہ میں دوسرا قالین بھی دے دیتا۔

فرمایا: ارادہ ربّی اسی طرح تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۴۶۵ - ۴۶۶)

وفائے عہد کا امتحان

ایک بندۂ صالح نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ دنیا کی کوئی پسندیدہ و خوبصورت چیز نہیں دیکھیں گے — وہ ایک روز صرافوں کے بازار میں گئے۔ وہاں انھوں نے ایک شخص کے پاس خوبصورت کمر بند دیکھا —— اتفاق سے کمر بند پہ ان کی کئی نظر پڑی۔ کمر بند کے مالک نے انھیں دیکھ لیا تھا —— تھوڑی دیر بعد

اس کا کمربند غائب ہوگیا۔ اس نے انھیں پکڑ لیا اور کہا صالح اور نیک لوگوں کا یہ کام نہیں ہوتا، تم صوفی ہو کر چوری کرتے ہو۔ میرا کمربند چرا لیا۔ ___ انھوں نے کہا بخدا میں نے تیری کوئی شئے نہیں لی ہے ___ لوگوں نے انھیں برا بھلا کہا اور امیر کے پاس لے گئے اور حال بیان کیا ___ امیر نے مردِ صالح سے کہا: صلحاء کا یہ کام تو نہیں ؟

انھوں نے رو کر کہا۔ بخدا میں نے کچھ نہیں لیا۔ ___ مگر امیر کے حکم سے جب ان کے کپڑے اتارے گئے تو کمربند کمر سے لپٹا ہوا ملا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے ___ امیر نے کوڑا مارنے والے کو بلایا۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی۔ " اے اللہ کے بندے! اس ولی اللہ کو نہ مار، اسے ادب سکھایا گیا تھا۔"

ہاتفِ غیبی کی آواز سن کر امیر کے بھی حواس گم ہو گئے ___ مردِ صالح کو ہوش آیا تو اس نے التجا کی،

> " اے میرے مالک و مولا! میری غلطی معاف فرما! میں اپنا جرم اور گناہ جان گیا ہوں۔ میں ہی خطاوار ہوں جو تجھ سے عہد کے بعد غفلت میں سرزد ہوا، اس پر میری گرفت نہ کر! الامان الامان یا منان! "

اس کی اس طرح گریہ وزاری دیکھ کر لوگ زار و قطار رونے لگے ___ امیر کو ہوش آیا تو اس نے اس مردِ صالح کے دست و پا کو بوسے دیئے۔ اور اصل واقعہ دریافت کیا ___ انھوں نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ دنیا میں کوئی عمدہ چیز نہیں دیکھوں گا۔ اور میں نے.... اس شخص کے ازاربند کو غفلت میں دیکھا

اتنے میں دیکھتا ہوں کہ یہ آکر مجھ سے لپٹ گیا اور نوبت یہاں تک پہونچی اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے گئے :

یَا عُدَّتِی فِی شِدَّتِی	اِن لَّم تکن انتَ فَمَن
اے میرے کٹھن وقت کے ذخیرے	اگر تو نہ ہو تو بھلا کون ہے؟
یُنْقِذُنِی مِنَ الرَّدٰی	یَا صَاحِبَ الفعل الحسَن
جو مجھے ہلاکت سے بچائے	اے نیک عمل والے ،
طُوبیٰ لِمَنْ بَاتَ بکم	مشَرَّدًا عَنِ الوطَن

خوش نصیب ہے وہ جو وطن سے فرار ہوکر تیرے پاس شب گزارے

(ص ۴۶۶-۴۶۷)

تو صرف خدا کا ہو جا !

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے لکام کی ایک پہاڑی پر ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کے ارد گرد خونخوار درندے بیٹھے ہوئے تھے ـــــ میں جب وہاں گیا تو درندے ان کے پاس سے چلے گئے۔ اور انھوں نے نماز ہلکی کر کے سلام پھیرا اور فرمایا :

"اے ابوالفیض اگر تم صاف دل ہوتے تو یہ وحشی جانور تمہیں تلاش کرتے۔ اور پہاڑ بھی تم پر مائل ہوتا، میں نے کہا دل صاف ہونے کے کیا معنیٰ ہیں ؟

فرمایا: تم خالص اللہ کے لئے ہوتے، اور اللہ تمہارا ہوتا۔ !

: بندہ اس مقام کو کب پاتا ہے ؟

: تم اس مقام کو اس وقت تک نہیں پہونچ سکتے جب تک تمہارے
دل سے مخلوق کی محبت نکل نہ جائے، بالکل اس طرح جیسے دل سے
شرک نکل چکا ہے۔

: یہ بات تو میرے لئے بہت کٹھن ہے۔

: مگر یہ چیز عارفانِ حق کے لئے بہت آسان ہے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ونفعنا بہم آمین)

(ص ۴۶۷)

شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ اور صالح جوان

حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ــ میں نے
ویرانے میں ایک صالح جوان کو دیکھا۔ اس کی خوبصورت زلفیں تھیں،۔
ایک چادر اوڑھے ہوئے ــ بدن پر کتان کا کرتا اور پاؤں میں تسمہ دار
جوتا تھا۔ ایسے جنگل ویرانے میں اس کا یہ لباس دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔
سلام وجواب کے بعد میں نے پوچھا کہاں کے باشندے ہو۔؟

جوان : میں دمشق کا رہنے والا ہوں۔

حضرت شیخ : وہاں سے کب چلے ہو۔؟

جوان : آج ہی چاشت کے وقت

مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کیونکہ وہاں سے دمشق کئی منزل دور تھا۔ میں نے
پھر پوچھا : کہاں جاؤ گے ؟

جوان :   انشاء اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ

میں سمجھ گیا کہ یہ رحمت باری کے سہارے چل رہا ہے ___ اور میں اسے رخصت کر کے آگے بڑھ گیا۔ پھر تین سال کا عرصہ گزر گیا میں نے اس کو نہیں دیکھا ___ ایک روز اپنے گھر میں بیٹھا اس کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ معلوم نہیں اس کے بعد جوان کا کیا حال ہوا۔؟ اتنے میں اچانک دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو باہر وہی تھا ___ سلام کے بعد میں اسے اندر لایا، اس وقت وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا۔ اور اس کے جسم پر کمبل کا ایک کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کیا خیر خبر ہے۔؟

جوان نے کہا: استاذ محترم! مجھے میرے معاملہ کی اطلاع نہیں کی جاتی، کبھی میرے ساتھ لطف کا برتاؤ کرتا ہے، کبھی بے وقار کرتا ہے، کبھی بھوکا رکھتا ہے، کبھی کھلاتا ہے۔ کاش مجھے اپنے اولیاء کے اسرار و احوال کی کچھ خبر دیتا پھر جو چاہتا کرتا،،

یہ کہہ کر بہت رویا ___ اور اس کی باتوں سے مجھے بھی رونا آگیا ___ اور میں نے پوچھا مجھ سے ملنے کے بعد تم پر کیا گزری؟

نوجوان: افسوس! وہ جس شئے کو چاہتا ہے کہ میں چھپاؤں، میں اسے ظاہر کروں؟ بہرحال پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مالک و مولا نے کیا وہ یہ کہ مجھے تیس روز بھوکا رکھا۔ اس کے بعد میں ایک گاؤں کے اندر کھیرے کے ایک کھیت کے قریب پہونچا ___ میں نے دیکھا کہ خراب کھیرے نکال کر پھینک دیئے گئے تھے۔ میں ان میں سے چن چن کر کھانے لگا۔

اتنے میں کھیت کا مالک وہاں پہونچا اور مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور کہنے لگا۔ چور کہیں کا۔ تو ہی کھیت کو خراب کیا کرتا تھا میں کئی روز سے تجھے ڈھونڈ رہا تھا، اب میں نے تجھے پکڑا ہے۔ اتنے میں ایک اسپ سوار تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے سر پہ آپہونچا۔ اور اس سے کوڑا چھین کر کہتا ہے۔ اللہ کے دوستوں پر حملہ کرتا ہے، اور انھیں مار کر ان کی توہین کرتا ہے۔ اور انھیں چور کہتا ہے ——
کھیت والے نے یہ سنا تو مجھے اپنے گھر لے گیا۔ مجھ سے معافی طلب کی اور جس قدر عزت وتوقیر ممکن تھی کی۔ کیونکہ میں اس کے نزدیک چور سے ولی بن چکا تھا۔

نوجوان ابھی اتنا ہی واقعہ بیان کر سکا تھا کہ کسی نے حضرت شیخ معروف کرخی کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو وہی کھیرے کے کھیت والا شخص تھا۔ وہ دولتمند تھا آیا اور اس نے اپنی ساری دولت فقیروں پر تقسیم کردی —— اور اس جوان کے ہمراہ ہو گیا دونوں حج کے لئے روانہ ہوئے اور جنگل ویرانے میں وفات پا گئے۔

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) (ص ۴۶۸ - ۴۶۹)

جسم زمین پر اور روح عالم قدس میں

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام ایک سفر میں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک بار حضرت یحییٰ علیہ السلام سجدہ میں سو گئے —— وہ سجدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ انھیں بیدار کریں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی

یٰعیسیٰ اِنَّ روحَ یحییٰ عندِی	اے عیسیٰ یحییٰ کی روح میرے پاس
فی حضرۃِ قدسِی وجسدُہ بینَ	حضرت قدس میں ہے۔ اور ان کا جسم
یدَیَّ فی اَرضی ولقد باھیتُ بہٖ	میرے سامنے زمین پر۔ اور ان سے
کِرامَ ملائکتی	میں نے معزز فرشتوں پر فخر کیا ہے۔

(ص ۴۶۹)

اہلِ حضور

حضرت ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے فکر کو مجتمع کیا ـــ اپنے قلب کو حاضر کیا ـــ اور خود کو اپنے رب کے حضور کھڑا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابو یزید میرے پاس کیا لائے ہو ـــ؟

عرض ابو یزید: دنیا سے زہد و بے رغبتی

ارشاد فرمایا: اے ابو یزید! میرے نزدیک تو دنیا کی قدر مچھر کے پر اتنی بھی نہیں، پھر اس سے زہد، اجتناب کیا؟

عرض ابو یزید: بار الٰہا! میں اپنی اس حالت سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ (جئتک بالتوکل علیک) میں تجھی پر توکل کر کے آیا ہوں

ارشاد فرمایا: اے ابو یزید! میں نے جو ضمانت تجھے دی تھی کیا اس پر بھروسہ نہیں، کہ تو نے توکل کیا؟

عرض ابویزید : اے اللہ ! میں ان دونوں حالتوں سے توبہ کرتا ہوں
(جئتک بک اوقال بالا فتقار الیک) میں تیرے پاس تیرے
ہی ساتھ آیا ہوں یا تیرا محتاج بن کے آیا ہوں ۔

ارشاد فرمایا: ہم نے تجھے قبول کیا۔ (ص ۴۶۹ - ۴۷۰)

فقیر بدیہ القادری کہتا ہے :

دنیا کی زندگی کا مقصود پا چکے ہیں ٭ تنہائیوں میں چھپ کر آنسو بہانے والے
روتے ہیں چیختے ہیں کرتے ہیں آہ وزاری ٭ پیتے ہیں جام کوثر غم میں نہانے والے
ہے نصب ان کا جھنڈا بلندیوں پر ٭ فضل خدا پہ جو ہیں تکیہ لگانے والے
اہل طلب پہونچ ہی جاتے ہیں ان کے در تک
چھپتے کہاں ہیں عطر و عنبر لٹانے والے ۔

دنیا فانی ہے

ایک زاہد فرماتے ہیں ___ میں زہاد کی ایک جماعت کے ساتھ تھا
نماز ظہر کا وقت ہوا ___ اور ہم لوگ ایسے ویرانے جنگل میں تھے جہاں پانی
موجود نہیں تھا ___ ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے پانی کے لئے دعا مانگی۔
دعا ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ ہم نے بہت دور کسی شئے کو دیکھا ___ اور ادھر چل
پڑے ___ اللہ تعالیٰ نے لمبی مسافت کو ہمارے لئے مختصر فرما دیا ___
ہم پہونچے تو وہاں ایک شاندار محل تھا ۔ جس کے گرد اگرد باغ آراستہ، نہریں
رواں اور چشمے جاری تھے ___ ہم لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور وضو

کر کے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد محل میں جانے کا قصد کیا۔ اس کی دیوار پر دو شعر لکھے ہوئے تھے۔ جن کا مفہوم یہ ہے۔

یہ اس قوم کی منزلیں ہیں، میں نے جنہیں بھرپور عیش و عشرت میں پایا تھا۔ جنہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا،، پھر گردش زمانہ نے انھیں بلایا اور وہ قبروں کی جانب کوچ کر گئے اب نہ وہ ہیں اور نہ ان کے نام و نشان،،

محل کے اندر ایک تخت کے قریب بھی کچھ اشعار لکھے تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

تو ہمہ وقت ایسی ہی شئے طلب کرتا رہا جو ہلاکت خیز ہے اور تو اس شئے کے لئے بڑی مشقت کرتا تھا، اور اپنی امید کے مطابق پھر تو عرب و عجم کی زمین کا مالک بن گیا بعد ازاں تجھ پر موت نے ہاتھ بڑھایا اور جس طرح اور لوگ مر گئے تو بھی مر گیا،،

محل کے بائیں باغ میں سنگِ مرمر کی لوح پر بھی چند اشعار کندہ تھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:

"کبھی اس محل کا مالک بھی ایسا تھا کہ لوگ اس سے حسد کرتے تھے۔ عیش کے سائے میں رہتا تھا لوگ اس کی ہیبت سے کانپتے تھے،، اچانک اس پر موت آئی، جسے کوئی روک نہیں سکتا تھا، بالآخر وہ مر گیا اور تاج اس کے سر سے اتر گیا۔ اب تو اس محل میں گھوم پھر کر دیکھ کتنی وحشت برستی ہے۔ کبھی یہ آباد تھا اب اس کے رہنے والے کہیں

جا کے گم ہو گئے ہیں ،،

ہم لوگوں نے ان اشعار کو دیکھا تو بہت پسند کیا — اس کے بعد ہم لوگ ایک قبے کی طرف گئے جس کے درمیان میں ایک قبر تھی اور لوحِ مزار پر بھی ایک شعر لکھا تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے :

میں مٹی کے اندر پھنسا ہوا ، تنہا پڑا ہوں ، اور میرا چہرہ
مٹی کی اینٹ پر پڑا ہوا ہے ،، (ص ۳۷۰)

فقیر بدر القادری عرض گذار ہے :

سلاطینِ جہاں کو قصرِ عالی کے مکینوں کو
صدائے جا کے کوئی مہوشوں کو مہ جبینوں کو

کہاں ہے رخ کا غازہ اور لبوں کی سرخیاں انکی
خبر دیں کچھ تو اپنی دہر کے باقی مکینوں کو

وہ جنکے پاؤں نے مٹی نہیں چھوئی تھی جیتے جی
اسی مٹی نے کھا ڈالا ہے ان سب نازنینوں کو

جو مکھی بیٹھنے دیتے نہ تھے اپنے لباسوں پہ
مکوڑے کھا رہے ہیں آج ان سب شہ نشینوں کو

اس مضمون میں امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ کے اشعار بھی ہیں۔ آنسہ اللہ فی قبرہ ، وعاملہ بلطفہ وبرہ ، واسکنہ بحبوحۃ جنتہ واعاد علی المسلمین من برکتہ - آمین

رُکوبُ النعشِ اَنسَاھُم رُکُوباً
علی الخَیلِ العتیقاتِ النِّجَاب

جنازہ کی سواری نے انھیں سوار ہونا بھلا دیا عمدہ عربی گھوڑوں پر جو عمدہ نسل کے تھے

وَلَیلُ القَبرِ اَنسَاھُم لِلَیلٍ
بِہِ العُرُسُ لمَلِیحَاتُ النِّقَاب

قبر کی تاریکی نے شب عروسی کو جو ملیح اور خوبصورت دلہنوں کے ساتھ گزاری تھی بھلا دیا۔

وَاَ نُسَاھُمْ لِفُرُشٍ نَاعِمَاتٍ لھا قَدْ زَیَّنُوْا فُرُشُ التُّرَابِ

اور ان سے نرم بستر فراموش ہو گئے اور ان کیلئے مٹی کے بستر بچھ گئے

عَلَا الدُّوْدُ الخُدُوْدَ وَغَاصَ فِیْھَا آکُوْلاً لِلْبُھَیَّاتِ التُّرَابِ

ان کے رخساروں پر کیڑے چڑھ گئے اور ان بارونق چہروں کو کھاتے ہوئے اندر تک گھس گئے

فقیر بدر القادری عرض گزار ہے :

قبر اک جاں گداز منزل ہے
فرشِ خاکی پہ جا کے سونا ہے
تا بکے زندگی کا عیش و طرب
خاک میں مِل کے خاک ہونا ہے

سَیِّدُنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اہلِ بقیع

مولائے کائنات سرتاج روحانیاں حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :

"میں بقیع میں احباب کی زیارت کے لئے گیا ــــ اور میں نے ایک ایک کو سلام کیا۔ اور وہاں سے یہ شعر پڑھتے ہوئے لوٹا۔

مَالِیْ مَرَرْتُ عَلَی القُبُوْرِ مُسَلِّمًا قَبْرَ الحَبِیْبِ فَلَمْ یَرُدَّ جَوَابِیْ

کیا وجہ ہے کہ میں قبروں پر سلام کرتا ہوا گزرا اور دوست کی قبر پہ سلام کیا تو جواب نہیں ملا

يَا قَبْرُ مَا لَكَ لَا تُجِيبُ مُنَادِيًا　　أَمَلِلْتَ بعدى صُحْبَةَ الاحبابِ

اے قبر! تجھے کیا ہوا؟ کہ پکارنے والے کو جواب نہیں دیتی کیا تو میرے بعد احباب کی صحبت سے اکتا گئی ــــــ مجھے اسی وقت بلند آوازہ میں جواب دیا گیا۔

قُلْ لِلْحَبِيْبِ وكيفَ لى بجوابِكُمْ　　وأنا الرَّهِينُ بجَنْدَلٍ وتُرابِ

حبیب سے کہدے کہ میں کس طرح جواب دوں کہ میں تو مٹی اور پتھروں کے اندر محصور ہوں۔

اكَلَ الترابُ مَحَاسِنِى فَنَسِيْتُكم　　وحُجِبتُ عن اهلى وعن اَحبَابى

مٹی میرے حسن کو کھا گئی تو میں تمہیں بھول گیا۔ اور اپنے احباب و اقربا سے روپوش ہو گیا۔　　(ص ۴۷۱-۴۷۲)

فقیر بدر عرض گزار ہے:

قید مرقد میں میں مقید ہوں　　کس طرح دوں تری صدا کا جواب
سارے احباب میرے چھوٹ گئے　　ہو چکی بند زندگی کی کتاب،

اعتراضات و جوابات

خاتمہ کتاب پر امام علامہ یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض علمار کے ان شبہات کا جواب دیتے ہیں، جو انھوں نے اولیار اللہ اور فقرار پر وارد کئے ہیں۔ امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

شیخ حمزہ کی حکایت پر اعتراض و جواب

ابوالفرج ابن جوزی اولیار اللہ کی بعض حکایات کے انکار میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ انھوں نے شیخ ابو حمزہ خراسانی کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جو اس کتاب میں بعنوان: جن کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے،، لکھا گیا ہے
علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں شیخ ابو حمزہ خراسانی نے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ جو شرعًا ناجائز ہے، اپنی دلیل میں آیت قرآنیہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) پیش کی ہے۔
جواب میں امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —— علامہ ابن جوزی کا یہ اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت شیخ ابو حمزہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا جب کہ انھیں یقین کامل، قلب بصیر، اور حال بلند عطا ہو چکا تھا وہ اپنے مالک و مولیٰ کے سوا کسی اور سے استمداد کو اپنی حیار کے خلاف سمجھنے لگے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شاذلی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

انا لا نری مع الحق احدًا ان کان ولا بد فکالھباء فی الھواء

ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیکھتے اور کبھی اگر ضرورتًا دیکھنا

اِنۡ فَتَّشۡتَہٗ لَمۡ تَجِدۡہُ شَیۡئًا ۝ بھی ہوتا ہے تو انھیں یوں پاتے ہیں جیسے ہوا میں ذرات کا وجود، جو تفتیش کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں کہ منکر پر اگر وہ حالت طاری ہو جائے جو ان حضرات پر طاری تھی تو یہ اس کا انکار نہ کریں۔ اور اس انکار میں ایک تعجب کا پہلو یہ بھی ہے کہ ابن جوزی بزرگوں کے معتقد ہیں۔ اور ان حضرات کے کلام اور واقعات و کرامات سے اپنے کلام کو آرائش دیتے ہیں ــــــ اس کے باوجود ایک ایسے اہل اللہ جنہوں نے ماسوا اللہ سے خود کو فنا کر کے قلب روشن حاصل کیا، اور ملک و ملکوت میں ذات واحد کے سوا ہر ایک سے اپنے نفس کو یک سو کیا۔ ان کی حکایت کا کیوں انکار کیا۔ ؟

اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس کرامت کا انھوں نے انکار کیا ہے، اس کا ثبوت خود شرع میں موجود ہے جو "شاہد کامل" ہے

اور وہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں حاضر ہوئے ــــــ اور عرض کیا ھَلۡ لَکَ حَاجَۃٌ کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔ ؟

جواب دیا: اما الیک فلا مگر آپ سے تو مجھے کوئی حاجت نہیں ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا فاسئل ربك اپنے پروردگار ہی سے سوال کیجئے! سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا حسبی من سؤالی علمہ بحالی حسبی اللہ ونعم الوکیل اس بارگاہ میں مجھے عرض و سوال کی کیا ضرورت؟ وہ خود میرے حال کو جانتا ہے ــــــ یہ جو کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے صادر ہوا ــ آخر یہ کیا تھا ــ؟ ان کا یقین کامل اور مقام بلند ہی تو تھا ... ؟

اس کے علاوہ اہلِ یقیں علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے، کہ توکل کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

اہلِ توکل کی پہلی قسم:

وہ لوگ جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اب وہ نہ اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرتے ہیں اور نہ خود سے دفعِ ضرر کرتے ہیں، اور وہ حضرات اپنے اصول کو ضروریات اور غیر ضروریات تمام پہ جاری رکھتے ہیں، خود کو نہ اپنے دشمنوں سے بچاتے ہیں اور نہ درندوں سے ـــــ گویا اپنے لئے کوئی سبب اور ذریعہ پیدا ہی نہیں کرتے ـــــ حتیٰ کہ ان میں کے بعض کا یہ حال ہے کہ ان کا کپڑا اگر کسی جھاڑی میں الجھ جائے تو کپڑے کو کانٹے سے چھڑانا بھی گوارا نہیں فرماتے ـــــ تا آنکہ ہوا چلے اور کپڑے کو جھاڑی سے آزاد کرادے۔

قطبِ وقت، حجۃ اللہ، امام العارفین ابو محمد سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اول مقام فی التوکل ان یکون العبد بین یدی اللہ سبحانہ کالمیت بین یدی الغاسل یقلبہ کیف شاء، لایکون لہ حرکۃ ولا تدبیر

توکل کا اول تر مقام یہ ہے، بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے، جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اسے جدھر چاہے حرکت دے کر الٹ پلٹ کرے۔ اس کی اپنی کوئی حرکت اور تدبیر نہ رہے۔

اہلِ توکل کی دوسری قسم

اہل توکل کی دوسری قسم میں وہ حضرات ہیں، جو ضروریات میں اسباب تلاش کرتے ہیں اور غیر ضروری چیزوں میں ایسا نہیں کرتے۔ وہ چاہے دفع ضرر کے لئے ہو یا فائدہ

حاصل کرنے کے لئے اسی پر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا عمل ہے۔ اسی قبیل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہجرت کے سفر میں کفار سے بچ کر غارِ ثور میں پوشیدہ ہونا بھی ہے (جسے منکر نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے)، مگر بعض اولیاء اللہ اس سے بھی احتراز کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے کوئی سبب نہیں ڈھونڈتے۔ ان حضرات سے غلبۂ حال میں جس وقت کہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں، کچھ ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جن پر سب کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کلیۃً ترکِ اسباب کرنے والے اولیاء اللہ، دوسری قسم والوں سے افضل ہیں، بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہوتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سبب سے احتراز نہیں فرماتے تھے۔ کبھی نہایت خوفناک اور خطرناک مقامات پر تنہا تشریف لے جاتے تھے جیسے یوم حنین وغیرہ —— اسی طرح آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے جو اکثر احادیث میں مذکور ہے، اس کا ذکر طویل ہے۔

واما قوۃ احوال بعض الاولیاء	اور اولیاء اللہ کی قوت، احوال، اور
وما اعطوا من الیقین والکرامات	دولت یقین وکرامات سب کی سب آپ
فکلها مستمدۃ من فیض فضله	ہی کی عنایات اور فضل وکرم کا فیض ہے
صلی اللہ علیہ وسلم ومنسوبۃ	(صلی اللہ علیہ وسلم) اور سب آپ کی
الیه (ص ۴۷۴)	جانب منسوب ہیں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ آپ آسان طریق پر گامزن ہوتے، جس پر خواص وعوام سہولت سے چل سکیں۔ سرکار اس راہ کے تمام شہسواروں، اور قافلوں سے مشکل ترین راہ پر چل سکتے

تھے، مگر اس صورت میں آپ کی شان رؤفی و رحیمی کا اظہار کیسے ہوتا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (التوبۃ ۹/ ۱۲۹)

ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

جزاہ اللہ عنا افضل الجزاء

اور بعض مردانِ قوی، قافلوں کے اندر، خوفناک راہوں پر، سب سے آگے آگے چلتے ہیں انھیں لوگ منع بھی نہیں کرتے۔

تیسری قسم

توکل کے سلسلہ میں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عالم اسباب سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خواہ وہ اسباب ضروریہ ہوں یا غیر ضروریہ۔ مگر ان کا اعتماد اور بھروسہ ذات مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) ہی پر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے عمل پر اعتراض

علامہ ابن جوزی نے حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جس میں آیا ہے کہ آپ کے دل میں ایک بار یہ بات آئی کہ "تو بخیل ہے"، پھر انھوں نے ارادہ کیا کہ مجھے اب جو ملے گا راہِ خدا میں دونگا، چنانچہ پچاس دینار ملے اور انھوں نے ایک فقیر کو دینا چاہا۔ مگر اس نے نہیں لیا ..... بالآخر انھوں نے دینار دریا میں پھینک دیے۔ (ص ۴۷۵ - ۷۶ م)

اس پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت شیخ شبلی نے مال ضائع کیا جو شرعاً ناجائز ہے۔؟

جواب : علامہ امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا جواب تین طرح دیتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سے یہ فعل "مقامِ حال" میں سرزد ہوا، اور صاحب حال چونکہ احساس ظاہری سے عاری ہوتا ہے اس لئے وہ احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے اس مال میں کوئی سمیت اور گندگی دیکھی ہو کہ وہ جس کے پاس جاتا اسے ہلاک کردیتا، اس لئے انھوں نے اس مال کو ہی ضائع کردیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے انھیں اس مال کے ضائع کرنے کا اذن ملا ہو، جس پر انھیں ناچار عمل کرنا پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ احمد بن ابو الحواری کے واقعہ پر اعتراض

حضرت شیخ ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے! اس وقت آپ کے مرید شیخ احمد بن ابو الحواری نے حضرت کو سو بار پکارا۔ حضور والا تنور گرم ہوگیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ جا اس میں گھس رہا۔ شیخ احمد نے اپنے مرشد سے یہ عہد کیا تھا کہ کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے تنور میں داخل ہوگئے ___ کچھ دیر اس میں رہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ ابو سلیمان نے اپنے خدام کو انھیں تنور سے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ بالکل جلے نہیں تھے ___ ابن جوزی کہتے ہیں کہ شیخ احمد بن ابو الحواری نے خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالا جو ناجائز ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ احمد کو اپنی قوت یقینیہ سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ، وفائے عہد اور وعدہ کی پابندی

انھیں ہر مہلک اور اذیت رساں شئے سے بچائے گی۔ اور ممکن ہے ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہو گیا ہو جس کے استغراق سے آگ کی سوزش کا احساس بھی نہیں ہوا ___ چنانچہ ایک عارف فرماتے ہیں۔

الصادق تحت خفارۃ صدقہٖ — سچا انسان اپنی صداقت کی پناہ میں ہوتا ہے

یعنی وہ اپنی صداقت کی حفاظت کے لئے اگر مہلک چیزوں میں بھی پڑ جائے تو اس کی سچائی ہلاک ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اور خدا کے حکم سے ایسی ہلاکت اس کے لئے نجات کا سبب بن جائے گی۔

اسی قبیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

قلنا یانار کونی بردًا وسلامًا علیٰ ابراھیم (ص ۷۶۴)

صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ بے سر و سامان متوکل علی اللہ ہو کر حج کو چلے اور عہد کیا کہ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگوں گا۔ راستہ میں جان پر آ بنی، قافلہ چلا گیا موت کا انتظار کر رہے تھے کہ کچھ ہو جائے عہد نہیں توڑوں گا۔ اتنے میں ایک غیبی سوار نے صراحی پیش کی اور قافلہ تک پہونچا دیا۔

اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔

امام یافعی رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ہیں: بنیادی بات یہ ہے کہ یا تو واقعہ کا غلط ہونا روایت کی رد سے ثابت کیا جائے۔ لیکن جب واقعہ کا ثبوت صحت کو پہنچ جائے، تو ہونا یہ چاہیئے کہ شرع شریف، کے موافق اس کی تاویل کی جائے (نہ کہ انکار)

اگر واقعہ کی تاویل علم ظاہر کے مطابق نہ ملے تو کہنا چاہیئے کہ ممکن ہے اس کی باطنی تاویل ہو، جسے علماء باطن عرفاء جانتے ہیں۔ اور اس منزل پر حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کیا جائے۔

تیسرا محمل یہ ہے: ہوسکتا ہے ان سے یہ واقعہ عالم سکر میں سرزد ہوا ہو

اور ان تمام تاویلات کے باوجود ان اولیاء اللہ سے بدظنی رکھنا بے توفیقی ہے

نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان وسوء القضاء ومن جمیع انواع البلاء

خبردار یاد رکھو کہ جس کا دل فقراء صالحین اور صدیقین کے حالات کا یقین رکھتا ہے ان کی محبت سے لبریز اور ان کے اخلاق سے باخبر ہے وہ ان کے مبارک حالات کے مطابق واقعات کی تاویل کرلیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے تاویل کے تین طریقے ذکر کیے۔ اور جو ان کے حالات سے واقف نہیں، جس نے ان جیسی شراب معرفت نہیں پی، یا اس بادۂ وحدت کو نہیں چکھا اور ان حضرات کے علوم اور طریقہ سے آگاہ نہیں ہوا۔ اور ان سے کامل حسن ظن نہیں رکھتا تو ہوسکتا ہے ایسا شخص ان کے اقوال، افعال اور احوال کا منکر ہو..... (ص ۷۷،۷۴)

حضرت قطب احمد بن عبداللہ البلخی کے واقعہ کا انکار

حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں فضاء کے اندر ایک قطب وقت بزرگ کی طلائی سواری کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کے انکار میں بڑی جلدبازی سے کام لیا ہے

منکرین کی بات کا جواب

امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ قابل انکار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام ازخود نہیں کیا تھا۔ بلکہ عالم ملکوت میں رب تعالیٰ نے ان کے لئے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا۔

یہ اس عالم کی بات نہیں ہے ۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کچھ خاص بندوں کو اجازت دے کہ وہ ریشم کا لباس پہنیں، اور وہ حضرات اس اذن پر عمل کریں تو اس میں شرع کی بے حرمتی نہیں ہے ۔

ہو سکتا ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ ان لوگوں کو ایسا "علم یقین"، کس طرح حاصل ہو سکتا ہے ۔ تو میں عرض کروں گا کہ جس طرح (قرآن مجید سورۂ کہف میں مذکور واقعہ اندر) حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل ہوا، کہ انھوں نے لڑکے کو جان سے مار ڈالا حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں، نبی اور رسول نہیں ۔ اہل علم اس قول کو معتبر فرماتے ہیں ۔ اسی طرح اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، یہ بات اولیاء اللہ کے نزدیک یقینی ہے، فقہاء بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اور اہل اصول اور اکثر محدثین بھی اس کی تائید کرتے ہیں ---- حضرت امام شیخ ابو عمر بن صلاح رضی اللہ عنہ نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر اجماع نقل فرمایا ہے ۔ ان سے امام محی الدین نووی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا اور اسی مذہب کی تقریر و تائید کی ہے ۔ (ص ۴۷۸)

فقہاء کی ایک جماعت نے شیخ امام عز الدین بن عبد السلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟

فرمایا: اگر آپ حضرات کو امام تقی الدین بن دقیق العید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بتائیں کہ انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا ہے تو آپ حضرات ان کی بات مانیں گے ؟ یا انکار کریں گے ۔ ؟

فقہاء نے کہا ہم ان کی تصدیق کریں گے ۔

فرمایا: قد واللہ اخبر عنہ سبعون ۔ بخدا ستر صدیقین نے خبر دی ہے کہ انھوں صدیقاً انھم رأوہ باعینھم کل واحد نے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے، اور ان

منهم افضل من ابن دقیق العید — میں کا ہر ایک شیخ ابن دقیق العید سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں، اہل تحقیق اور علماء موفقین کا یہی مذہب صحیح ہے کہ

ان العارفین باللہ تعالیٰ افضل من — خدا کی معرفت رکھنے والے اولیاء احکام کا

العلماء باحکام اللہ، رضی اللہ عنہم — علم رکھنے والے علماء سے افضل ہیں ـــــ

حضرت شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رضی اللہ عنہ، خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے بعض اولیاء اللہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حضرات میرے نزدیک اتنے اتنے فقہاء سے بہتر ہیں۔

اسی طرح بزرگ عالم ربانی قاضی نجم الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا:
مکہ معظمہ میں خبر آئی کہ امام عارف باللہ اسماعیل بن محمد حضرمی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس وقت حضرت امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ بن عجیل مکہ معظمہ میں تھے ـــــ انھوں نے سنا تو فرمایا:

ارجوا ان یفدیہ اللہ — امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایک سو

بمائۃ فقیہ — فقہاء کو فدیہ کر دے۔

اس کے بعد پھر یہ خبر آئی کہ آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ زندہ ہیں اور پھر ایک زمانہ کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ (ص ۴۷۸)

ہم اپنا مقصود پھر ذکر کرتے ہیں، کہ جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد ان کی کرامات کو ماننے والا، اور یقین کرنے والا ہے وہ ضرور یقین کرے گا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں ـــــ کیونکہ علماء صدیقین ہر دور میں فرماتے آئے ہیں کہ انھوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے ..... اور ان سے یہ روایات ثقہ علماء نے مشہور

کتابوں میں نقل کی ہیں ، میں نے بھی متعدد حکایات ایسی ہی کتب سے نقل کی ہیں.... مگر میں نے اسناد چھوڑ دی ہیں۔

مشائخ میں سے بعض کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عارف باللہ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کی جانب مخاطب ہوئے اور ان سے عمدہ عمدہ باتیں کیں ـــــ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت اگر اسی طرح روز ہمیں اپنے بیان سے نوازتے تو بڑا فائدہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا، میں نے آج ایسا اس لئے کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھے فرمایا کہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کلام کیجیے آج آپ کے بھائی ذوالنون کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اور میں نے آپ کو ان کی جگہ مقرر کیا اگر مجھے ان کا حکم نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے گفتگو نہ کرتا۔

شیخ جلیل حضرت ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عیذاب کے ویرانے میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے فرمایا: اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ اپنا لطفِ جمیل فرمائے ، اور سفر و حضر میں تمہارا رفیق ہو،،

اور مجھ سے یمن کے بعض مشائخ نے بیان کیا؛ ان کے پاس سختی کے زمانے میں ، حضرت خضر علیہ السلام آرام و راحت لاتے ہیں۔ اس بارے میں مشائخ کی روایات بے حد ہیں۔ انہی مشائخ میں شیخ کبیر عارف حق حضرت ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ بھی ہیں .... میں نے شیخ جلیل حضرت نجم الدین اصفہانی رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیم کے پیچھے ، یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہتے ہیں۔ کہ جس زمانے میں قرآن مجید اٹھا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بھی اپنے پاس بلا لے،، .... (ص ۷۹ھ)

اہلِ جذب و تجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ

میں نے حضرت شیخ علی کردی کی حکایت میں جو یہ بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر خود کو پوشیدہ رکھنے کے لئے، جذب، دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں —— اور لوگ اس توہم میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ حضرات نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں —— اور کچھ لوگوں کے سامنے برہنہ بھی ہو جاتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ بدگمانی کی جائے۔ اور انھیں بزرگ نہ سمجھا جائے —— حالانکہ درحقیقت وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ جانے اور کسی کو خبر نہ ہو —— ایسے لوگوں کو لوگوں نے نماز پڑھتے دیکھا بھی ہے —— وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں —— ان حضرات کا طریقہ ظاہر ہے۔ کہ وہ حضرات اپنی برائیوں کو اچھالتے ہیں اور اپنی نیکیوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور انھیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ زندیق کہتے رہیں وہ تو اللہ کے حضور صدیق ہیں —— وہ حضرات نمائش و نمود کو نہایت شدت سے دفع کرتے ہیں۔ اور خود کو مخلوق کی نظر سے گراتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کا اخلاص کامل ہوتا ہے، اور ان کے دل شرکِ خفی کے اثر سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی علت ہے جس سے بندگان خاص کے سوا کوئی بچ نہیں سکتا۔ یہی سبب ہے کہ وہ حضرات نہ کسی کی مدح سرائی سے خوش ہوتے اور نہ ہی کسی کی مذمت سے ناراض —— اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہی نماز پڑھتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور اپنے مخصوص حال کی وجہ سے لوگوں سے مخفی رہتے ہیں۔ ان کے

حالات عقل کی گرفت سے بہت بلند ہیں جس کا ادراک صرف نور سے ہوتا ہے
ایک بزرگ کا یہ حال تھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ ایک روز نماز کے لئے اقامت کہی گئی۔ ایک فقیہ جو ان کے بارے میں بدظن تھے۔ بولے، اٹھو اور نماز پڑھو۔ بزرگ جماعت میں فقیہ صاحب کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ فقیہ صاحب نے نماز کی چار رکعتوں میں انھیں مختلف انسانوں کی شکل میں دیکھا، تکبیر تحریمہ کہی تو وہی تھے۔ دوسری رکعت میں ان کی جگہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ اسی طرح تیسری میں تیسرا اور چوتھی میں چوتھا اور جب سلام پھیرنے کا وقت ہوا تو پھر وہی بزرگ اپنی جگہ تھے فقیہ کو حیرت ہوئی بزرگ نے فرمایا: جن چار آدمیوں کو تو نے دوران نماز اپنے بغل میں دیکھا ان میں سے کس نے نماز ادا کی ہے؟ فقیہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

اسی طرح قضیب البان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت الشیخ مفرج کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں کچھ مریدوں نے عرفہ کے روز میدان عرفات میں دیکھا۔ اور ایک مرید نے انھیں ان کے مسکن پر دیکھا کہ آپ وہاں سے کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ دونوں نے یہ بات ایک دوسرے سے بیان کی اور اپنی بات کی تصدیق کے لئے اپنی اپنی بیوی کو طلاق کی قسم کھائی معاملہ جب حضرت شیخ مفرج کے سامنے پیش ہوا تو انھوں نے دونوں کی تصدیق فرمائی۔ اور بتایا کہ دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ کے حکم پر علمار اعلام اور فقہائے کرام کے سامنے، شیخ صفی الدین بن ابو المنصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی توضیح اس طرح فرمائی۔

الولی اذا تحقق فی ولایتہ وتمکن من التصرف فی روحانیتہ یعطی من القدرۃ فی التصور فی صور عدیدۃ فی وقت واحد فی جہات متعددۃ علیٰ حکم ارادتہ	ولی جس وقت اپنی ولایت میں متحقق ہو جاتا ہے اور اپنی روحانیت میں تصرف کی اہلیت پالیتا ہے تو اسے قوت دی جاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے مطابق، مختلف صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کر سکتا ہے

(ص ۴۸۱)

اور حضرت شیخ کا ایک ہی وقت میں میدان عرفات میں اور دوسری جانب اپنے دولتکدہ کے اندر ہونا بیان کیا اور شیخ مفرج نے خود بھی اس کی توثیق فرمائی ———— میں کہتا ہوں کہ یہی جواب اس قسم کے تمام اشکالات کے لئے کافی ہے۔ مثلاً ایک بزرگ کا چار آدمیوں کی شکل میں نماز ادا کرنے کا واقعہ، ——— فقیہ کا ایک ہی شخص کو بیک وقت ہوا میں اور اسی کو زمین پر بھی دیکھنا حضرت سہل بن عبداللہ کا بیک وقت لوگوں کو نصیحت کرنا اور دوسری طرف اپنے حجرہ میں موجود رہنا۔ ان تمام واقعات کی تاویل کے لئے شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توضیح کافی ہے۔ (ص ۴۸۱)

(نوٹ) واضح رہے کہ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطن کی متعدد اقسام کر کے اپنے انداز میں انھیں بیان کیا ہے۔ اور خاتمہ کی دوسری فصل میں مشائخ عارفین کے عقائد اور تین بسیط عربی قصائد تحریر فرمائے ہیں، جنہیں ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ آخر صفحہ ۵۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

وکان الفراغ من تعلیقہ یوم الجمعۃ المبارکۃ، قبل صلوٰۃ الجمعۃ بالمسجد الحرام، تجاہ الکعبۃ المشرفۃ بیت الحرام، زادہ اللہ

تعالیٰ شرفاً وتعظیماً ، سلخ رجب المرجب سنة ثلاث وخمسین وثمان مئة ، والحمد للہ رب العالمین اولاً واٰخراً وباطناً وظاہراً ، وسلام اللہ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وسلم

پنجشنبہ ۱۲ ربیع النور شریف سنہ ۱۴۱۳ھ / ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحقائق فی الحدائق

المعروف

شرح حدائق بخشش
(کتیالوی)

جلد چہارم

شارح عمدۃ الشارحین علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ناشر رضا دار الاشاعت
۲۵۔ نشتر روڈ
لاہور، پاکستان،

" إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا "

الديوان العربى

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عربی کلام کا پہلا مجموعہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل عنقریب رضا دار الاشاعت کی طرف سے منظر عام پر آرہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز

المرسوم بـ

بساتين الغفران

لمعالى فضيلة الإمام الأكبر المجدد **محمد أحمد رضا خان**

١٢٧٢هـ - ١٨٥٦م / ١٣٤٠هـ - ١٩٢١م

إمام أهل السنة و الجماعة بباكستان و بنجلاديش و الهند و افغانستان

جمعه و رتبه و ضبطه و حققه و قدم له واردفه بملحق

الأستاذ

حازم محمد أحمد عبدالرحيم المحفوظ

مدرس مساعد بكلية اللغات و الترجمة - جامعة الأزهر الشريف - القاهرة - مصر

و الأستاذ الزائر بجامعة بنجاب و الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

ایمان افروز، روح پرور اور دل کش

کتابیں

البریلویہ پر تنقیدی جائزہ ——— علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

انوارِ شریعت ——— علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ

دعوتِ فکر ——— علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

مالک و مختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم ——— امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

شرح حدائقِ بخشش (حصہ چہارم) ——— علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ

بزمِ اولیاء (ترجمہ روض الریاحین) ——— امام یافعی علیہ الرحمۃ

Ph : 7650440
Res : 7284500
7284243

★ ۲۵۔ نشتر روڈ، لاہور، پاکستان فون

احسان الٰہی ظہیر کی کتاب

"البریلویہ" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اکابرِ اہلسنت کی نظر میں

تالیف علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

- زیرِ نظر کتاب نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل بے سروپا اور غلط ہیں۔ نیز چلتی پھرتی روایتوں اور افواہوں کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ (علامہ تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ)
- فاضل مصنف نے مؤلف البریلویہ کے مکر و فریب اور دجل کے تمام پردوں کو چاک اور علم و یقین کے نور سے شکوک و اوہامِ باطلہ کو نیست و نابود کر دیا۔ (غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ)
- البریلویہ کے افترا کا جواب بڑی ہی بُردباری، علمی متانت، عقلی سنجیدگی اور حوالوں کی پختگی کے ساتھ دیا گیا ہے۔ حقائق ہی حقائق ہیں جن کا اجالا پھیلتے ہی اندھیرا غائب اور معاند کی پُرتعصب کاوشِ فکر و قلم خاک میں مل کر رہ گئی ہے۔ (علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی)
- آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)
- فاضل مصنف نے البریلویہ کے تمام اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں، اندازِ بیاں دلکش، سنجیدہ اور مہذب۔ (ملک بشیر محمد اعوان مرحوم)
- احسان الٰہی ظہیر کے الزامات کا عالمانہ اور فاضلانہ شان سے بے سروپا ہونا ثابت کیا اور مسکت جوابات دیئے۔ (علامہ عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمۃ)
- البریلویہ کے مؤلف کتنی کھلی کھلی بددیانتیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جو عالمِ دین تو کیا شریف انسان سے بھی متوقع نہیں ہوتیں۔ آپ کی کتاب نے اس کے فریب کا پردہ چاک کیا ہے (پروفیسر محمد ارشد کیڈٹ کالج حسن ابدال)
- کتاب تحقیقی و تنقیدی جائزہ رسوائے زمانہ کتاب البریلویہ کا صحیح پوسٹ مارٹم اور پندرھویں صدی ہجری کا گرانقدر علمی صحیفہ۔ (محمد منشا تابش قصوری)

ملنے کا پتہ: رضا دار الاشاعت ۲۵ نشتر روڈ ○ لاہور پاکستان فون: ۷۶۵۰۴۴۰

پاک وہند میں اس دور کی مقبول ترین کتاب

دعوتِ فکر

پر

علامہ محمد صدیق ہزاروی ظلہ کا ایمان افروز تبصرہ

غور و فکر کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنا اور راہِ حق، اختیار کرنا قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہی نہیں بلکہ ہر شخص پر لازم ہے کہ کسی بھی اختلافی صورت میں آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھنے کی بجائے خداداد علم و دانش کے ذریعے راہِ حق کو پانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔

ملتِ اسلامیہ اس وقت جس مذہبی و مسلکی انتشار اور فرقہ بندیوں کا شکار ہے اس سے ہر ذی شعور اور سنجیدہ انسان انتہائی درجہ کے کرب میں مبتلا ہے۔

کتاب "دعوتِ فکر" معروف قلمکار اور ممتاز عالمِ دین مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کا وہ عظیم شاہکار اور مثبت کارنامہ ہے جس کے باعث موصوف نے پاک و ہند میں بسنے والے مسلمانوں کے درمیان جو مسلکی ناہمواری پائی جاتی ہے اس خلیج کو پاٹنے کی طرح ڈالی ہے اور مذہبی اختلاف کے سلسلہ میں بنیادی علل و اسباب کا تجزیہ کیا ہے۔ خصوصاً علمائے اہلِ سنت و جماعت اور علمائے دیوبند کے اکابر کی تحریروں سے کتاب کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ قاری بغیر کسی پریشانی کے از خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اختلاف کب، کیوں اور کیسے؟ رونما ہوا۔ اور اس کی اصل اور بنیاد کیا ہے؟ اکابرِ دیوبند کی کتب کا نہایت تحقیقی البم حوالہ قوم کیا گیا ہے جس سے ملک و ملت کا ہر فرد استفادہ کر سکتا ہے۔

"دعوتِ فکر" پاک و ہند کے متعدد اداروں کی طرف سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ اردو کے علاوہ اس کا عربی، ہندی اور انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ رضا دار الاشاعت لاہور اسے مقبولِ عام سائز پر نہایت خوبصورت انداز پر مارکیٹ میں لایا ہے جو صرف چالیس روپے میں ہر اچھے مکتبہ سے دستیاب ہے۔

ملنے کا پتہ

رضا دار الاشاعت ۔ ۲۵، نشتر روڈ لاہور (پاکستان)